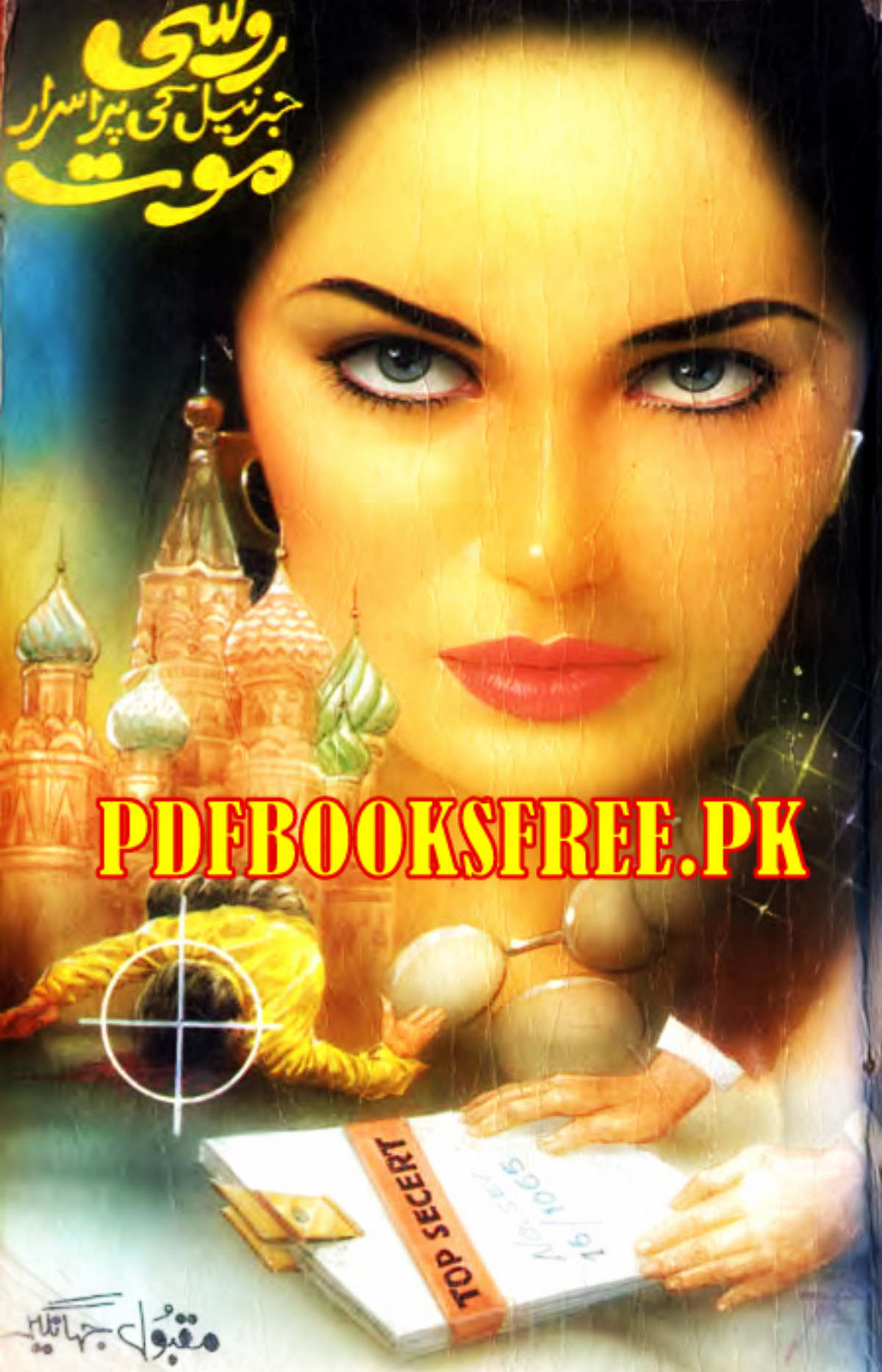


روسی  
جنر نیل کی پراسرار  
موت



PDFBOOKSFREE.PK

مقبول جہانگیر

قارئین!

آپ کے مین پسند صحافی اور مصنف مقبول جمانگیر کی ایک تہلکہ خیز جرم و جاسوسی پر مبنی تصنیف ”روسی جرنیل کی پر سرار موت“ کتابی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔ ان کی دیگر کتابوں کی طرح اس کہانی نے بھی بے پناہ مقبولیت حاصل کی اور جن دنوں یہ ایک ماہنامے میں قسط وار چھپ رہی تھی، آپ کے سینکڑوں خطوط موصول ہوتے رہے کہ اسے مکمل ہونے پر جلد کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ اس کے علاوہ بھی چھ سات مکمل کتابیں زیر ترتیب تھیں کہ مقبول جمانگیر سے زندگی نے وفانہ کی اور وہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو اپنی دیگر بہت ذمہ داریوں کے علاوہ یہ کام بھی میرے ہی سپرد کر کے دنیائے فانی سے سدھار گئے۔ مجھے تسلیم ہے کہ یہ کام بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا، لیکن اس جانکاہ حادثے کے بعد میں کافی عرصہ تک اس کے اثر سے نہ نکل سکی۔ غم روزگار، گھریلو اور ان کی دیگر ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا اتنا آسان نہیں تھا کہ میں اس طرف توجہ دیتی جب احساس ہوا کہ جانے والے کے بعد دنیا کا کوئی کام نہیں رکھتا تو میں نے ان کی ایک کتاب ”پاگل خانہ“ ترتیب دی جسے آپ لوگوں نے بے حد پسند کیا۔ جس کا ثبوت آپ کے خطوط ہیں۔ میں وہ قرض جو قلم اور مقبول جمانگیر صاحب کے رشتے سے میرے اوپر واجب الادا ہے ادا کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ ”روسی جرنیل کی پر اسرار موت“ ان کی وفات کے بعد مارکیٹ میں آنے والی دوسری نئی کتاب ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی ان کی دیگر زیر ترتیب تخلیقات وقت ملتے ہی باری باری آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گی۔

امینہ عنبرین

# رُوسی جبریل کی پُر اسرار موت

سوشی ۲۲ جنوری، وقت صبح چھ بج کر پندرہ منٹ۔

گہری نیند میں مجھے یک لخت یوں لگا جیسے زبردست بھونچال آیا ہو۔۔۔ میں نے کمر وٹ بدلی اور نیند و آنکھوں سے دروازے کی طرف دیکھا جسے نہایت بے دردی سے مسلسل پیٹا جا رہا تھا۔ میں نے بمشکل خود کو گرم الیکٹرک بستر سے باہر گھسیٹا اور لڑکھاتا ہوا دروازے کی طرف گیا۔ ایک جھٹکے سے اندرونی قفل کھول کر میں نے گردن باہر نکالی۔ نیم روشن، نیم تاریک کاریڈور میں تین طویل قامت آدمی، خاکستری رنگ کے گرم کمرے کھڑے تھے۔ پہلی نظر ہی میں پتہ چل گیا کہ ان میں سے ایک میجر ہے اور دوسرے دونوں کیپٹن۔ ان کے شانوں پر لگے ہوئے فوجی نشانوں سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا۔ اب میری آنکھیں پوری طرح کھل چکی تھیں۔ آنے والوں کے چہرے خوفناک حد تک سنجیدہ تھے۔ ان میں سے میجر کا رینک رکھنے والا فوجی ایک قدم آگے بڑھا اور اپنا تعارف کرتے ہوئے بھاری آواز میں بولا۔

”میرا نام ایوریانوف ہے۔۔۔ میجر ایوریانوف۔۔۔ اور یہ دونوں کیپٹن ہیں۔“ اس کے ساتھ ہی اس نے گرم کمرے کی بیرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا سرکاری شناختی کارڈ نکالا اور میسرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے کارڈ دیکھے بغیر مڑے واپس کیا اور کہا :

”آپ اندھا اسکتے ہیں۔“

وہ تینوں کمرے میں آگئے۔

”کیا آپ ہی شمار پوت آگورا آئیو سیفوتج ہیں؟“ میجر نے مجھ سے پوچھا۔ اسپیشل انوسٹی گیٹر؟

میں نے اثبات میں گردن ہلائی اور اس سے پہلے کہ وہ میرا شناختی کارڈ طلب کرتے، میں نے بڑھ کر اپنے کھونٹی پر لٹکے ہوئے کوٹ کی جیب میں سے کارڈ نکال کر اُن کے سامنے کر دیا۔ میجر نے کارڈ غور سے دیکھا اور اطمینان کر کے واپس کر دیا۔ پھر اُس نے کسی قسم کی معذرت کے بغیر اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا اور سرخ رنگ کا ایک مخصوص لمبا لفافہ برآمد کیا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر لفافہ لے لیا۔ اس کے دونوں طرف لاکھ کی ہریر لگی تھیں اور سیدھی جانب، اوپر یہ الفاظ سیاہ حروف میں بہت نمایاں ٹاٹپ کے کئے گئے تھے :

”ٹاٹپ سیکرٹ .... ارجنٹ ....“

میں نے دھڑکتے دل سے مٹری توڑیں اور لفافہ چاک کیا۔ اندر سے ایک ٹیلی گرام نکلا۔ اس پر یہ الفاظ درج تھے :

”اسپیشل ملٹری ٹیلی گرام — جو اسپیشل انوسٹی گیٹر شمار پوت آگورا آئیو سیفوتج کے نام بھیجا گیا .... بمقام ہوٹل زیرم شوز کانا یا .... کمرہ نمبر ۵۰۰ سوشی کراسنور ریجن ۔ چیف پبلک پراسیکیوٹر کی جانب سے ہدایت جاری کی جاتی ہے کہ تمہیں کے جی بی کے ڈپٹی چیرمین جنرل سائمن زیوی گن کی موت کے بارے میں تحقیقات کا فرض سونپا گیا ہے .... اسٹاپ ۔۔ بذریعہ طیارہ فوراً ماسکو واپس پہنچو .... ہرمن کاراکوز، سربراہ پبلک پراسیکیوٹرز آفس، ماسکو۔“

میں نے تین مرتبہ شروع سے آخر تک یہ ٹیلی گرام پڑھا۔ ہرمن کاراکوز جیسے شخص سے بھلائی کی توقع رکھنا واقعی عبث تھا۔ کے جی بی کا ڈپٹی چیرمین جنرل سائمن زیوی گن اگر مر گیا ہے تو میں کیا کروں؟ روزانہ ہر قسم اور ہر جنس کے افراد مرتے ہی رہتے ہیں .... مر جانا قطعاً انوکھی بات نہیں .... جس طرح اور لوگ مرتے ہیں، کے جی بی کا ڈپٹی چیرمین

بھی مر گیا ہوگا، اس کے لیے تحقیقات کی کیا ضرورت؟ پھر غضب یہ غضب یہ کراس بد معاش ہرمن کاراکوز نے، مجھے دھمکانے کے لیے، اسپیشل ملٹری ٹیلی گرام کا سہارا لیا ہے۔ گویا میں اس دھونس میں آن کر بھاگا بھاگا ماسکو پہنچ جاؤں گا۔۔۔۔۔

میں نے تاراکا پرزہ فولڈ کر کے اُسی سرخ لفافے میں رکھا اور اپنے کوٹ کی جیب میں ڈال دیا۔ سامنے ہی بڑے صوفے پر ڈیلیٹ ہلکے ہلکے خراٹے لے رہا تھا۔ اس کمبخت کو یوں خراٹے لیتے دیکھ کر مجھے بڑا طیش آیا۔ یہ شخص جب بھی آتا ہے، کوئی نہ کوئی آفت نازل ہو جاتی ہے۔ اس کا پورا تعارف یوں ہے :

کرنل مارت الیکسی وچ ڈیلیٹ — ہیڈ آف تھروٹسیکشن، ماسکوی۔ آئی۔ ڈی۔ شب کے تین بجے تھے کہ اس شخص نے میرے آرام میں خلل ڈالا۔ دروازہ کھولا تو یہ آمدھی کی طرح کمرے میں گھس آیا۔ پہلے تو اس نے میرے بستر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے اُس سے کہا کہ شرافت اسی میں ہے کہ زیادہ تنگ نہ کرو، ورنہ اٹھا کر باہر پھینک دوں گا۔ چپ چاپ صوفے پر ڈھیر ہو جاؤ۔ مجھے حیرت ہوئی مجب اس نے میرا کہا مان لیا اور صوفے پر چلا گیا۔ سونے سے پہلے اُس نے مجھے صرف اتنا بتایا کہ وہ شمالی کالیس کے علاقے سے بعض بد معاشوں، اسمگلروں اور بلیک مارکیٹنگ کرنے والے بڑے بڑے ملکر مچپوں کو پکڑنے آیا تھا، اب وہ سب مقامی جیل میں ہیں۔ اگلے روز وہ اُنہیں اپنے ساتھ طیارے میں ماسکو لے جائے گا۔ اس مقصد کے لیے وہ ماسکو ہی سے مسلح جوان ساتھ لایا تھا۔ آخر میں ہنستے ہوئے اُس نے کہا: ”وہ لوگ بھی اُنہی بد معاشوں کے ساتھ جیل میں ہیں۔ آخر میں اتنے جوانوں کو ہوٹل میں کیسے مٹھرتا؟ تمہارے بارے میں مجھے علم تھا کہ یہاں ہوٹل میں عیش کر رہے ہو، اس لیے جیل میں آرام کرنے کے بجائے میں ادھر ہی نازل ہو گیا۔“

”بہت بہتر! میں نے ٹیلی گرام وصول کر لیا ہے .... اب آپ جا سکتے ہیں“ میں نے میجر سے کہا۔

میجر نے نفی میں گردن ہلائی :

”ہم آپ کو اپنے ساتھ لے چلیں گے۔ ملٹری کمانڈر جنرل آگاپوف کا حکم ہے کہ ہم

تفتیش پر مامور کیا گیا ہوں۔۔۔۔۔ یہ لوگ مجھے ایئر پورٹ لے جانے آئے ہیں۔“  
کرنل وٹلیوف پر جیسے سکتے طاری ہو گیا۔ چند لمحے میری طرف گھورنے کے بعد  
اُس نے آہستہ سے کہا: ”اُس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خبر سچی تھی۔۔۔۔۔“  
اُس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میسرے کانوں تک پہنچ گئے۔ میں اس کے  
قریب گیا۔

”ابھی ابھی تم کیا کہہ رہے تھے کامریڈ؟“  
”میں کہہ رہا تھا کہ کل سہ پہر جب میں ماسکو سے ادھر آنے کے لیے تیار ہوا تھا  
تو میں نے پولیس کے حلقوں میں یہ خبر گشت کرنے سنی تھی کہ صدر بزنہیف کے  
ہم زلّت، کے جی بی کے فرسٹ ڈسٹی چیئر مین جنرل سائمن زویوی گن نے خودکشی  
کر لی ہے۔۔۔ خودکشی کا سبب یہ بیان کیا گیا کہ جنرل سائمن کا تعلق کاکیس کے  
اکثر ناپسندیدہ اور معاشرہ دشمن افراد سے ظاہر ہو گیا تھا اور اس سے پہلے کہ جنرل  
سائمن کو جواب دہی کرنی پڑے۔ اس نے بہتر یہی سمجھا کہ خودکشی کر کے معاملہ ختم کر دے۔“  
”بہت خوب۔۔۔ یہ آخری اطلاع تمہیں کہاں سے معلوم ہوئی؟ میں نے پوچھا۔  
کرنل وٹلیوف نے فوراً ہی جواب نہ دیا، اور جب میں نے زور دے کر دوبارہ دریافت  
کیا تو وہ کہنے لگا:

”اس کا صحیح مانو تو مجھے معلوم نہیں، محض سُنی سنائی کہہ رہا ہوں۔۔۔ لوگ کہتے تھے  
کہ کونسلٹ پارٹی کی سنٹرل کمیٹی سیکرٹری مائیکل سسلوف کے قبضے میں ایسی شہادتیں  
آگئی تھیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جنرل سائمن ناپسندیدہ اور خطرناک سرگرمیوں میں  
ملوث تھا۔۔۔۔۔“

”تم نے آتے ہی یہ اطلاع مجھے کیوں نہ دی؟ میں نے ناراض ہو کر کہا۔ کیا اس  
لیے کہ تمہیں مجھ پر اعتماد نہ تھا؟“

”ارے نہیں۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ وٹلیوف ایک دم گھبرا گیا۔ ”دراصل  
مجھے خود ہی اس افواہ پر بھروسہ نہ تھا۔۔۔ تمہیں کیا بتانا؟ اس کی تصدیق تو ہوئی نہیں

اپنی نگرانی میں آپ کو ایئر پورٹ پر چھوڑ آئیں۔“  
ایک بار پھر میرا خون کھول اُٹھا اور میں نے دل ہی دل میں جنرل آگا پوف اور  
کارا کوز دونوں کو گالیاں دیں۔ میجر ایوریانوف اور اس کے ساتھی دونوں کیسٹن اس  
طرح مستعد تھے کہ اگر میں نے اُن کے ساتھ جانے میں ذرا بھی چُوں چرائی تو وہ مجھے اٹھا کر  
لے جائیں گے یا وہیں شوٹ کر دیں گے۔ اُن کے چہرے خوفناک حد تک سنجیدہ تھے۔  
اور میں سمجھ گیا کہ ٹیلی گرام میں جو کچھ درج ہے، یہ لوگ اُس کے ایک ایک حرف  
سے آگاہ ہیں۔ میں نے گہرا سانس لیا اور کہا:

”ٹھیک ہے۔۔۔ میں آپ کے ساتھ ہی چلتا ہوں۔“ مگر تیاری کے لیے مجھے  
کچھ وقت درکار ہے۔۔۔ بہتر ہے آپ لوگ ہال میں بیٹھیں۔۔۔ میں تیار ہو کر نیچے آتا ہوں۔“  
”جنرل آگا پوف کا حکم ہے کہ ہم ایک ٹرین کے لیے بھی آپ کو نظروں سے اوجھل نہ  
ہونے دیں۔“ میجر نے کہا۔ ایڈلٹرا ایئر پورٹ پر ایک خصوصی طیارہ آپ کا انتظار کر رہا ہے۔  
آپ پندرہ منٹ کے اندر اندر چلنے کے لیے تیار ہو جائیں۔“  
”نیچے جاؤ اور میرے حکم کی تعمیل کرو۔“ میں نے چلا کر کہا، میں تمہارے جنرل آگا پوف  
کا حکم ملنے کے لیے تیار نہیں، سمجھے؟ اب دفان ہو جاؤ۔“  
وہ تینوں بھونچکا ہو کر میری صورت تنکے لگے۔

”بھاگ جاؤ۔“ میں پہلے سے زیادہ بلند آواز میں چیخا۔ ”میں ٹھیک دس منٹ بعد  
ہال میں آ جاؤں گا۔“

خلافت توقع وہ تینوں سلیوٹ مار کر کمرے سے باہر نکل گئے۔ میرے پیچھے کا  
دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ اس مسخرے کرنل مارت وٹلیوف کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے غراتے  
ہوئے کہا:

”کیا بات ہے؟ کیوں ہنگامہ کر رہے ہو؟ یہ کون لوگ تھے جو ابھی ابھی کمرے  
سے باہر گئے ہیں؟“

”ادھر ماسکو میں کے جی بی کا ڈسٹی چیئر مین مر گیا ہے۔۔۔ میں اس کے مرنے کی

مجھے شبہ نہ ہو کہ یہ سب کچھ میرے ساتھ مذاق تو نہیں؟ یہاں تک تو جی مانتا تھا کہ جنرل ساٹن مر سکتا ہے خواہ طبعی موت مرے یا خودکشی کرے۔۔۔ لیکن اس کی موت پر تحقیق و تفتیش کا کام مجھے سونپا جائے، بس یہی بات دماغ میں نہیں آتی تھی۔ سوال یہ ہے کہ میں کس کس سے جرح کروں گا۔ کیا کیونسٹ پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کے سیکریٹری مسٹرون سے اس ضمن میں کچھ پوچھنے کی مجھے جرات ہو سکتی ہے؟ کیا میں برزنیف پر جرح کر سکتا ہوں؟ مجھ میں اتنی ہمت بھی نہیں کہ برزنیف کے پرسنل باڈی گارڈ کمانڈر میجر جنرل ایوان زاروف کے سامنے کھڑا ہو سکوں چو جائیکہ میں برزنیف سے سوال جواب کروں۔ پھر کیا ہوگا؟ مجھے اس معاملے کی تہہ تک پہنچنے کیلئے کے جی بی کے سپریمین یوری ولاڈی میرو وچ اندر پورٹ کی خدمت میں حاضر ہونا پڑے گا؟ جی نہیں۔۔۔ ان سوالوں کا جواب نفی میں آتا ہے۔ کرنل ویلوف نے اخبار ایک طرف پھینک دیا اور نہایت سنجیدہ لہجے میں کہا:

"اگر یہ ٹیلی گرام واقعی تمہارے ہیڈ کاراکوز کی جانب سے ہے تو میرا خیال ہے اس مرتبہ تم بہت بُری طرح چھٹے ہو۔۔۔ اس سے چھٹکارا پانے کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔۔۔ جہاں تک میں غور کر سکتا ہوں، بس ایک ہی بات بار بار سامنے آتی ہے۔۔۔"

دروازے پر زور سے دستک دی جانے لگی۔۔۔ میں نے جھلا کر دروازہ کھولا۔ سامنے میجر ایوریا نوٹ اٹھنٹ کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر بدحواسی اور اضطراب کی لکیریں ابھری تھیں۔

"کیا بات ہے؟ تم لوگ مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو؟ دیکھتے نہیں تیار ہو رہا ہوں؟"

"کامریڈ شمرایوف۔۔۔ میں صرف یہ کہنے آیا ہوں کہ ایئر پورٹ پر طیارہ آپ کا منتظر ہے۔"

"مجھے یاد ہے۔۔۔ اچھی طرح یاد ہے۔۔۔ میں بے صبر ہو کر چلا آیا۔ اب یہاں سے جلدی جاؤ اور میرے لیے آج کے پروڈا، کا وہ ایڈیشن لاؤ جو ماسکو سے شائع ہوتا ہے۔ اور سنو۔۔۔ جب تک تم یہ اخبار لے کر نہیں آؤ گے، میں کمرے سے باہر قدم نہیں رکھوں گا۔"

مجھے حیرت ہوئی جب میجر نے یہ حکم نہایت صبر و تحمل سے سنا اور اُلٹے قدموں چلا

تھی، اور پھر خواہ مخواہ بات آگے بڑھانا میری عادت میں داخل نہیں۔

"بہر حال، اب یہ ٹیلی گرام ثابت کرتا ہے کہ وہ افواہ نہیں تھی۔۔۔ سچی خبر تھی۔۔۔"

میں نے کہا اور کوٹ کی جیب سے ٹیلی گرام نکال کر اُسے دے دیا۔ اُس نے ایک نظر ڈالی اور کچھ سوچتے ہوئے کہا:

"لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جنرل ساٹن کی خودکشی یا موت سے تمہارا کیا واسطہ۔ تمہیں اس مقصد کے لیے ماسکو کیوں طلب کیا گیا ہے؟"

"یہی میں بھی سوچ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "خیر، اب میں جا رہا ہوں۔۔۔"

تم جب تک چاہو، یہاں رہ سکتے ہو۔۔۔"

باتھ روم میں گرم پانی سے نہاتے ہوئے یہ سوال مجھے سخت ہراساں کرتا رہا کہ چیت پراسیکیوٹر نے آخر مجھی کو ٹیلی گرام کیوں دیا۔ اس مقصد کے لیے ماسکو میں خاصے تجربے اور پُرانے اسپیشل انوسٹی گیشنر موجود تھے۔ بالکل اذیت، رازدوت تھا۔ کلینسکی تھا۔ ان تینوں میں سے کسی ایک سے یہ کام لیا جاسکتا تھا۔ پھر یہ مسئلہ بھی حل طلب تھا کہ کاراکوز نے ملٹری اسپیشل ٹیلی گرام کس لیے روانہ کیا۔ اس میں کیا حکمت تھی؟ یہی پیغام مجھے ماسکو سے ڈائریکٹ ٹیلی فون لائن پر بھی دیا جاسکتا تھا۔۔۔ آخر اس معاملے میں اتنی جلد بازی کی کیا ضرورت تھی؟ پھر ایڈیٹر لائبریری پر تین فوجی افسروں کا مجھے اپنے ساتھ لے جانے پر اصرار، جنرل اکاپوف کا حکم۔۔۔ ایک عدد خصوصی طیارہ۔۔۔ یہ سب کیا ہے؟

میں جتنا سوچتا، اتنے ہی تڑپنے والے سوالات پیدا ہوتے جلتے۔۔۔ کہیں ان لوگوں کو میرے بارے میں کوئی غلط فہمی تو نہیں؟ شاید مجھے پولٹ بیورو کا رکن تصور کر لیا گیا ہے۔ مجھے نہاتے نہاتے یاد آیا کہ اس روز کا تازہ اخبار، دروازے کے قریب ہی روم بوائے کسی وقت پھینک گیا تھا۔ شاید اس میں کوئی خبر ہو۔۔۔ میں فوراً باتھ روم سے نکل آیا۔ دیکھا کہ اخبار کرنل ویلوف کے زیر مطالعہ ہے۔۔۔ یہ مقامی اخبار کا ڈاک ایڈیشن تھا۔۔۔ اور اس میں کہیں جنرل ساٹن کے مرنے کی خبر نہ تھی۔۔۔ ایک لحظے کیلئے

گیا۔ ٹھیک تین منٹ بعد وہ کمرے پر دستک دے رہا تھا۔

جنرل سائمن کے مرنے کی خبر پر لوہا نے صفحہ اول پر چھاپی تھی اور اس کا مضمون کچھ یوں تھا :

”سوویٹ گورنمنٹ نہایت رنج سے اس امر کا اعلان کرتی ہے کہ ۱۹ جنوری ۱۹۳۷ء کو سنٹرل کمیٹی کے رکن، ڈپٹی آف دی سپریم سوویٹ اور کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین جنرل سائمن کو زنج زبوی گن طویل بیماری کے باعث وفات پا گئے۔ جنرل سائمن نے چالیس برس سے زائد اپنے وطن کی خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے عملی زندگی کا آغاز ۱۹۳۷ء میں اسکول ٹیچر کی حیثیت میں کیا۔ بعد ازاں وہ اپنی قابلیت اور محنت کے بل بوتے پر اوڈیسہ ریجن کے ایک سیکنڈری اسکول میں ہیڈ ماسٹر مقرر کیے گئے۔ ۱۹۳۹ء میں انہیں پارٹی کے حکم پر اسٹیٹ سکیورٹی کے لیے منتخب کر لیا گیا۔ دوسری عالمگیر جنگ کے زمانے میں جنرل سائمن نے اپنے وطن کی خاطر سول اور فوجی خدمت کا شاندار ریکارڈ بنایا۔ وہ مغربی محاذوں پر دشمن سے برسرِ بیکار رہے اور اسٹالن گراڈ کے دفاع میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جنگ ختم ہونے کے بعد انہوں نے تازکستان اور آذربائیجان کے علاقوں میں ضروری اصلاحات کے ذیل میں قابلِ قدر کام کیا اور مادرِ وطن کی حفاظت کے لیے بہترین تجاویز مرتب کیں۔ ۱۹۶۷ء میں جنرل سائمن کو سپریم سوویٹ میں ڈپٹی کے منصب پر فائز کیا گیا۔ بعد ازاں وہ کے جی بی کے فرسٹ ڈپٹی چیئرمین بنائے گئے۔ اپنی بے مثال بہادری، خدمات اور جذبہ حب الوطنی کے باعث جنرل سائمن کی یاد پارٹی اور اسٹیٹ کے کروڑوں افراد کے دلوں میں ہمیشہ تازہ اور روشن رہے گی۔“

اس مختصر سے مضمون کے خاتمے پر جن افراد کے دستخط ثبت تھے ان میں یوری آندرو پوف، گورباکوف، استینوف، شرننکو، بوجاکوف، شوو لوخوف کے علاوہ کے جی بی کے بہت سے جنرلوں کے نام نمایاں تھے۔ مجھے یہ دیکھ کر از حد حیرت ہوئی کہ اس فہرست میں برزنیف اور سسلوف جیسی اہم شخصیتوں کے نام درج نہ تھے۔ اس کے معنی یہ تھے کہ ان دونوں نے اس سرکاری ماتمی بیان پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

کرزل وٹیلوف نے اچانک کہا :

”کس چکرتیں پڑ گئے یار؟ سیدھی سی بات ہے، اس بیان پر برزنیف کے دستخط نہیں، اور کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ برزنیف اپنے ہم زلف کی موت پر سنجیدہ نہ ہوگا؟ مسئلہ صرف یہ ہے کہ برزنیف نے دستخط کیوں نہیں کیے۔ ذرا سے غور و خوض سے بھی حل ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ جنرل سائمن کی موت کا جو سبب پر لوہا نے بیان کیا اس سے برزنیف اور سسلوف وغیرہ کو اتفاق نہیں۔ اتفاق ہوتا تو ان دونوں کے دس اس پر ضرور ہوتے۔“

”تمہارا قیاس درست ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ ”جنرل سائمن یا تو ہلاک ہوا ہے، اُس نے خودکشی کی ہے۔ اپنی موت وہ بہر حال نہیں مرا، لیکن میں جس بات پر فکر مند ہوا وہ یہ ہے کہ اس قضیے میں مجھے گھسیٹنے والا کون ہے۔ مجھے اتنی حیثیت اور اہمیت کس کے اشارے پر دی جا رہی؟ کیا کبھی کسی نے سنا ہے کہ ایک معمولی اور غیر معروف اسپیشل انوسٹی گٹر کے لیے خصوصی طیارہ ایئر پورٹ پر انتظار کر رہا ہو؟“

وٹیلوف معنی خیر انداز میں مسکرایا۔ ”سی آئی ڈی ڈی پارٹمنٹ میں وہ مدتوں سے کا کر رہا تھا اور اس کا ذہن خاص حالات میں حیرت انگیز طور پر کام کرتا تھا۔“

”میرا خیال ہے تمہیں وزیرِ اعظم برزنیف نے اس کام پر لگایا ہے۔۔۔۔۔ وٹیلوف آواز میں کان میں یوں آئی جیسے وہ بہت دُور سے بول رہا ہو۔ میں یک لخت چونک کر وٹیلوف برابر مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے اٹھ کر میسر شائے پر تھکی دی۔ ”گھبراؤ مت زندگی میں ایسے چاس قسمت والوں ہی کو ملتے ہیں۔ برزنیف اگر تم پر مہربان ہو چکا ہے اور اپنے ہم زلف کی پُر اسرار موت پر تحقیق کے لیے اس کی نگاہِ انتخاب تم پر پڑی ہے تو یہ سمجھو کہ تمہارا نشانہ مروج پر ہے۔ اب دیر نہ کرو اور ایئر پورٹ روانہ ہو جاؤ۔ مجھے یقین ہے وہاں پہنچ کر تم پر کئی اور راز کھلیں گے۔ لیکن خبردار! زبان بند رکھنا اور آنکھیں، کان کھلے نہیں، ورنہ پھنساؤ گے۔۔۔۔۔“

بھی تھا جس کے بارے میں میجر نے بتایا کہ وہ ایئر پورٹ میجر ہے میجر نے مجھے غور سے دیکھا اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا :

”موسم کی رپورٹ بہت خراب ہے... فضائی راستہ سخت مخدوش ہے... تاہم آپ گھبراہٹے نہیں... میں نے اس طبیب کے لیے بہترین عملہ طلب کیا ہے... آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ تاہم طبیب کے کی روانگی میں کسی قدر تاخیر ہو جائے گی۔ آپ دیکھتے ہیں ہم نے کئی بل ڈوزر رن دے پر سے برف ہٹانے کے لیے لگا دیے ہیں... جو نئی فضائی راستہ صاف ہوا، آپ کی روانگی میں ایک منٹ کی بھی دیر نہ ہوگی۔“

میں نے میجر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا :

”میں فضائی راستہ صاف ہونے کا انتظار کروں گا۔ اور ماسکو ایک ٹیلی فون کال کرنا چاہتا ہوں۔“

اس نے کمرے کی شمالی دیوار کے قریب رکھے ہوئے ایک ٹیلی فون اپریٹس کی طرف اشارہ کیا :

”وہ دیکھئے، فون موجود ہے... آئیے میں خود آپ کا رابطہ ماسکو سے کرا دیتا ہوں۔“ اس نے فون کا رسیپور اٹھایا اور اپریٹر سے کہا : ”والیبا، ذرا جلدی سے ماسکو ملاؤ... کامیڈ شمرا یوف، براہ کرم وہ نمبر بتائیے جس پر آپ بات کریں گے۔“

میں نے پبلک پراسیکیوٹر آفس کے چیف ہرمن کا راکوز کا نمبر دیا... دو منٹ بعد ہی اس سے بات کر رہا تھا :

”ہیلو ہرمن... میں شمرا یوف ہوں... تمہارے خوشگوار ٹیلی گرام کا بہت بہت شکریہ۔ ہاں... بس میں چل رہا ہوں... راستہ صاف ہونے کا انتظار ہے۔ اس وقت ایڈلر ایئر پورٹ سے بولی رہا ہوں... اچھا یہ بتاؤ، جنازہ کب اٹھایا جائے گا۔“

”آج ہی... کوئی ڈیڑھ بجے کے قریب...“ ہرمن کی آواز آئی۔ ”اور سناؤ، مزے میں تو ہوں؟“

اس کے لہجے میں طنز تھا، وہ مجھے یوں لگا جیسے کسی نے کان میں پگھلا ہوا سیسہ اُتار دیا ہو

ایڈلر ایئر پورٹ... وقت... صبح نو بج کر پانچ منٹ | گزشتہ اڑتالیس گھنٹوں کی مسلسل برفباری کے

باعث زمینی اور فضائی ٹریفک کا سارا نظام درہم برہم ہو چکا تھا جب ہماری ملٹری جیپ ایڈلر ایئر پورٹ کی طرف جا رہی تھی تو شہر کی سڑکوں پر برف کے انبار لگے تھے۔ دکانیں بند تھیں اور بازار سنان پڑے تھے۔ میجر ایوریانوف نے بتایا کہ بچوں کے تمام اسکول بھی بند کر دیے گئے ہیں۔ ہماری جیپ کے آگے آگے ایک چھوٹا سا ڈوزر لڑھکتا جا رہا تھا اس کا کام صرف یہ تھا کہ سڑک پر جمی ہوئی برف ہٹا کر ہمارے لیے راستہ صاف کرنا چاہئے۔ برف باری اس وقت بھی ہو رہی تھی۔ ایئر پورٹ کا ٹرمینل قیامت کا منظر پیش کر رہا تھا۔ اتنے وسیع و عریض ہال میں مسافروں کا وہ ہجوم کہ تن دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ عورتیں بچے، بوڑھے اور جوان۔ کوئی ڈھائی تین ہزار کی تعداد میں ٹرمینل کو گھیرے میں لیے ہوئے تھے معلوم ہوا پروازیں پچھلے تین دنوں سے بند ہیں۔ ہال میں انتہائی بے ترتیبی سے لوگ ادھر ادھر ٹپے سو رہے تھے۔ عورتیں آپس میں لڑ رہی تھیں اور ان کے مرد فضول شتم کی باتوں سے جی بہلا رہے تھے۔ بچوں نے رو رو کر ایک ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ ایئر پورٹ حکام اور ان کا ماتحت عملہ پاگل کتوں کی طرح ہر شخص کو کاٹ کھانے دوڑ رہا تھا۔ جہاں جہاں لوگوں نے جگہ پائی، وہیں ڈیرے جمالیے تھے۔ بیت الخلاؤں کے باہر لمبی لمبی قطاریں لگی تھیں اور سامان کے ڈھیر جا بجا نظر آرہے تھے میجر ایوریانوف نے مجھے ہال کے بغل راستے سے لے جا کر ایک ایسے کمرے میں پہنچا دیا جو یقیناً دی آئی پی ڈوم تھا۔ اس کے شیشوں میں سے ڈوڑنک ایئر پورٹ کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ مگر ایئر پورٹ پر تو برف کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ آرمی کے کئی بل ڈوزر ایک رن دے پر سے برف ہٹانے کا کام کر رہے ہیں۔ رن دے کے آخری کنارے پر ایک... م کھڑا اپنے ایجن گرم کمرہ رہا ہے۔ یہی وہ خصوصی طیارہ تھا جو مجھے ماسکو لے جانے والا تھا۔

مجھے اپنے ماتحت فوجی جوانوں کی نگرانی میں دے کر میجر، دی آئی پی ڈوم سے باہر باور کوئی دس منٹ بعد واپس آیا، مگر وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص

واقعی خیر نہیں... ان بڑے ہاتھیوں کی لڑائی میں اگر تم پھنس گئے تو بہت سے تمہاری چٹنی ہو جائے گی چٹنی... مائیکل سسلوف کو جانتے ہونا؟ سنٹرل کمیٹی کا سیکرٹری اور پولیٹ بیورو کا سب سے اہم رکن ہے... کیا وہ تمہیں جنرل سائمن کی لاش کے قریب پھٹکنے کی اجازت دے دے گا؟ عین ممکن ہے ایک دو روز بعد خود تمہاری لاش بھی کسی کے ہاتھ نہ لگے... اور... پھر برزنیف... یقیناً وہ خود سامنے نہیں آنا چاہے گا... ہو سکتا ہے اس نے کوئی اور انتظام بھی کر لیا ہو... مگر یہ بات ہے بہت حیران کن کہ اس نازک اور خطرناک کام کے لیے اس کی نگاہ مجھ پر پڑی... اب اگر میں انکار کرتا ہوں تو برزنیف کا ردِ عمل کیا ہوگا؟ بالکل وہی جو احکام نہ ماننے والوں کا ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔

اس سے آگے کچھ سوچنا بے سود تھا۔ میں نے ایئرپورٹ پر ہر لحظہ صاف کیے جانے والے رن وے کے آخری کنارے کھڑے ہوئے یا کہ ۴۰ پر نگاہ ڈالی اور یوں محسوس ہوا جیسے یہ طیارہ ابھی تھوڑی دیر بعد مجھے موت کے سفر پر لے جائے گا۔  
"کامریڈ شمرایوف کیا آپ ہلکا سا ناشتہ کرنا پسند کریں گے؟"  
میں نے پلٹ کر دیکھا میجر ایوریا نوٹ مجسم خدمت گار بننا ہوا تھا۔  
"ضرور۔ تم لوگوں نے ایسی جلدی کی کہ مجھے ہوٹل میں ناشتہ تک نہیں کرنے دیا۔ بہر حال جو کچھ بھی ہے لے آؤ۔"

ناشتہ کرتے ہوئے ایک بار پھر ذہن قلابازیاں سی کھانے لگا اور اس صحافی کا قصہ یاد آیا جس کا ذکر ہرمن نے کیا تھا۔ سچ ہے۔ بعض مرتبہ غیر اہم اور معمولی معمولی واقعات بھی زندگی کا زبردست موڑ بن جاتے ہیں۔ یہ تقریباً اڑھائی برس پہلے کا ذکر ہے برزنیف اور جی کارٹر کی ملاقات ویانا میں ہونے والی تھی۔ اس ملاقات سے دس دن پہلے برزنیف کے پریس گروپ کا ایک رکن صحافی ماسکو میں دن دہاڑے اغوا کر لیا گیا۔ اس کا نام ویڈیم بلیکن تھا۔ یہ نوجوان بے حد چست چالاک تھا اور اس نے کم عمری ہی میں حکومت کے اپنے حلقوں تک رسائی حاصل کر لی تھی۔ برزنیف کے ساتھ ویانا جانے کے لیے جو جرنلسٹ منتخب کئے گئے تھے۔ ان میں ویڈیم بلیکن بھی شامل تھا جب اُسے اغوا کیا گیا

اختیار میسر نہ ہو سکا۔ ایک سخت گائی نکل گئی۔ جواب میں ہرمن کا قہقہہ سنائی دیا۔  
مہ رہا تھا:

"بہت دن بعد قابو میں آئے ہو۔ کہو کیسی رہی؟ مجھ سے بچ کر بھلا کہاں جاؤ گے؟"  
"سنو ہرمن... مجھے یہ تمہاری حرکت معلوم نہیں ہوتی۔ سچ بتاؤ اس سائے بھندے بچے کون ہے۔ کیا تم اس تفتیش کے لئے کسی اور کو مقرر نہیں کر سکتے تھے؟"  
"ضرور کر سکتا تھا بشرطیکہ یہ معاملہ میسر اختیار میں ہوتا۔" ہرمن کا جواب آیا۔ "یقیناً وہ، میں خود اس پر حیران پریشان ہوں۔"

اب زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ کھل کر بتاؤ۔ کس نے میرا نام تجویز کیا؟  
"دیکھو، یہ بات میں تمہیں ٹیلی فون پر نہیں بتا سکتا۔" ہرمن کا لہجہ اس مرتبہ سنجیدہ ہو گیا۔ "کیا تمہیں اس صحافی کا واقعہ یاد ہے جس میں تم نے بہت بھاگ دوڑ کی تھی؟"  
"ٹیلی فون ریسور میس کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچا... مجھے یوں لگا جیسے کسی نے لخت میسے سر پر تھوڑا مار دیا ہو... دماغ کی ساری سوئی ہوئی رگیں تن گئیں۔"  
"ہاں مجھے یاد ہے... شکریہ ہرمن... اب ماسکو میں ملاقات ہوگی۔"

ریسیور کرپٹل پر رکھ کر جب میں نے گرد و پیش کا جائزہ لیا تو کمرے کی ہر چیز مجھے ہموار ہوئی نظر آئی۔ یہ بات تو میسر کے دم و گمان میں بھی نہ تھی کہ برزنیف کو وہ چھوٹا سا واقعہ اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود یاد رہا ہوگا... اور اس نے جنرل سائمن کی موت کی تفتیش کے لیے بطور خاص میرا نام تجویز کیا ہے۔ میرا دن اس سچ بستہ ماحول کے باوجود پسینہ پسینہ ہو گیا... اگر یہ حقیقت ہے، جیسا کہ ہرمن نے اشارہ بتایا، تب جنرل سائمن کی موت طبعی نہیں تھی... اُسے ہلاک کیا گیا ہے یا پھر اُس نے خود کشی کی ہے ان دو میں سے ایک ہی بات درست ہو سکتی ہے... برزنیف کا خیال ہے کہ جنرل سائمن کی زنت بیماری کا نتیجہ نہیں... جبکہ آندرپوٹ، استینوف اور شولوخوف جیسی شخصیتیں اپنے دستخطوں سے یہ بیان جاری کرتی ہیں کہ جنرل سائمن کی موت اس کی طویل بیماری کا نتیجہ ہے۔  
انے اپنے آپ کے کامریڈ شمرایوف... اسپیشل انوسٹی گیٹر شمرایوف... اب تمہاری

توروس کے سیاسی حلقوں میں زبردست تشویش کی لہر دوڑی اور پولیس میں بھی خاصی سنسنی پھیل گئی۔ برزنیف نے خاص طور پر اس واردات کا نوٹس لیا۔ پولیس کو حکم دیا گیا کہ جو بیس گھنٹے کے اندر اندر ویڈیم بلیکن کو زندہ یا مردہ پیش کر دیا جائے اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو بھی جنہوں نے اُسے اغوا کیا ہے۔ پولیس ایسے مواقع پر اپنا دامن صفا بچا لیتی ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے جو بیس گھنٹے بعد اطلاع دی کہ ویڈیم بلیکن کو ملک کے کونے کونے میں تلاش کیا گیا، لیکن کہیں سراغ نہیں مل سکا۔ شبہ گزرتا ہے کہ اُسے سوویت روس کی سرحدوں سے باہر لے جایا جا چکا ہے۔۔۔ خیال تھا بات یہیں ختم ہو جائے گی کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ لیکن برزنیف کا پارہ اس ناکامی سے اور چڑھ گیا۔ اس نے چیف پراسیکیوٹر کو طلب کر کے حکم دیا کہ وہ اس نوجوان جرنلسٹ کو تلاش کرے۔ چیف پراسیکیوٹر نے مجھے اس کام پر لگا دیا۔ میں نے اس سلسلے میں انتہائی بددلی سے بھاگ دوڑ کا آغاز کیا۔ ظاہر ہے جب پولیس کے بڑے بڑے نامور اور تجربے کار لوگ ویڈیم کو تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے۔ تو میں ربا کا تیر چلاتا، تاہم وقت پورا کرنے کے لیے میں نے پرلے دوست اور سی آئی ڈی سکو کے انچارج کرنل ڈیٹلوف سے مدد طلب کی۔ ڈیٹلوف اور اس کے کئی ماتحتوں نے چپکے چپکے تحقیق شروع کی اور بہت جلد ہمیں معلوم ہو گیا کہ ویڈیم کو روز روشن میں اغوا کرنے والے لوگ کون ہیں۔ اُسے ان افراد نے اغوا کیا تھا جو پورے ملک میں نشہ آور دواؤں کی خرید و فروخت کا دھندا چلا رہے تھے۔ یہ لوگ اتنے بااثر اور طاقتور تھے کہ پولیس بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی، اور پولیس بگاڑتی بھی کیسے؟ شاید ہی کوئی بڑا پولیس آفیسر ایسا ہو جو ان کا کالا دھندا کرنے والوں سے رشوت نہ لیتا ہو۔۔۔ یا ان کے کاروبار سے چشم پوشی کا عادی نہ ہو۔ ویڈیم بلیکن نوجوان تھا، نا تجربہ کار تھا، اپنے شعبے میں کارہائے نمایاں دکھا کر دنوں اور ہفتوں کے نکلنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے نتائج کی پروا کئے بغیر ان بااثر اور طاقتور کالا دھندا کرنے والوں کے بارے میں مستند حقائق پر مشتمل ایک آرٹیکل تیار کیا۔ نوجوان مرنے کے باعث اُس نے اپنے دوستوں کے حلقے میں اس مضمون کا ذکر کر دیا۔ شدہ شدہ بات ان لوگوں تک بھی پہنچ گئی جن کے بارے میں یہ مضمون لکھا گیا تھا۔ وہ بے خوف ہو کر

اپنی کاروں میں آئے اور ویڈیم بلیکن کو اُس کے مکان میں کھس کر پکڑا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ بعد ازاں انہوں نے اُسے نشہ آور دواؤں کے انجکشن پر انجکشن لگائے اور اُسے قطعی بے ہوش کر دیا۔ اتفاق سے اس نوجوان جرنلسٹ کا نام اُس فہرست میں شامل تھا جو برزنیف کے ساتھ دیا ناجانے والے صحافیوں کے ناموں پر مشتمل تھی اور انہی دنوں اُسے اغوا کر لیا گیا۔ اگر اس کا نام برزنیف کے پریس گروپ میں شامل نہ ہوتا تو وہ زندہ سلامت واپس نہیں آسکتا تھا۔ کسی کو بھلا ویڈیم بلیکن کی جان بچانے سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی؟ مگر اسے اس کی خوش قسمتی کیونکہ برزنیف کو خبر ہو گئی۔ چونکہ ہمیں اغوا کنندگان کو گرفتار کر لینے کے احکام مل چکے تھے اور ان احکام پر عمل درآمد کے لیے جن خصوصی اختیارات کی ضرورت تھی، وہ بھی ہمیں حاصل تھے، اس لیے ان خطرناک قاتلوں اور مجرموں کے پیچھے سے ویڈیم کو آزاد کرانا کچھ دشوار نہ تھا۔ ہم نے جو بیس گھنٹے سے پہلے ہی اُسے برزنیف کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ اگرچہ پورے مرحلے میں ایک مرتبہ بھی میری ملاقات برزنیف سے نہیں ہوئی اور نہ ایسا کوئی موقع ہی تھا تاہم چیف پراسیکیوٹر نے اس سلسلے میں جو رپورٹ تیار کر کے برزنیف کو ارسال کی تھی، اُس میں یہ کارنامہ سرانجام دینے کا سہرا میسر کرنا دھکیلا تھا اور یوں برزنیف میرے نام سے آگاہ ہوا۔ اور اب میرا وہی کارنامہ میسر کیے سمیت مصیبت بن کر سامنے آ گیا تھا۔ ایسی مصیبت جس سے نجات پانا کسی طرح ممکن ہی نہ تھا۔ یہ برزنیف ہی کا حکم تھا کہ مجھے ماسکو سے سوشی ملٹری ٹیلی گرام بھجوا یا گیا اور مجھے بھجوانے کی کارروائی جنرل آگوپوف کے زیر نگرانی مکمل ہوئی۔ یہ برزنیف ہی کا آرڈر تھا کہ میسر کے لیے ایک خصوصی طیارے کا اہتمام کیا گیا، جبکہ ایڈمرلٹ لورٹ پر موسم کی خرابی کے باعث تین دن سے سینکڑوں ہزاروں مسافر بے یار و مددگار پڑے ہوئے تھے اور انہیں لے جانے کے لیے طیارے دستیاب نہ تھے۔ بظاہر میسر کے لیے خوش ہونے کی بات تھی کہ مجھے ملک کے سب سے بڑے حکمران نے ایک خاص کام کا اہل سمجھا، بلکہ گزشتہ تیس مہینوں میں اُسے میرا نام بھی یاد رہا، لیکن دوسری طرف جب میں اس کام کے بارے میں سوچتا جو مجھے ماسکو پہنچ کر کرنا تھا، تو میرا دلچسپ مرنے کو آنے لگتا تھا۔

"کامریڈ شملوف۔۔۔ اسپیشل انوسٹی گٹر۔" میں نے زیر لب، خود سے کہا۔ اب دو

عارضی طور پر کھلے، ہم وہاں اتر جائیں۔ فرمایا، آپ کا حکم کیا ہے؟  
 زوکوفسکی ایئر پورٹ پر اترنے کے بعد مجھے ماسکو پہنچانے کا انتظام ہوگا؟  
 "اس کا انتظام کر لیا گیا ہے۔ ایئر پورٹ پر ایک پولیس کار موجود ہے۔ وہ آپ کو  
 چالیس منٹ میں ماسکو پہنچا دے گی۔"

"ٹھیک ہے... پھر مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے! آپ زوکوفسکی پر تیار ہوتا رہیں۔"

ماسکو۔ وقت: بعد دوپہر۔ ایک بچہ گنبدِ رمنٹ کا بیڈ ٹیبلر فوجی سپاہیوں

کے گھیرے میں تھا۔ اس عظیم اور مہیب عمارت کی طرف جانے والی تمام سڑکیں عام ٹریفک  
 کے لیے بند کر دی گئیں تھیں، تاہم ہزاروں افراد کے چھوٹے بڑے قافلے مختلف راستوں  
 پر چلتے ہوئے اسی ایک مرکز کی جانب رواں دواں تھے۔ ماسکو گیرین کے مسلح سپاہیوں اور  
 اسٹیٹ سیکورٹی آرگنائزیشن کے ہزاروں افراد نے کلب کی عمارت کے باہر ایک گوشے  
 پر قبضہ کر لیا تھا۔ کارخانوں اور فیکٹریوں میں کام کرنے والے مزدور ہر طرف سے اُبل رہے  
 تھے اور انہیں گزشتہ روز اجازت دی گئی تھی کہ وہ جنرل سائمن کے جنازے میں شریک ہو  
 سکتے ہیں، لیکن ان میں سے کسی ایک شخص کو بھی زوکوفسکی کلب کے نزدیک پھنسنے نہیں دیا  
 گیا، حتیٰ کہ گلیا نکا کے قریب ماسکو گیرین کے سپاہیوں نے اُس پولیس کار کو بھی روک  
 لیا جس میں مجھے زوکوفسکی سے لایا جا رہا تھا۔ ایک سپاہی نے مجھے کرنٹ لہجے میں کہا:

"اپنے کاغذات دکھاؤ! میں نے اپنا سرکاری شناختی کارڈ نکالا اور اس کے حوالے کر دیا۔  
 سپاہی نے یہ کارڈ ایک نظر دیکھا اور اُس سے کیپٹن کے حوالے کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ کارڈ  
 ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ تک سفر کر رہا ہے۔ بالآخر وہ گیرین کیپٹن کے پاس پہنچ  
 گیا۔ اُس نے کارڈ کا انٹ پلٹ کر معائنہ کیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا پولیس کار کی طرف آیا۔  
 "آپ اس حد سے آگے نہیں لے جا سکتے۔" اُس نے فیصلہ کن انداز میں مجھے اطلاع دی۔  
 "آپ چاہیں تو خود یہاں سے کلب تک پیدل چلے جائیں" اور اس سے پیشتر کہ میں کچھ حرج  
 کرتا، اُس نے کارڈ بے پروائی سے میری طرف اچھال دیا۔ مجھے اس بے ہودگی پر سخت

ہی باتیں ممکن ہیں... پہلی یہ کہ اس مرحلے سے بھی کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہو کر دکھاؤ اور  
 دوسری یہ کہ اگر ایسا نہ کر سکے تو کسی بھی لمحے مرنے کے لیے تیار رہو۔... ہو سکتا ہے بزرگ  
 تمہیں کچھ نہ کہے، لیکن وہ لوگ جو جنرل سائمن کے قتل، خودکشی یا اس کی پراسرار موت کے  
 ذمے دار ہیں، وہ تمہیں کبھی نہیں چھوڑیں گے اور یہ بھی یاد رکھو کہ تم پیدا نشی طور پر یہودی ہو۔  
 کیونکہ تمہارا باپ یہودی تھا۔"

مجھے یاد نہیں میں نے ناشتے میں کیا کھایا اور کیا پیا صرف اتنا یاد ہے کہ جب ناشتے  
 سے فارغ ہو کر سگریٹ سلگا رہا تھا تب ایئر پورٹ میں جرنے آن کرکھا تھا کہ طیارہ پرواز کے لیے  
 تیار ہے۔... اور موسم کی رپورٹ پہلے سے کچھ بہتر ہے۔... اور پھر یہ بھی یاد ہے کہ جب میں  
 طیارے کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا تو میری مضیں آہستہ آہستہ ڈوب رہی تھیں۔

طیارے میں داخل ہو کر میں نے دیکھا کہ اُس میں سفر کرنے والے ایک واحد مسافر تھا۔...  
 کپتان پتے سے ٹاک پٹ میں موجود تھا۔ میں نے گھڑی کی ریت دیکھا۔ صبح کے نو بج کر  
 سینتیس منٹ ہوئے تھے۔... مجھے ٹھیک دو گھنٹے آٹھ منٹ پرواز کے بعد ماسکو ایئر پورٹ  
 پر اترنا تھا اور جنرل سائمن زیوی گن کی لاش پر غور و خوض کرنے کے لیے یہ وقت بہت  
 تھا۔ ادھر طیارے کے پیچھے حرکت میں آئے، ادھر میں نے اپنی نشست پر لیٹ کر پیٹی  
 باندھی اور آنکھیں موند لیں۔

ایک ایک کسی نے میسرے ٹرے پر ہاتھ رکھا اور میں نے ایک جھجھکی لے کر آنکھیں  
 کھول دیں۔ طیارے کا معاون پائلٹ میرے قریب کھڑا تھا۔ میں نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔  
 "مجھے کپتان نے حکم دیا ہے کہ آپ کو آگاہ کر دوں" اس نے جلدی جلدی کہنا شروع  
 کیا۔ "ماسکو کا موسم سخت خراب ہے۔... زبردست برف باری کے باعث ہوائی اڈہ جہازوں  
 کی پرواز اور لینڈنگ کے لیے مکمل طور پر بند کر دیا گیا ہے۔ البتہ تھوڑی دیر پہلے ریڈیو پر  
 زوکوفسکی ایئر پورٹ کے کنٹرول نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اپنا طیارہ وہاں  
 اُتار سکتے ہیں۔ کپتان نے آپ سے اجازت طلب کی ہے۔ ورنہ دوسری صورت میں ہمیں  
 لگاتار ماسکو ایئر پورٹ پر فضا میں چکر لگانے پڑیں گے۔ تاکہ جو بھی ایئر پورٹ کچھ دیر کے لیے

تھی اور اس وقت بھی ویسا ہی ایک نازک مرحلہ پیش تھا کہ جی بی کرنل نے اس کارڈ پر حقارت سے نظر ڈالی اور اُسے میری طرف اُچھالتے ہوئے بولا "تمہیں اندر جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ واپس چلے جاؤ۔۔۔ حیرت ہے تمہیں یہاں تک آنے کیوں دیا گیا۔۔۔ اس کارڈ پر یہ کہیں درج نہیں کہ تم کلب کے اندر داخل ہو سکتے ہو۔۔۔ اس مقصد کیلئے تمہیں خصوصی اجازت نامہ حاصل کرنا چاہیئے" اُس نے یہ الفاظ کہے اور واپس جانے لگا۔ میں نے بڑھ کر اُسے روکا اور جس قدر مختصر الفاظ میں اُسے اپنی آمد کا مقصد بتا سکتا تھا، بتا دیا، مگر وہ کچھ سننے کو تیار نہ تھا اور ادھر سے پچاس چھ سات منٹ سے زیادہ وقت نہ تھا۔ تابوت میں پڑی ہوئی جنرل سائمن کی لاش کو ایک نظر دیکھنا میرے فرائض میں داخل تھا۔ مگر یہ اسی وقت ممکن تھا کہ مجھے کلب کی عمارت کے اُس حال میں جانے کی اجازت دی جاتی جہاں تابوت پڑا تھا، اور یہ بات مجھے کارا کو زفون پر بتا ہی چکا تھا کہ تابوت ٹھیک ڈیڑھ بجے کلب کی عمارت سے اٹھایا جائے گا۔ اس مقررہ وقت میں ایک منٹ کی بھی تاخیر نہیں ہو سکتی تھی۔

میں نے شیشوں کے بنے ہوئے بڑے دروازے کے نزدیک ہو کر اندر جھانکا کہ شاید کوئی جان پہچان والا آدمی دکھائی دے جو میری سفارش کر سکے، لیکن مجھے نظر نہ آیا۔ اتنے میں وہی دروازہ کھلا اور کے جی بی کے پیئر مین آندر وپوٹ کا ڈپٹی جنرل ولاڈی میر پرورد کو فوجی وردی زیب تن کیے باہر آیا۔ اس کا چہرہ اُداس اور فکر مند تھا۔ آنکھیں سوخ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ اس نے مجھے کرنل سے جرح کرتے پایا تو بھاری آواز میں بولا۔

"کیا بات ہے؟ یہ شخص کیا چاہتا ہے؟"

میں نے فوراً اپنا تعارف کر دیا اور شناختی کارڈ پیش کر دیا۔ مجھے میرے محکمے کی طرف سے ہدایات جاری کی گئی ہیں کہ جن حالات میں جنرل سائمن کی موت واقع ہوئی ہے میں اُن حالات کی تفتیش کروں۔ میں اس مقصد کے لیے سوشل سے خصوصی طیارے میں سفر کرتا ہوا یہ محفلت یہاں پہنچا ہوں۔ براہ کرم مجھے جنرل کی لاش کا معائنہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ جنرل پرورد کو فوجی شعور پر بدحواس ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹا اور خوں میں نظر دوسے

تاؤ آیا۔ اس کا صبر کا مطلب یہ تھا کہ اس آرٹینی کیٹپن نے کارڈ پر درج میرا منصب دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہ کی تھی، حالانکہ سُرخ بیگ گراؤنڈ پر سنہرے حلی حروف میں درج تھا کہ یہ کارڈ رکھنے والا چیف پراسیکیوٹر آفس میں اسپیشل انوسٹیگیٹر کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ بہر حال، یہ موقع لڑائی جھگڑے کا نہ تھا، اس لیے میں نے شکریے کے ساتھ پولیس کارڈ کو واپس جانے کی اجازت دی اور خود وہاں سے پیدل چلا۔ کلب کی عمارت کوئی دو اڑھائی فرلانگ دور تھی۔ اس تمام راستے پر جابجا مسلح سپاہی کھڑے تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی پرنس کو بھی کلب کے آس پاس پر مارنے نہیں دیں گے۔ کئی جگہوں پر مجھے روکا گیا، نہ صرف شناختی کارڈ کا معائنہ ہوا، بلکہ میری تلاشی بھی لی گئی۔

فضا تاح بستہ تھی اور لمحہ بہ لمحہ گہرے پھٹتی جا رہی تھی اس آئنا میں ہلکی ہلکی برف باری شروع ہو گئی۔ کلب کی عمارت اگرچہ کے جی بی کے زیر استعمال تھی، تاہم اس میں کبھی کبھار سیکورٹی کے اعلیٰ اہلکاروں کے خصوصی اجلاس بھی منعقد کر لیتے تھے جب میں قریب آجھا گیا ہوا کلب کے نزدیک پہنچا تو وہاں سیاہ وردیوں میں ملبوس کے جی بی کے مسلح حفاظتی سپاہیوں نے میرا آخری بار جائزہ لیا۔ اُن سب کے ہاتھوں میں واکی ٹانگی موجود تھی۔ اُن کے نرغے سے آزاد ہوا تو کلب کے دروازے پر کے جی بی کے مزید بڑے افسروں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ لوگ اپنے محکمے کی وردیاں پہنے ہوئے تھے اور اُن کے چہروں پر وحشت اور غیظ و غضب کے آثار نمایاں تھے۔ اُن کے افسر اعلیٰ نے ننھنے سکڑ کر مجھے دو تین بار سونگھا اور حکم دیا،

"لپٹے کاغذات دکھاؤ۔"

میں نے بے چوں دچرا کوئی چھٹی بار اپنا شناختی کارڈ پیش کیا اور اس کے ساتھ ہی میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ پبلک پراسیکیوٹر کا براہ راست تعلق اسٹیٹ سیکورٹی سے بھی قائم تھا اور اس تعلق کے اثر سے پراسیکیوٹنگ شعبے کو قانوناً اجازت حاصل تھی کہ وہ ملکی اور قومی دفاع یا سلامتی کے تحت آنے والے ہر معاملے میں مداخلت کر سکے۔ لیکن کے جی بی کو ہمیشہ ہمارے فرائض میں ٹانگ اڑاتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی

مجھے گھورنے لگا۔ میرے تن بدن میں تھر تھری سی جھوٹ گئی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ ابھی اپنی پٹی میں بندھا ہوا ریوڑ اور نکالے گا اور مجھے ڈھیر کر دے گا۔ مگر سوائے گھورنے کے اُس نے کچھ بھی نہ کیا۔ چند سیکنڈ اسی عالم میں گزر گئے۔ آخر وہ پھر آگے آیا اور سخت لہجے میں بولا :  
"معلوم ہوتا ہے تم اپنے حواس میں نہیں... میں تمہیں جنرل سائمن کی لاش کا معائنہ کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا... بے شک میں نے تمہارے کارڈ پر دیکھ لیا ہے کہ تم پبلک پراسیکیوٹر کے اسپیشل انسٹیٹیوٹ میں گھسے ہو اور تمہیں حق حاصل ہے کہ اپنی ضروری کارروائی سرانجام دو... مگر یہ معاملہ تمہارے دائرہ اختیار و عمل سے خارج ہے۔ تمہیں کس نے اس کام پر مقرر کیا ہے کہ تم اُن حالات کا جائزہ لو جن میں جنرل سائمن کی موت واقع ہوئی ہے؟ جہاں تک تحقیق کا سوال ہے، وہ ہم اپنے طور پر پہلے ہی کر چکے ہیں۔ کیا تم اپنے دفتر میں بیٹھ کر اخبارات کا مطالعہ نہیں کرتے؟ آج ہی گورنمنٹ کی طرف سے ایک تازہ اعلان اخبارات میں چھپا ہے۔ اُس میں سب کچھ درج ہے... جاؤ... اسے پڑھو... اس میں لکھا ہے کہ جنرل سائمن کی وفات طویل علالت کے باعث ہوئی ہے... امید ہے تم اپنا اور ہمارا وقت ضائع نہ کرو گے..."

یہ کہہ کر وہ کرنل سے مخاطب ہوا ہی تھا کہ میں نے آخری حریہ آزمانے کا فیصلہ کر لیا۔ جنرل پروڈوکوف کے کوٹ کی اسٹین پکچر کر کے اپنی طرف متوجہ کر کے کہا: میں آپ کو وارننگ دیتا ہوں جنرل پروڈوکوف... آپ میرے سرکاری اور قانونی فرائض کی انجام دہی میں مداخلت بے جا کا ارتکاب کر رہے ہیں...؟

"اپنے ہاتھ پر سے ہٹاؤ... کرنل سے اپنے افسر علی کی توہین برداشت نہ ہو سکی۔ اس نے دانت پیس کر میسکے ہاتھ جھٹک دیے جنرل ولاڈی میر پروڈوکوف کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ وہ پلٹ کر اپنی سرور اور بے رحم نیلی آنکھوں سے مجھے یوں دیکھنے لگا جیسے میں اس دنیا میں زیادہ دیر جینے کا حق نہیں رکھتا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا۔ ورنہ وہ مجھے کچا ہی چبا جاتا۔ آخر اس نے موقع محل کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے مجھ سے کہا: تم چاہتے ہو ہم تمہیں لاش کا معائنہ کرنے کی اجازت دے دیں؟"

"جی ہاں۔ میں بھی چاہتا ہوں اور اسی مقصد کے لیے مجھے یہاں بھیجا گیا ہے اور یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ جنرل سائمن زیوی گن کی موت کا سبب کیا ہے اس ضمن میں مجھے جو حکمانہ ہدایات دی گئی ہیں، میں اُن پر عمل کروں گا۔"

کے جی بی کے مسلح سپاہی اس تنازعہ کے باعث میسکے دار و گرد جمع ہو گئے۔ وہ کرنل کے اشارے کے منتظر تھے کہ چونکہ وہ انہیں حکم دے میری گڈی ناپ دی جائے لیکن میں اب بے خوف تھا میں نے دیکھ لیا تھا کہ جنرل پروڈوکوف اندر سے ہل چکا ہے اور اس کی آنکھوں غائب ہو چکی ہے۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے کہے جی بی کے سپاہیوں اور افسروں کو بے ہٹ جلنے کا حکم دیا۔ پھر آہستہ سے کہنے لگا: "تم بہت خدائی آدمی معلوم ہوتے ہو کامریڈ شمیرایوف... میں تمہارے جذبے اور ادائیگی فرض میں انہماک کا اعتراف کرتا ہوں۔"

"میں ان الفاظ کے لیے تہہ دل سے آپ کا ممنون ہوں۔ کامریڈ جنرل پروڈوکوف۔"

میں نے جواب دیا۔ میری چال کا مایاب رہی تھی اور پروڈوکوف اس حد تک بدحواس ہوا کہ مزید مزاحمت نہ کر پایا، حالانکہ اگر وہ میری بات پر سنجیدگی سے غور کرتا تو صاف پتہ چل جاتا کہ جب تک میرے قبضے میں پراسیکیوٹر آفس کی طرف سے جاری کردہ اجازت نامہ نہ ہوتا، میں کسی طرح بھی جنازہ اٹھائے جانے سے روک نہ سکتا تھا... چند ثانیے کچھ سوچنے کے بعد جنرل نے کہا: "ٹھیک ہے... تم میسکے ساتھ آ سکتے ہو..."

اُس نے ہاتھ کے اشارے سے مسلح گارڈز اور کے جی بی کے دوسرے افسروں کو چلے جانے کا حکم دیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا، شیشے کے بنے ہوئے اُس دروازے کی طرف چلا جس کے عقب میں جنرل سائمن کی لاش تابوت میں پڑی تھی۔ ہال میں داخل ہوتے ہوئے میں نے دیکھا کہ کوٹ سٹینڈ کے نزدیک کے جی بی کے دس پندرہ افراد خاموشی سے ایک قطار میں کھڑے ہیں۔ کوٹ سٹینڈ پر بڑے بڑے فوجی جنروں کے کوٹ ٹنگے ہوئے تھے۔ اُن سے ظاہر ہوتا تھا کہ جنازہ اٹھائے جانے کی رسم میں شرکت کے لیے یہ سب لوگ آپکے ہیں۔ جنرل پروڈوکوف نے میری طرف مڑ کر آہستہ سے پوچھا۔

طے کیا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا، میں ان کے جی بی والوں کے پاؤں تلے سے زمین نکالنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اب یہ اتفاق ہی تھا کہ پہلا شکار خود جنرل پروزوکوف بن گیا۔ اُسے خاموش دیکھ کر میں نے ایک اور وار کیا؛ کامریڈ جنرل... آپ سے زیادہ کون اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ اس نوع کے اہم اور نازک معاملات میں میسر جیسا ایک ادنیٰ شخص مداخلت کرنے کی جرات ہی نہیں کر سکتا جب تک اس کی پشت پر کوئی بااثر ذریعہ نہ ہو۔ یہی حال چیف پراسیکیوٹر کا ہے۔ وہ بھی اپنی موجودہ حیثیت میں ایسی تفتیش اور تحقیق کا حکم جاری کرنے کے مجاز نہیں۔ ہاں اگر جنرل کیٹی کی جانب سے انہیں احکام جاری کیے جائیں تو وہ بہر حال انہیں بجالانے کے پابند ہوں گے۔۔۔ اور یوں میں نے نہایت چالاکی سے یہ ساری ذمے داری جنرل کیٹی کے ارکان پر ڈال دی تاکہ جنرل پروزوکوف کا ذہن ایک دم برزنیف کی طرف رواں نہ ہو جائے۔ یادہ ایسا سوتھج بھی رہا ہوتا اپنی راہ سے بھٹک سکے۔ اس سے زیادہ میرے پاس کہنے کے لیے کچھ نہ تھا؛ چنانچہ میں سیدھا کنسرٹ ہال کی طرف چلا جس کے اندر جنرل سائمن کا تابوت پڑا تھا اور اس کے اندر وہ خود بھی بنفس نفیس حاضر تھا میرا خیال تھا کہ جنرل پروزوکوف مزید پوچھ گچھ نہ کرے گا، لیکن اُس نے میرا پیچھا کیا اور لپک کر مجھے روک لیا۔ "سنو... اُدھر کہاں جاتے ہو؟" اس نے مضطرب ہو کر یہ جملہ کہا اور میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ پہلے یہ بناؤ تم گزرا کیا چاہتے ہو کیا تم اس حد تک سنجیدہ ہو کر ابھی اسی وقت لاش کا معائنہ کرو گے؟ کیا یہ بات مناسب ہوگی؟ شاید تمہیں اندازہ نہیں کہ اس وقت کون کون افراد یہاں موجود ہیں اور جب وہ تمہیں تفتیش کرتے دیکھیں گے تو ان پر کیا اثر پڑے گا۔" میں سب کچھ جانتا ہوں، کامریڈ جنرل؟ میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا: "مجھے بہر کیف ان احکام کی تعمیل کرنی ہے جو اسٹیٹ نے مجھے دیے ہیں۔" کنسرٹ ہال کے دروازے پر مسلح فوجی افسروں کی ایک جماعت پہرہ دے رہی تھی۔ سب کے بازوؤں پر سیاہ پٹیاں بندھی تھیں۔ میں نے بے خوف و خطر دروازہ کھولا اور ہال کے اندر چلا گیا۔ کسی نے مجھے نہیں روکا۔ ہال کے عین وسط میں گٹر کی بنے ہوئے

"اگر کوئی ہرج نہ ہو تو میں یہ جانتا چاہتا ہوں کہ تمہیں اس تفتیش کا انچارج کس نے بنایا ہے؟"

مجھے یہ فرض چیف پراسیکیوٹر نے سونپا ہے۔" میں نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر جواب دیا۔

"بہت خوب؛ جنرل نے خشک لہجے میں کہا "مگر میں پوچھتا ہوں کہ تمہارے اس چیف پراسیکیوٹر کو کس نے اس کام پر مقرر کیا؟"

"آپ کے اس سوال کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں؟" میں نے مسکرا کر کہا۔ "بہتر ہوگا کہ آپ خود چیف پراسیکیوٹر سے دریافت کریں۔"

جنرل پروزوکوف اتنا نادان نہیں تھا کہ جو سوالات وہ مجھ سے کر رہا تھا، ان کے جوابات اُسے خود معلوم نہ ہوتے۔ وہ میرے منہ سے بات اُگلواتا چاہتا تھا کہ اس سائے معلوم کے پیچھے کس کی قوت کام کر رہی ہے۔ وہ کون اتھارتی ہے جو کے جی بی جیسے جاہر و قاہر اور با اختیار ادارے کے مسائل میں مداخلت کر سکتی ہے۔ میرے جی بی میں آیا کہ اُسے بتا دوں کہ مجھے یہ کام برزنیف نے سونپا ہے۔ بس اتنا کہتے ہی جنرل پروزوکوف کی یہ جرح اپنی موت آپ مرجاتی ہے، لیکن میں جانتا تھا کہ برزنیف کا نام لینا قیامت بھی برپا کر سکتا ہے۔ پھر یہ بات لفظی بھی تو نہ تھی۔ یہ محض میرا قیاس تھا کہ شاید اس تفتیشی حکم کے عقب میں برزنیف کی ذات بنفس نفیس موجود ہے۔ یہ یقین، بہر حال مجھے اُس وقت حاصل ہوتا جب چیف پراسیکیوٹر سے میری بالمشاورت ملاقات ہو جاتی۔ لیکن مجھے اس کا وقت ہی نہیں مل سکا تھا۔ ماسکو پہنچ کر اگر اپنے آفس جاتا تو ادھر بار لوگ، جنرل سائمن کو دفن کر فارغ بھی ہو جاتے اور جب ایک بار کسی بڑی شخصیت کو دفن دیا جاتا ہے تو پھر کوئی تفتیش ہو سکتی ہے نہ رپورٹ مرتب کرنے کی اجازت ملتی ہے۔ بڑے سے بڑا معاملہ رفت گزشت کر دیا جاتا ہے۔

جنرل پروزوکوف کو یوں ذلیل و خوار کرتے ہوئے مجھے دلی خوشی ہو رہی تھی اور میں خواہ مخواہ برزنیف کا ذکر کر کے اپنی یہ خوشی زائل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے

تھا جیسے اس ہال میں اس کے سوا کوئی اور ذی رُوح موجود نہ تھا یا اگر اُسے یہ احساس تھا کہ وہ ایک شخصیت کے جنازے میں بطور اظہار تعزیت شامل ہے تب بھی اس کے انداز سے یہ قیاس کرنا دشوار نہ تھا کہ اس کے سامنے کسی کی کوئی اہمیت یا حیثیت نہیں یہی وجہ تھی کہ جب جنرل پروزوکوف حبسِ آدمی بھی اُس کی طرف بڑھ رہا تھا یوری آندروپوف کے ساکت جسم میں ذرہ برابر جنبش نہ ہوئی، حد یہ ہے اُس نے گردن گھما کر یہ بھی نہ دیکھا کہ پروزوکوف کے اُس کی جانب آنے کا مقصد کیا ہے۔ ایسے مواقع پر کوئی بھی شخص، خواہ اس کی حیثیت کتنی ہی بڑی ہو، غیر شعوری طور پر گرد و پیش کے حالات سے متاثر ہو ہی جاتا ہے، لیکن اس روز آندروپوف کو دیکھ کر اس شخصیت کا یہ خاص رُخ بھی پہلی مرتبہ میسر نہ آیا کہ اُسے کوئی جنبش نہیں دے سکتا۔

راتنے میں جنرل پروزوکوف اس کے بالکل قریب پہنچ کر رکا۔ اُس نے اپنی موٹی ٹسی گردن آگے بڑھائی اور آندروپوف کے بائیں کان میں کچھ کہا۔ اُس نے جو کچھ کہا اتنے فاصلے سے میں سن نہیں سکتا تھا تاہم میسر لیے یہ اندازہ کرنا بہت آسان تھا کہ پروزوکوف اُس سے کہا کہ رہا تھا۔ اس لمحے بھی میرا یہ احساس تھا کہ یوری آندروپوف کوئی رُوئے عمل ظاہر کرے گا۔ لیکن کیا مجال کہ اس کے وقار اور تحمل میں ہلکا سا بھی فرق پیدا ہوا جو جس انداز میں وہ کھڑا تھا، اُسی انداز میں کھڑا رہا اور مجھے شک ہونے لگا کہ شاید وہ جنرل پروزوکوف کی بات سن نہیں پایا، اور اگر سن چکا ہے تو اس کا مفہوم سمجھ نہیں سکا۔ میرا یہ قیاس کسی حد تک درست ہی نکلا، کیونکہ دوسری بار جنرل پروزوکوف نے اپنا منہ آندروپوف کے کان سے قریب لگا ہی دیا۔ اس مرتبہ اس کا رد عمل موزوں تھا۔ اس نے بہت خفیف سی حرکت اپنی گردن کو دی اور یہ حرکت شاید کسی اور نے نہ دیکھی ہو، میری نظروں سے بہر حال پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی۔ یوری آندروپوف نے نفی میں گردن ہلائی میں یہ سمجھا کہ وہ مجھے جنرل سائن کی لاش کا معائنہ کرنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔

یوری آندروپوف کے انکار کا مطلب اس کے سوا اور کیا تھا کہ مجھے جو مشن سونپا گیا تھا، میں اس میں ناکام ہو جاؤں؟ اور میری ناکامی کے معنی تھے کہ نہ صرف میرا پیشہ وارانہ

ایک چھوٹے سے چبوترے پر جنرل سائن کا تابوت دھرا تھا۔ کچھ فاصلے پر مقتدر افراد کا ایک چھوٹا سا گروپ، گارڈ آف آنر پیش کرنے کو موجود تھا، ان میں یہ شخصیتیں نمایاں تھیں: کھجی بی کا چیئر مین یوری آندروپوف، دو ڈپٹی چیئر مین سینوف اور شبرکوف، فرنٹیر گارڈز کا نڈر ماترو سوف اور سپریم سوویٹ کا ڈپٹی چیئر مین کیلیوف۔ اس کے برابر ہی مجھے سنٹرل کمیٹی ایڈمنسٹریشن کا سربراہ سینونکن نظر آیا جو گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اُن لوگوں کے پیچھے کیمین کی دیواروں کے تقریباً ایک درجن راز بھی موڈب کھڑے تھے۔۔۔ میں نے گھومتی ہوئی نظر ہال پر دوڑائی۔۔۔ اور کوشش کے باوجود مجھے ان میں برزنیف کا چہرہ دکھائی نہ دیا، اور نہ برزنیف کی بیوی وکٹوریا پیٹرووا موجود تھی۔ وہ جنرل سائن زیوی گن کی بیوی کی حقیقی بہن تھی اور یہ بات واقعی بڑی حیرت انگیز تھی کہ برزنیف اور اس کی بیوی متوفی سائن کے اتنے قریبی رشتے دار ہونے کے باوجود اس کے جنازے میں شامل نہیں تھے۔

دفنہ گیری نگاہ ایک اور شخصیت پر جا پڑی۔ یہ کانٹسٹائن استینو وچ ٹرنکو تھا۔ برزنیف کا گہرا اور رازدار دوست۔۔۔ بلکہ اس کا دایاں بازو۔ کیمین کے جتنے اندونی راز ٹرنکو کو معلوم تھے، غالباً کسی اور کو اتنی آگاہی حاصل نہ تھی میں نے قیاس کیا کہ شاید برزنیف نے ٹرنکو کو اپنی نیابت کے لیے کہا ہو گا۔ ویسے بھی ٹرنکو کی اپنی ایک حیثیت تھی۔ ان حاضرین کے علاوہ وہاں جنرل سائن کی بیوہ، اُن کا جوان بیٹا اور بیٹی بھی موجود تھے۔ انہوں نے سیاہ ماتمی لباس پہن رکھے تھے جنرل سائن کی بیوہ رومال سے منہ ڈھانپے سسکیاں بھر رہی تھی۔

”تم یہاں کھڑو۔۔۔“ جنرل پروزوکوف نے مجھ سے کہا اور ہال میں تیز چلنا ہوا اس طرف گیا جہاں یوری آندروپوف وقار کا جھمبہ بنا خاموش کھڑا تھا۔ میری نگاہیں جنرل پروزوکوف کا تعاقب کرتی ہوئی آندروپوف پر مرکوز ہو گئیں۔ اتنے فاصلے سے میں صرف اتنا ہی دیکھ سکتا تھا کہ سنہری فریم کے قیمتی چشمے کے موبے ٹیشیوں کے پیچھے سے جھانکتی ہوئی آنکھیں سروا در کسی قسم کے تاثر سے قطعی خالی ہیں۔ یوری آندروپوف وہاں یوں کھڑا

ان میں اول الذکر کے جی بی کا چیمبر میں تھا اور مؤخر الذکر ڈپٹی چیمبر میں۔ اس طرح آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جب آئندہ روپوف نے نفی میں گردن ہلائی تو بے چارے پر وزو کو ف پر کیا گزری ہوگی۔ اُس کی پوزیشن فی الواقعہ سخت خطرے میں پڑ رہی تھی۔ اگر وہ مجھے لاش کا معائنہ کرنے کی اجازت دے دیتا ہے تو یوری آئندہ روپوف کے اختیارات پر زور دیتی ہے، اور اگر وہ مجھے لاش کے قریب پھٹکنے نہیں دیتا تو پھر برلن راست اس کا تصادم برزنیف سے ہوتا ہے۔ یہ صورت حال تھی جو یک لحظت میرے سامنے آئی اور میں نے کسی قدر اطمینان کا سانس لیا۔

لیکن جنرل پر وزو کو ف بھی کچی گولیاں کھیلے ہوئے نہیں تھا، دو ہاتھیوں کی لڑائی میں اُسے مینڈل بن کر پس جانا منظور تھا۔ اس لیے آئندہ روپوف کی نفی میں گردن ہلاتے دیکھ کر وہ سیدھا سیونکن کی طرف بڑھا۔ اس اندھیرے میں سیونکن برزنیف کا خاص آدمی اور اس کا معتمد تھا۔

یہ تمام باتیں ان واحد میں میرے ذہن کے پردے پر تصویر بن کر ابھریں اور غائب ہو گئیں۔ میں نے جنرل پر وزو کو ف کو جو نہی سیونکن کی جانب جاتے دیکھا، اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی تدبیر سوچھ گئی۔ میں نے کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا اور ہال میں چلتا ہوا اُس چبوترے کے قریب گیا جس پر جنرل سائمن کا نابوت دھرا تھا۔ پر وزو کو ف کے زود جس کانوں نے اپنے عقب میں میسر قدموں کی آہٹ سن لی اور اُس نے ذرا سی گردن موڑ کر گوشہ چشم سے مجھے دیکھا، اُسی لمحے میری اور اُس کی آنکھیں چار ہوئیں اور میں نے محسوس کیا کہ پر وزو کو ف کے چہرے پر ایک لحظے کے لیے وحشت کے آسار نمودار ہوئے، لیکن وہ وقت اور جگہ ہی ایسی تھی کہ پر وزو کو ف تیج و تاب کھانے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے آنکھیں نکال کر مجھے نابوت کی طرف بڑھنے سے روکا۔ مگر میرے بڑھتے قدم اب رُک نہیں سکتے تھے، رُکنے کی بجائے کچھ اور تیز ہو گئے، چنانچہ جنرل پر وزو کو ف نے بے بسی اور بے چارگی کی علامت بن کر شانے اچکائے اور مدھم سی آواز میں سیونکن سے باتیں کرنے لگا۔ جانے اُس بد ذات نے سیونکن کے کان میں کیا پھونکا کہ وہ یک لحظت

مستقبل ہمیشہ کے لیے تاریک ہو جائے، بلکہ کچھ بعید نہ تھا کہ میں کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں، لہذا اب میسر سامنے دو ہی راستے تھے۔ خاموشی سے اپنی ناکامی کا اعتراف کروں اور اس ہال سے باہر نکل جاؤں، یا جان پر کھیل کر آئندہ روپوف کے حکم کی خلاف ورزی کروں اور کسی نہ کسی تدبیر سے جنرل سائمن کی لاش ایک نظر دیکھ لوں۔ میں نے اسی لمحے فیصلہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہو، میں جس کام کے لیے آیا ہوں، وہ کر کے ہی جاؤں گا۔ اگر فیصلے نے مجھے جذباتی طور پر مستحکم و مضبوط کر دیا اور اس سے پہلے کہ میں نابوت کی طرف بڑھتا، میں نے دیکھا کہ جنرل پر وزو کو ف ٹکے ہوئے منہ کے ساتھ آئندہ روپوف سے ہٹ کر سنٹرل کمیٹی کی ایڈمنسٹریشن کے سربراہ سیونکن کی طرف چلا جاؤ آئندہ روپوف کے عین مقابل، پندرہ بیس فٹ کے فاصلے پر کھڑا تھا۔

نہیں چار سال پہلے تک یہ دستور تھا کہ جی بی، ایم وی ڈی اور اس نوعیت کے دوسرے کئی ادارے جن کا تعلق لائینڈ آرڈر قائم رکھنے سے تھا، براہ راست کونسل آن منسٹرز کے زیر نگرانی اپنے فرائض ادا کرتے تھے۔ جبکہ پبلک پراسیکیوٹر آفس کونسل آن منسٹرز کی ہدایات سے آزاد ہو کر صرف پولٹ بیورو کے احکام کی تعمیل کرتا تھا اور پولٹ بیورو ایک ہی شخص سب سے زیادہ با اثر اور مضبوط تھا۔ اس کا نام تھا لیونڈالایج برزنیف سوویٹ وزیر اعظم اور سنٹرل کیونسٹ پارٹی کا سیکرٹری جنرل اس کے سامنے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ تھی اور اس لیے پبلک پراسیکیوٹر کے کام میں مداخلت کرتے ہوئے سب گھبراتے تھے۔ برزنیف براہ راست ہمارے آفس کے معاملات کی نگرانی کرتا اور اس کے احکام کو سب کے احکام و مصالح پر فوقیت دی جاتی تھی، مگر کچھ ایسا ہوا کہ کو سیجن اور برزنیف میں کھینچا ہونے لگی۔ اختیارات کی کھینچا تانی، فریقین نے خوب خوب زور دکھایا اور اپنی طاقت کا مظاہرہ کر کے دوسرے کو مرعوب کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ اس گرم اور سرد جنگ میں بہر حال برزنیف کا پلہ بھاری رہا، اور اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ جی بی کا زبردست ادارہ برزنیف کے کنٹرول میں آگیا۔ یہ واقعہ جولائی ۱۹۴۸ء میں پیش آیا۔ اس اعتبار سے یوری آئندہ روپوف اور جنرل پر وزو کو ف، دونوں برزنیف کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے تھے۔

مکمل کر دیا:

”اور جبکہ ہمارے پاس میڈیکل سرٹیفکیٹ بھی موجود ہے۔۔۔ اس میں تمام متعلقہ ڈاکٹروں نے اپنے دستخطوں سے تصدیق کر دی ہے۔ جنرل سائنس کی موت طویل علالت کے باعث وقوع پذیر ہوئی۔۔۔ ان حالات میں یہ معقول کم از کم میری عقل سے بالا ہے کہ پھر سنٹرل کیٹیج کو لاش کا معائنہ کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔۔۔ کیا پبلک پراسیکیوٹر کا کوئی اسپیشل انوسٹی گیٹر اتنے بڑے بڑے ڈاکٹروں سے زیادہ قابل اعتماد ہو سکتا ہے؟“

”بہت خوب“ امیں نے آہستہ سے کہا۔ ”یہ آپ نے بہت کام کی بات بتائی۔ اب میرا بانی کر کے یہ بھی بتا دیجئے کہ جس میڈیکل سرٹیفکیٹ کا ذکر آپ کرتے ہیں کیا اس وقت آپ کے پاس موجود ہے؟ اگر موجود ہے تو مجھے دکھائیے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ یہ سرٹیفکیٹ دیکھتے ہی فوراً واپس چلا جاؤں گا۔۔۔“

میں نے دیکھا کہ مارے طیش کے جنرل پروڈوکوف کا چہرہ لال بھوکا ہو گیا۔ جو بات میں نے اس سے سیونکن جیسی شخصیت کے سامنے یوں بے جھجک کہہ دی تھی چیف پراسیکیوٹر کو بھی کہنے کی جرأت نہ ہوتی، مگر میں اتنی ہی دیر میں بھانپ چکا تھا کہ جنرل پروڈوکوف کے پیروں تلے سے زمین نکال دینے کا اس سے بہتر موقع نہ ملے گا۔ اس کے علاوہ میں سیونکن کو یہ بھی دکھانا چاہتا تھا کہ میں اپنے فرض کی ادائیگی میں کس حد تک جاسکتا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی میرے سامنے تھا کہ جنرل پروڈوکوف کے منہ سے کچھ نکلے گا۔ اس کا گواہ بہر حال سیونکن ہوگا، اور اس سے پہلے کہ پروڈوکوف غصے سے بے قابو ہو کر میرے ساتھ لام کاٹ کرے، میں نے گرم گرم لہجے پر دوسری ضرب لگائی۔

”بہتر ہوگا جنرل اگر آپ مجھے سائنس زویوی گن کا ڈیٹھ سرٹیفکیٹ ابھی دکھائیں، ورنہ میں سمجھوں گا کہ آپ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔“

”تم اپنی حدوں سے بڑھتے جا رہے ہو کا مرڈی سٹرائیوٹ۔ پروڈوکوف نے دانت پیس کر کہا۔“ تم شاید بھول رہے ہو کہ اس وقت کس سے مخاطب ہو۔ اگر تمہیں یاد نہیں تو

اپنی جگہ سے حرکت کر۔ میں آیا اور میرے سامنے بیٹھ گیا۔ میں نے رنگ بھری نظر سے اس کے نزدیک آنا پسند نہیں کرتا اور اس نے حرکت میں آنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ مجھے راستے ہی میں روک دے۔ یہ خیال آتے ہی میں نے اپنی رفتار تیز کر دی اور اس سے پہلے کہ وہ مجھے روکے یا کچھ کہے، میں تابوت کے بالکل اوپر پہنچ چکا تھا۔

جنرل سائنس کا چہرہ میرے سامنے تھا۔ اگر اس نے خود کشی کی ہے تو اپنے جسم کے کس حصے پر گولی چلائی تھی؟ دل پر یا کٹھنی پر؟ ایسی صورت میں زخم کا نشان واضح نظر آجاتا۔ مگر وہاں ایسا کوئی نشان نہ تھا۔ میں نے ذرا جھک کر جنرل سائنس کی لاش کا معائنہ کیا، اس کا چہرہ پھولا ہوا تھا اور سر کے بال بہت باریک تھے، ٹھوڑی کے نیچے گوشت کی اٹھری ہوئی ایک اور ٹھوڑی تھی، خاکی رنگ کی سترٹ کے اوپر اس نے جنرل کی وردی پہن رکھی تھی یا یوں کہیے اسے پہنا دی گئی تھی اور اس کا بھاری دوسرا بدن اس تابوت میں بہت مشکل سے جمایا گیا تھا۔ ابھی میں اتنا ہی جائزہ لے سکا تھا کہ پیچھے سے ایک ہلکی سا آواز آئی۔

”کا مرڈی سٹرائیوٹ۔۔۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔۔۔؟“

میں نے پلٹ کر دیکھا، سیونکن سر پر آن پہنچا تھا۔ میں اس کی طرف اخلاقی متوجہ ہو کر کہہ رہا تھا:

”میں جانتا ہوں تم اپنا فرض ادا کر رہے ہو کا مرڈی سٹرائیوٹ لیکن یہ موقع ایسا نہیں۔۔۔ ذرا سمجھنے کی کوشش کرو۔۔۔ اتنے افراد کے سامنے تمہارا یوں اس لاش کا معائنہ کرنا سینکڑوں شکوک و شبہات پیدا کر سکتا ہے۔۔۔ اس سے طرح طرح کی افواہیں پھیل سکتی ہیں۔۔۔“

پھر اس نے مسکرا کر میری طرف دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ شاباش، تم نے خوب کام کیا۔۔۔ اس نے آخری جملہ ذرا بلند آواز میں کہا تھا، تاکہ آندر وپوٹ کے کانوں تک بھی پہنچ جائے، حالانکہ سیونکن کا خطاب صرف مجھی سے تھا۔

اتنے میں جنرل پروڈوکوف بھی دبیں آگیا اور اس نے سیونکن کا آخری جملہ یوں

میں یاد دل دیتا ہوں۔ میرا نام پرز و کوٹ ہے اور میں کے جی بی کا ڈپٹی چیئر مین ہوں۔۔۔ تمہیں میسجر ساتھ ایسی بے ہودگی کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔“

میں ہولے سے مسکرایا۔ آپ صحیح فرماتے ہیں جناب ڈپٹی چیئر مین صاحب۔۔۔ یقیناً میسجر جیسا ادنیٰ شخص آپ سے بے ہودگی کی جرأت نہیں کر سکتا، مگر میں بھی آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے فی الحال کوئی بے ہودگی آپ سے نہیں کی۔ کامیڈ سیونگن گواہ ہیں اور سب کچھ دیکھ اور سن رہے ہیں۔۔۔ ایک بار پھر میں مؤدیانہ طور پر عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ کے پاس اس وقت جنرل سائمن کا ڈیٹھ سرٹیفکیٹ موجود ہے تو مجھے ایک نظر دکھا دیجئے۔“

”اگر میں تمہیں یہ سرٹیفکیٹ دکھانے سے انکار کر دوں، تو کیا ہوگا؟“  
”تب کچھ نہیں ہوگا۔“ میں نے سنجیدگی سے کہا: ”صرف اتنا کہ میں جنرل سائمن کی لاش اس تابوت سے باہر نکلوا کر اس کا تفصیلی معائنہ کروں گا۔۔۔“

پرز و کوٹ یوں بدحواس ہو کر پیچھے ہٹا جیسے اُسے کوئی بھوت دکھائی دے گی ہو۔ اُس کے چہرے پر ایک رنگ آتا، ایک جاتا تھا۔ انتہائی بے بسی اور بے چارگی کے عالم میں اس نے اخلاقی مدد کے لیے ملتیانہ نظروں سے سیونگن کی طرف دیکھا مگر سیونگن کی نگاہیں بھی اُس دقت جنرل سائمن کی لاش پر جمی ہوئی تھیں۔

”سرٹیفکیٹ میسجر پاس موجود ہے۔“ بالآخر جنرل پرز و کوٹ نے کہا۔ ”لیکن اس دقت جنازہ اٹھنے والا ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کامیڈ کہ سب معزز لوگ پہنچ چکے ہیں جنازہ میں تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔ ریڈ سکوائر میں پہنچنے کے بعد میں تمہیں یہ سرٹیفکیٹ دکھا دوں گا۔۔۔“

مگر اس کی کیا ضمانت ہوگی کہ وہ ڈیٹھ سرٹیفکیٹ جو آپ مجھے ریڈ سکوائر پہنچ کر دکھائیں گے، جعلی نہیں ہوگا؟

”کیا کہا تم نے؟“ پرز و کوٹ کی آواز یک لخت بلند ہو گئی، پھر فوراً ہی سنبھل کر اس نے مدہم لہجے میں کہا: ”ڈیٹھ سرٹیفکیٹ جعلی ہوگا! کامیڈ شمر ایون تمہیں معلوم

ہونا چاہئے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ہم کبھی اس قسم کی حرکت نہیں کیا کرتے، جعلی کاغذات، جعلی دستاویزات اور جعلی سرٹیفکیٹ کے جی بی میں تیار نہیں کر لے جاتے۔ ان کا مرکز پبلک پراسیکیوٹر آفس ہو سکتا ہے۔۔۔ اور کان کھول کر سنو جنرل سائمن کی موت کے بارے میں پریس کے اندر جو کچھ آیا ہے، اُسے چھپانے کی منظوری خود پولیٹ بیورو نے دی ہے اور پولیٹ بیورو نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ جنرل سائمن کی موت طویل علالت کے باعث وقوع پذیر ہوئی ہے جہاں تک ڈیٹھ سرٹیفکیٹ کا سوال ہے وہ میرے آفس کے سیف میں موجود ہے۔ اُس پر ان تمام ڈاکٹروں نے دستخط کئے ہیں جنہوں نے وقتاً فوقتاً جنرل سائمن کا علاج معالجہ کیا۔ تم جب چاہو، میرے آفس میں آکر یہ سرٹیفکیٹ دیکھ سکتے ہو۔۔۔“

”مجھے آپ کے آفس میں آنے کی ضرورت نہیں کامیڈ جنرل پرز و کوٹ!۔۔۔“  
میں نے خشک لہجے میں کہا: ”یہ ڈیٹھ سرٹیفکیٹ اور دوسرے تمام کاغذات چیف پراسیکیوٹر آفس کو بھجوائے اور آج ہی یہ کام آپ کو کرنا ہوگا۔۔۔ میں ان کاغذات کا مطالعہ وہیں اپنے دفتر میں کروں گا۔۔۔“

اب وقت بالکل نہ تھا۔ مجھے جو کچھ کرنا تھا، انہی ایک دو منٹ میں کرنا تھا، چنانچہ میں نے اپنے چہرے پر رنج و اندوہ کے تاثرات پیدا کیے، جنرل سائمن کے تابوت پر احتراماً اس طرح جھکا کہ جو کچھ میں دیکھنا چاہتا تھا، وہ مجھے نظر آ گیا۔ میں نے دیکھا کہ سائمن کا سر ایک اسپیشل کشن کے اوپر اس انداز سے رکھا گیا ہے کہ اس کی دائیں پیشانی نصف سے زیادہ چھپ گئی ہے۔ سوال یہ تھا کہ سر کے نیچے یہ کشن اس انداز میں کس لیے رکھا گیا۔ کیا اس زخم کو چھپانے کے لیے جو کپٹی پر گولی لگنے سے آیا تھا؟ یہ اُن ڈاکٹروں کے حُسن کار کردگی کا نمونہ تھا جن کا دیا ہوا ڈیٹھ سرٹیفکیٹ جنرل پرز و کوٹ کے آفس کی آہنی بخوری میں بند تھا۔ انہوں نے بے حد ہوشیاری کا ثبوت دیتے ہوئے جنرل سائمن ناگردن کے نیچے یہ کشن اسی لیے رکھا تھا کہ کپٹی کا یہ زخم چھپ جائے۔۔۔“

غور و خوض کا مقام ہے کہ سوویٹ گورنمنٹ کے ایک اہم ادارے کا ڈپٹی چیئر مین

خود کشی کرتا ہے اور وہ بھی بزنیت کا ہم زلف۔ میں نے اپنے آپ سے کہا۔ اپنے کام کی نزاکت اور اہمیت پر جب نظر جاتی تو میسر بدن کا رُواں رُواں کا پینے لگتا بڑے بڑے ناموں کی ایک مختصر فہرست تھی جو میری نگاہوں کے آگے گھوم رہی تھی اور ان میں سے ہر ایک شخص ایسا تھا جس کے سامنے میری حیثیت لکھا اس کے ایک تنکے یا حقیر چوٹی سے زیادہ نہ تھی یقین نہ آئے تو آپ بھی اس فہرست میں سے چھ اہم افراد کے ناموں پر نگاہ ڈال لیجئے۔ شاید آپ کو اس مصیبت کا احساس ہو جائے جو بزنیت نے مجھ پر ایک ایسی نازل کر دی تھی۔

• سیکرٹری آف دی سنٹرل کمیٹی میکائل اندرے وجہ سلسلوف۔

• یوری آف آندروپوف، چیئر مین کے جی بی۔

• جنرل پروڈوکوف ڈپٹی چیئر مین کے جی بی۔

• اور مزید تین حضرات یعنی سینویوف، شبرکوف اور ماتروسوف۔

یہ تینوں بھی کے جی بی کے ڈپٹی چیئر مین تھے۔ سب سے زیادہ مجھے جس بات کا

ڈر تھا، وہ یوری آندروپوف کا تھا کہ اس نے حالات ایسے رُخ پر ڈال دیے تھے کہ

جنرل سائمن کے سامنے اپنے ریوالور سے خود کو شوٹ کر لینے کے سوا اور کوئی چارہ کار

نہ رہا تھا۔ بقیہ چار اور صاحبان پر بھی شک و شبہ کیا جاسکتا تھا کہ ان میں سے کون ایسا

ہو سکتا ہے جس نے جنرل سائمن کی جگہ پر قبضہ جانے کا منصوبہ بنایا ہو اور اس سلسلے

میں یوری آندروپوف کا ساتھ دیا ہو۔ بلاشبہ پروڈوکوف سے لے کر ماتروسوف

تک سب کے جی بی کے ڈپٹی چیئر مین تھے۔ مگر سنیا ریٹی کے اعتبار سے جنرل سائمن

کا درجہ تھا اور قوت کے اعتبار سے بھی وہ یوری آندروپوف کے مساوی سمجھا جاتا تھا

اب اگر سائمن کو درمیان سے ہٹا دیا جاتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اول: یوری

آندروپوف کا ایک ایسا حریف ختم ہو جائے جو صریحاً بزنیت کا آدمی ہونے کے ساتھ

ساتھ اس کا ہم زلف بھی تھا اور دوم: یہ کہ بقیہ ڈپٹی چیئر مینوں میں سے ایسے فرد

کو سنیا ریٹی دی جائے جو آندروپوف کا آدمی ہو۔ ان میں سے پہلا نمبر جنرل پروڈوکوف

ہی کا تھا اور کچھ بعید نہ تھا کہ جنرل سائمن کو خود کشی پر مجبور کرنے میں سب سے بڑا کردار خود پروڈوکوف ہی نے سرانجام دیا ہو۔

اب یہ تمام کے تمام لوگ میری نظروں کے سامنے چیزوں کی دریاں زیب تن

کیے اپنی اپنی جگہ کھڑے تھے، ان میں سے ہر ایک کا ریکارڈ اتنا لمبا تھا اور اس میں

ایسے ایسے حیرت انگیز کارنامے درج تھے جن کی اگر ہوا بھی دنیا کو لگ جائے تو

ایک قیامت برپا ہو سکتی ہے، مگر اس وقت جنرل سائمن کے تابوت کے آگے وہ

سب کے سب پتھر کے مجسموں کی طرح بے حس و حرکت یوں کھڑے تھے جیسے انہیں کچھ

خبر نہیں۔ ان کے چہرے سپاٹ اور آنکھیں سرور تھیں اور وہ موجودہ صورت حال سے

قطعی بے تعلق نظر آتے تھے، سوائے جنرل پروڈوکوف کے جس کی ہر ممکن کوشش

تھی کہ میں جنرل سائمن کی لاش کا معائنہ کرنے نہ پاؤں۔ بہر حال، یہ طے تھا کہ جلد یا

بیران سب افراد سے میرا واسطہ پڑنے والا تھا اور جو نہی انہیں پتہ چلنا کہ میں کس

محلے کی تحقیقات پر مقرر کیا گیا ہوں، اُسی لمحے سے میری زندگی کے بقیہ دنوں کی گنتی

کا آغاز ہو سکتا تھا۔

یہ لوگ مجموعی طور پر ایسا انفرادی حیثیت میں میسر لیے نہایت لاجواب کاراکیسٹ

کا اہتمام کر سکتے تھے۔

شاید یہ میری اس پیشہ وارانہ اور محکمانہ زندگی میں پہلا موقع تھا کہ ایک ہیبت ناک

خوف نے میرا حاطہ کر لیا، آہستہ آہستہ میرا چہرہ پسینے میں تر ہو گیا اور دونوں ہتھیلیاں بھی

بھیک گئیں۔ میری ریڑھ کی ہڈی میں جیسے سوئیاں سی چبھ رہی تھیں۔ میں خود کو اس

بے بس چوبے کی طرح پار ہا تھا جسے چھوٹے سے پتھرے میں بند کر دیا گیا ہو اور کسی بھی

لمحے پتھرے کا دروازہ کھول کر اُسے بی کے حوالے کر دیا جائے۔

ابھی میں اس حیسب میں گم تھا کہ دفعتاً ہال میں جنازہ کشی کے چیئر مین کی آواز

گونجی، وہ کہہ رہا تھا: کارڈینر! تابوت اٹھانے کا وقت ہو چکا ہے۔ ان تمام افراد سے جو قبرستان تک

جائیں گے، درخواست ہے کہ براہ کرم اپنی اپنی کاروں میں سوار ہو جائیں۔ ان کی ہال سے روانگی کے ٹھیک ایک منٹ بعد تابوت باہر لے جایا جائے گا۔۔۔

میں نے دیکھا کہ اس اعلان کے ساتھ ہی ہال میں ہلچل شروع ہوئی۔ کے جی بی کے جنرلوں نے آہستہ آہستہ صدر دروازے کی طرف مارچ کا آغاز کر دیا۔ ادھر جنرل سائمن کی سیاہ پوش بیوہ منہ پر ہاتھ رکھ کر زور زور سے رونے اور ہچکیاں لینے لگی۔ شرنکو ایک قدم آگے بڑھا اور اس نے بیوہ سے کچھ کہہ کر اظہار ہمدردی کیا۔ مگر اس کا رونا بند نہ ہوا۔ اب میں اس مقام پر کھڑا تھا جہاں سے یہ مٹی جلوس میسکے بالکل نزدیک سے گزر رہا تھا۔ دفعۃً یوری آندروپوف نے مقررہ راستے پر چلتے ہوئے رُخ بدلا اور سیدھا جنرل سائمن کی آئینہ بانی ہوئی بیوہ کے پاس آیا۔ اس وقت میرا اور ان دونوں کا فاصلہ تین چار فٹ سے زیادہ نہ تھا۔ آندروپوف سائمن کی بیوہ سے تعزیت اور ہمدردی کے چند الفاظ کہنا چاہتا تھا، مگر ابھی وہ کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ سائمن کی بیوہ نے اُسے نفرت اور حقارت کی ملی جلی ایسی نظروں سے دیکھا کہ آندروپوف کے اٹھتے ہوئے قدم وہیں رُک گئے۔ بیوہ کے آنسو اور ہچکیاں آندروپوف کو اپنے قریب پا کر فوراً رک گئیں۔ اُس لمحے میں نے اُس عورت کو غم و اندوہ کے سمندر سے نکل کر غیظ و غضب کی آگ میں الجھرتے ڈوبتے پایا۔ وہ آندروپوف کو گھور رہی تھی اور اسے دہشت کے میرا خون پانی ہوا جا رہا تھا۔ آندروپوف نے اچھا کیا کہ وہ اس کے زیادہ نزدیک نہیں گیا۔ ورنہ مجھے پورا یقین تھا کہ اگر وہ آگے جاتا تو سائمن کی بیوہ شاید اس کی توہین کر ڈالتی۔

یہ ناقابل فراموش منظر دیکھنے والا تھا میں نہ تھا، بلکہ وہ سب لوگ بھی دیکھ رہے تھے جو اُس وقت ہال میں موجود تھے۔ آندروپوف کے چہرے پر ایک ثانیہ کے لیے تغیر و تکبر کے آثار نمودار ہوئے۔ اس کی آنکھیں پہلے سے زیادہ سنجیدہ اور سرد دکھائی دینے لگیں، جواب میں اُس نے نکتے سے سکھڑے، پھر اس کے لبوں پر بہت خفیف سی مسکراہٹ ابھری اور بیوہ سے تعزیتی کلمات کہے بغیر اپنی پہلی جگہ پر لوں

واپس آگیا جیسے کوئی بات ہی نہیں ہوئی تھی۔ جنرلوں اور مارشلوں کی اس قطار میں یوری آندروپوف اتفاق سے آگے تھا اور جب وہ سائمن کی بیوہ سے اظہار تعزیت کے لیے پلٹ کر اس کی جانب گیا تو قاعدے کے مطابق آندروپوف کے عقب میں چلنے والے سبھی جنرل اور مارشل رُک گئے۔ غالباً آندروپوف کو سائمن کی بیوہ سے نفرت و حقارت کے اس رویے کی توقع نہ تھی۔ ورنہ وہ ادھر جانے کی زحمت ہی گوارا نہ کرتا۔ تاہم اتنے وقفے میں جو ڈرامہ وہاں ہوا۔ اُس نے آگے چل کر مجھے تفتیش کے کام میں بڑی مدد دی اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہ رہی کہ سائمن کی بیوہ، آندروپوف کو پسند نہیں کرتی۔

ادھر آندروپوف نے ہال سے باہر قدم رکھا، ادھر چار تنو مند اور قوی ہیکل فوجی سپاہیوں نے جنرل سائمن کا تابوت اٹھا لیا۔ اس کے دائیں بائیں گارڈ آف آنر کے لیے چار شخصیت چل رہی تھیں۔ ان میں پاولوف، سیونکن، ڈائمنشر اور خلیفوت شامل تھے۔ انہوں نے رسمًا تابوت کو اپنی ہتھیلیوں سے سہارا دے رکھا تھا۔ تابوت کے پیچھے چھ جنرل سائمن کے بچے اور اس کی بیوہ تھی اور اس نے دوبارہ سسکیاں بھرنی شروع کر دی تھیں میں نے دیکھا کہ جو مٹی تابوت اٹھایا گیا اور یہ جلوس ہال کے صدر دروازے کی طرف چلا، اس وقت شرنکو، اپنے دو مسلح باڈی گارڈز کی معیت میں ہال کے ایک بگبی دروازے سے نکل گیا۔ اس سے میسکے لیے یہ جاننا دشوار نہ تھا کہ کامریڈ شرنکو، جنرل سائمن کا تابوت قبرستان تک پہنچانے نہیں جائیں گے حیرت تھی تو صرف اتنی کہ برزنیف نے اس رسم میں شرکت کی ضرورت ہی محسوس نہ کی تھی۔

میسکے کام کا ایک حصہ بھی پورا ہو چکا تھا، اس لیے جنازے کے ساتھ قبرستان تک جانے کی مجھے ضرورت نہ تھی۔ وہاں لاش کو ٹھکانے لگائے جانے سے پہلے اور بعد کا ڈرامہ ہمیشہ ایک ہی جیسا ہوتا ہے۔ مسلح فوجی دستے اور کے جی بی کے آدمی تابوت کو چاروں طرف سے گھیرے میں لیے رہیں گے اور عوام میں سے کسی کو اجازت نہ ہوگی کہ وہ قریب آ سکے۔ اس کے بعد کوئی جنرل یا مارشل مرنے والے کی تعریف و توصیف میں

ایک مختصر سی بے روح اور بے اثر تقریر کر کے گا۔ اس میں معمول کے مطابق رٹے رٹائے الفاظ کے ذریعے لوگوں کے عیون کو تیار یا جائے گا کہ متوفی نے مادر وطن کی خدمت میں ساری زندگی کا طے دی۔ وہ ایک بہترین شوہر، نفیس باپ اور مثالی کیونسٹ تھا۔ اس تقریر کے بعد لاش کو زمین میں اتارنے کا فریضہ ادا کیا جائے گا۔ مرنے والے کی بیوہ اور بچے ایک بار پھر آنسو بہاتے اور مسکیاں لیتے نظر آئیں گے۔ فوجی سپاہی آخری سلامی دیں گے اور پھر ارد گرد کھڑی ہوئی شخصیتیں تابوت پر مٹی اور برت ڈال کر واپس اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں گے۔ اس کے بعد کسی کو یاد نہ رہے گا کہ وہ کسے دفن کر کے آئے ہیں۔۔۔

ہال سے ملحق ایک چھوٹے سے کمرے میں مجھے پبلک ٹیلی فون نظر آتا ہے۔ میں اس میں دو کا پکس ڈال کر اپنے گھر کا نمبر ڈائل کرتا ہوں۔ دوسری طرف سے نینا فون اٹھاتی ہے۔ میں اُس سے کہتا ہوں کہ ابھی مجھے گھر واپس آنے میں دو گھنٹے لگیں گے۔ نینا مجھ سے پوچھتی ہے کہ میں اس وقت کہاں ہوں۔ میں اُسے یہ بتانا پسند نہیں کرتا کہ میں کہاں ہوں۔۔۔ حقیقت میں خود مجھے بھی خبر نہیں کہ میں کہاں ہوں اور کچھ عرصے بعد کہاں پہنچا دیا جاؤں گا۔ لہذا نینا کو یہ سب کچھ بتا کر پریشان کرنے سے کیا فائدہ۔ میں اُس سے صرف یہ کہتا ہوں کہ وہ اطمینان سے ٹیلی ویژن دیکھے اور میندا آئے تو سو جائے۔

نینا کے بارے میں آپ کچھ نہیں جانتے۔ میں بھی اُس سے زیادہ نہیں جانتا کہ کسی سرکس میں جھولا جھولتی ہے اور طرح طرح کے کرب دکھاتی ہے۔۔۔ میری اس سے اتفاق نہ سنا سائی ہو گئی اور چونکہ میری بیوی مرجی ہے، اس لیے میں نے نینا سے کہا کہ وہ میسر ساتھ رہنا چاہے تو رہ سکتی ہے۔ ہمارے ہاں اگر مرد وزن باہمی رضامندی سے اکٹھے رہنا چاہیں اور شادی کرنے کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو قانون کو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔۔۔

دفعاً میں دیکھتا ہوں کہ کچھ فاصلے پر ایک اور پبلک ٹیلی فون لگا ہوا ہے اور اُس پر ایک شخص باتیں کر رہا ہے۔ اس کی عمر پچاس پچپن کے لگ بھگ ہوگی۔ اُس نے بہت قیمتی لباس زیب تن کر رکھا ہے۔۔۔ جب وہ گردن گھما کر میری طرف دیکھتا ہے تو مجھے اس کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ وہ یہودی النسل ہے۔ مجھے دیکھ کر وہ زیر لب مسکراتا ہے۔

اور اس کی آواز کچھ اور بلند ہو جاتی ہے۔ بظاہر وہ فون پر کسی سے باتیں کر رہا ہے، لیکن حقیقت میں وہ یہ باتیں مجھے سن رہا ہے۔

"ہاں۔۔۔ اب تمہیں کہانی کے ساتھ ساتھ اسکرین پلے میں کچھ تبدیلیاں کرنی ہوں گی۔۔۔ بے شک اس کام میں محنت تو ہے۔۔۔ مگر گھبراؤ مت۔۔۔ میں تمہیں اس کام کا ایسا معاوضہ ادا کروں گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔۔۔ یہ میں نے کب کہا کہ اس میں تمہاری کوئی خطا ہے؟ نہیں، نہیں۔۔۔ اگر اس کہانی کا مصنف مر گیا ہے تو اس میں کسی کا کیا قصور؟ البتہ یہ ضرور ہے کہ شاید وہ اب مجھے اس فلم کی شوٹنگ نہ کرنے دیں۔۔۔ اب سائنز ریوی گن کی کسے ضرورت ہے؟"

یہ کہہ کر لیسپور کریمیل پر رکھ دیتا ہے۔۔۔ اور دوبارہ میری طرف دیکھ کر مسکراتا ہے۔۔۔ لیکن میں اُسے دیکھ کر بے پروائی سے شانے اچکا دیتا ہوں۔

میں کسی قسم کے خوف یا گھبراہٹ کا اظہار نہیں کرنا چاہتا، جبکہ اس کی خواہش یہی ہے کہ میں خوف زدہ ہو جاؤں۔

اگر اُس سے نہیں تو کم از کم اُس آٹومیٹک ریوالور سے ضرور ڈر جاؤں جو اس کی بغل میں چمڑے کی ایک تیلی سی بیٹ کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔۔۔

میری زندگی کے خطرناک ترین لمحات شروع ہو گئے تھے۔ وہ اجنبی ٹیلی فون بوتھ میں سے نکل کر جا چکا تھا، لیکن میں اپنی جگہ بیٹ بنا کھڑا رہا۔ ہو سکتا ہے یہ محض میرا دم رہا ہو اور حقیقت میں اُس اجنبی کا مجھ سے کوئی واسطہ نہ ہو، تاہم یہ بات انتہائی حیرت انگیز تھی کہ ایسے نازک موقع پر کوئی اپنی کمرے آٹومیٹک ریوالور باندھے ایسے مقام پر بے ہوش آجاتا ہے۔ جہاں سوویت گورنمنٹ کے بے حد طاقتور افراد موجود ہوں۔۔۔ یہ کوئی معمولی بات نہ تھی اور میسجے لیے غور و فکر کے کئی راستے کھول رہی تھی۔ صریحاً وہ مجھے اپنے ریوالور کی موجودگی سے آگاہ کرنا چاہتا تھا اور پھر اُس کا میری طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکراتا بلا وجہ نہیں ہو سکتا تھا۔

یہ بھی ممکن تھا کہ وہ آگے کہیں راہداری میں یا کسی دروازے کے عقب میں بھاری

کمرے کا جو دس مربع میل کے دائرے میں ہر نو سو گنیٹ کو خطرے کا الارم سنا دے گا جو اس حد کے اندر اندر حرکت پذیر ہو۔ انہیں ایک سیکنڈ سے بھی کم وقفے میں معلوم ہو جائے گا کہ یہ سگنل کہاں سے اور کس کی طرف سے آیا ہے۔ پھر وہ آندھی کی طرح اس مقام کی طرف چل پڑیں گے جہاں میں موجود ہوں گا۔ خواہ زندہ ہوں یا مردہ۔

اس گھڑی کا پہلا بٹن اگر میں دباؤں تو یہ ایک اور کام دکھائے گی۔ یہ وہ کام ہے جسے آپ بعد ازاں فرصت کے اوقات میں ٹی وی یا سینما سکرین پر آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔ یہ وہ متحرک فلم ہوگی جو اس گھڑی کے اندر نصب ایک خود کار کیمرو بنائے گا۔ یہ کیمرو ہر اس منظر کی متحرک تصویریں بناتا چلا جائے گا جو آپ کے گرد و پیش میں ہوگا اس کا کام فلم بنانے ہی ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ یہ ہلکی سے ہلکی آواز بھی ریکارڈ کرے گا کاش اس اجنبی کو معلوم ہوتا کہ جس وقت وہ فون پر کسی سے پراسرار لب لہجے میں باتیں کر رہا تھا اور جب اس نے مجھے اپنا ریوالور دکھایا یہ سب کچھ میں اپنی گھڑی کے ذریعے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر چکا تھا۔

میری آنکھوں پر لگی سادہ سی عینک آپ کو بالکل بے ضرر نظر آتی ہے لیکن یہ بے ضرر ہرگز نہیں۔ اس کے دونوں شیشوں کے پیچھے اور کمائیوں کے اندر مخفی ٹھہری بیٹریاں لگی ہوئی ہیں خطرے کے وقت میں اس عینک کو جب ہاتھ لگاتا ہوں تو ان بیٹریوں سے ایسی مہلک شعا عین نکلتی ہیں جو میرے سامنے کھڑے ہوئے کسی بھی شخص کو دس منٹ کے لیے اندھا کر سکتی ہیں۔ میرے لیے یہ دس منٹ بہت قیمتی ہوتے ہیں اور میں اس وقفے سے فائدہ اٹھا کر اپنی جان بچا سکتا ہوں۔

میں کمر کوٹ کی بیرونی جیب میں ایک فاؤنٹین پین موجود ہے میں اس سے رپورٹیں لکھنے میں مدد لیتا ہوں۔ اس کی نب بڑی رواں ہے لیکن اگر آپ کو بتایا جائے کہ یہ نب فاؤنٹین پین کا پچھلا سرا دبانے سے کوئی کی طرح نکلتی ہے اور سوئی کی طرح دسم کے بدن میں پیوست ہو جاتی ہے تو شاید آپ حیران رہ جائیں۔ مگر اس میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں۔ سنہرے رنگ کی یہ نب ایسے مہلک زہر میں کچھی ہوئی ہے کہ انسانی جسم

سرخ پردے کے پیچھے میسر انتظار میں کھڑا ہوا اور اس وقت سے فائدہ اٹھا کر کمرس نے اپنے ریوالور پر ساٹھ سو ساٹھ سو چھپے ہوئے ریوالور سے اگر فائر کیا جائے تو بیس یوں لگتا ہے جیسے کسی نے ہلکے سے دیا سلائی ڈبیا سے رگڑی ہو اور پھر معاملہ ختم۔ اس کا کام صرف فائر کرنا تھا۔ بقیہ فرائض اس کلب کے کونوں کھڑوں میں چھپے ہوئے وہ افراد ادا کرتے جو ایسے کاموں کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں۔ وہ میری لائٹ وہاں سے اٹھاتے اور نہایت پلاننگ کے ذریعے ایسی جگہ پھینک دیتے جہاں دیکھنے والے یہی گمان کرتے کہ میں پیشہ ور قاتلوں کے ہاتھوں مارا گیا ہوں۔ جی ہاں پیشہ قاتلوں کی اصطلاح پر آپ کو چونکنے کی ضرورت نہیں۔ ایسے قاتل امریکہ، انگلستان اور فرانس ہی میں نہیں، سوویت روس میں بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان قاتلوں کو بعض 'قاتل' بہت بڑی اجرت پر پالتے ہیں۔ ایسے پراسرار قاتل خود کبھی منظر عام پر نہیں آتے اور پیشہ ور قاتلوں کو اپنے ان آقاؤں کے بارے میں کبھی پتہ نہیں چلتا سکتا جو ان سے کسی بھی شخص کو یوں ہلاک کر دیتے ہیں جیسے آپ اپنے پاؤں تلے آنے والی چوٹی کو مسل دیں۔

ٹیلی فون بوتھ سے نکلنے کے بعد میں نے سیدھا اسی ہال کا رخ کیا جہاں تھوڑی دیر پہلے جنرل سائمن زیوی گن کا تابوت دھرا تھا۔ شاید آپ کا خیال ہو کہ سیکورٹی کے پیش میں انوسٹی گیشن کے پاس کسی قسم کا ہتھیار نہیں رکھتے۔ مگر افسوس کہ آپ کا یہ خیال درست نہ ہوگا۔ ہم اپنی حفاظت کے لیے ایک نہیں کئی کئی ہتھیار رکھتے ہیں جو بظاہر اتنے بے ضرر نظر آتے ہیں کہ ایک عام شخص انہیں ہتھیار سمجھ ہی نہیں سکتا۔ مثلاً میری بائیں کلائی پر بندھی ہوئی خوبصورت گھڑی درست وقت ہی نہیں بتاتی، بڑے وقت سے محفوظ بھی رکھتی ہے۔ اس کے ڈائل کے گرد لگے ہوئے تین ننھے ننھے بٹن ہیں۔ اگر میں بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے درمیان والے بٹن پر آہستگی سے دباؤں، تب کہ ہوا؟ صرف یہ کہ گھڑی ایک انتہائی طاقتور ٹرانسمیٹر میں تبدیل ہو جائے گی۔ اس پر مجھے کچھ پیغام دینے کی بھی ضرورت نہیں۔ یہ کام اس گھڑی کے اندر لگا ہوا وہ خود کار کمپیوٹر

نے اُسے غور سے دیکھا اور پھر اثبات میں گردن ہلائی۔ میں نے اطمینان کا گہرا سانس لیا اور پھر آٹو بیگ دروازہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر دائیں بائیں، موٹی سی دیوار میں گم ہو گیا۔ میں نے باہر قدم رکھا تو دروازہ ہلکی سی آواز پیدا کیے بغیر، جس طرح کھلا تھا، ویسے ہی بند ہو گیا۔

گاڑا آفس وہاں سے نصف فرلانگ دور تھا۔ وہاں پہنچ کر ایک بار پھر تجسّی مراحل سے گزنا پڑا اور محافظوں کو یہ باور کرنے میں مشکل پیش آئی کہ میں ہال میں کیسے رہ گیا تھا۔ جب میں گاڑا آفس کا دروازہ کھول کر سیڑھیوں کی طرف آیا تو میں نے دیکھا کہ جنرل پروڈوکوف اپنی سرکاری کار کے پاس کھڑا، مجھے خوں خوں نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں میرے لیے نفرت اور حقارت کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ پروڈوکوف کی یہ کیفیت دیکھ کر مجھے خوشی ہو رہی تھی۔ یہ شخص اپنے آپ کو بہت ہوشیار اور چالاک سمجھتا تھا۔ لیکن آج پبلک پراسیکیوٹر آفس کے ایک سپیشل انسپیکٹر کے ہاتھوں اُسے ذلت آمیز شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا اور وہ بھی شرمندہ اور آندرد پون جیسے لوگوں کے سامنے۔ میں جانتا تھا کہ وہ کسی زہریلے سانپ کی طرح اندر ہی اندر مجھے ڈسنے کی تدبیریں سوچ رہا ہوگا، تاہم جونہی اس نے مجھے مسکراتے ہوئے دیکھا، ایک حقارت آمیز خفیف سا تبسم اس شخص کے موٹے اور بھدے ہونٹوں پر بھی پھیل گیا۔ میرا اندازہ تھا شاید وہ مجھ سے کچھ کہے گا۔ لیکن یہ خیال غلط نکلا۔ پروڈوکوف نے اپنی کار کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد اُس کی کار فرار ہوئی۔ مجھے تعجب تھا کہ وہ جنرل سامن کے تابوت کے ساتھ قبرستان تک نہیں گیا۔ پھر وہ کجی بی کی عظیم عمارت کے باہر گاڑا آفس کے نزدیک آخر کیا کر رہا تھا؟ یقیناً کوئی غیر معمولی بات ہوگی اور پھر مجھ پر سب کچھ روشن ہوگا۔ جنرل پروڈوکوف صرف اس لیے رگ گیا تھا کہ وہ کسی خبر کا منتظر تھا اور ایسی خبر جو اُسے مستقبل میں پیش آنے والی بہت سی پریشانیوں سے محفوظ کر سکتی تھی۔ اس خبر کی وصولی کے بعد وہ جنرل سامن زیوی گن کا ڈیوٹی ٹریفک چیف پراسیکیوٹر آفس بھیجنے کا پابند نہ رہتا اور نہ ہی غلط فہمی کی راتوں کی نیند اُڑاتا کہ جنرل سامن کی موت پر اگر تحقیقات کا نئے سلسلے

میں پیوست ہونے کے صرف پندرہ سیکنڈ بعد جان نکل جاتی ہے یہاں ایک راز کی بات بھی آپ کو بتا دوں وہ یہ کہ اب تک میں اپنے اس فاؤنٹین پین سے ایک ہزار کے لگ بھگ محکمہ رپورٹیں لکھنے کے علاوہ پانچ آدمی بھی ہلاک کر چکا ہوں۔ میں ان میں سے کسی کو مارنا نہیں چاہتا تھا، لیکن سخت مجبوری تھی۔ اگر میں انہیں نہ مارتا، تو ان میں سے کوئی زکوٰۃ مجھے ضرور ہلاک کر دیتا۔ اپنی اسی دوراندیشی، پھرتی اور خوش نصیبی کے باعث میں ابھی تک زندہ سلامت چلا آتا ہوں۔۔۔ مگر۔۔۔ اب۔۔۔ بزنس نے جو کام میرے سپرد کر دیا ہے اس میں میری جان بچتی نظر نہیں آتی اور آپ خود میری تائید کریں گے کہ اس بار میرا مقابلہ بہت بے ڈھب لوگوں سے ہے۔

ہال میں گہرا سناٹا تھا۔ اُس کا بڑا دروازہ اور دوسرے تمام چھوٹے دروازے بند تھے۔ یہ سب دروازے ساؤنڈ پروف تھے۔ باہر کی آواز اندر آ سکتی تھی نہ اندر کی آواز باہر جا سکتی تھی۔ اس ہولناک سناٹے نے میرے اعصاب جھنجھوڑ کے رکھ دیے۔

میں دھڑکتے دل سے واپس اُسی جانب چلا جہاں سے آیا تھا۔ ہال سے ملحقہ جنوبی ریلوے میں ایک تنگ سارا سٹہ باہر جانے کے لیے بنایا گیا تھا۔ جو قاعدے کے مطابق اُس وقت بند تھا۔ لیکن مجھے معلوم تھا کہ وہ دروازہ کھولنے کا طریقہ کیا ہے اپنے عقب میں احتیاطی نظر ڈالنے اور مطمئن ہونے کے بعد کہ وہاں کوئی ذی روح نہیں، میں نے دروازے کے قریب دیوار میں نصب سبز رنگ کا بٹن دبایا۔ اس بٹن کے بالکل اوپر بارہ سنٹی میٹر کی ٹی وی سکرین لگی تھی۔ بٹن دباتے ہی سکرین روشن ہوئی اور اس پر ایک مسلح گارڈ کی شبیہ اُبھر آئی۔ یہ گارڈ حال کے بیرونی آفس میں اپنی ڈیوٹی پر حاضر تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا۔ میں نے بھی جواب میں دانت نکال دیے۔۔۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ جس طرح میں ہال کی اندرونی سکرین پر اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا، اسی طرح وہ بھی بیرونی آفس میں شارٹ کٹ ٹی وی سکرین پر مجھے ملاحظہ کر رہا تھا۔ پھر ننھے سے اسپیکر پر گارڈ کی سخت آواز گونجی۔

”اپنا کارڈ دکھاؤ!“

میں نے فوراً ہی اپنا محکمہ نشناختی کارڈ ٹی وی سکرین کے سامنے کر دیا۔ گارڈ

تھے، مگر ان چوہوں سے زیادہ مجھے اس درندے کی فکر تھی جس کا نام جنرل پروڈوکوف تھا اور دوسری تصویر جنرل سائمن کی غمزہ بیوہ کی تھی اور وہ منظر میرے لیے ناقابل فراموش تھا جب اُس نے آندروپوف کو کھا جانے والی نظروں سے گھورا تھا۔

میں یہ جاننے کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگانے کے لیے تیار تھا کہ جنرل سائمن کی بیوہ کو آندروپوف سے اس قدر نفرت کیوں تھی۔

ماسکو ۲۲ جنوری ... وقت ... دو بجے سہ پہر پراسیکیوٹر آفس کے کیفے ٹیری میں

خلاف معمول بہت رش تھا۔ اس کیفے ٹیری کو آپ معمولی نوعیت کا نہ سمجھیں یہاں سے کونسل آف منسٹرز کیلئے بھی کھانے بھیجے جاتے تھے اور وہ چیزیں جنہیں ماسکو کے عوام دیکھنے کے لیے ترستے تھے اس جگہ صرف ان افراد کو فراہم کی جاتی تھیں جو اپنے عہدے کے اعتبار سے کوئی اہمیت رکھتے ہوں۔ بیج بسنے مرغیاں، ہیٹ اور مٹن انہی لوگوں کو میسر تھا جو کم از کم جنرل کی وزی زیب تن کئے ہوئے ہوں۔ جن کا تعلق پولٹ بیورو کے کسی رکن سے ہو یا وہ کے جی بی میں ملازمت کرتے ہوں چیف پبلک پراسیکیوٹر کے آدمیوں پر اس کیفے ٹیری کے دروازے دن رات کھلے رہتے بشرطیکہ اُن کے پاس سرکاری راشن کارڈ موجود ہوں جن پر اُن تمام اشیاء کا اندراج ہو جو انہیں از روئے ضابطہ فراہم کی جاسکتی ہوں گوشت کے علاوہ ہم لوگ مچھلی اور مکھن بھی حاصل کر سکتے تھے۔

عام آدمی کے لیے تو یہ بھی ممکن نہ تھا کہ ماسکو کے عالیشان جنرل سٹوروں سے پرہٹ کے بغیر کھانے پینے کی ایسی چیزیں خرید سکے جو صرف خواص کے لیے مختص ہوں۔ گوشت ہسپتالوں میں صرف اُن مریضوں کو دیا جاتا جن کے سنخوں میں ڈاکٹروں نے اس نایاب شے کا اندراج کر دیا ہو۔ اس کے علاوہ عام آدمی اگر اس نعمت سے محفوظ ہونا چاہتا تو اسے مقامی خوراک آفس کے نام ایک درخواست لکھ کر یہ بتانا پڑتا کہ وہ گوشت کیوں کھانا چاہتا ہے۔ اس کے گھر میں کتنے افراد ایسے ہیں جو گوشت کھانا پسند کرتے ہیں اور کچھ سال انہوں نے کتنا گوشت خریدا۔ غرض اس تمام تحقیقات کے بعد سرکار کی جانب سے

سے آغاز کیا گیا تو اس کے نتائج یہ ہوں گے۔ اُسے تو اس اطلاع کا انتظار تھا کہ پراسیکیوٹر انوسٹی گٹر شمرایوف کی لاش کہاں پھینکی گئی ہے۔ لیکن شمرایوف کی لاش کہیں بھی پھینکی گئی نہیں گئی، وہ تو پروڈوکوف کی آنکھوں کے عین سامنے، صبح سلامت، کے جی بی کی عمارت کے مرکزی ہال سے برآمد ہو گیا تھا۔

اُس کی حالت اس درندے کی سی ہو رہی تھی جسے شکاری نے زخمی کر کے چھوڑ دیا۔ اب مجھے یہ دیکھنا تھا کہ وہ مزید کیا کارروائی کرتا ہے۔ جنرل پروڈوکوف کو میں اچھی طرح جانتا تھا اور مجھے یہ احساس بھی خوب تھا کہ اس کے اختیارات کس قدر بے پناہ اور وسائل و ذرائع خطرناک حد تک کتنے وسیع ہیں۔ میرے لیے اطمینان اور سکون کی ایک ہی صورت تھی اور وہ تھا یہ تصور کہ بزنس جیسا شخص میری پشت پر دھکے لیے موجود ہے۔

کے جی بی کی عمارت کے چاروں طرف مسلح گارڈ حسب معمول پہرے پر حاضر تھے اور چوبیس گھنٹوں میں ایک تانیہ بھی ایسا نہ ہوتا جب اس عمارت کی نگرانی نہ کی جاتی ہو۔ صحیح معنوں میں وہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ اس عظیم عمارت کے دروازوں پر سینکڑوں نہیں ہزاروں نشیب و فراز دیکھے ہیں اور اس کی دیواروں کے اندر ایسی ایسی لرزہ خیز داستانیں پوشیدہ ہیں کہ اگر ان کی آواز بیرونی دنیا تک پہنچ جائے تو ایک ہنگامہ برپا ہو سکتا۔ میری نظروں کے سامنے کوزنسکی موسٹ روڈ حدنگا تک پھیلی ہوئی تھی۔

دیران اور سنسان جنرل سائمن کی موت کے سوگ میں یہ پریہجوم اور بار ولق سڑک ماتم تھی۔ میں نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ وہاں مجھے کوئی مشکوک شخص نظر نہ آیا۔ باوردی مسلح پہرے داروں نے نگاہ غلط انداز سے مجھے دیکھا اور وہاں سے نکل جانے کا اشارہ کر دیا۔ میں اُس وقت بہت تھکا ہوا تھا اور دُور و نزدیک کہیں کوئی سواری نہ تھی، لہذا میں پیدل ہی چل پڑا۔ پیاس کے مارے حلق خشک ہو رہا تھا۔ مگر اکثر رستوران بند تھے اصولاً مجھے فوراً اپنے گھر جانا چاہئے تھا۔ جہاں نینا میکس انتظار میں بے چین ہو رہی ہوگی، لیکن مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ میں گھر نہ جاؤں اور سیدھا اپنے دفتر پہنچوں۔ ایڈلر سے ماسکو آنے کے بعد میں نے کچھ کھایا یا پیا نہیں تھا اور پریٹ میں چوہے فلا بازیاں کھا رہے

وہ مسکرانے کی زحمت خواہ مخواہ برداشت کرتا تھا حالانکہ ان دانتوں کے باعث اُسے مسکرانے کی ضرورت ہی نہ تھی جو بھی اُسے دیکھتا ہی سمجھتا کہ ہرمن کاراکوز اتنا خوش اخلاق ہے کہ ہر وقت مسکراتا رہتا ہے۔

ہرمن کو یقیناً کسی نے بتا دیا تھا کہ میں ماسکو پہنچ چکا ہوں اور اس وقت کیسے ٹیریا میں موجود ہوں۔ میں نے اس کی مسکراہٹ کے جواب میں بیزاری کا مظاہرہ کیا۔ یہ دیکھ کر وہ بھی سنبھل گیا اور کہنے لگا: "سنو ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے جو کچھ کیا، وہ چیف کے حکم پر کیا، اُدھر چیف، آفس میں تمہارا انتظار کر رہا ہے اور تم یہاں اطمینان سے بیٹھے ناشتہ اڑا رہے ہو۔ بس اب اُدھ جاؤ۔۔۔ ورنہ معاملہ خراب ہو سکتا ہے۔"

"دفان ہو جاؤ ہرمن؟" میں نے بکڑ کر کہا۔ "میں مچھلی کے پکیٹ لیے بغیر یہاں سے ہرگز نہیں ہل سکتا۔ کم از کم آدھ گھنٹے تک۔۔۔"

ہرمن نے پھر بے اختیار ہو کر دانت نکال دیے: "میں چاہوں تو تمہیں ابھی یہاں سے اٹھا سکتا ہوں۔"

"مجھے تاؤ دمت دلاؤ۔ میں خود وہاں پہنچ جاؤں گا۔ پھر مجھے گھر بھی جانا ہے۔۔۔ میں سخت تھکا ہوا ہوں۔"

ہرمن نے بے بسی سے شانے اُچکائے۔ وہ جان گیا تھا کہ میں مچھلی لیے بغیر یہاں سے نہ جاؤں گا۔ یکا یک اُس نے وہیں کھڑے کھڑے آواز لگائی: "لینا! ذرا کامریڈ شمراؤف کے لیے مچھلی کے پکیٹ تو تیار کرادو۔۔۔ انہیں ذرا جلدی ہے۔۔۔ ایک ضروری کام اُن پر ہے۔۔۔ اور ہاں میرے لئے بھی ایک پکیٹ رکھنا۔۔۔"

"بہت اچھا، کامریڈ کاراکوز!۔۔۔ ابھی حاضر کرتی ہوں" لینا نے جواب دیا۔ مجھے یہ جان کر تعجب ہوا کہ وہی کام جس کے لیے آنٹی لینا نے مجھے آدھ گھنٹہ انتظار کرنے کے لیے کہا تھا، ہرمن کے کہنے پر پاتھ منٹ اندر اندر ہو گیا۔ ذرا سے غور کے بعد میرے ذہن میں اس کی وجہ بھی آگئی۔ کیسے ٹیریا میں خوراک کے پکیٹ ناجائز طور پر بھی فروخت کر دیے جاتے تھے اور آنٹی لینا کو معلوم تھا کہ ہرمن کاراکوز، اینٹی فراڈ اسکوڈ کا کمانڈر بھی ہے ظاہر

گوشت کی خرید کا کوپن جاری کیا جاتا جس کے ذریعے اُس خاندان کو اجازت عطا کی جاتی کہ وہ ہفتے میں صرف ایک مرتبہ ڈیڑھ کلو فی فرد کے حساب سے گوشت خرید کر کھا سکتا ہے۔

سٹیٹ پلاننگ کمیشن نے وزیروں، اعلیٰ حکومتی کمیٹیوں، اخبارات کے ایڈیٹرز اور اکثر سرکاری اداروں کے ملازمین کی سہولت کے لیے راشن ڈپوؤں کی درجہ بندی کر دی تھی۔ مثلاً ڈپو نمبر ۱ سے کریمین، سپریم سوویت اور کونسل آف منسٹرز کو خوراک فراہم کی جاتی اور اس غذا کا معیار اتنا اعلیٰ درجے کا رکھا گیا تھا کہ سوویت گورنمنٹ کا ایک آدمی اس کا تصور بھی نہ کر سکتا۔ خوش قسمتی سے پبلک پراسیکیوٹر آفس بھی اسی فہرست میں تھا۔ ڈپو نمبر ۲ سے کے جی بی کے حکمرانوں کو خوراک مہیا کی جاتی۔ ڈپو نمبر ۳ ریڈ سکوٹر اور بڑے بڑے سرکاری افسروں کو خوراک فراہم کرتا۔ ڈپو نمبر ۴ فوجی جنرلوں اور مارشلوں کو خوراک اُن کے مکانوں پر مہیا کرتا۔ ان افراد کے لیے کپڑے اور غسل خانوں میں گندگی صاف کرنے کا کاغذ فراہم کرنا بھی اسی ڈپو کے فرائض میں داخل تھا۔

کیسے ٹیریا میں داخل ہو کر میں نے مایوسانہ انداز میں اپنے ارد گرد دیکھا۔ سبھی لوگ جان پہچان کے تھے، اُن میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس پر شبہ ہونا کہ میری ناک میں ہے یا نہیں کیسے ٹیریا کی منظم خاتون لینا اگنا تیو نا کو اپنا آرڈر بتایا۔ اُس نے ایک چھپا ہوا فادر میری طرف بڑھایا۔ میں نے اس پر صرف اتنا لکھا کہ ایک پکیٹ بچہ بستہ مچھلی کا درکار ہے لینا بوڑھی عورت ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ پکیٹ آدھ گھنٹے سے پہلے نہیں مل سکے گا لہذا کچھ انتظار کرنا ہوگا، عین ممکن ہے ایک کے بجائے وہ مجھے دو پکیٹ دے دے اور وقت کو نے کی ایک گرمی خالی ہوئی اور میں نے اُس پر قبضہ جمالیا۔ چند منٹ بعد تین انڈوں کا آملیٹ، چار تو س اور چینی کی ایک چھوٹی سی پلیٹ میرے سامنے لگا دی گئی۔ میں اطمینان سے اپنی جھوک دوڑ کرنے لگا۔ دفعۃً میں نے اپنے شانے پر ایک مضبوط ہاتھ کا دباؤ محسوس کیا مگر وہ اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہرمن کاراکوز سامنے کھڑا رہا ہے۔ اُس کے بڑے بڑے دانت نہایت بے ہودہ انداز میں باہر نکلے ہوئے تھے

ہے اُسے ناراض نہیں کیا جاسکتا تھا۔

اب میکس پاس اُسے ملنے کے لیے بہانہ نہیں تھا۔ میں دراصل ہرمین کی موجودگی میں چیف سے بات کرتے ہوئے ہچکچاہتا تھا۔ کیونکہ مجھے ہرمین کے کردار پر اعتماد نہ تھا۔ ہو سکتا ہے وہ ڈبل ایجنٹ کا پارٹ ادا کر رہا ہو۔۔۔ اس کے مراسم بیک وقت بزنس اور پولوٹ دونوں سے ہوں۔ اگرچہ اس نے مکاری اور چالاکی کے باعث اپنی ذات پر شک و شبہ کی پرچھائیاں نہیں پڑنے دی تھیں، تاہم چیف پبلک پراسیکیوٹر کو ہرمین پر بھروسہ نہیں تھا اور اس کی ہرمین کو کشش ہی رہتی تھی کہ رازداری کے کام اور اہم فرائض میں ہرمین کو شامل کیا جائے خود ہرمین کو بھی ان باتوں کا بخوبی احساس تھا۔ لیکن وہ کبھی پروا نہیں کرتا تھا اس کے اپنے خصوصی ذرائع تھے جو اُسے پل پل کی خبریں اور اطلاعات فراہم کرتے تھے، اور ایک ہرمین کا راز نہ ہی پر کیا منحصر اس حمام میں کبھی ننگے تھے کسی کو کسی پر کامل اعتماد نہ تھا اور ہمہ وقت یہی دھڑکا لگا رہتا کہ اگر منہ سے ذرا سی بھی غلط بات نکل گئی تو وہ روشنی کی رفتار سے کریمین اور کے جی بی کے حساس کانوں تک پہنچ سکتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ روس کے ان تمام اداروں میں جن کا تعلق ملک کی سلامتی سے ہے ہر جگہ دروازوں، کھڑکیوں اور دیواروں کے بھی کان ہیں۔ یہ کان اپنے فرائض سے کبھی غافل نہیں ہوتے۔ ہلکی سے ہلکی آواز سننے ہیں اور نہایت ایمانداری سے آگے بڑھا دیتے ہیں اور یہ سارا کمر شمار ہے دور جدید کی برقیاتی ٹیکنالوجی کا جس نے ایسے ایسے آلات بنا دیے ہیں آواز تو درکار، اگر آپ ذہن میں کچھ سوچ بھی رہے ہیں، تب بھی وہ اس کا سراغ لگاتے ہیں ہرمین مجھے اپنے ساتھ لے کر یوں جا رہا تھا جیسے میں اس کی حراست میں تھا۔ مجھے اس کی اس حرکت پر غصہ تو بہت آ رہا تھا لیکن ہرمین سے بگاڑنا میکس ہی لیے نقصان دہ ہوتا، اس لیے میں نے بے تکلفی کے باوجود زیادہ احتجاج نہ کیا اور چپ چاپ اس کے ساتھ ہو گیا۔ کیفیٹیریا سے باہر اس کی چپ کھڑی تھی۔ اُس نے مجھے جیب میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں ایک لمحے کے لیے ٹھٹھا ہمارا آفس وہاں سے بالکل قریب تھا اور وہاں تک ہمیں جیب پر جانے کی ضرورت نہ تھی، چنانچہ مجھے تامل ہوا۔ ہرمین ہنسنا۔ بیٹھ جاؤ، کامریڈ! میں تمہیں

لفظ میں سوار کر کے اور چیف کے دفتر میں چھوڑنے کے بعد واپس چلا جاؤں گا۔ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے۔“

چیف کا دفتر بائیس منزلہ بلڈنگ کے تیسرے فلور پر تھا۔ ہرمین نے لفٹ کاٹن بٹا کر دو دروازے کھلے۔ ہم دونوں سوار ہوئے اور پبلک جھپکنے میں تیسرے فلور پر پہنچ گئے۔ وہ

غیر معمولی طور پر سنجیدہ ہو گیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ اندر ہی اندر کسی گہری سوچ میں گم ہے۔ ایسے موقعوں پر اُسے نہ چھیڑنا ہی مناسب تھا۔ لہذا میں بھی خاموش رہا۔ دفتر میں اس وقت سناٹا تھا۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ پبلک پراسیکیوٹر آفس کو بھی جنرل سائمن کی موت کا دکھ پہنچا ہے۔ چیف پبلک پراسیکیوٹر الیگزینڈر میکا لودوچ ریکٹکوف اپنے خلیصہ

کمرے میں لمبی چوڑی میز کے پیچھے تنہا بیٹھا تھا۔ اُس نے میری آمد پر کسی تاثر کا اظہار نہ کیا۔ البتہ ہرمین کو خفیہ تبسم کے ذریعے اس کا رونا پر داد دی کہ وہ مجھے تلاش کر کے

لے آیا تھا۔ ہرمین اپنے وعدے یا ہدایت کے مطابق فوراً ہی رخصت ہو گیا۔ چیف نے چند لمحے میرا غور سے جائزہ لیا۔ پھر سگاردوں کا ڈبّا آہستگی سے میری طرف سرکا دیا۔ جی نہ چاہنے کے باوجود بھی میں نے ایک سگار اٹھا کر ہونٹوں میں دبایا۔

پھر وہ اپنی کرسی سے اٹھا اور بائیں جانب کمرے کے آخری کونے میں بنے ہوئے، ایک چھوٹے سے کاؤنٹر کی طرف گیا۔ وہاں قہوہ بنانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ چیف نے بجلی کی انکلیٹ پر قہوہ تیار کیا، دو پیالیاں بنائیں اور واپس آیا۔ ایک پیالی اس نے

میکس کے لکھ دی اور دوسری اپنے سامنے رکھ کر آہستگی سے بولا۔

”کامریڈ! اب جلد شروع ہو جاؤ۔ مجھے تم نے بہت انتظار کرایا۔“

اور میں شروع ہو گیا۔ ابتدا سے انتہا تک جو کچھ مجھ پر گزری تھی اور زرنز نسکی کلب میں جیسا تماشا دیکھا تھا تفصیل سے سنا دیا۔ چیف خاموشی سے سُنتا اور بیک وقت سگار کے کش اور قہوے کی چسکیاں لیتا رہا۔ جب میں چپ ہوا تو اس نے سگار کا

آخری ٹکڑا لیش ٹپے میں بجھاتے ہوئے کہا: ”تم کہتے ہو کہ زرنز نسکی کلب میں جنرل پروڈوگوف، سیونگن اور آندرپوف نے

تمہیں سامن کی لاش کا معائنہ کرنے کی اجازت نہیں دی؟

"یہی میں نے کہا ہے۔ جنرل پروڈوکوف کے غیظ و غضب کا کیا عالم تھا، اُسے بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ملتے، اور اب یہ کہنا پڑے گا کہ وہ مجھے راستے سے ہٹانے کی تدبیریں سوچ رہا ہوگا۔۔۔ شاید اس نے فوری طور پر اپنے آدمیوں کو میسر بارے میں احکام بھی جاری کیے ہوں اور انہوں نے اپنی کارروائی کا آغاز بھی کر دیا ہو۔"

چیف اپنی کمرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کا ہاتھ اب پھر سگاریوں کے ڈبے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"میرا خیال ہے یہ محض تمہارا وہم ہوگا،" چیف نے سگاریوں کا سگ کا کر کہا "پروڈوکوف کو تم سے زیادہ میں جانتا ہوں۔۔۔ وہ اتنا احمق ہرگز نہیں ہے کہ ہیلک پراسیکیوٹر آفس کے سپیشل انوسٹی گٹریوں کے درمیان کمرے گا۔۔۔ کیا اُسے احساس نہیں کہ خود اس کی زندگی ہماری ہتھی میں ہے؟"

ہو سکتا ہے اُسے احساس ہو، مگر مجھے یہ احساس ستارہا ہے کہ میرے دن شاید پورے ہو چکے ہیں۔"

چیف نے مسکرا کر کہا: "کامریڈ شمراؤف! میں نے تمہیں اس پہلے اتنا خوفزدہ کبھی نہیں دیکھا، کیا بات ہے؟ کھل کر کہہ ڈالو۔"

"میں جھوٹ نہیں بولوں گا، چیف! میں واقعی خوفزدہ ہوں اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں ایک معمولی آدمی ہوں۔ برزنیف۔ آندرپوف کی سرد اور گہم جنگ میں حصہ لوں گا تو چیوٹسکی کی طرح پس جاؤں گا۔ مجھے جنرل پروڈوکوف اور اس کے آدمیوں کی زیادہ فکر نہیں ہے، میں ان سے تنہا نمٹ سکتا ہوں۔۔۔"

چیف نے گہرا سانس لیا اور آدھا سگاری ایش ٹرے میں رکھ دیا۔ پھر اُس نے میز کی دائیں دھار کے پہلے خانے میں ہاتھ ڈالا اور سرخ رنگ کی چھوٹی سی فائل نکال کر میسر آگے رکھ دی۔ جب تم کیفے ٹیریا میں بیٹھے اندوں کا آلیٹ ہڑپ کر رہے تھے

یہ کاغذات کے جی بی والوں کی طرف سے آتے تھے۔ میں نے ان کا بغور مطالعہ کر لیا ہے۔ ان میں کام کی ایک بات بھی نہیں ملی۔ اول سے آخر تک جعل سازی اور غلط بیانی کا پلندہ ہے۔ تم دیکھ سکتے ہو۔"

میسر دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ ان کاغذوں میں جو کچھ درج ہے وہ میں ابھی تھوڑی پہلے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آ رہا ہوں۔"

دیواروں کے کان ہی نہیں آنکھیں بھی ہوتی ہیں۔ آنکھیں نہ ہوں تو بھلا ریکنگوف کو کیسے پتہ چلتا کہ میں کیفے ٹیریا میں بیٹھا اندوں کا آلیٹ کھا رہا تھا؟ یہ بات اُسے کس نے بتائی تھی؟ ہر من بہر حال نہیں بتا سکتا تھا، اس لیے کہ وہ تو کیفے ٹیریا میں میرے ساتھ تھا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ خود ہر من کو یہ بات اُس کے کسی ایجنٹ نے بتائی ہو۔ "اگر تم یہ چاہتے ہو کہ یہ کیس کسی اور سپیشل انوسٹی گٹری کے حوالے کر دیا جائے تو یہ ممکن نہ ہوگا۔ ریکنگوف نے آہستگی سے کہا۔

"یہ بات بھی میں بخوبی جانتا ہوں، چیف! میں نے کہا اس لیے کہ مجھے اس مشن پر آپ نے مقرر نہیں کیا، آپ کے عقب میں کوئی اول ہے۔"

ریکنگوف کا چہرہ یک لحظہ دھلے ہوئے کپڑے کی طرح سرخ سے سفید ہو گیا۔ وہ پلکیں جھپکاتے بغیر مجھے دیر تک نہکتا رہا۔ آخر اس نے کہا:

"کامریڈ! یہ بات تم نے اب تو کہہ دی ہے، آئندہ منہ سے نہ نکالنا، ورنہ تمہارے دن واقعی گئے جا چکے ہیں۔۔۔۔ اچھا! یہ جتاؤ تم نے اس معاملے میں ہر من سے تو کچھ نہیں کہا؟"

میں نے نفی میں گردن ہلا دی۔ ریکنگوف نے دبے دبے لمبے میں کہنا شروع کیا۔ مجھے توقع ہے کہ تم ہاتھ پاؤں بچا کر کام کرو گے۔۔۔ اس مقصد کے لیے محکمہ تمہارے اختیارات میں اضافہ کرنے کے لیے بھی تیار ہے۔۔۔ اختیارات حاصل ہونے کے بعد تم جو چاہو کر سکتے ہو۔۔۔ تمہیں روکنے کی ہمت کسی میں بھی نہ ہوگی جتنی کہ میں بھی تمہارے فرائض میں مداخلت نہ کر پاؤں گا۔۔۔ بس اتنا دھیان رہے کہ اپنی زبان زیادہ تر بند اور کان

کھلے رکھنے کی کوشش کرنا.... تم کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہو....  
 نہیں اس کی آوازوں سن رہا تھا جیسے کسی اندھے کنویں میں سے بول رہا ہو....  
 میری نگاہیں رینکوف کی میز کی بائیں کنارے پر رکھے ہوئے چارٹیجی فونوں پر جمی ہوئی تھیں۔  
 اُن میں سے دو ٹیبل فون خونِ کبوتر کی طرح سرخ تھے، ایک سیاہ اور ایک نیلا۔ دوسرا  
 ٹیبل فونوں میں سے ایک جنرل گورنمنٹ نیٹ ورک سے منسلک تھا اور دوسرا بطور ہاٹ  
 لائن استعمال میں آتا۔ اس فون کا براہِ راست کمریلن میں پولٹ بیورو سے رابطہ تھا۔ گلے  
 فون پر چیف اپنے ماتحت تمام دفاتر سے رابطہ قائم رکھتا تھا، اور نیلا فون عام ضرورت  
 کے کاموں میں مستعمل رہتا۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ابھی کسی لمحے ہاٹ لائن والے  
 فون کی گھنٹی بجے گی اور اس کے ساتھ فون کے اوپر لگا ہوا سرخ بلب بار بار جلنے لگھنے  
 لگے گا۔ اس فون پر ہونے والی گفتگو عموماً ایک طرفہ ہوتی۔ یعنی کمریلن کی طرف سے بولنے  
 والا بولتا اور سننے والے کا فرض تھا کہ ریسپونڈر کان سے لگائے صرف سنتا رہے، بولنے والے  
 کی بات قطع نہ کرے، اپنی جانب سے کوئی سوال نہ پوچھے۔ جتنی کہ رسمی طور پر یا اخلاقاً کوئی  
 جوابی کلمہ تک منہ سے نہ نکالے اور اگر کچھ کہے تو اجازت لے کر یا اس وقت جب  
 دوسری طرف سے بولنے والا اُس سے کچھ پوچھے۔

ذہنی دباؤ سے نجات پانے کے لیے میں اپنی نشست سے اٹھا اور کھڑکی کے  
 پاس جا کھڑا ہوا۔ میری نظروں کے سامنے سوویت سکوتر اپنی دستکوں کے ساتھ دُور دُور  
 تک نمایاں تھا۔ سکوتر کے عین درمیان ماسکو شہر کے بانی لیری وول گورنر کا شاندار مجسمہ  
 کھڑا تھا۔ میں دیر تک اس مجسمے کو دیکھتا رہا۔ سکوتر ویران اور سنسان تھا۔ درخت عام دنوں  
 میں یہاں اس قدر ہجوم ہونا کہ کھوے سے کھوا اچھٹا تھا۔ اس ویرانی سے مجھے خوف آنے لگا  
 اور میں کھڑکی سے پلٹ کر دوبارہ رینکوف کی میز کے نزدیک آیا اور اپنی کمرسی پر  
 بیٹھ گیا۔ رینکوف کا چہرہ مست ہوا تھا اور وہ اپنے سامنے رکھے ہوئے ہاٹ لائن والے  
 سرخ ٹیبل فون پر نگاہ جمائے یوں گم تھا جیسے وہ اس کمرے میں اکیلا ہو۔  
 میں نے اس کے خیالات کا سلسلہ توڑنے کی کوشش نہ کی۔ یقیناً وہ کمریلن اور

پولٹ بیورو کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اُس کے پردہ ذہن پر برزنیف، آندرپوٹ اور  
 پروڈوکوف وغیرہ کی تصویریں بن بن کر مٹ رہی ہونگی۔ وہ شاید اس احساس سے بھی پریشان  
 تھا کہ مجھے کیا بتائے اور کیا نہ بتائے۔ علاوہ ازیں اُسے یہ خدشہ بھی ستا رہا ہو گا کہ ہرمن کا راکوز  
 شیطان صفت آدمی ہے۔ وہ دراصل مدت سے چیف پیبلک پراسیکیوٹر کی کمرسی پر مات  
 لگائے بیٹھا تھا۔ بظاہر وہ رینکوف کے ماتحت تھا اور نیاز مندی کا مظاہرہ کرنے سے کبھی  
 نہ چڑکتا۔ لیکن یہ بات دفتر کے ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے علم میں تھی کہ ہرمن اندخانے رینکوف کی  
 جڑیں کاٹنے میں لگا رہتا ہے اور اُسے رُسوا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔  
 حقیقت یہ تھی کہ کمریلن کا اندرونی ماحول ہویا کے جی بی کے زرد نسکی کلب کی سرگرمیوں  
 کے مگرانوں کا معاملہ، کوئی شخص کسی دوسرے پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔ کس پر کس لمحے ابتلا  
 نازل ہو جائے۔ یقین سے نہیں کہا جاسکتا تھا۔ اس خطرناک فضا میں دوستوں اور دشمنوں کی  
 شناخت ممکن ہی نہ تھی، بلکہ دشمنوں سے زیادہ دوست جان لیوا کارروائیاں بنے تکلف  
 کر ڈالتے تھے، اس لیے ہر فرد چھوٹا پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا اور اپنے کیے دھرے کا خود ہی  
 ذمے دار ہوتا تھا۔

دفعۃً رینکوف میری طرف دیکھ کر مسکرایا۔ جواباً میں بھی مسکرایا۔ اُس نے ایک بار پھر  
 اپنی میز کی دراز کھولی اور زرد رنگ کی فائل نکالی۔ میں نے دیکھا کہ اس فائل پر جلی سنہری حروف  
 میں کے جی بی لکھا ہے۔ رینکوف نے گہرا سانس لے کر فائل کھولی اور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ  
 آفس کا دروازہ آہستگی سے کھلا اور ہرمن کا راکوز اندر آگیا۔ اس نے معذرت خواہانہ انداز  
 اختیار کرتے ہوئے کہا: "معاف کرنا، میں واپس آگیا ہوں.... دراصل ایک ضروری بات  
 کہنی تھی۔"

"بیٹھ جاؤ، ہرمن؟ رینکوف نے فائل بند کرتے ہوئے کہا۔ اب اطمینان سے بتاؤ وہ  
 کیا بات ہے؟"

"کوئی خاص بات نہیں۔۔۔ کچھ نہیں۔" ہرمن نے کتنا شروع کیا۔ اُس کی نظریں زرد فائل  
 پر جمی تھیں۔ "جنرل سائمن کا جنازہ اٹھنے سے آدھ گھنٹہ پہلے کا ذکر ہے۔ جنرل پروڈوکوف

ہرمین نے شانے اچکاٹے اور کہا "یہی بات میں بھی سوچ رہا ہوں، مگر نسلی بخش جواب نہیں ملتا۔ بہر حال، میں نے اپنے طور پر جو تعقیب کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پروڈوکٹ کی تمہارے بارے میں پوچھ گچھ خالی از غلت نہ تھی۔ اُسے اپنے ذرائع سے پتہ چلا تھا کہ جنرل ساتھی کی موت کے بارے میں بزنس کو شبہات لاحق ہیں اور وہ ان کی تصدیق کرنا چاہتا ہے۔"

بہت خوف! ریکنگوف نے بالآخر زبان کھولی۔ "تم باکمال آدمی ہو، ہرمین! مجھے کو تم پر فخر ہونا چاہیے۔"

میرا خیال ہے ہم لوگ قہوے کا ایک ایک پیالہ اور پیٹیں میں نے ریکنگوف سے کہا: "قہوے میں بنانا ہوں۔"

میں نہیں پیوں گا۔ ریکنگوف نے سگار سلگاتے ہوئے کہا: "تم اور ہرمین پینا چاہو تو پی سکتے ہو۔"

"نہیں، میں اب چلتا ہوں۔ بس یہی بات کہنے آیا تھا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ہم نے اُسے اخلاقاً روکنے کی کوشش نہ کی۔

کھانا تک درست ہیں؟

"ہرمین بد معاش آدمی ہے۔" ریکنگوف نے ننھنوں سے دھواں خارج کرتے ہوئے جواب دیا: "یہ دراصل اس ٹوہ میں ہے کہ اوپر کیا ہو رہا ہے۔ ہو سکتا ہے پروڈوکٹ نے اسے فون کیا ہو اور تمہارے بارے میں یا کسی اور کے بارے میں کچھ پوچھا ہو۔ پروڈوکٹ سے ہر فعل ممکن ہے۔۔۔ مگر میں حیران ہوں کہ بزنس کہاں سے ٹپک پڑا۔"

مجھے جس انداز اور جیسی عملت میں ماسکو طلب کیا گیا اور اس کے لیے جو خصوصی اہتمام ہوا، اُس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس سارے معاملے کے پیچھے بزنس کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ میں نے اہستگی سے کہا: "پھر یہ بھی تو دیکھئے رزولنسی کلب میں سبھی موجود تھے، مولائے بزنس اور اس کی بیوی کے احاطہ میں جنرل ساتھی اور بزنس آپس میں

نے مجھے ٹیلی فون کیا تھا۔" یہ کہہ کر ہرمین نے حسب عادت ایک ڈرامائی انداز پیدا کرنا چاہا اور یقیناً اس میں کامیاب ہو گیا۔ کیونکہ پروڈوکٹ کا نام سننے ہی بیک وقت ریکنگوف اور میں سنبھل کر بیٹھ گئے، اور ہمیں پوری طرح ہرمین کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ ہرمین نے چند لمحے تاہل کے بعد دوبارہ سلسلہ گفتگو جوڑا۔ اس نے میری طرف دیکھ کر کہا: "وہ تمہارے بارے میں پوچھ رہا تھا.... کہتا تھا کہ مرید کہاں ہے؟"

"میرے بارے میں جنرل پروڈوکٹ پوچھ رہا تھا؟" میرے دل کی دھڑکنیں ایک لحظے بے ترتیب ہو گئیں۔ اگر ہرمین سچ بول رہا تھا تو یہ بہت اہم بات تھی۔ ریکنگوف پلک جھپکاتے بغیر ہرمین کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے ابھی تک کوئی کلفظ اس سلسلے میں منہ سے نہیں نکالا تھا؛ تاہم مجھے احساس ہو رہا تھا کہ اس کی اندرونی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں۔ ہرمین نہایت چالاک سے اپنی کہی ہوئی بات کا اثر معلوم کرنے کے لیے رُک رُک کر بول رہا تھا۔ "ہاں وہ تمہارے بارے میں جانتا چاہتا تھا کہ تم کہاں ہو؟" ہرمین نے پہلی بات الفاظ کے معمولی اختلاف سے دہرا دی۔ ریکنگوف بدستور خاموش تھا۔

"پھر تم نے کیا جواب دیا؟ میں نے ہرمین سے پوچھا۔

وہ مکاری سے مسکراتے ہوئے بولا: "یہ بات میرے لیے بھی حیران کن تھی کہ جنرل پروڈوکٹ کو کامرید شمرا لیتا۔ اچانک کیسے یاد آ گیا۔ مجھے بہر حال معلوم تھا کہ تم کہاں گئے ہو، لیکن میں نے پروڈوکٹ کو متانا مناسب نہ سمجھا اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ کامرید شمرا لیت کی نقل و حرکت کا ریکارڈ میرے پاس نہیں اور اس کے لیے اُسے ریکنگوف سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔"

ریکنگوف کے لبوں پر بہت خفیف سا تبسم اُبھرا اور غائب ہو گیا۔ اس تبسم سے میرے لیے یہ جانتا کچھ دشوار نہ تھا کہ وہ ہرمین کے اس بیان کو لاف و گزاف سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ اُس کے اس تبسم سے میری جان میں جان آئی اور میں نے تعریفی لگا ہوں سے ہرمین کو دیکھتے ہوئے کہا:

"تم بہت ذہین ہو، ہرمین! اچھا کیا تم نے میرے بارے میں پروڈوکٹ سے کچھ نہیں کہا، مگر یہ بات میری عقل میں نہیں آتی کہ اُسے مجھ سے ایسا ایک دلچسپی کیوں ہوئی۔"

ہم زلف تھے..."

ریکنکوف برابر سگار پیتا اور دھواں خارج کرتا رہا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اندرونی طور پر سخت کرب کی حالت میں ہو۔ سگار کا ٹکڑا ایش ٹرے میں پھینک کر اُس نے کہا:

"مجھے ایک بات بتاؤ، کامریڈ شمرا یوف، کیا تم کبھی ذاتی طور پر برزنیف سے ملے ہو؟ میں نے نفی میں گردن ہلائی۔" جی نہیں... مجھے ابھی تک یہ فخر حاصل نہیں ہوا۔"

"لیکن... مجھے معلوم ہے... تم نے ایک مرتبہ برزنیف کی ہدایات پر ایک فریضہ سر انجام دیا تھا؟"

"بیشک... یہ صحیح ہے۔ مگر اس وقت بھی میری ملاقات اُن سے نہیں ہوئی تھی۔"

میں نے کہا: "یہ ۱۹۴۸ء کا ذکر ہے۔ امریکی صدر جی کارٹر سے برزنیف کی ملاقات ویانا میں ہونے والی تھی۔ برزنیف کے ساتھ ویانا جانے والے صحافیوں کا جو گروپ تشکیل دیا گیا تھا، اس میں 'پراودا' کا ایک رپورٹر وڈیم بلکن بھی شامل تھا۔ دوسرے سے چند روز پہلے اس رپورٹر کو ناپسندیدہ سرگرمیوں میں ملوث ایک گروہ نے اغوا کر لیا تھا۔ برزنیف کو اس رپورٹر کے اغوا کی اطلاع ملی تو اس نے حکم دیا کہ اُسے فوری طور پر برآمد کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے قرعہ قائل میرے نام پڑا تھا۔ میں آج تک حیران ہوں کہ برزنیف کو میرا نام کس نے بتایا اور یہ اہم فریضہ مجھے کس لیے سونپا گیا۔"

"اس مہم میں تمہارے ساتھ ایک اور شخص بھی شریک تھا۔" ریکنکوف نے سوچتے ہوئے کہا: "کون تھا وہ؟"

"وہ ماسکوسی آئی ڈی کا کرنل وٹیلوف تھا" میں نے کہا۔ اور عجیب اتفاق ہے کہ جب تک سووشی میں تھا تو کرنل وٹیلوف بھی وہاں نمودار ہو گیا۔"

۱۹۴۸ء میں ریکنکوف چیف پبلک پراسیکیوٹر کے عہدے پر فائز نہیں تھا بلکہ دسی اسٹیٹ پراسیکیوٹر آفس میں کام کر رہا تھا، تاہم مجھے یہ جان کر تعجب ہوا کہ اُسے رپورٹر وڈیم بلکن کے واقعے کا بخوبی علم تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ کرنل وٹیلوف نے اس معاملے میں میرا ساتھ دیا تھا۔

"اس زمانے میں، جیسا کہ مجھے یاد پڑتا ہے، تمہارے اور کے جی بی کے بعض عہدیداروں کے مابین کچھ تنازعہ بھی تو اٹھا تھا؟" ریکنکوف نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ یہ بات بالکل درست ہے۔ کے جی بی کے لوگ سماج دشمن عناصر کی پشت پناہی کرتے تھے۔ ان کا رابطہ سمگلروں، لشہ اور دواؤں کا دھندا کرنے والوں اور اسی قبیل کے دوسرے افراد کے ساتھ استوار تھا۔ رشوت کالین بہت وسیع پیمانے پر قائم ہو چکا تھا۔ کئی وزیر بھی اس کاروبار میں براہ راست ملوث تھے۔ برزنیف اُن دنوں کے جی بی کے چیئرمین تھا، اُسے یہ تمام واقعات معلوم ہوئے۔ اُس نے اپنے بعض دیانت اور فرض شناس ماتحتوں کو اس کام پر لگا دیا کہ وہ مجرموں اور ان سے رابطہ قائم رکھنے والے کے جی بی کے عہدیداروں کا سرخ لگائیں اور ایسے ثبوت فراہم کریں جو ان بد معاشوں کو حوالہ قانون کرنے میں کارآمد ہوں، چنانچہ ہم لوگوں نے دن رات کوشش کر کے اس پورے نظام کا جائزہ لیا اور چار ایسے ٹھوس گواہ تیار کیے جو ان سب مجرموں کو بے نقاب کر سکتے تھے۔

لیکن دوسری طرف حریف بھی غافل نہ تھا۔ کے جی بی کے ان ایجنٹوں نے ایک گواہ کو سوٹر لینڈ میں ہلاک کر دیا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے کار کے حادثے کا منصوبہ اس مہارت اور خوبی سے بنایا کہ سوٹس حکومت بھی دھوکہ کھا گئی اور اُسے ذرہ بھر شک نہ گذرا کہ یہ حادثہ دانستہ کر لیا گیا تھا۔ جب ایک گواہ یوں ہلاک ہوا تو ہمارے کان بھی کھڑے ہوئے اور ہم نے نقیۃً بینوں کو اہواں کی حفاظت کا ایسا انتظام کر دیا کہ کے جی بی کے یہ بدنام لوگ ان کا بال بریکانہ نہ کر پائے۔ بعد ازاں برزنیف نے چُن چُن کر ان سب کالی بھیڑوں کو کے جی بی سے نہ صرف نکالا، بلکہ انہیں ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔"

بہت خوب؟ ریکنکوف نے کہا: "برزنیف ہوشیار آدمی ہے۔ مجھے اُس کے حافظے کی داد دینی چاہیے کہ اُس نے ایک بار پھر پبلک پراسیکیوٹر کے ایک سینیٹر انوسٹی گٹر کو کارِ خاص کے لیے منتخب کیا حقیقت میں یہ ہمارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے، کامریڈ شمرا یوف؟"

"بیشک... لیکن ایسے اعزاز کا فائدہ کیا جس میں ہر لمحے جان جانے کا خطرہ سر پر

منڈلاتا رہے؟“ میں نے منہ بنا کر کہا۔ رینکوف مسکرا دیا۔ پھر اس نے زرد فائل میرے سر کا ردائی کر سکتا ہے، کیا آپ سسلوف کو گرفتار کریں گے اور اس پر کریمنل کوڈ کی دفعہ آگے کھسکاتے ہوئے کہا: ”براہ کرم اس میں جو کچھ ہے، اس پر ایک نظر ڈالو جس وقت نمبر ۱۰ کے تحت مقدمہ چلا کر پانچ سال قید با مشقت کی سزا دلوائیں گے؟ یوری آندوپوف تم کیسے ٹیریا میں بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے، یہ کاغذات اس وقت جنرل پروزدوکوف کے سے پوچھ گچھ کریں گے؟ آپ تو جنرل پروزدوکوف اور کے جی بی کے دوسرے دو ڈپٹی دفتر سے موصول ہوئے تھے۔ میں انہیں دیکھ چکا ہوں، ان میں کام کی کوئی بات نہیں جنرل چیئر مینوں سے بھی کچھ اگلوانے کا اختیار نہیں رکھتے پھر میں نہیں سمجھ سکا کہ اس سائن کا ڈیٹہ سرفیکٹ کے جی بی کے ملازم ڈاکٹروں سے حاصل کرنا آندوپوف یا تلس کا آخر کیا مقصد ہے؟“

پروزدوکوف جیسی شخصیتوں کے لیے کچھ مشکل نہیں۔ سوال یہ ہے کہ اسے جھٹلانے کی جرات کون کرے گا۔ برزنیف بوجہ سامنے آنا نہیں چاہتا۔

”یہ سب کچھ میں سمجھتا ہوں، مگر سوال یہ ہے کہ میری حفاظت کا ذمہ دار کون ہوا جائے۔ یہ رپورٹ کس طرح تیار ہوگی۔ اس سے برزنیف کو کچھ غرض نہیں۔“

زرد نسکی کلب میں جو کچھ میسر ساتھ پیش آیا یا آسکتا تھا۔ اسے میں اپنی خوش نصیبی کے سوا کوئی اور نام نہیں دے سکتا۔ وہاں ایک شخص کے سوا کوئی میرا ہمدرد نہ تھا۔ وہ بڑی سے ہو کر ٹیلی فون کو گھورنے لگے۔ یہ دیکھ کر کسی قدر اطمینان ہوا کہ جس فون کی گھنٹی چلا آسانی سے مجھے ٹھکانے لگا سکتے تھے اور مجھے یقین ہے پروزدوکوف نے اس کام کے لیے رہی تھی وہ ہاٹ لائن والا نہیں تھا۔ رینکوف نے ہاتھ بڑھا کر ریسپورٹ اٹھایا اور کان آدمی مقرر بھی کر دیے تھے جو کسی نامعلوم وجہ سے وہ مجھ پر وارنہ کر سکے۔

”سنو، کامریڈ شمرا یوف، جس شعبے میں ہم لوگ کام کر رہے ہیں۔ وہاں ہر آن، ہر لحاظ سے تفصیلات کا علم نہیں، کامریڈ سینوف، ہاں۔۔۔ ہم کوشش کر رہے ہیں۔۔۔ ہمارا ہی خطرہ ہے۔ ان خطروں سے کھیلنے اور اپنے سر سنبھالیے لیے پھر نے ہی کا ہمیں معاوضہ طریق کار تو آپ جانتے ہی ہیں۔۔۔ ذرا پیچیدہ ہے۔۔۔ ہاں۔۔۔ یہ کیس اسپیشل آؤٹریٹ ملتا ہے۔ ہمیں بہر حال ایک ہی پارٹی کا ساتھ دینا ہے۔ اس پارٹی کا جو طاقور ہو۔ اگر شمرا یوف کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ آپ فکر نہ کریں تمام معاملات قطعی راز میں رہیں گے۔ اس کا ساتھ نہیں دیں گے۔ تو وہ خود ہمیں راستے سے ہٹا کر دوسرے آدمی لے آئے گا۔ یہ بات کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔ مجھے اس معاملے کی نزاکت کا اچھی طرح اندازہ ہے۔۔۔ لہذا یہ لگہ شکوہ سرے سے فضول ہے کہ جان کا خطرہ درپیش ہے۔ اب یہ بحث متویں میں شمرا یوف کو بھی سمجھا دوں گا کہ یہ ٹاپ سیکرٹ ہے۔ بہت بہتر، بہتر جو نہی مجھے مجھے بتاؤ کہ جنرل سائن کی لاش کا معائنہ کرنے کے بعد تم نے کیا محسوس کیا۔ وہ طبعی ہون۔ اس ضمن میں مصدقہ معلومات حاصل ہوئیں، آپ کو آگاہ کروں گا۔“

مرا ہے یا اس نے خود کشتی کا اتر کا ب کیا؟

”میں نے اس کی کینٹی پر زخم کا نشان دیکھا ہے جسے چھپانے کی ناکام کوشش کی؟“

تھی۔ یہ زخم یقیناً گولی کا تھا۔۔۔ سائن طبعی موت ہو گیا۔ نہیں مرا۔ دو ہی باتیں ممکن ہیں۔

قتل کیا گیا، یا پھر اس نے ریوا لور اپنی کینٹی پر رکھ کر بلبی دبا دی۔ تیسری بات ممکن ہی نہیں

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ان دونوں ممکنہ صورتوں میں پبلک پراسیکیوٹر آفس

اس نے ریسپورٹ کر ڈیل پر آہستگی سے رکھ دیا۔ رینکوف آہنی اعصاب کا مالک تھا، مگر میں دیکھ رہا تھا کہ وہ اندر اور باہر سے بری طرح ہل چکے۔ اس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا اور آنکھوں سے خوف بھانک رہا تھا۔ فون پر گفتگو کرتے ہوئے اس نے دانستہ مجھے سنانے کے لیے سینوف کا نام لیا تھا اور اس بد معاش سینوف کو پورے سوویت روس میں کون نہیں جانتا تھا۔ بڑے بڑے لوگ اس سے لڑتے

اور کانیتے تھے۔ اس شخص کا ریکارڈ کم از کم ایک فرلانگ طویل ہوگا۔۔۔۔۔ وہ بڑا  
آندر و پوٹ کا دایاں بازو تھا۔ اس سے آپ اس کے اثر و رسوخ اور ہیبت کا اندازہ  
کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔ اور اس کی جرات دیکھتے کس طرح چیف پبلک پراسیکیوٹر آفس  
فون کرتا ہے اور اُسے حکم دیتا ہے کہ سائنس کی موت کے بارے میں اگر کچھ تحقیق  
ہے تو اُس سے اُسے اکا کلیا جاتا رہے۔۔۔۔۔ اُسے یہ بھی علم ہے کہ مجھے، یعنی شمر ابوت  
کیس کی چھان بین پر مقرر کیا گیا ہے۔

”کامریڈ سینوف اس معاملے میں غاصہ فکر مند ہیں۔ شمر ابوت! ریکنکوف نے  
ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ اُس کا لب و لہجہ اگرچہ شرفیانہ رہا، مگر اس لہجہ  
عقب میں جو کچھ پوشیدہ تھا، اُسے بخوبی جان گیا ہوں، اُس نے دراصل فون، ہمارے محکمے سے عداوت نہیں رکھتے اور نہ وہ اتنی سٹی گیٹرز پر خواہ مخواہ حملہ کریں گے لیکن  
دھکی دی ہے کہ یہ معاملہ قطعی راز میں رکھا جائے۔ یعنی اول تو کسی تحقیق و تفتیش  
ضرورت نہیں، اور اگر یہ ناگزیر ہو تو بھی اسے ٹاپ سیکرٹ سمجھنا ہوگا۔۔۔۔۔ اور دوسرا فریق ایک لمحہ حائل کیے بغیر ہمیں ختم کر دے گا۔ اس لیے میری تجویز یہی ہے کہ دونوں میں  
مجھے احساس ہو رہا ہے کہ کوئی دم میں خود کامریڈ مسسوف یا یوری آندر و پوٹ نہیں سے کسی کو ناراض نہ کریں اور ایسا رویہ اختیار کیا جائے کہ ہمیں کم سے کم نقصان پہنچے۔“  
ٹیلیفون کرنے والے ہیں؟

میں نے جیب سے رومال نکال کر اپنی پیشانی پر ابھرنے والے پسینے کے قطرے پونمیزی کی دراز کھول کر سفید رنگ کا ایک ”سا کا ند نکالا۔ وہ کھڑے کھڑے اُسے دیکھتا رہا، پھر  
ریکنکوف اپنی کمرسی سے اٹھ کر دوبارہ کمرے کے گوشے میں گیا۔ جہاں ایک چھوٹی ٹی میز اس نے کاغذ میری طرف بڑھا دیا۔

پانی سے بھرا ہوا جگ اور شیشے کے گلاس دھرے تھے۔ اُس نے گلاس میں پانی بھرا  
ایک ہی سانس میں پی گیا۔ پھر دوسرا گلاس پُر کیا اور میز پر پاس آیا۔ پانی پیو، کامریڈ شمر! جیسے ہوئے تھے۔

اور سمجھ لو کہ اب پانی سر سے اونچا ہوتا جا رہا ہے۔۔۔۔۔ تمہیں اپنی جان کی فکر لاحق ہے۔  
مختصر دیویر پہلے تک مطمئن تھا کہ میری جان محفوظ ہے، لیکن اب میں سمجھتا ہوں کہ میری  
بھی تم سے کچھ مختلف نہیں ہوگا، پنچنے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ ہم وہی کچھ  
جو سینوف، پروڈو کوٹ اور ان کا آقا آندر و پوٹ چاہتا ہے، جتنی جلد ممکن ہو اس  
کی تفتیش مکمل کریں اور شک کا فائدہ اُٹھانی لوگوں کو دے دیں تاکہ یہ معاملہ ختم ہو جائے عبارت لکھی تھی۔

”چیف پبلک پراسیکیوٹر ایگنڈر میکاٹلوچ ریکنکوف کے نام۔  
یہ کامریڈ گویا برزنیف کے خاص لیٹر پیڈ کا تھا اور اس پر خود برزنیف نے اپنے قلم سے  
”چیف پبلک پراسیکیوٹر ایگنڈر میکاٹلوچ ریکنکوف کے نام۔“

تمہاری صلاحیتوں پر برزنیف کو پورا پورا بھروسہ ہے۔  
 بگویا اس مصیبت سے بچنے کا راستہ کوئی نہیں؟ میں نے آہ بھر کر کہا۔ یہ ممکن نہیں  
 کہ میں ایک دم بیمار پڑ جاؤں اور ہسپتال میں داخلہ لے لوں۔  
 ریکٹکوف نے نفی میں گردن ہلائی اور کہا: یہ سب خیالات فاسد ہیں۔ بچاؤ کی کوئی صورت  
 نہیں ہے، شرايوف! یہ فریضہ تمہیں ادا کرنا ہی پڑے گا۔  
 ”اور اگر میں نوکری سے استعفیٰ دے دوں تب؟“

”نہایت احمقانہ خیال ہے۔“ ریکٹکوف کا لہجہ خوفناک حد تک سنجیدہ ہو گیا۔ ”سنو، اگر تم  
 بیماری کا بہانہ کر دے تو تمہیں کوئی ڈاکٹر بیماری کا سرٹیفکیٹ نہیں دے گا۔ کوئی ہسپتال تمہیں  
 داخل نہیں کرے گا۔۔۔ بلکہ ضرورت پڑنے پر تمہیں قبر کے اندر سے بھی باہر نکال لیا جائے  
 گا۔ اسی طرح تم استعفیٰ بھی نہیں دے سکو گے۔۔۔ اول تو میں تمہارا استعفیٰ منظور نہ کروں گا  
 کہ مجھے ابھی نہیں مرنا، بلکہ زندہ رہنا ہے۔ دوم یہ کہ بالفرض استعفیٰ منظور بھی کر لوں تو کیا  
 ہو گا؟ یہ شاید تم نے سوچا نہیں۔ تمہاری ذلک بگ پر جلی حروف میں لکھ دیا جائے گا کہ اس  
 شخص کو پورے ملک میں کہیں کسی شیعے میں ملازمت نہ دی جائے۔ نتیجہ یہ کہ تمہیں کوئی چوکیدار  
 کی نوکری بھی نہ دے گا اور تم پر زندگی کے دن ایسے تلخ کر دیے جائیں گے کہ سوائے خود کشی  
 کے تمہارے پاس کوئی چارہ نہ رہے گا۔“

میں نے زرد رنگ کی فائل اپنے قریب گھسیٹ لی، اس کے کور پر یہ عبارت جلی حروف  
 میں چھپی ہوئی تھی۔

”کے جی بی۔۔۔ ٹاپ سیکرٹ۔۔۔ کیس نمبر ۱۰۶/۱۰۶۵“

فائل حسب قاعدہ فینٹ سے باندھی بھی نہیں گئی تھی، البتہ اسے محفوظ بنانے کے لیے  
 ایک بڑا سا کلپ لگا لیا تھا۔ اس قسم کی فائلیں سویت یونین میں بنائی نہیں جاتی تھیں، اس  
 لیے یہ بات یقینی تھی کہ وہ کسی دوسرے ملک سے خریدی گئی ہیں۔ بہر حال میں نے فائل  
 کھولی، اس میں کئی کاغذ رکھے تھے۔ سب سے اوپر والا کاغذ میں نے اٹھایا اور پڑھنا شروع  
 کر دیا۔۔۔ ”ٹاپ سیکرٹ“

”انوسٹی گٹر کا مرید شرايوف کو ہدایات جاری کر دے کہ وہ زیوی گن کی موت کے اس  
 معلوم کرے۔ اس کام کے لیے کا مرید شرايوف کو مکمل اختیارات دے دیے جائیں گے۔  
 کہ اس معاملے کی تہہ تک پہنچے گا مرید شرايوف کی یہ رپورٹ مجھے ۳ فروری تک  
 جانی چاہیے۔۔۔ لیونڈ برزنیف۔“

میں کے دل کی دھڑکن بے قابو ہو رہی تھی۔ اس تک میں تارہ بن کر اس تحریر پر جی  
 سطریں بالکل سیدھی تھیں۔ تاہم کہیں کہیں الفاظ کی بناوٹ بگڑی ہوئی تھی۔ اس سے یہ اندازہ  
 دشوار نہ تھا کہ برزنیف کے ہاتھ میں خفیہ سی لٹریچر ہے۔ تحریر کا یہ انداز حکمانہ تھا۔  
 یہ اس میں اطمینان کی بات یہ تھی کہ مجھے مکمل اختیارات دیئے گئے تھے اور اس  
 ساتھ جو چیزیں جو اس کو رہی تھی، وہ ۳ فروری ۱۹۸۲ء کی تاریخ تھی۔ اس حساب سے  
 جنرل سائنس زیوی گن کی موت کے اسباب کا کھوج لگانے اور رپورٹ مرتب کر کے برزنیف  
 کے پاس بھیجنے کے لیے صرف بارہ دن دیے گئے تھے۔ ظاہر ہے اتنے اہم اور نازک  
 کی تحقیقات کے لیے یہ مدت قطعی ناکافی تھی۔ لیکن اس مسئلے پر کسی بحث کی گنجائش  
 نہ تھی۔ ”کا مرید شرايوف! ساؤنڈ پروٹ کرے کے اندر ریکٹکوف کی آواز گونجی۔  
 دونوں کس قدر خوش نصیب ہیں کہ برزنیف نے اپنے فہم سے ہمارا نام لکھا ہے۔  
 میں کے مقابلے میں تم زیادہ ارجمند و سر بلند ہو کہ اس نے تمہیں جو مکمل اختیارات دیا  
 وہ میرے پاس بھی نہیں۔ پھر تم نے یہ بھی دیکھا کہ برزنیف نے میرا نام کس قدر لگا  
 اور رسمی انداز میں لکھا ہے۔ یعنی پورا نام۔۔۔ جبکہ تمہیں اس نے بے تکلفی سے محض  
 شرايوف کہا ہے۔“

”کیا یہ وقت اس قسم کے مذاق کے لیے مناسب ہے؟“ میں نے سنجیدگی

”میری جان پر مبنی ہے اور آپ کو تسخیر سوچ رہا ہے۔“

”بھئی، میں بالکل سنجیدہ ہوں۔“ ریکٹکوف نے مسکرا کر کہا۔ ”تم خواہ مخواہ پریشان  
 ہو۔ یہی خط اگر ہر من کو ملتا تو وہ خوشی سے دیوانہ ہو جانا۔۔۔ اپنی قسمت پر رشک  
 برزنیف جیسی شخصیت نے اسے ایسے اہم کام کے لیے منتخب کیا۔ اس کے معنی یہ

آنے والے گمے زخم کے باعث واقع ہوئی۔ یہ زخم نوایم ایم ریوالور کی گولی سے آیا اور تفتیش سے معلوم ہوا کہ یہ ہتھیار سنزل زیوی گن کا تھا۔ چلے ہوئے کا تو س کاخول بھی لاش کے پاس ہی سے دستیاب ہوا۔۔۔

”کمیشن کے فاضل ارکان کا متفقہ بیان ہے کہ زیوی گن کو قتل نہیں کیا گیا، بلکہ اس نے اپنے ریوالور سے خود کو گولی مار کر ہلاک کیا، یعنی اس نے خودکشی کی ہے اور ہتزر ہوگا کہ اس کی اطلاع سوویت عوام کو نہ دی جائے۔ اس ضمن میں کسی نئی تحقیق کی ضرورت بھی نہیں۔۔۔

”مندرجہ بالا واقعات کے باوجود آج یعنی ۲۲ جنوری صبح پاتنج کج کرچالیں منٹ پر سی پی ایس یو کے سیکرٹری جنرل کا مرید لیونڈ برزنیف کی جانب سے ذاتی نوعیت کی تحریر سی ہدایات چیف پبلک پراسیکیوٹر کے نام بھیجی گئی ہیں، ان ہدایات میں درج ہے کہ زیوی گن کی موت کے واقعات اور اسباب کی نئے سرے سے تفتیش کی جائے، چنانچہ ان ہدایات کی تعمیل میں چیف پبلک پراسیکیوٹر نے زیوی گن کی موت کے اسباب کی چھان بین کے لیے درج ذیل بنیادوں پر ایک سپیشل انوسٹی گیٹر کا تقرر کر دیا ہے چیف پراسیکیوٹر کو سوویت کمیونل کوڈ کی دفعات ۱۰۸ اور ۱۱۲ کے تحت اس ضمن میں پہلے ہی اختیارات حاصل ہیں کہ اگر وہ چاہے تو ممکن ہے کہ کسی بھی شہری کی طبعی یا غیر طبعی موت کی تحقیقات کا حکم جاری کر سکتا ہے تحقیقات کے لیے یہ وجود مناسب اور وسیع سمجھی گئی ہیں۔

۱۔ یہ کہ جنرل زیوی گن کو خودکشی پر مجبور کیا گیا۔  
ب۔ یہ کہ جی بی کے موجودہ چیئرمین یوری آندوپوف کے حکم سے سنٹرل انوسٹی گیشن اپارٹمنٹ نے زیوی گن کی موت کے بارے میں جو تحقیق یا تفتیش کی ہے، وہ قطعی ناکافی اور غیر تسلی بخش محسوس ہوتی ہے۔

ج۔ یہ کہ زیوی گن کی موت کے اصلی اسباب جاننے کی کوشش نہیں کی گئی اور معاملہ رسمی کارروائی کے ذریعے ختم کر دیا گیا۔

د۔ یہ کہ پبلک پراسیکیوٹر آفس، اپنی قانونی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے، زیوی گن کی موت کا کیس اپنے دائرہ اختیار میں لینے کا حق رکھتا ہے۔

ایک واردات کی تحقیقات کا آرڈر جسے سوویت یونین کے چیف پبلک پراسیکیوٹر اے ریکٹوف کی انتھارٹی کے تحت جاری کیا گیا۔

ماسکو۔۔۔ ۲۲ جنوری ۱۹۸۲ء

”خصوصی اطلاعات کے مطابق اس امر کا شبہ کیا جاتا ہے کہ جی بی کے فرسٹ ڈیویژن جنرل ایس کے زیوی گن کی موت نہایت پراسرار حالات میں واقع ہوئی ہے چنانچہ سپیشل انوسٹی گیٹر شمرا یوف کو جنرل موصوف کی موت کی تحقیقات پر مامور کیا جاتا ہے۔ اگر اس میں جو رپورٹ تیار کی گئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

”جنرل زیوی گن کی رہائش ۶، اے کا شالوف سٹریٹ اپارٹمنٹ نمبر ۹ میں ہے۔ یہاں پر جی بی کی آپریشن برانچ کی ملکیت ہے۔ ۱۹ جنوری ۱۹۸۲ء کے دن، دو بج کر ۳۷ منٹ پر جنرل زیوی گن کی لاش اس کے پرسنل ہاؤس گارڈ میجر اے پی گیورینکو نے دریافت کی۔ وقت جنرل زیوی گن کو مرے ہوئے خاصی دیر گزر چکی تھی۔ لاش کے ابتدائی معائنے سے پتہ چلا کہ یہ موت غیر طبعی حالات میں واقع ہوئی ہے۔۔۔

”چونکہ پارٹی کے اندر، جی بی کے ادارے میں اور پورٹ میورڈ کے ارکان کی نگاہ پر جنرل زیوی گن کی ایک خاص حیثیت تھی۔ اس لیے فیصلہ کیا گیا کہ عوام کو اس حادثاتی موت کی خبر نہ دی جائے، اور عوام کو ان حالات و واقعات سے آگاہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ کے زیر اثر جنرل کی موت واقع ہوئی۔ اخبارات کو احکام جاری کیے گئے کہ وہ صرف اس مضمون کی خبریں دیں کہ طویل بیماری کے بعد جنرل زیوی گن وفات پا گئے۔ تاہم کے جی بی اپنے طور پر زیوی گن کا پوسٹ مارٹم کرنے کی اور اس کی رپورٹ مرتب کی جلے گی، جو اسی فائل پر موجود ہے۔۔۔

”زیوی گن کی موت کے بارے میں کے جی بی نے اپنے ذرائع سے ایک انکوائری کمیٹی فوری طور پر قائم کیا۔ اس خصوصی انکوائری کمیٹی کا سربراہی وی کربانوف کو بنایا گیا۔ یہاں پر نے زیوی گن کے اپارٹمنٹ کا معائنہ کیا اور لاش بھی دیکھی۔ کمیٹی کے دوسرے ارکان نے موقع پر جا کر تفتیش کی اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ زیوی گن کی موت پیشانی کے دائیں جانب

سپیشل انوسٹری گریڈ، آئی شمر ایف

”اب مہربانی کر کے زیادہ وقت صانع نہ کرو، کامیڈ!“ ریکٹکوف نے کہا ”اس کاغذ بہر  
الہیتان سے دستخط کرو اور فائل میں لگا دو۔“  
”وہ تو میں کیسے دیتا ہوں، لیکن یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس کاغذ پر آپ کی خصوصی مہر اور  
دستخط کیوں نہیں؟“

اور اس سے پہلے کہ ریکٹکوف جواب دے، ایک بار پھر اس کے کمرے کا دروازہ  
کھلا اور ہرمن کا راکور اندر آ گیا۔

رات کے دس بجے جب میں بیلک پر ایسیکوٹری کی عمارت سے باہر نکلا، سڑکوں پر حسب  
معمول روشنیاں پھیلی ہوئی تھیں اور ٹریفک کا وہی شور تھا۔ دکانیں، شاپنگ پلازہ اور  
مارکیٹیں بند پڑی تھیں۔ تاہم شرب خانوں میں لوگوں کا ویسا ہی ہجوم تھا جیسا ہوا کرتا ہے ہفتہ  
نے بہت کہا کہ وہ مجھے اپنی چیپ میں میسکے فلیٹ تک چھوڑ آئے گا، مگر میں ذرا پیدل  
چلنا چاہتا تھا۔ سب سے بڑی سبب تھی کہ دوپیکٹ جو میں نے نینا کیلئے خریدے تھے بدستور میرے  
ہاتھ میں تھے۔

دفتر سے میرا فلیٹ مشکل سے نصف میل دور ہو گا اور یہ سارا علاقہ ہمیشہ آباد اور روشن  
رہتا ہے خواہ آپ رات کے کسی بھی حصے میں گھر سے نکل آئیں، لوگ سڑکوں پر چلتے پھرتے  
نظر آئیں گے۔ مجھے یہ فلیٹ سوویت حکومت نے عطا کیا تھا۔ اس میں تین کمرے، دو باتھ  
رہم، ایک کچن اور ایک سٹور تھا۔ مجھ ایسے شخص کے لیے جس کی بیوی مرچکی تھی اور ایک  
چھوڑ گئی تھی۔ یہ چھوڑا سا فلیٹ ہر طرح مناسب تھا۔ لڑکا بورڈنگ ہاؤس میں رہتا اور کچھ  
کھوار مجھ سے ملنے آ جاتا۔ یا مجھے فرصت ملتی تو میں اُسے وہیں جا کر دیکھ لیا کرتا۔ پیدائش کے  
ٹھیک دو سال بعد ریاست کے قانون نے میرا بیٹا مجھ سے یہ کمرے لے لیا تھا کہ اب اس کا  
پرورش اور تعلیم و تربیت کی ذمہ داری ریاست پر ہوگی اور بچے کے والدین کو کوئی مسئلہ نہ ہوئے  
کی ضرورت نہیں۔ کچھ عرصے بعد میری بیوی بیمار ہوئی اور چل بسی۔ میں سسر پشیہ وارانہ فرما  
اس قسم کے تھے کہ دوسری شادی کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ آہستہ آہستہ وقت گزرتا گیا۔

حقیقت میں مجھے دوسری شادی کی ضرورت ہی نہ تھی جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں۔ سوویت یونین  
میں اگر مرد، عورت یا بچی رضا مندی سے ایک ہی مکان میں رہنا چاہیں تو قانون کو اس پر کوئی  
اعتراض نہیں ہوتا اور زوجیت میں منسلک ہونے پر کوئی مجبور نہیں کرتا۔ اس دوران  
اگر اولاد پیدا ہو جائے تو وہ قانون کے مطابق جائز سمجھی جاتی ہے۔ اولاد جائز ہو یا ناجائز  
دونوں صورتوں میں، بعض غیر معمولی استثنائی معاملات کے سوا، ریاست ہی کی ملکیت  
متصور ہوتی ہے۔

نینا کو میں نے پہلے پہل ایک سرکس میں جھولے پر ہوشیار کیا کالمات دکھاتے پایا۔  
دو تین ملاقاتیں ہوئیں اور ایک دن وہ میسکے فلیٹ پر آ گئی۔ میں نے کوئی اعتراض نہ  
کیا۔ جب اس کا جی چاہتا، سرکس میں کام کرنے چلی جاتی۔ اس نے اخراجات کا بوجھ مجھ  
پر کبھی نہ ڈالا اور نہ وہ میرے معاملات میں مداخلت کرتی۔

میرا فلیٹ پانچویں منزل پر تھا۔ یہاں حکومت نے اپنے دوسرے اور تیسرے  
درجے کے ملازمین کی سہولت کے لیے ایک ہزار فلیٹ تعمیر کئے تھے اور ہر ملازم کو  
کمرے کے بغیر ہی اُن میں رہنے کی اجازت دی گئی تھی۔ بجلی، گیس اور پانی وغیرہ کے  
اخراجات بہر حال ادا کرنے پڑتے تھے اور ان سہولتوں کے استعمال کی بھی ایک حد مقرر تھی۔  
اپنے فلیٹ کے ذریعے پانچویں منزل پر اپنے فلیٹوں کے دروازے تک پہنچا تو  
میں نے دیکھا کہ بند دروازے کی پچھلی درز سے روشنی کی کرنیں باہر آرہی تھیں۔ گھڑی میں  
دقت دیکھا، ساڑھے دس بجے تھے۔ قاعدے کے مطابق ٹھیک دس بجے غیر ضروری  
بتیاں بجھا دی جاتی تھیں اور کارڈ ور میں کم طاقت کے بلب ہی روشن رکھے جاسکتے  
تھے میں نے خیال کیا شاید نینا جتنی بچانا بھول کر سو چکی ہے۔ میں نے کال بیل پر انگلی  
رکھی اور فلیٹ کے اندر گھنٹی بجنے کی مدہم سی آواز میرے کان میں آئی۔ میں منتظر تھا کہ  
ابھی نینا خارا آؤد اور تھکی ہوئی آواز کے ساتھ دروازے پر نمودار ہوگی، مگر ایسا نہ ہوا۔  
میں دوبارہ گھنٹی بجائی، اس مرتبہ بھی ایک منٹ انتظار کے باوجود جواب نہ ملا۔ ایک  
لمحے کے لیے مجھے غصہ آیا کہ نینا اتنی گہری نیند سو رہی ہے، حالانکہ وہ پہلی گھنٹی کی آواز

ہی پر بیدار ہو جایا کرتی تھی۔ سوچا شاید وہ آج کچھ زیادہ ہی پی گئی ہوگی میرے نے اور کوٹ کی اندرونی جیب سے وہ کچی نکالی جو ایسے ہی موقع کے لیے رکھی تھی۔

دروازہ کھول کر میں اندر گیا۔ سامنے ہی ایک چھوٹا سا مشترکہ ڈرائنگ روم تھا۔ اس کی دونوں ٹیوبیں روشن تھیں۔ شمالی دیوار کے ساتھ رکھا ہوا پورٹیل رنگین ٹی وی آن تھا۔ اس پر کوئی دستاویزی فلم دکھائی جا رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نینا سو نہیں رہی تھی بلکہ ٹی وی دیکھ رہی تھی اور شاید وہ ہاتھ روم میں ہوگی۔ اس تصور سے مجھے کسی قدر اطمینان ہوا اور میں وہیں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ دستاویزی فلم دلچسپ تھی اس میں دکھایا گیا تھا کہ سودیت یونین میں کھیلوں کا سامان بنانے کے لیے جو نئی نئی فیکٹریاں کھولی گئی ہیں وہ کس طرح کام کرتی ہیں۔ میں اس فلم میں اتنا محو ہوا کہ دس پندرہ منٹ گزر گئے۔ نینا ابھی تک نہیں آئی تھی۔ احساس ہوا شاید وہ بیڈ روم میں سو رہی ہو اور ٹی وی آن کرنا بھول گئی ہو چنانچہ میں نے ٹی وی بند کیا۔ دونوں ٹیوبیں آن کیں اور بیڈ روم میں داخل ہوا۔ بیڈ روم کی ایک ٹیوب روشن تھی لیکن نینا وہاں بھی نظر نہ آئی۔ پلنگ پر چادریں اور ایک بڑک کبل بے ترتیبی سے پڑے تھے۔ میں نے آہستگی سے آواز دی۔

”نینا... نینا... کہاں ہو تم؟ کیا تم ہاتھ روم میں ہو؟“

فلپٹ میں سنا ہی سنا تھا۔ میں نے پریشان ہو کر ہاتھ روم کا بند دروازہ کھٹکھا۔ اس لیے کہ اس کے اندر سے بھی روشنی آرہی تھی۔ نینا یقیناً ہاتھ روم کے اندر تھی میں نے دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا۔ وہ اندر سے بند نہ تھا۔ نینا ٹب میں نہا رہی تھی۔ یا یوں کہنے کو نہا چکی تھی۔ ٹب پانی سے باللب بھرا ہوا تھا۔ گراؤس میں صابن کا جھاگ بالکل نہ تھا میں نے قریب جا کر نینا کا جائزہ لیا۔ وہ میری کسی آواز یا لپکار کا جواب دینے کی پوزیشن میں نہ تھی۔ شدت کرب سے اس کی خوبصورت آنکھیں اپنے حلقوں سے باہر نکلی ہوئی تھیں اور نصف زبان بھی منہ سے باہر جھانک رہی تھی۔ اس کی گردن پر کسی قسم کا نشان نہ تھا، تاہم پہلی نظر ہی میں معلوم ہو گیا کہ وہ مر چکی ہے۔ اور اس کی موت اُسی ٹب میں ڈوب کر دم گھٹنے سے واقع ہوئی ہے۔ لیکن... یہ بات ناقابل یقین تھی کہ نینا اس مختصر سے ٹب میں نہاتے ہوئے

ڈوب کر مری ہے۔ میری کسی نے اُسے پکڑ کر پانی سے بھرے ٹب میں ڈالا اور پھر اس وقت تک نہہ میں دباٹے رکھا جب تک اس کا دم نہ نکل گیا۔... دہشت کی نئی لہر میری ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی۔... میں نے نینا کو اُسی طرح ٹب میں پڑا رہنے دیا، ہاتھ روم کی بتی بجائی، دروازہ بند کیا اور واپس بیڈ روم میں آکر کڑی فون کا ریسپونڈر اٹھایا اور ریکنگوف کے گھر کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

ریکنگوف کے گھر کا فون ڈائل کرتے ہوئے میری انگلیاں تھڑا رہی تھیں۔ اس لیے نہیں کہ میکے فلیٹ میں ایک ایسی عورت کا قتل ہو چکا تھا جو میری قانونی بیوی نہیں تھی اور محض اپنی رضا مندی سے میرے ساتھ رہتی تھی، بلکہ اس لیے کہ حریفوں نے پہلا وار کر دیا تھا۔ میں خوب جانتا تھا کہ نینا کو موت کے گھاٹ اتارنے والا کون ہو سکتا ہے اور مجھے یہ بھی علم تھا کہ اس کی نینت سے براہ راست کوئی دشمنی نہ تھی، بلکہ وہ تو یہ بھی نہیں جانتا ہوگا کہ نینا کون ہے، لیکن اس نے بہر حال اپنے پالنے والوں اور زرخیز آدمیوں کے ذریعے نینا کو نہایت سنگدلی اور سفاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہلاک کر دیا تھا۔ وہ دراصل مجھے بتانا چاہتا تھا کہ میں جس ہم پر نکلا ہوں اُسے سر کرنا اتنا آسان نہیں ہوگا، اور جس طرح وہ نینا کو میرے فلیٹ میں گھس کر آسانی سے مار سکتے ہیں۔ اسی طرح مجھے کسی لمحے موت کے تاریک غامض دھکیلنے پر قادر ہیں۔ یوں وہ مجھے ڈرا رہے تھے۔ ان کا مطلب صرف اتنا تھا کہ میں خوف زدہ ہو جاؤں، اور مجھے یہ اقرار کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ میں واقعی خوف زدہ ہو چکا تھا۔ مجھے اتنی جلد اس حادثے کی توقع نہ تھی۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ اگر جنرل پرورد کوٹ یا اس کے آدمی وار کریں گے تو ان کا نشانہ میری ذات ہوگی۔... اگر مجھے ذرا بھی احساس ہو جاتا کہ وہ بے چاری نینا کو اس خطا پر ہلاک کر ڈالیں گے کہ وہ میکے ساتھ رہتی ہے۔ تو میں زرخیز کی کلب سے نکل کر اپنے آفس ہگز نہ جاتا اور فلیٹ پر پہنچ کر نینا کو بچا لیتا۔ لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔... نینا واپس نہیں آ سکتی تھی اور اب ان قاتلوں کا ہاتھ کسی بھی وقت میری گردن تک دراز ہو سکتا تھا۔ بلاشبہ میکے پاس اپنی حفاظت اور بچاؤ کا سامان موجود تھا اور میکے وسیع اور بے پناہ اختیارات یہ اطمینان دلانے کے

یہ کیا بات تھی؟ اس نے میری پریشانی پر ذرہ بھر حسرت کا اظہار کیا نہ ایسے رُو عمل کا پتہ دیا جس سے مجھے کچھ تسکین ہوتی اور خوف کی اُس دلدل سے نکلنے میں آسانی رہتی جو نینا کے ہونا ک قتل کے بعد مجھے نکلنے کے لیے تیار تھی۔ جی میں آیا کہ دوبارہ ریکٹوف کو فون کروں؟ لیکن دفعۃً اُس کے اس درُشت رویے کا سبب میری کھوپڑی میں آگیا۔

وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میرا فون ٹیپ کیا جا رہا ہوگا اور ہمارے مابین ہونے والی ساری گفتگو کے جی بی کے ہیڈ کوارٹر میں بعض لوگ سُن رہے ہوں گے۔ یہ بات تو مجھے بھی معلوم تھی، مگر میں شدت جذبات یا صدمے کی وجہ سے اسے قطعاً فراموش کر گیا تھا۔

میں نے ریسپور اپنے فون کے کریڈٹل پر رکھ دیا۔ میں جان گیا تھا کہ ریکٹوف کی خفیہ مشینری پوری تیز رفتاری اور قوت سے حرکت میں آسکی ہوگی اُس نے مجھے اچھے بچے کی طرح لباس تبدیل کر کے آرام سے بستر پر لیٹنے اور سو جانے کی ہدایت کی تھی۔ اس کے معنی یہ تھے کہ اس نے اپنے خاص آدمیوں کو میسر فلیٹ کی حفاظت کے لیے اب تک روانہ کر دیا ہوگا اور اب مجھے واقعی وہی کرنا چاہیے تھا جو ریکٹوف کا حکم تھا۔

ایک بار پھر میں نے اپنے فلیٹ کا جائزہ لیا۔۔۔ ہاتھ روم کے ٹب میں نینا کی لاش اُسی طرح پڑی تھی۔ میں نے یکے بعد دیگرے تمام کمروں کی بتیاں گل کر دیں اور اپنے بیڈروم میں واپس آگیا۔ ریکٹوف کے حکم کی تعمیل میں میں نے کپڑے تبدیل کیے اور اپنے بستر میں گھس گیا۔

ٹھیک پانچ منٹ بعد میں گہری نیند کے مزے لوٹ رہا تھا۔

ابھی سورج، گہری کمرے سے نہیں نکلا تھا کہ دروازے کی گھنٹی بھیانک آواز میں چلانے لگی۔ میں نے بستر کے سرانے رکھی ہوئی چھوٹی ٹی سی مینر سے انٹر کام فون اٹھا کر پہلا بٹن دبایا۔ دروازے پر ایک چھوٹا سا اسپیکر لگا ہوا تھا۔ میں نے اپنے انٹر کام پر پوچھا کون ہے؟ جواب میں ریکٹوف کی آواز آئی، ”کیا ابھی تک خوابِ سرگوش کے مزے لے رہے ہو؟“ میں نے الیکٹرک کیبل ایک طرف اچھالا اور بدحواس ہو کر دروازے پر گیا۔ ریکٹوف

میں نے کافی سختی سے مجھ پر سات خون معاف ہیں، مگر جو کام میں نے سپر ڈنک کے سبب سے طاقت ور شخص نے کیا تھا، اُسے بہر حال ایک مقررہ تاریخ تک پابند تکمیل کو پہنچانا میرا ذمے داری تھی۔ یہ تھوڑا سادقت اگر میں حرفیوں سے ہاتھ پائی یا خون خرابے میں گزار دیتا تو میرا انجام آخر میں نینا سے کچھ مختلف نہیں ہو سکتا تھا۔ دشمنوں کی کوشش تو یہی تھی کہ اصل کام سے ہٹ جاؤں اور اپنی توجہ دوسری طرف مبذول کر دوں اور اسی میں اُن کی کامیابی تھی۔ اُس لمحے بھی جبکہ میں ریکٹوف کے مکان کا فون ڈائل کر رہا تھا، یقینی بات تھی کہ نینا کے قاتل میک آس پاس ہی کہیں چھپے ہوئے اور مجھے پوری طرح اپنی نگاہ میں رکھے ہوئے تھے۔ مجھے یہ معلوم تھا کہ میرا فون ٹیپ کیے جانے کے انتظامات بھی کر دیے گئے ہوں گے، تاہم میں اپنے افسرِ اعلیٰ کو اس صورتِ حال سے بے خبر تو نہیں رکھ سکتا تھا۔ مجھے فوراً ہی اُسے اطلاع دینی تھی۔

دوسری طرف سے کسی نے ریسپور اُٹھایا اور میں نے اپنے کان میں ریکٹوف کی آواز سنی۔۔۔ میں نے اُسے مختصر الفاظ میں اس واردات سے آگاہ کیا۔ ”کامریڈ شمرایون فون بند کر دو۔۔۔ یہ ایسی غیر معمولی بات نہیں تھی کہ تم نے اس وقت مجھے پریشان کیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔“ تم بے حد تھکے ہو اور غالباً تم نے لباس بھی تبدیل نہیں کیا۔۔۔ اچھے بچے بنو۔۔۔ لباس تبدیل کر دو۔۔۔ اور بستر پر لیٹ جاؤ۔“

”مگر۔۔۔“ میں نے کہنا شروع کیا ہی تھا کہ ریکٹوف نے میری بات کاٹ دی۔ ”کیا تم میکرا حکام کی تعمیل سے انکار کرتے ہو؟ کامریڈ شمرایون؟“ ریکٹوف کا ہلے حد سرد تھا۔ ”میں نے جو کچھ کہا ہے، اُسے دُہرانے کا عادی نہیں، اور یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو۔۔۔ شب بخیر۔۔۔“

اُس نے زور سے ٹیلی فون کریڈٹل پر ریسپور بیچ دیا چند لمحوں تک میں ہکا بکا پنے فون کا ریسپور ہاتھ میں تھا کہ کھڑا رہا مجھے اپنے کانوں پر دھوکا ہو رہا تھا کیا یہ آواز اور لب و لہجہ ریکٹوف ہی کا تھا؟ مجھے یاد نہیں کہ اس نے اپنے ماتحتوں سے کبھی اس لب و لہجے میں گفتگو کی ہو۔ وہ نہایت دھیمے مزاج اور شائستہ طبیعت کا مالک تھا۔۔۔

اجازت نہیں دیتا۔

میں حیرت اور خوف کے طے جُملے تاثرات کے ساتھ ریکنگوف کی صورت تکنے لگا۔  
 "لیکن اتنا تو بتا دیجئے کہ نینا کی لاش آپ کے آدمی کس وقت یہاں سے لے گئے؟  
 میں نے پوچھا۔

"اُس وقت جب تم میسر کرنے کے مطابق کسی اچھے بچے کی طرح گہری نیند سو رہے تھے۔ ریکنگوف کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"اور میری آنکھیں کھلی؟" میں نے کہا "یہ ناممکن ہے۔"

"فضول بحث میں وقت ضائع کرو، کامریڈ؟ ریکنگوف نے کہا "میرے آدمی چاہتے تو تمہیں قتل بھی کر سکتے تھے۔ لیکن وہ تمہیں قتل کرنے نہیں آئے تھے۔ بلکہ بچانے کے لیے آئے تھے.... ویسے بھی تم اطمینان رکھو، کوئی شخص تمہیں قتل نہیں کرے گا.... تمہیں قتل کرنے کی حماقت بھلا کون کر سکتا ہے؟"

"وہی لوگ جنہوں نے نینا کو قتل کیا ہے، یہ حماقت کر سکتے ہیں۔"

"معلوم ہوتا ہے تم اپنے ذہنی توازن سے محروم ہو چکے ہو کامریڈ شمرا یوف؟"

ریکنگوف نے ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے کہا "جن لوگوں نے نینا کو قتل کیا وہ تمہیں صرف دھمکانا چاہتے ہیں تاکہ جو فرائض تمہارے سپرد کیے گئے ہیں۔ اُن کی تعمیل یا تکمیل میں تاخیر ہو جائے۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ تمہیں کس نے یہ فرائض سونپے ہیں۔ اگر تمہیں راستے سے ہٹا دیا جاتا ہے تو ہٹانے والے خود بھی نہیں بچ سکیں گے۔ وہ تمہیں مارنے کے بجائے زندہ رکھنے کی کوشش کریں گے، یا یوں کہو کم از کم اس تاریخ تک تمہارا بال بھنی بیکانہ ہوگا جو تاریخ تمہیں بے پناہ اختیارات کے ساتھ اس سرزمین کے سب سے طاقتور آدمی نے دی ہے۔ یعنی ۳ فروری ۱۹۸۲ء۔"

"گویا اس تاریخ کے بعد سے یقین کر لینا چاہیے کہ میری زندگی دوسروں کے رحم و کرم پر ہوگی؟"

ریکنگوف مسکرایا: "ہم سب ایک دوسرے کے رحم و کرم ہی پر جی رہے ہیں۔

حسبِ عادت مسکرا رہا تھا۔ اُس نے دروازے کے اندر داخل ہو کر میرا جائزہ لیا اور اُس سے بولا: "افسوس ہے، کامریڈ شمرا یوف! تمہیں اس محکمے میں کام کرتے اتنے برس ہوئے اور ابھی تک عقل نہیں آئی۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ تم اس قدر راجح بھی ہو سکتے ہو.... کیا یہ بھجول گئے کہ ٹیلی فون پر ہماری گفتگو ریکارڈ کی جا رہی ہوگی؟"

میں نے مذمت سے گردن جھکا کر کہا: "نینا کے قتل نے مجھے اتنا بدحواس کر دیا تھا کہ...."

"خیر خیر! بس کرو۔" اُس نے ہاتھ اٹھا کر مجھے روک دیا۔ پھر حسیب سے ایک چھوٹا الیکٹرکس آلہ نکال کر دیواروں کا معائنہ کرنے لگا۔ اُس نے مجھے ہونٹوں پر اُننگی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ فلیٹ میں چھپائے گئے اُن نازک اور حساس آلات کی تلاش میں ہے جو ممکن ہے، اسی مقصد کے لیے، اُس کے جی بی کے آدمی نینا کو ہلاک کرنے کے بعد کہیں لگا گئے ہوں۔ تمام کمرے اچھی طرح دیکھ بھال لینے کے بعد ریکنگوف نے مطمئن ہو کر وہ آکر حسیب میں رکھ لیا۔

"مجھے افسوس ہے شمرا یوف...." اُس نے کہا "نینا بہت خوبصورت لڑکی تھی... اُسے ابھی مرنا نہیں چاہیے تھا۔"

"آئیے، میں آپ کو اس کی لاش دکھا دوں۔۔۔" میرا لہجہ افسردہ ہو گیا۔ "اُسے نہایت بے دردی سے مارا گیا ہے۔"

میں ریکنگوف کو ہاتھ روم کی طرف لے گیا۔ دروازہ کھولا تو میسر کے حواس جاتے رہے ہاتھ روم پہلے کی طرح صاف شفاف تھا۔ لیکن نینا کی لاش وہاں نہیں تھی، میں ہونٹوں کی طرح ہاتھ روم میں ادھر ادھر نینا کی لاش یوں ڈھونڈنے لگا جیسے وہ کوئی سُوتی ٹہنی۔ ریکنگوف نے آہستہ سے کہا "میرے آدمی لاش لے جا چکے ہیں، اب تم اُسے اپنے ذہن سے کھر مچ دو.... بھجول جاؤ کہ نینا نام کی کوئی لڑکی کبھی تمہاری زندگی میں داخل ہوتی تھی۔ بولا سمجھو جیسے تم نے اُسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ تم اُسے بالکل نہیں جانتے تھے۔۔۔ بس اسی میں تمہارا بچاؤ ہے۔ ویسے بھی تم جس کام میں اُلجھے ہوئے ہیں، وہ ہمیں کسی لمبی چوڑی تفتیش کی

کامریڈ.... زندگی کی ضمانت بھلا کون دے سکتا ہے!"

میرا خون گرم ہونے لگا اور اس سے پہلے کہ میں واقعی عقل و خرد سے مرگاہے ہوا۔ ہر من کا راکوز کی صورت نظر آئی۔ اُس کا چہرہ خلاف معمول بے حد سنجیدہ تھا اور آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ ریکیکوف نے گردن کے اشارے سے اسے خوش آمدید کہا۔ پھر وہ دونوں آپس میں کھسکے کھسکے کرتے رہے۔ اس کے بعد ریکیکوف نے مجھ سے کہا: "میرا خیال ہے تمہیں اپنے کام کی طرف پوری توجہ دینی چاہیئے۔ یہ ضروری ہے.... بقیہ باتیں تمہیں ہر من سمجھا دے گا۔"

ریکیکوف کے جانے کے بعد، ہر من مجھے فلیٹ سے باہر لے آیا۔ اُس نے پیش کش کی کہ وہ اپنے خرچ پر مجھے بہترین ناشتہ کرائے گا۔ ہم دونوں خاموشی سے لفٹ میں سوار ہوئے اور بلڈنگ سے باہر آ گئے۔ ہر من کی سرکاری جیب موجود تھی جیب کے قریب جا کر وہ رکا اور میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہمدردانہ لہجے میں کہنے لگا: "سنو! مجھے نینا کی موت سے رنج ہوا ہے۔ مگر تم اُسے وقتی طور پر بھول جاؤ۔... تمہارے سامنے ایک مشکل مرحلہ ہے۔..."

میں نے اثبات میں گردن ہلاتی: "ہاں، میں جانتا ہوں، اور یہ بھی مجھے علم ہے کہ میں خود کچھ نہیں ہوں.... مگر.... مجھے یہ بتاؤ کہ ماسکو میں کیا ہو رہا ہے۔ کے جی بی والے ہمارے ٹیلی فون ٹیپ کیوں کر رہے ہیں؟ انھیں ہمارے محکمے سے کیا خطرہ لاحق ہے؟ کیا یہ ضروری تھا کہ نینا کو اس سفاکی سے موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا؟"

"کے جی بی کے آندرپوٹ اور برزنیف میں پُرانی رقابت ہے۔... ہر من نے لہا آوازیں کہا۔ برزنیف کا خیال ہے کہ اس کے ہم زلف زویو گن کی خودکشی محض ڈرامہ ہے یہ خودکشی نہیں، قتل کی واردات ہے جسے نہایت فن کارانہ انداز سے خودکشی کی وردات میں بدل دیا گیا ہے۔... پرورد کوٹ اور آندرپوٹ وغیرہ نے ایسے حالات پیدا کئے کہ زویو پرقبویا جاسکے۔ زویو گن کو تم جانتے تھے.... ملک کے تمام بڑے بڑے جرائم پیشہ افراد اور تنظیموں سے اس کا گہرا تعلق تھا.... لیکن کسی کو اس پر ہاتھ ڈالنے کا حوصلہ اس لیے

نہیں ہوتا تھا کہ وہ برزنیف کا رشتے دار تھا.... اس کے باوجود کے جی بی نے اُسے پکڑنے اور رسوا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔... دو ہفتے قبل ماسکو میں آپریشن کا سکیڈ شروع کیا گیا۔ اس آپریشن کے بارے میں تم پہلے ہی سُن چکے ہو۔ اس آپریشن کی تفصیلات اس ہوشیاری سے سُن لے گی کہ نظر ہر اس میں کوئی غیر معمولی پہلو نظر نہیں آتا تھا۔ اسمگلروں اور بلیک مارکیٹنگ کرنے والوں کے خلاف اس نوع کے آپریشن اکثر دہشتہ ہوتے ہی رہتے ہیں۔ مگر اندرونی طور پر یہ آپریشن صرف اس لیے کیا جا رہا تھا کہ زویو گن کو پھانسا جائے اور اس کے کڑوتواٹ اگر سامنے آجائیں تو اس سے بلو راست برزنیف پر زبرد پرستگی تھی۔ پس یہی کے جی بی کے چیئر مین کا اصل مقصد تھا.... دوسری غیر معمولی بات اس ضمن میں یہ ہوئی کہ جرائم پیشہ یا بلیک دشمن افراد کے خلاف جب بھی اس قسم کے آپریشن کئے گئے، اُن سے برزنیف اور زویو گن کو آگاہ کیا جاتا تھا۔ اس مرتبہ آپریشن کا سکیڈ اچانک شروع کیا گیا اور اس کی اطلاع برزنیف کو دی گئی نہ زویو گن کو ہوا لگنے پانی۔ نتیجہ یہ کہ بہت سے ایسے افراد پکڑے گئے جن کا پکڑا جانا زویو گن کے لیے کسی طور مفید نہ تھا۔ اس آپریشن کی اگر پہلے سے اطلاع زویو گن کو ہو جاتی تو وہ ان بدعاشوں کو فوراً آگاہ کر دیتا اور وہ زبیر زمین چلے جاتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے بھاری رشوتیں، زویو گن گذشتہ کئی برسوں سے وصول کرتا رہا۔ زویو گن کی یہ حرکتیں بہر حال برزنیف سے بھی پوشیدہ نہیں تھیں اور ہماری اطلاعات کے مطابق اُس نے کئی بار زویو گن کو سمجھایا تھا کہ وہ اپنے طور طریق بدلے، مگر زویو گن عمر کے اُس حصے میں تھا جہاں عورت، شراب اور جوا اُس کی عیاشی کا سامان ہی نہیں، ضرورت بن چکے تھے۔ اس کے باوجود برزنیف کو یقین نہیں آسکتا تھا کہ زویو گن اپنے ہی روالہ اور سے خود کو گولی مار کر ہلاک کر لے گا۔"

اُس نے مجھے جیب میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے ہر من نے سلسلہ کلام جاری رکھا: "اس تمام ڈرامے کے کردار اور اعلیٰ درجے کے فن کار ہیں۔ وہ خود سامنے آنا نہیں چاہتے۔ دوسروں کے ذریعے لڑائی لڑ رہے ہیں اور موجودہ لڑائی بھی ایسی ہی ہے۔ اس میں ایک طرف برزنیف اور پولٹ بیورو کے چند ارکان ہیں اور دوسری طرف

میں تمہیں خوفزدہ نہیں کر رہا ہوں، شمر ایلوف.... بلکہ خود خوف زدہ ہوں۔ ذرا سی بھول چوک تمہارے حق میں نقصان دہ ثابت ہو ہی سکتی ہے، ہم سب بھی یکے بعد دیگرے مارے جائیں گے۔ ریکینکوف بچکے گا نہ ہرمن کا راکوٹر....“

”اب یہ بتاؤ کامریڈ ہرمن کا راکوٹر کہ میں اپنی کارروائی کا آغاز کہاں اور کدھر سے کروں؟“ یہی بات میں بھی سوچ رہا ہوں۔... ہرمن نے ہولے سے جواب دیا۔ وہ جیب بہت آہستہ جلا رہا تھا۔ میں نے اُسے غور سے دیکھا، اس کی پیشانی پر باریک باریک بہت سی سلوٹیں پڑی ہوئی تھیں۔ یقیناً وہ مجھ سے باتیں کرتے ہوئے بھی کسی اندرونی کرب اور اضطراب سے دوچار تھا۔ اپنے آفس کے کیفے ٹیریلے کے باہر اس نے جیب روک دی۔ ہم دونوں خاموشی سے کیفے ٹیری میں داخل ہوئے۔ اس وقت وہاں زیادہ رش نہ تھا جان پہچان کے کسی افراد سے اشاروں ہی اشاروں میں مزاج پُرسی کے بعد ہم الگ الگ تھلگ ایک میز پر جا بیٹھے۔ ہرمن نے آواز دے کر اسٹی لینا کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ بے چاری بڑھیا ہرمن کو دیکھ کر کچھ پریشان ہوئی۔ تاہم اس نے اپنے چہرے پر بے بسی کی نمایاں کی اور پوچھنے لگی کہ کیا چاہیے۔ ہرمن نے واقعی بہترین ناشے کا آرڈر دیا۔ انڈوں کا آبلےٹ، جو س کے دو گلاس، تھوہ اور آلوٹوں کے حبس۔ ”تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا ہرمن؟“ میں نے اُس سے کہا ”میں اپنا کام کہاں سے شروع کروں؟ ابتدا اگر سلسلوف ہی سے کی جائے، تو کیسا رہے؟“

”بالکل ٹھیک....“ ہرمن نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی۔ ”لیکن مصیبت یہ ہے کہ سلسلوف اس وقت ہسپتال میں پڑا ہے۔... اُنیس تاریخ کو اُسے دل کا دورہ پڑا تھا اور اب ساجار ہا ہے کہ اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ ڈاکٹروں نے اس سے ملاقات پر پابندی لگا رکھی ہے۔... کچھ خبر نہیں وہ کب تک تندرست ہوگا....“

میں چونک گیا۔ سلسلوف پر دل کا دورہ پڑا ہے؟ اور یہ دورہ بھی اُسے اُنیس جنوری کو پڑا؟ تعجب ہے۔“

”ہاں۔ مجھے بھی سخت تعجب ہے۔...“ ہرمن نے جواب دیا ”تم چاہو تو اسے اتفاق بھی قرار دے سکتے ہو۔... سوویت یونین میں کسی بھی لمحے بھی شخصیت کو دل کا دورہ پڑ سکتا ہے۔“

سلسلوف، پرورد کوکوف اور یوری آندر و پوف جیسی طاقتور شخصیتیں اور اُن کے ہم عصر کے جی بی اپنی تمام تر نئی پُرانی روایات کے ساتھ موجود ہے۔“

میں نے گہرا سانس لیا۔ ”اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے ان سب ہاتھیوں سے بار بار انٹرویو کرنے ہوں گے۔“

”بے شک.... اور تمہیں پوچھ گچھ کرنے سے روکنے کا مجاز کوئی نہیں۔“ ہرمن جواب دیا۔ ”تم خود کو دوسرا برزنیف سمجھو۔... اس لیے کہ جو اختیارات فی الوقت تمہارے ہاں ہیں، وہ برزنیف کے سوا، پورے سوویت یونین میں کسی اور کے پاس نہیں۔“

”کیا میں پرورد کوکوف جیسے مرد آہن سے بھی کچھ پوچھ سکتا ہوں؟“

”ہاں.... تمہیں حق حاصل ہے، لیکن جس طرح گدھے اور گھوڑے کو ایک ہی لاشٹری نہیں ہانکا جاسکتا۔ اسی طرح سلسلوف اور آندر و پوف جیسے لوگوں سے بھی پوچھ گچھ کر لیتے تھیں الگ الگ طریقے اختیار کرنے پڑیں گے۔ تم جانتے ہو یہی لوگ اصل میں سوویت یونین میں اس لیے ان کی افتاد طبیعت کا ہمیں ہر صورت میں خیال رکھنا پڑے گا۔... یہ لوگ سو کیے جانا پسند نہیں کرتے اور نہ ان کا منصب یہ ہے کہ اپنے ماتحتوں کے سامنے موڈ بٹھ کر اُن کے ہر طرح اور ہر نوع کے سوالوں کے جواب دیا کریں۔ جہاں تک سلسلوف اور آندر و پوف کا تعلق ہے، یہ لوگ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں، اگر انہیں کسی بات پر غصہ آجائے یا یہ ناراض ہوں، تب بھی اپنے چہرے پر بے بسی اور رویے سے ظاہر نہیں ہوتے۔“

کہ ان پر کون سی بات گراں گزری ہے۔ ان کا حافظہ بھی قیامت کا ہے۔... اپنے حریف کو منعاف کرنا نہیں جانتے اور نہ ان کی لغت میں رحم دلی یا ہمدردی کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ ان کا باقاعدہ نگہیہ یہی ہے کہ جو تمہاری طرف نظر اٹھا کر دیکھے، اس کی صرف آنکھیں ہی نہ بھڑکے بلکہ اُسے مکمل طور پر ختم کر ڈالو۔...“

”ہرمن! کیا تم مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش کر رہے؟“ میں نے اس طویل تقریر سے چڑھ کر کہا۔ ”کیا تمہیں ریکینکوف نے اسی کام پر لگا دیا ہے؟“

ہرمن ایک ثانیہ کے لیے بھونچکا ہو کر میری طرف دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے قہقہہ لگا:

یہ مذاق نہیں ہے۔۔۔ پولٹ بیورو کے تقریباً سبھی ارکان دل کے مرض میں گرفتار ہیں۔  
یوری آندرپوف اور برزنیف بھی دل کے مریض ہیں۔۔۔“

”تمہارا کیا خیال ہے ہرمن، سسٹوف اور زیوی گن میں کیسے مراسم تھے؟“  
”بہت اچھے تھے۔۔۔ ان کی عادتیں اور حرکتیں خاصی ملتی جلتی تھیں۔۔۔ دونوں پر  
رابطہ تھا۔۔۔ برزنیف، بہر حال سسٹوف کو پسند نہیں کرتا۔“

”میری معلومات بھی یہی ہیں۔۔۔ بہر حال، یہ شخص سسٹوف خواہ ہسپتال میں ہو  
مردہ خانے میں۔۔۔ مجھے اس سے ملنا ضرور ہے۔۔۔ لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی  
برزنیف نے مجھے تین فروری تک اپنی رپورٹ پیش کرنے کا حکم کیوں دیا ہے۔ اس میں  
مصلحت ہے؟“

ہرمن مسکرا دیا۔ ”تم اخبار اگر باقاعدگی سے پڑھا کرو تو اس قسم کے طفلانہ سوال کرنے  
کی ضرورت نہ رہے۔ آپریشن کا سکیڈ کے سلسلے میں اب تک جو کارروائی کی گئی ہے، اس  
غور و خوض کے لیے ہر فروری کو پولٹ بیورو کے ارکان کی میٹنگ ہوگی، اس لیے برزنیف  
ہے کہ زیوی گن کے قتل یا خودکشی کی تحقیقاتی رپورٹ فروری کی تین تاریخ تک اس کی  
پریزنٹیشن جلتے۔“

کیفے ٹیریا میں جب رش زیادہ ہوا تو ہرمن نے اپنے آفس میں بیٹھنے کا ارادہ ظاہر  
میں خود بھی اب اس سے بچنا چھڑانا چاہتا تھا۔ چنانچہ عارضی طور پر نینا کا خیال ذہن سے نکال  
کر میں نے ہرمن کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے اتنی قیمتی معلومات فراہم کیں۔ پھر ہم دونوں اپنے  
آفس میں آگئے۔ میز پر مکرہ منقل تھا، ہرمن کو رخصت کر کے میں نے اپنے کمرے کا قفل کھولا اور  
آگیا۔ میز پر زرد رنگ کی وہی فائل پڑی تھی جو ریکنگوف نے میسرے حوالے کی تھی اور جسے  
دیکھتے نہ پایا تھا۔ تعجب اس بات پر تھا کہ اگر یہ فائل ریکنگوف نے میسرے کمرے میں رکھوا  
تو اتنی بے احتیاطی کس لیے کی گئی؟ ہمارے ہاں یہ طریقہ تھا کہ اتنی اہم اور خفیہ نوعیت کی  
یا کاغذات یوں کھلے عام میزوں پر چھوڑ دیے جاتیں۔ میں نے میز پر رکھے ہوئے دو ٹیلی فون  
میں سے ایک کا ریسیور اٹھا لیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں ریکنگوف سے باتیں کر رہا تھا۔

”ہاں۔۔۔ وہ فائل میں نے رکھوائی تھی اور ایلٹان کر لیا تھا کہ اسے کوئی اور نہیں دیکھ پائے گا۔“  
اس نے کہا۔ ”اس فائل میں جتنے کاغذات لگے ہوئے ہیں، ان کا بغور مطالعہ تمہارے لیے سودمند  
ثابت ہو سکتا ہے۔۔۔ یہ کاغذات صرف تمہارے مطالعہ کے لیے ہیں اور یہ کہنے کی ضرورت  
نہیں کہ ان کے مندرجہ جات کا علم ہرمن کو ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔۔۔ کیا تم میری بات سمجھ رہے  
ہو؟ شمرلیوف!“

میں نے اسے بتایا کہ میں اس کی ہر بات بخوبی سمجھ رہا ہوں اور اچھی طرح ذہن نشین  
کر رہا ہوں۔

”بہت خوب۔۔۔ تم خاصہ ذہین آدمی ہو شمرلیوف۔۔۔ میں تمہاری کامیابی کا متمنی ہوں۔“  
اس نے فون بند کر دیا۔ چند لمحے فائل کو پرزگاہ جانے کے بعد میں اگلے کمرے کے  
دروازے تک گیا۔ اُسے اندر سے مقفل کیا اور دوبارہ اپنی میز پر آکر بیٹھا۔ فائل کے اوپر  
جلتی حرمت میں کے جی بی کے حروف نقش تھے اور باتیں کرنے میں ایک تلوار اور ایک ٹھال  
کا نشان نمایاں تھا۔ یہ نشان بے حد اہم اور خفیہ کاغذات یا فائلوں کے کناروں پر بنایا جاتا تھا۔  
اس کے بعد یہ عبارت بھی موٹے حروف میں ٹائپ کی گئی تھی۔  
”ٹائپ سیکرٹ۔۔۔ سائنس زیوی گن کی موت سے متعلق دستاویزات اس فائل  
میں موجود ہیں۔“

”آغاز : ۱۹ جنوری ۱۹۸۲ء، دستاویزات کی تعداد نو۔ کل کاغذات ۱۶ عدد۔  
اختتام : ۲۱ جنوری ۱۹۸۲ء۔“

گویا انیس جنوری سے لے کر اکیس جنوری تک زیوی گن کی موت اور اس کے اسباب و  
وجہ سے متعلق کے جی بی نے اپنے رائج سے جو رپورٹ مرتب کی تھی، وہ اس فائل میں دیکھی جاسکتی  
تھی۔ میں نے ترتیب کے لحاظ سے پہلی دستاویز پر نظر دوڑائی۔

کے جی بی کے ڈیوٹی آفیسر کا نام۔۔۔ ٹیلی فون کے ذریعے ٹیلی گرام وصول کیا۔ پشیل رپورٹ۔  
میرا نام اے پی گیوریلنکو ہے اور میں کے جی بی میں میجر کے عہدے پر فائز ہوں۔ جنرل  
ایس کے زیوی گن کا پرنسپل باڈی گارڈ ہوں۔ ۱۹ جنوری ۱۹۸۲ء سے دن دو بج کر ۳ منٹ پر میں

کے درمیان ایک بڑی سی میز رکھی تھی۔ میز کے آگے سامنے دو صوفے پڑے تھے، ان کے علاوہ ایک چھوٹی کافٹی ٹیبل اور چھوٹی الماری جس میں شراب کی بوتلیں بھری ہوئی تھیں۔ کمرے میں دو کھڑکیاں تھیں جو کورٹ یا رڈ کی جانب کھلتی تھیں اور ان پر گمرے نیلے رنگ کے پردے پڑے تھے۔ فرش پر ہاتھ کا بنا ہوا ایک ایرانی قالین بچھا تھا۔ کمرے کی بائیں ہاتھ والی دیوار کے ساتھ کتابوں کا ایک ریک موجود تھا جس کے اندر روسی ادیبوں اور غیر ملکی مصنفوں کی کتابیں سجی تھیں۔ اُن میں بکشن، ٹامپٹی، ڈکنز وغیرہ کے نام نمایاں تھے۔ اُن پرانی کتابوں کے علاوہ نئے مغربی، خصوصاً امریکی مصنفوں کی بعض کتابیں بھی دیکھی گئیں جو حال ہی میں شائع ہوئی ہیں۔ مثلاً :

دی کے جی بی، دی گریٹ ٹیر، گور کی پارک وغیرہ۔ لائف اور ٹائم میکنزین کے بہت سے شمارے بھی الگ رکھے تھے۔ اس کمرے کے بارے میں تفتیش سے پتہ چلا کہ یہاں جنرل زیروی گن اپنے خصوصی آدمیوں سے ملاقات کرتا تھا۔ اس کے علاوہ کے جی بی کے ایکٹوں سے میٹنگیں بھی اکثر ہوتی تھیں خصوصی آدمیوں سے میری مراد وہ افراد ہیں جن کا ریکارڈ حکومت کی نظر میں کچھ پسندیدہ نہیں تھا۔

بیڈ روم، سٹڈی اور باورچی خانے میں جتنا فرنیچر دکھائی دیا سب کا سب چکیو سلواکیہ کا بنا ہوا تھا۔ بیڈ روم اور سٹڈی میں بھی فرش پر ہاتھ سے بنے ہوئے ایرانی قالین بچھے تھے۔ سٹڈی فرنیچر کی تفصیل یہ ہے، ایک رائیٹنگ ڈیسک، صوفہ، سیف، آرام گرسی اور تین عام کرسیاں۔ سیف کھول کر اس کا جائزہ لیا گیا۔ اُس میں کرنسی نوٹوں کے دو بیڈل پائے گئے۔ ایک بیڈل ایک لاکھ پندرہ ہزار آٹھ سو چالیس روپی روپل اور دوسرا بیڈل اکانوے ہزار امریکن ڈالروں پر مشتمل تھا۔ یہ سب سوسو ڈالر کے نوٹ تھے۔

جنرل زیروی گن کی لاش ڈرائنگ روم میں پائی گئی۔ وہ آرام گرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور یہ گرسی ڈرائنگ ٹیبل کی طرف کھسکی ہوئی تھی۔ اُس کا سر ٹیبل کے رخ تھا، کسی قدر بائیں جانب جھکا ہوا۔ اُس کے دائیں ہاتھ میں ایک پی ایم ریوالور تھا۔ جنرل کی دونوں آنکھیں نصف کھلی تھیں اور اس کا تمام چہرہ خون میں لختڑا ہوا تھا۔ ہاتھ لگانے سے معلوم ہوا کہ

نے جنرل زیروی گن کی لاش اس کے اپارٹمنٹ میں پڑی پائی جنرل کی پیشانی پر دائیں جانب گول سے آیا ہوا ایک گمرے زخم کا نشان بھی تھا۔ یہ نشان بھی کس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جنرل زیروی گن کا یہ اپارٹمنٹ نمبر ۱۶۹، ۱۷۱ کے کٹافٹ سٹریٹ، ماسکو میں واقع ہے۔ مجھے اعلیٰ حکام کی طرف سے حکم دیا گیا کہ مزید ہدایات ملنے تک، میں جنرل زیروی گن کے اپارٹمنٹ کے باہر ہر طرف پر حاضر رہوں۔ جہاں اس کی لاش موجود ہے۔ کامریڈ آندرولوف کو بھی اُسی روز جنرل زیروی گن کی موت کے حادثے سے آگاہ کر دیا گیا۔

”دستخط : ڈیوئی آفسیر کے جی بی، میجر جنرل ادالین نیکٹنکو۔ ماسکو۔۔۔ ۱۹ جنوری ۱۹۳۷ء  
دستاویز نمبر ۲۔ رپورٹ ۱، جائے واردات اور لاش کا معائنہ۔

”کامریڈ آندرولوف کی ہدایات کے مطابق جو کمینل کوڈ کی دفعہ ۱۷ کے تحت جاری لگائی گئی تھی، لیفٹیننٹ جنرل بی وی کربانوف، ہیڈ آف دی سنٹرل انوسٹیشن سیکشن کے جی بی اُن مقام کا معائنہ کرنے گیا جہاں جنرل زیروی گن کی لاش پائی گئی تھی۔ درج ذیل گواہوں کی موجودگی میں میں نے جائے حادثہ اور لاش کا تفصیلی معائنہ کیا : ایس آئی سر لیوٹ، دی وی لین، ڈاکٹر اے پی زیروا دیوٹ اور ڈاکٹر پی آئی میمون فوسکی۔ اوّل الذکر دو گواہوں کا تعلق ماسکو ہیلیکوپٹر پارٹمنٹ سے ہے جبکہ موخر الذکر دو گواہ کے جی بی سے تعلق رکھتے ہیں۔ معائنہ تین بج کر پچاس منٹ پر شروع کیا گیا اور چھ بج کر تین منٹ پر ختم ہوا۔ یہ ساری کارروائی کئی کارروائی میں سرانجام دی گئی۔ اس وقت درجہ حرارت بائیس سینٹی گریڈ تھا۔

”اس تفصیلی معائنے سے جو حقائق روشن ہوئے وہ یہاں درج کیے جاتے ہیں :  
جنرل زیروی گن کا اپارٹمنٹ تین کمروں پر مشتمل ہے اور بارہ منزلہ عمارت کی دوسری منزل پر واقع ہے۔ ان تین کمروں کی لمبائی چوڑائی اس طرح ہے پہلے ایک بڑا کمرہ جسے ہال بھی کہہ سکتے ہیں (اٹھارہ سکوئر میٹرز) اس کے بعد ایک کوریڈور، دائیں جانب اٹھنے بیٹھنے کا ایک کمرہ (۱۲×۱۲ میٹرز) اس کمرے کے ساتھ ہی بائیں جانب باورچی خانہ (پندرہ سکوئر میٹرز) پھر بیڈ روم اور یہ کوریڈور کے آخر میں ہے۔ اٹھنے بیٹھنے کے کمرے میں جسے ڈرائنگ روم بھی کہا جاسکتا ہے فریج اس قریب سے پایا گیا : ایک زریا پائونو، ایک سٹریوریکارڈ پلیئر، ایک ٹیلی ڈرن سیٹ، کمر

نئے دار قرار دیا ہے۔ ۵۔ ایک پارکریال پوائنٹ قلم۔  
 "معائنے کے بعد لاش اور اس کے کپڑے میڈیکل انسٹی ٹیوٹ نمبر ۱۰ کو مزید تحقیق و  
 تفتیش کے لیے بھجوا دیے گئے۔ مزید کارروائی اس وقت کی جائے گی جب کے جی بی سنٹرل  
 انسٹی ٹیوٹ ڈیپارٹمنٹ کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل بی کرناؤف احکام جاری کریں گے۔"  
 دستاویز کے آخر میں ہرمن اور گواہوں کے نام بھی درج ہیں۔

#### دستاویز نمبر تین

"جنرل زیوی گن کی لاش کا پوسٹ مارٹم کیا گیا۔ اس رپورٹ کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔  
 ۲ جنوری ۱۹۸۲ء — میرانام ڈاکٹر بورس مانوف ہے۔ عہدے کے اعتبار سے میں  
 میجر جنرل ہوں میرا تعلق کے جی بی فرنٹیئر رجمنٹ سے رہا ہے۔ ان دنوں میں میڈیکل انسٹی ٹیوٹ  
 نمبر ۱۰ میں کام کر رہا ہوں۔ اس کے علاوہ ایس آر اکیڈمی آف میڈیکل سائنسز کارکن بھی ہوں۔  
 میں نے اپنے ساتھی ڈاکٹر اے پی زیودوف اور کے جی بی سنٹرل انسٹی ٹیوٹ سیکشن کے سربراہ  
 لیفٹیننٹ جنرل بی وی کرناؤف کی موجودگی میں جنرل ایس کے زیوی گن کی لاش کا پوسٹ مارٹم  
 کیا۔ پوسٹ مارٹم کے بعد جو نتائج میسر ہوئے، وہ پیش کرتا ہوں،

جنرل زیوی گن کی عمر چونسٹھ برس کے لگ بھگ تھی۔ ۱۹ جنوری کے روز بعد دوپہر دو  
 اور تین بجے کے مابین اس کی موت واقع ہوئی۔ موت کا سبب ریوالور سے چلائی گئی۔ وہ گولی  
 ہے جو جنرل کی دائیں کینٹی میں لگی اور بائیں کینٹی سے نکل گئی گولی بہت قریب سے چلائی گئی  
 تھی اور زخم اتنا ہلکا تھا کہ جنرل زیوی گن کی موت فوری طور پر واقع ہو گئی کے جی بی سپیشل  
 تحقیقاتی کیشن کی تفتیش و تحقیق کے مطابق جنرل زیوی گن نے اپنے ملکیتی ریوالور سے خود کو گولی  
 مار کر ہلاک کیا۔ تحقیقاتی کیشن کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خود کشی کی واردات ہے۔ ہرسم نے  
 اپنے طور پر لاش کے پوسٹ مارٹم اور پیشانی کے دونوں زخموں کا باریک بینی سے معائنہ کیا اور  
 اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ خود کشی ہی کی واردات ہے۔۔۔ زیوی گن نے دائیں ہاتھ میں ریوالور پکڑ کر  
 کینٹی سے چارپانچ میٹر کے فاصلے سے فائر کیا۔ موت کے بعد بھی ریوالور اس کے  
 دائیں ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔

اگرچہ وہ مرجکا تھا، لیکن اس کا بدن ابھی تک گرم تھا۔ اس کی پیشانی پر، دائیں جانب کندہ  
 کے قریب، زخم کا نشان بہت نمایاں تھا۔ اُس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ریوالور کی گولی بہت قریب  
 سے لگی ہے۔ زخم کے چاروں طرف بہت باریک براؤن رنگ کا ایک حلقہ بھی بنا ہوا تھا۔  
 حلقہ صفر اعشاریہ ۲۵ ملی میٹر کا تھا۔ گولی دماغ میں گھس گئی تھی اور جس جگہ سے یہ کھوپڑی  
 میں داخل ہوئی وہاں چسکر کی کھال بڑی طرح جھلس گئی تھی۔ پیشانی کی بائیں جانب بڑے  
 زخم کا ایسا ہی نشان تھا، یعنی گولی دائیں طرف سے کھوپڑی میں داخل ہوئی اور بائیں طرف  
 سے نکل گئی۔ میسر کے ساتھ جو ہرین لاش کا معائنہ کرنے گئے تھے۔ اُن کی متفقہ رائے یہ ہے کہ  
 گولی کھوپڑی سے چارپانچ سینٹی میٹر کے فاصلے سے چلائی گئی جیسا کہ بتایا جا چکا ہے، تاہم  
 ۱۹ ایم کے پی ایم ریوالور سے کیا گیا۔ ریوالور کا نمبر ایس ۲۴۴۵ ہے۔ یہ ریوالور لاش کے  
 دائیں ہاتھ میں دبا ہوا تھا اور ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ جنرل زیوی گن کی ملکیت تھا۔ اس  
 ریوالور سے استعمال شدہ کارتوس کا ایک خول، فرش پر لاش کے نزدیک ہی پایا گیا۔

"میز پر درمیان میں ایک کاغذ پڑا ہوا تھا۔ اس کے معائنے سے معلوم ہوا کہ اس پر  
 جنرل زیوی گن نے اپنے قلم سے عبارت لکھی ہے۔ عبارت کا مضمون یہ ہے: میں آپ سے  
 درخواست کرتا ہوں کہ میری موت کا ذمے دار کسی اور کو قرار نہ دیا جائے۔ اس معاملے کا ذمہ  
 میں خود ہوں۔ زیوی گن۔"

"ایک گولڈ پارکریال پوائنٹ قلم بھی میز پر پایا گیا۔ اندازہ ہے کہ زیوی گن نے کاغذ پر یہ  
 عبارت اسی قلم سے لکھی۔

"ماہرین کا بیان ہے کہ جب زیوی گن کی لاش دریافت کی گئی، اُس وقت یہ حادثہ ہوا  
 ہوئے نوے منٹ گزر چکے تھے۔ انگلیوں کے نشانات اور دوسری شہادتیں حاصل کرنے کے  
 لیے ماہرین نے اس کمرے میں ضروری کارروائی سرانجام دی۔

جائے حادثہ سے جو چیزیں ملیں، اُن کی فہرست اس رپورٹ سے منسلک ہے۔

۱۔ ایک پی ایم ریوالور۔ ۲۔ ایک میگزین جس میں آٹھ کارتوس موجود تھے۔ ۳۔ ایک استعمال کئے  
 گئے کارتوس کا خول۔ ۴۔ زیوی گن کے ہاتھ کا لکھا ہوا رقعہ جس میں اُس نے خود کو اس سانچے کا

دستخط: بی ایس تو مانوف، اے پی زیو دوف، بی وی کربانوف۔  
پوسٹ مارٹم رپورٹ کے آخر میں سرکاری مہر ثبت ہے۔

دستاویز نمبر چار

”جنرل زیوی گن کے پرنسپل باڈی گارڈ کے جی بی میجر اے پی گبور لنگو کی رپورٹ جو کہ بی کے چیف ڈیوٹی آفیسر میجر جنرل ادالین نیکت چنکو کو دی گئی۔

”۱۹ جنوری ۱۹۸۲ء کے دن میں اور جنرل زیوی گن کا پرنسپل شو فریکیشن ایم جی بروفسکی اپنی سرکاری فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں جنرل کے ساتھ تھے جنرل نے ہمیں پروردگرم کے بتایا کہ مارنچے سی پی ایس یو سنٹرل کمیٹی کے ہیڈ کوارٹر پہنچا ہے۔ گیارہ بج کر ۵۳ منٹ پر ہم سر جنرل زیوی گن کو وہاں پہنچا دیا۔ جنرل اپنی سرکاری موٹر میں سوار ہو کر وہاں گیا۔ اس کار کا رجسٹرڈ نمبر ایم او ایس زیرو تین، زیرو چار ہے۔ وہاں پہنچ کر میں ریسپنشن میں رک گیا اور میں نے دیکھا کہ جنرل زیوی گن سنٹرل کمیٹی کے سیکرٹری ایم اے سلسلوف کے آفس کی طرف چلا گیا۔ بارہ بج کر سنیٹا لیر منٹ ہوئے تھے کہ جنرل زیوی گن ایم اے سلسلوف کے آفس سے برآمد ہوا اور اس نے شو کو حکم دیا کہ گھوڑا پس چلو، چنانچہ ہم کار میں سوار ہوئے اور ۱۶ الے کشا لو اسٹریٹ میں واپس آئے کار سے اتر کر جنرل جب بلڈنگ میں داخل ہو رہا تھا تو میں اُس کے ساتھ تھا۔ یکا یک جنرل نے مجھے حکم دیا کہ میں دیں گراؤنڈ فلور پر انٹرنس ہال میں اس کا انتظار کروں۔ میں اُس کے حکم کی تعمیل میں دیں رک گیا۔ اس سے پہلے بھی بارہا مجھے ایسے ہی احکام کی تعمیل کرنی پڑی تھی جو جانتا تھا کہ اس بلڈنگ میں اپارٹمنٹ نمبر ۹ محفوظ اپارٹمنٹ ہے۔ یہاں جنرل زیوی گن اپنے خفیہ آدمیوں اور کے جی بی کے ایجنٹوں سے ملاقات کرتا تھا۔

جب تک میں انٹرنس ہال میں رکا رہا میں نے جنرل کے علاوہ کسی دوسرے فرد کا اپارٹمنٹ نمبر کی طرف جاتے نہیں دیکھا اور نہ اس اپارٹمنٹ سے کوئی شخص باہر آیا یا بھیجے وہاں بیٹھے ہوئے بیس منٹ گزرے ہوں گے کہ جنرل کا شو فریکیشن ایم جی بروفسکی، اسٹریٹ کی جانب سے انٹرنس ہال میں داخل ہوا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ کیا میں بتا سکتا ہوں کہ جنرل کتنی میں واپس آئے گا اور اس کے بعد وہ کہاں جانے کا ارادہ رکھتا ہے میں نے بروفسکی سے پوچھا کہ

وہ یہ باتیں کس لیے جانتا چاہتا ہے۔ اس کا مقصد کیا ہے۔ بروفسکی نے بتایا کہ گاڑی میں پٹرول ختم ہونے والا ہے اور اگر جنرل نے کہیں دُور جانے کا فیصلہ کیا اور راستے میں پٹرول بالکل ختم ہو گیا تو وہ سخت ناراض ہوگا۔ اس لیے بہتر ہے کہ اس کے آنے سے پہلے پہلے میں شنسکی مارکیٹ جا کر پٹرول ٹینک بھرا دوں۔ اس کام میں چند منٹ سے زیادہ دیر نہ لگے گی۔ میں نے بروفسکی سے کہا: بات تو ٹھیک ہے۔۔۔ مگر تھوڑا سا انتظار کر لو۔۔۔ اگر مزید دس منٹ تک جنرل واپس نہیں آتا یا اس کی جانب سے کوئی نیا حکم نہیں ملتا، تب تم کار میں پٹرول ڈلوانے چلے جانا۔۔۔ یہ سن کر بروفسکی بھی میسج پاس بیٹھ گیا۔ جب دس منٹ گزر گئے اور جنرل زیوی گن واپس آیا تو اُس نے کوئی اطلاع دی۔ تب بروفسکی جلنے کے لیے کھڑا ہوا۔ میں نے اس سے کہا کہ احتیاطاً اپنے کار ریڈیو کے ذریعے جنرل سے پٹرول ڈلوانے کی اجازت لے لے، ممکن ہے وہ ادھر پٹرول لینے کے لیے جائے اور ادھر جنرل واپس آجائے یہ مشورہ بروفسکی کو پسند آیا۔ اُس نے باہر جا کر کار میں لگے ہوئے فون کے ذریعے کے جی بی ٹیلی فون آپریٹر سے رابطہ قائم کیا اور اُس سے کہا کہ اپارٹمنٹ نمبر ۹ میں جنرل زیوی گن سے ملا دے۔ آپریٹر نے چند لمحوں بعد کمیٹیشن بروفسکی کو بتایا کہ اُس نے اپارٹمنٹ نمبر ۹ میں جنرل کو بار بار رنگ کیا ہے۔ وہاں مسلسل فون کی گھنٹی بجتی ہے لیکن جنرل فون ریسپونڈ نہیں کر رہا۔۔۔

یہ بات میسج کے لیے محدود درجہ تعجب اور پریشانی کی تھی۔ خیال آیا شاید جنرل زیوی گن آرام کر رہا ہو مگر یہ وقت اُس کے آرام کا نہیں تھا۔۔۔ باڈی گارڈ کی حیثیت سے میرا فرض تھا کہ میں کسی تاخیر کے بغیر جنرل کی خیر و آفیت دریافت کروں۔ میں لفٹ میں سوار ہوا اور جنرل کے اپارٹمنٹ پر پہنچ کر مخصوص انداز میں دروازے پر دستک دی۔ جب اس دستک کا کوئی جواب نہ ملا تب میں نے برقی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ اپارٹمنٹ کے اندر گھنٹی بجنے کی مدہم سی آواز میرے کانوں تک آئی مگر اس مرتبہ بھی جواب میں دروازہ نہ کھلا۔ ظاہر ہے اب میں ایمرجنسی گیٹ کے تحت کوئی بھی کارروائی کرنے کا مجاز تھا۔ میں نے دروازہ توڑ دیا اور اندر چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ پہلے ہی کمرے میں جنرل زیوی گن موجود ہے۔ لیکن اس وقت تک وہ مچکا تھا۔ کمرے پر وہ کسی قدر جھکا ہوا بیٹھا تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں ریلو اور تھا اور ساتھ چہرہ خون میں لت پت۔ اُس

### دستاویز نمبر چھ

”یہ وہی کاغذ ہے جس پر جنرل زیوی گن نے اپنی موت کا ذمے دار خود اپنی ذات کو قرار دیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اپنی خودکشی کا اقرار نامہ جنرل نے اپنے سرکاری لیٹر پیپر پر لکھا، اور اس کے سرسری معائنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لکھنے والے کے ذہن پر قسم کی پریشانی خوف یا جھنجھلاہٹ طاری نہ تھی۔ عبارت کے تمام حروف صاف اور سیدھے ہیں۔ کسی لفظ یا حرف میں لغزش یا ٹیڑھے پن کا شائبہ بھی نہیں گزرتا۔ میں حیران ہوں کہ خودکشی کرنے والا یہ شخص کس قدر مطمئن ہو کر اپنے ہی رویہ اور سے اپنی کینٹی پر گولی مارنے کا ارادہ باندھے ہوئے تھا۔

”میں نے اپنی نوٹ بک پر باڈی گارڈ کی رپورٹ کے بارے میں، بطور یادداشت ایک جلدیوں لکھا: سوال یہ ہے کہ جب جنرل زیوی گن، سٹسٹوف کے آفس سے واپس اپنے اپارٹمنٹ پر آیا تو باڈی گارڈ قاعدے کے مطابق جنرل کے ساتھ دوسرے فلور پر واقع اس کے اپارٹمنٹ میں کیوں نہیں گیا۔“

### دستاویز نمبر سات

”کے جی بی کے اعلیٰ حکام ہنگامی میٹنگ رپورٹ۔ یہ میٹنگ جنرل زیوی گن کی اچانک موت پر منعقد کی گئی۔“

”۲ جنوری ۱۹۸۲ء سہ پہر چار بجے ماسکو کے زرنسکی سکوتر میں کے جی بی کے سربراہ اور

ان کے نائبین کی سپیشل میٹنگ ہوئی۔ اس میں جن افراد نے شرکت کی ان کے نام یہ ہیں: کے جی بی

چیرمین کامریڈ یوری آندروپوف۔ ۲۔ ڈپٹی چیرمین کامریڈ جی کے سینوف، وی پی پرزودکوف، وی ایم چیرکین، ایل آئی پنکراتوف، یولے ماتروسوف، ان کے علاوہ کے جی کے کئی ایگزیکٹو ممبر بھی میٹنگ میں مدعو کیے گئے۔“

”سی پی ایس یو کی سنٹرل کمیٹی کے جن افراد کو بلایا، ان میں چیف ایڈمنسٹریٹو سیکشن نمبر ایک، کامریڈ این آئی سیونکن کا نام نمایاں ہے۔ میٹنگ میں کل چودہ افراد شریک تھے۔ صدارت کامریڈ یوری آندروپوف نے کی۔ سیکرٹری کے فرائض چانسری کے سربراہ کامریڈ این بارتونوف نے سرانجام دیے۔“

کی پیشانی کے دائیں طرف بڑا سا سوراخ تھا جس میں سے خون برس رہا تھا۔۔۔ یہ صورت دیکھتے ہی میں نے فوراً آپ کو، یعنی چیف ڈیوٹی آفیسر کو ٹیلی فون کے ذریعے اطلاع کر دی۔ دوران میں نے کسی اجنبی کو جنرل زیوی گن کے اپارٹمنٹ یا اس کے آس پاس نہیں پایا۔ فرنٹ ڈور مقفل تھا اور میرے پاس ایسی کوئی مفتول وجہ نہیں تھی جس کے تحت میں کسی پر یہ شبہ کر سکتا کہ اس نے جنرل کو قتل کیا ہوگا۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے، میں آج کسی اخلاقی جرم میں ملوث نہیں ہوا اور جب سے میں جنرل زیوی گن کے ساتھ رہا ہوں مجھ سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ میں نے باڈی گارڈ کی حیثیت سے اپنے فرائض قانون اور حکم کی منشا کے مطابق سرانجام دیے۔۔۔

”آپ کو جب میں نے اس حادثے کی ٹیلی فون پر خبر دی تو آپ نے مجھے فون پر حکم دیا کہ اپارٹمنٹ کی کسی چیز کو چھوئے یا جنرل کی لاش کو ہاتھ لگائے بغیر فوراً اپارٹمنٹ سے باہر جاؤں اور دروازے پر مستعدی سے کھڑا رہوں تاکہ کوئی اجنبی یا غیر ضروری شخص اپارٹمنٹ داخل نہ ہو سکے۔ میں اس حکم کی تعمیل میں اس وقت تک دروازے پر پہرہ دیتا رہا جب تک تفتیشی ٹیم کے ارکان وہاں نہیں پہنچ گئے۔ اس ٹیم کی قیادت جنرل بی وی کر بانوف کر رہے تھے۔ دستخط: کے جی بی میجر کے پی گیورنکو۔“

”رپورٹ درست تسلیم کی گئی۔ کے جی بی میجر جنرل او ایس نیکت چنکو، ۱۹ جنوری ۱۹۸۲ء وقت: چار بج کر پندرہ بیس منٹ سہ پہر۔“

### دستاویز نمبر پانچ

جنرل زیوی گن کے پرسنل شو فرکیٹن ایم جی بروفسکی کی رپورٹ کے جی بی ڈیوٹی آفیسر نیکیٹ چنکو کی خدمت میں:

”اس رپورٹ میں اور میرے پی گیورنکو کی رپورٹ میں شہادت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ بلکہ الفاظ بھی تقریباً ایک ہی جیسے ہیں، اس لیے اس رپورٹ کا یہاں محض تیسع اوقات ہوگا۔ یہ امر بہر حال قابل ذکر ہے کہ شو فرکی رپورٹ بھی نیکیٹ چنکو درست تسلیم کر لی اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا۔“

سپیشل میٹنگ کا موضوع: کامریڈ آندر پوپٹ کی رپورٹ پر بحث جو جنرل زیوی گن کی  
ساتھ قیامت موت کے سلسلے میں مرتب کی گئی۔

”اس رپورٹ میں جنرل زیوی گن کی موت پر اظہارِ افسوس کے ساتھ ساتھ اس شہید  
بھی کیا گیا کہ زیوی گن کے مراسم بعض ناپسندیدہ عناصر استوائتھے یہ عناصر ملک کی اقتصادیات  
کو اپنے مذموم ہتھکنڈوں اور خلافِ قانون سرگرمیوں کے ذریعے سخت نقصان پہنچا رہے  
تھے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین کی حیثیت سے جنرل زیوی گن کا فرض تھا کہ وہ ان عناصر کو خاتمہ کر  
لیکن جنرل نے اس کے برعکس ان افراد اور تنظیموں سے گہرا تعلق قائم کیا اور ان کی سرپرستی  
رہا۔ محبوبہ کو کہ جی بی نے ان عناصر کو قانون کی گرفت میں لانے کے انتظامات کئے اور آپریشن  
کامیاب کے کوڑ نام سے ایک منصوبہ بنایا گیا۔ یہ منصوبہ ایم وی ڈی کے انٹی فراڈ سکواڈ نے  
نہایت مہارت اور چابک دستی سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ بعض ایسے لوگ گرفتار کیے گئے جن  
تعلق جنرل زیوی گن سے ثابت ہوتا تھا چنانچہ جنرل نے اس خدشے کے تحت کہ وہ سوا  
اور اپنے خلاف عائد کئے جانے والے الزامات سے بری ہونا اس کے لیے محال ہوگا۔ اس  
یہی فیصلہ کیا کہ خود کو موت کے حوالے کر دے۔ اس کے سوا اس کے سامنے کوئی راستہ نہ تھا۔  
”اس سپیشل میٹنگ میں کامریڈ آندر پوپٹ کی پیش کردہ رپورٹ پر شرکائے اجلاس  
تسلی کا اظہار کیا اور اس کے مندرجات سے اتفاق ہوا۔ اجلاس سے خطاب کرنے والوں  
نام یہ ہیں: سیونکن، سینوف، چیریکوف، پروڈوکوف، ماتروکوف اور چرکاسوف۔۔۔  
”میٹنگ کے اختتام پر جو فیصلے کئے گئے وہ یہ تھے:“

”کامریڈ آندر پوپٹ کے اس اعلان پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جنرل زیوی گن خلافِ  
قانون سرگرمیوں میں ملوث تھا اور بجائے اس کے کہ وہ اپنی صفائی پیش کرتا، اس نے بڑا  
راستہ اختیار کیا اور اپنے ہی دیوالیہ سے خود کو شوٹ کر لیا۔  
”کامریڈ سیونکن کی رائے میں چونکہ ایک اہم ادارے کے ڈپٹی چیئرمین کی اس حرکت  
کو نمٹنے کی بدنامی کا خدشہ لاحق ہے۔ اس لیے فیصلہ کیا جاتا ہے کہ زیوی گن کی خودکشی کے  
واقعے کو بلیک میں نہ لایا جائے۔ اسے ہر قیمت پر خفیہ رکھنا ہوگا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ

”جی بی کے تینوں ڈپٹی چیئرمین کامریڈ سینوف، چیریکوف اور پروڈوکوف ان تمام  
انتظامات کی نگرانی اور انہیں پایہ تکمیل تک پہنچانے کے یکساں ذمے دار ہوں گے۔  
متفقہ طور پر سٹے پایا کہ زیوی گن کی موت کے اسباب کی تحقیقات کے لیے کوئی تحقیقاتی  
کمیٹی تشکیل نہیں دیا جائے گا۔

”دستخط: یوری آندر پوپٹ، چیئرمین کے جی بی میجر جنرل یو این بارونوف سیکرٹری  
ہنگامی اجلاس۔“  
میں نے اس دستاویز کو کئی بار غور سے پڑھا اور بے اختیار ان ذہنوں کو داد دینے پر

کیا اس لیے کہ وہ اس معاملے پر مجھ سے سودے بازی کرنا چاہتے ہیں؟ مجھے لالچ  
 دھونس دے کر مرعوب کرنے کی کوشش میں ہیں؟ انہیں یقین ہے کہ وہ اس طرح  
 مجھے کے جی بی کی عمارت کے اندر گھسیٹ لیں گے؟  
 اگر یہ اندازہ صحیح ہے تو اس تمام مشن کے پس پردہ کون ہے؟ آندرپوٹ؟۔۔

پروڈکونٹ یا کربانوف؟

میں نے فائل بند کر دی اور خود سے سوال کیا۔ بولو، کامریڈ شمرا یوف! اب کیا  
 ارادے ہیں؟ ان خونخوار بھیلوں سے بھڑ جاؤ گے یا بھاگ نکلنے کا ارادہ ہے؟ ویسے  
 بھاگ کر تم جا بھی کہاں سکتے ہو؟ ایک طرف خندق ہے، دوسری جانب کھائی، ادھر سے  
 بچ بھی گئے تو ادھر مارے جاؤ گے۔۔۔ ریکونوف ٹھیک ہی کہتا تھا۔ آندرپوٹ نے اگر  
 جان بخشی تو بھی دی تو بزنسٹ کچا ہی چبا جائے گا۔

میری کھوپڑی سنسنے لگی اور زمین کی اتھاہ گہرائیوں میں جیسے لاکھوں کروڑوں  
 شہد کی مکھیاں بھنبھنے لگیں۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور جسم کو آرام دینے کے لیے  
 ڈھیل چھوڑ دیا، مگر اعصابی تشنج میں کمی نہ ہوئی۔ چند لمحوں بعد میں نے آنکھیں کھول دیں،  
 میز پر بائیں جانب سگریٹ کی ڈبیاں اور لائٹر دھرا تھا۔ میں نے ڈبیا سے سگریٹ نکال کر  
 ہونٹوں میں دبایا اور لائٹر جھلا کر اُسے سلگایا، ایک دوکش لیے ہی تھے کہ دماغ کی بیٹریاں  
 تیزی سے چارج ہونے لگیں۔ سلگتا ہوا سگریٹ ہونٹوں سے نکال کر میں نے انگلیوں میں  
 دبایا اور اس کے دھکتے ہوئے سرے کی طرف نکلنے لگا۔

میں نے اعصاب کو سکون دینے کے لیے سگریٹ سلگایا تھا۔ سوال یہ ہے کہ جنرل  
 زیوئی گن نے خود کو شوٹ کرنے سے پہلے کیا کیا تھا۔ ظاہر ہے وہ مجھ سے کہیں زیادہ پریشان اور  
 مضطرب تھا۔ ایسا مضطرب کہ خود کشی کے سوا کوئی اور طریقہ نہ سوچا۔ جنرل زیوئی گن بھی سگریٹ  
 کا عادی تھا۔ سگریٹ کے ساتھ ساتھ وہ شراب کا بھی بے حد رسیا تھا۔ سگریٹ کے معاملے میں  
 وہ چین سمو کرتا تھا اور شراب کا جام حلق میں انڈیلنے سے پہلے وہ سگریٹ ضرور سلگایا کرتا تھا  
 میں نے اپنے حافظے پر زور دیا اور بہت سے ایسے واقعات مجھے یاد آئے لگے جب میں نے

مجبور ہو گیا۔ جنہوں نے اس سارے ڈرامے کو بڑی مہارت، بخاری اور خوش اسلوبی سے مکمل  
 کیا۔ جنرل زیوئی گن کا ڈیٹھ سٹیفکیٹ نہایت طویل عبارت پر مشتمل تھا جس میں ڈاکٹروں نے بتایا  
 تھا کہ یہ بد نصیب شخص کون کون سے جسمانی امراض میں کتنے عرصے سے مبتلا تھا اور کن کن زماں  
 میں اُس کا کیا کیا علاج معالجہ کیا جاتا رہا۔ اس کے دل، جگر، پھیپھڑوں، گردوں، اعصاب اور  
 خون کے بارے میں تفصیلی رپورٹیں بھی ڈیٹھ سٹیفکیٹ سے منسلک کی گئی تھیں جن کا مطالعہ  
 محض وقت کا ضیاع ہی ہوتا۔ آخر میں تان اسی بات پر توڑی گئی تھی کہ اگر وہ خود کشی نہ کرتا تو  
 چست بدن میں طبعی موت مرنے ہی والا تھا اور یہ بھی کہ وہ ذہنی توازن سے قطعی طور پر محروم  
 چکا تھا وغیرہ وغیرہ۔

میں نے اپنی نوٹ بک پر بہ حال یہ نکات درج کر لیے:

کیا جنرل زیوئی گن نے خود کو شوٹ کرنے سے پہلے سسٹوف سے اس کے دفتر میں ملاقات کی؟

اگر یہ ملاقات ہوئی تو کیا زیوئی گن نے اسی کے بعد خود کشی کا فیصلہ کیا؟

کیا سسٹوف کو ان تمام حالات کا علم تھا جو زیوئی گن کے خلاف پیدا ہو چکے تھے  
 وہ کاغذات کہاں ہیں جو کے جی بی کے چیئرمین آندرپوٹ یا اس کے ڈپٹی چیئرمین  
 میں سے کسی ایک نے زیوئی گن کے خلاف الزامات کی بنیاد پر تیار کیے تھے اور جو فیڈ  
 سسٹوف کو بھیجے گئے ہوں گے؟

کیا سبب تھا کہ زیوئی گن کا پرسنل باڈی گارڈ، واپسی پر اُس کے ساتھ دوسری ٹیم  
 تک نہیں گیا؟

جنرل زیوئی گن نے جس ریو اور سے خود کو شوٹ کیا، وہ کے جی بی نے اس فائل  
 ساتھ کیوں نہیں بھیجا؟ اسی طرح وہ بال پوائنٹ قلم، پہلے ہوئے کارٹوس کا خول اور فیلڈ  
 کی کُنیاں کہاں ہیں؟ جب انہیں علم ہے کہ ایک سپیشل انوسٹی گیٹر خصوصی اختیار  
 کے تحت اس حادثے کی تحقیق پر مقرر کیا جا چکا ہے تو انہوں نے یہ تمام اہم چیزیں  
 پاس کس لیے رکھ لی ہیں؟

اُسے سگرٹ پر سگریٹ جلاتے اور جام پر جام لٹھکاتے دیکھا تھا، صرف تین ماہ پہلے مجھے ہاؤس آف یونینز میں ہونے والی ایک سرکاری تقریب یاد آئی۔ جنرل زیوی گن کیل پر بیٹھا شراب پی رہا تھا اور سگرٹ اُس کی انگلیوں میں سلگ رہا تھا۔ اس کے سامنے نوجوان بیٹھے تھے، وہ دونوں بھی پی رہے تھے۔ میں نے اُن میں سے ایک کو پہچان لیا۔

برزیت کا بیٹا تھا اب یہ بات کم از کم میری عقل میں نہیں آ سکتی تھی کہ ایسے شخص نے جو سگریٹ کے بغیر ایک لمحہ بھی نہ گزار سکتا ہو خود کشی سے پہلے سگرٹ نہیں بیا اور شراب کا ایک گلو پیگ نہیں چڑھایا ہو گا۔ میں اس کی جگہ ہوتا تو جان دینے سے پہلے ایک سگرٹ ضرور پین لیکن آپ دیکھ چکے ہیں کہ جس کمرے میں زیوی گن کی لاش، اُس کا ریوالور اور چلے ہوئے گاوا کاخول ملا، وہاں سگرٹ کی ڈبیا یا شراب کی بوتل نہیں پائی گئی۔ کیا جنرل زیوی گن خود کو موت

حوالے کرنے میں اتنا عجبت پسند ہو چکا تھا کہ زندگی کا آخری سگرٹ اور برانڈی کا آخری جام پینے کی بھی فرصت اُس کے پاس نہ تھی؟ جبکہ یہ دونوں چیزیں اُسے اس وقت میسر تھیں پھر سبب ہے کہ ان تمام دستاویزات اور موقع کے گواہوں کے تحریری بیانات میں ان دونوں چیزوں کا کوئی ذکر نہیں ملتا مجھے ہر حال اس راز سے پردہ اٹھانا تھا۔

میں نے اپنے سگرٹ کا آخری ٹکڑا ایش ٹرے میں بچھایا اور دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ کمرے کی پشت پر ٹنگا دیا۔ اعصابی اضطراب، سکون میں بدل چکا تھا اور میں اپنے اندر ایک نیا دلولہ اور نئی تازگی محسوس کر رہا تھا، تاہم مینا کے بھیانک قتل کا تصور بار بار جیسے میرے دل کو کچوکے دینے لگتا۔ بے چاری نیتا محض اس لیے ہلاک کر دی گئی کہ وہ میسر ساتھ رہتی تھی اور اُسے ہلاک کر کے پردہ زکوٰۃ یا کربانوف مجھے خوف زدہ کر رہے تھے۔

میں شام تک اپنے دفتر میں رہا اور ایک لمحے کے لیے بھی باہر نہ نکلا۔ دوپہر کا کاکا میں نے کمرے ہی میں کھایا مجھے معلوم تھا کہ پاتج بجنے ہی کے جی بی اوسطی گیشن ٹیپا رٹنٹ کے لوگ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے تھے اور دفتر سے اٹھنے والوں میں کربانوف کا نمبر ہوتا تھا پاتج بجنے کے بعد اس کے لیے دفتر میں رکننا ناممکن تھا۔ لہذا ضروری تھا کہ میں بجنے سے پہلے پہلے کربانوف سے رابطہ قائم کروں۔ میں نے سپیشل گورنمنٹ ہسپتال فون ڈائریکٹ

اُس ڈائریکٹری کے سرورق پر بھی سبک رٹ، جلی حرفت میں چھاپا جاتا تھا اور اس میں جتنے بھی نمبر درج تھے۔ وہ عام پبلک ڈائریکٹری میں شامل نہیں کیے جاتے تھے۔ یہ سپیشل ڈائریکٹری صرف خاص خاص سرکاری افسروں اور اداروں کو ارسال کی جاتی تھی۔

ٹھیک چار بج کر پچاس منٹ پر میں نے پہلا نمبر ڈائل کیا۔ اس وقت بھی میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

دوسری طرف سے حسب توقع کربانوف کی سیکرٹری لیڈیا پالونانے فون اٹھایا میں نے نرم لہجے میں اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا: "میرا نام شمرا یوف ہے اور میں پبلک پراسیکیوٹر اسس میں سپیشل انوسٹی گیشن سے کام کرتا ہوں۔ کیا آپ کامریڈ کربانوف سے بات کر سکتی ہیں؟"

چند ثانیے خاموش رہنے کے بعد لیڈیا نے کہا: "آپ انتظار کیجئے، میں کامریڈ کربانوف سے پوچھ کر بتاتی ہوں۔"

میسرے دل کی دھڑکنیں کچھ اور تیز ہو گئیں۔ پندرہ سیکنڈ بعد میرے کان میں کربانوف کی جانی پہچانی آواز آئی: "سیلو۔۔۔ میں کربانوف بول رہا ہوں۔۔۔"

"گڈ آفٹرنون۔۔۔ میں شمرا یوف ہوں۔ چند ضروری معلومات آپ سے لینا چاہتا ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو۔۔۔"

"کامریڈ شمرا یوف۔۔۔ خیر تو ہے؟" کربانوف نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "کی ضرورت پیش آگئی؟"

"جی ہاں کامریڈ۔۔۔ سب خیر ہے۔۔۔ میں ابھی ابھی آپ کے ادارے کی جانب سے بھیجی گئی افس نائل کی ورق گردانی کر رہا تھا جو جنرل زیوی گن کی خود کشی سے متعلق ہے۔۔۔ پوچھنا یہ تھا کہ زیوی گن کا ریوالور، اس کا بال پوائنٹ قلم، کارتوس کاخول اور فلیٹ کی بجیاں آپ نے کیوں نہیں بچھوائیں۔ یہ چیزیں کہاں ہیں۔۔۔"

میں نے تصور کی آنکھ سے دیکھا کہ کربانوف کے ہونٹوں پر اُبھرنے والا دوسرا قہقہہ اپنی موت آپ مر گیا۔ اس کی پیشانی پر بے پڑ گئے اور چہرہ سُرت گیا۔ چند ثانیے خاموش

کوشش کے باوجود میں اپنے لہجے کا طرز بھی چھپانہ سکا۔ کربانوف نے ایک لحظہ تامل کے بعد کہا :

”کیا زیوی گن کے باڈی گارڈ اور شو فرسے پوچھ گچھ ضروری ہے؟“  
”میری دانست میں بہت ضروری ہے۔“

”لیکن... اُن دونوں کے تصدیق شدہ بیانات فائل میں موجود ہیں۔“ کربانوف نے زور دے کر کہا۔ ”اس سے زیادہ یہ لوگ اور کیا بتائیں گے؟“  
”ہو سکتا ہے کچھ بتا ہی دیں۔“ میں نے ہنس کر کہا۔ ”آخر بات کر لینے میں ہرج ہی کیا ہے؟ یا کچھ ہرج ہے؟“

”نہیں نہیں... برگر نہیں... کوئی حرج نہیں...“ کربانوف نے جلدی سے کہا اور میں نے اپنی جگہ محسوس کیا کہ وہ سخت بوکھلا گیا ہے۔

”زیوی گن کے ماتحتوں سے پوچھ گچھ کرنے کے لیے میں تمہیں اجازت دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔“ کامریڈ شمراؤف۔ اس کے لیے تمہیں کامریڈ آندر وپوف سے اجازت لینے ہوگی۔ کے جی بی کے چیئرمین وہی میں اور زیوی گن آنجانی کے ساتھ جو لوگ کام کرتے رہے ہیں، ان سے پوچھ گچھ اتنی آسان بھی نہ ہوگی۔“

”یہ قیمتی معلومات فراہم کرنے کا بہت بہت شکریہ کامریڈ کربانوف...“ میں اور شمیر تو گویا۔ عام حالات میں بے شک کامریڈ آندر وپوف کو یہ اختیار حاصل ہے، لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ چیف پیبلک پراسیکیوٹر آفس اپنے محکمہ فرائض کی ادائیگی میں کامریڈ آندر وپوف کی اجازت کا محتاج نہیں ہے۔ آپ کا کام صرف اتنا ہے کہ مجھے ان تمام افراد کے نام اور پتے مہیا کریں جو آنجانی زیوی گن کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مجھے ان تمام افراد کے ناموں اور پتوں کی فہرست بھی چاہیے جن کے سامنے زیوی گن کی لاش کا پوسٹ مارٹم کیا گیا...“

دوسری طرف دینٹک خاموشی رہی۔ کربانوف کا ذہن شاید تیزی سے کچھ سوچ رہا تھا۔ آخر اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا :

”میں سمجھا... لیکن یہ نہیں سمجھا کہ تم لوگوں کو اس معاملے میں اتنی عجلت کس لیے؟“  
”ایک لحظہ میرا دماغ بھٹا گیا۔ مجھے وہ اختیارات یاد آگئے جو برزنیف نے عطا کیے اور اُن اختیارات کے ملنے سے کربانوف کی کیا حیثیت بقی کر وہ مجھ سے حرج کرتا؟“

”کامریڈ کربانوف...“ میرا لہجہ اس سے کہیں زیادہ خوفناک اور سنجیدہ ہو گیا۔ ”عجلت ہے یا نہیں... اس کا تعلق مجھ سے اور میرے حکمے سے ہے... آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں... جوابات آپ سے پوچھی جا رہی ہے۔ براہ کرم اس کا جواب دیجئے۔“  
”اُدھر کی باتوں میں وقت ضائع نہ کیجئے۔“

کربانوف کو شاید مجھ سے ایسے انداز کی توقع نہ تھی۔ یقیناً وہ اپنی جگہ بھونچکا رہ گیا تھا۔ تاہم آدمی بہت ہوشیار اور زمانہ ساز تھا، فوراً ہی اس نے اپنا رویہ بدل لیا اور آہستہ سے ”ٹھیک ہے... اب میں سمجھ گیا... جو چیزیں تمہیں درکار ہیں، وہ ہمارے آفس میں موجود ہیں۔ انہیں حاصل کرنے کے لیے تمہیں یہاں آنا پڑے گا... میں اپنے دفتر کو حکم دے رہا ہوں۔ وہ ان تمام چیزوں کا ایک پکیٹ بنا دے۔ یہ پکیٹ تمہیں ڈیوٹی آفس کے کمرے سے ملے گا اور ہاں... ایک بات واضح کر دوں... زیوی گن کا ریو الورسم نے اچھی طرح صاف کر دیا۔ اس پر بارود وغیرہ کا کوئی ذرہ تمہیں نہیں مل سکے گا... کارٹوس کا خول... بال پوائنٹ... اور زیوی گن کے پارٹمنٹ کی گنجائش اگر تمہارے لیے کارآمد ثابت ہو سکیں تو مجھے خوشی ہوگی۔ اُس کے لہجے میں چھپا ہوا طرز ابسان تھا جو آشکار نہ ہوتا۔ وہ مجھے چیلنج کر رہا تھا۔ چنانچہ نے چیلنج قبول کر لیا :

”بہت خوب کامریڈ... آپ کے آفس کی مسعدی اور ہوشیاری کے بہت چرچے سنے تھے، یقیناً آپ ویسے ہی ہیں۔ اب مہربانی کر کے یہ بھی بتا دیجئے کہ زیوی گن آنجانی کی ڈائریاں کہاں ہیں۔ اس کے علاوہ میں اُن سب افراد سے بھی پوچھ گچھ کرنا چاہتا ہوں۔ کسی حیثیت میں زیوی گن سے منسلک رہے ہیں۔ ابتدا اس کے باڈی گارڈ اور شو فرسے کرنا چاہتا ہوں۔ کیا خیال ہے آپ کا؟“

”میں پوچھ رہا ہوں کیا جنرل زیوی گن تمباکو پیا کرتا تھا؟“  
 ”ہاں۔۔۔ بیشک۔۔۔ سب جانتے ہیں وہ سگریٹ پیتا تھا۔۔۔“

”بس مجھے ہی پوچھنا تھا۔ بہت بہت شکریہ۔۔۔ اب ایک عنایت اور کیجئے اور وہ یہ کہ مجھے زیوی گن کی بیوہ کا پتہ بتائیے، یہ معزز خاتون کہاں رہتی ہیں؟ میں ذرا اُن سے بھی اُن کے شوہر کی اندوہناک موت کے سلسلہ میں تعزیت کرنا چاہتا ہوں۔“  
 ”کامریڈ شتراوف۔۔۔ تم خواہ مخواہ لوگوں کو پریشان کرنے پر تلے ہوئے ہو۔ یہ ابھی بات نہیں ہے۔۔۔“

”مجھے زیوی گن کی بیوہ کے گھر کا پتہ درکار ہے۔۔۔“ میں نے دوبارہ کہا۔ ”کیا مجھے اس کے لیے بھی آندرپوف سے پوچھنا پڑے گا؟“

”ٹھیک ہے۔۔۔ جب تم زیوی گن کا رولور وغیرہ لینے ہمارے آفس آؤ گے تو تمہیں اُسی پکیٹ میں زیوی گن کی بیوہ کا پتہ بھی لکھا ہوا مل جائے گا، مگر ایک مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں اور وہ یہ کہ تمہیں اس بھاگ دوڑ سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔۔۔ بے کار منظر کھاپا ہے ہو۔۔۔ کوئی اور کام کرو۔۔۔“

اس بہترین اور مخلصانہ مشورے کا بھی بہت بہت شکریہ کامریڈ کربانوف۔۔۔ میں نے ہنس کر کہا ”جو کام میکے سپرڈ کیا گیا ہے۔ فی الحال وہی کروں گا اور مجھے دنیا کی کوئی طاقت ایسا کرنے سے باز نہیں رکھ سکتی۔۔۔“

شام کے سائے خاصے گہرے ہو چکے تھے جب میں آئینہ جانی جنرل زیوی گن کے سینٹ اپارٹمنٹ کے سامنے پہنچا۔ اُس وقت فضا میں بے پناہ ٹھنکی پیدا ہو چکی تھی اور اُسے کشاؤ اسٹریٹ تقریباً ویران پڑی تھی۔ ارد گرد کے فلیٹوں کی مختلف منزلوں میں البتہ وٹنیا ہو رہی تھیں اور کہیں کہیں سے تیز مغربی ڈسکو میوزک کی آوازیں بند کھڑکیوں کی درزوں سے آزاد ہو کر، میسے کانوں تک پہنچ رہی تھیں۔ ان میں عورتوں اور مردوں کے طے جالے فہمنوں اور غل غباڑے کی آوازیں بھی شامل تھیں۔ زیوی گن کی رہائش گاہ کے بیرونی جائزے ہی سے یہ بات صاف ہو گئی کہ یہ اپارٹمنٹ کربانوف کی مرتب کردہ رپورٹ میں جو کچھ لکھا گیا ہے یہ اپارٹمنٹ بعینہ اس رپورٹ کی تصدیق کرتا ہے۔ اگا دکا آدمی، گرم

”میرا خیال ہے کامریڈ تم وقت ضائع کر رہے ہو۔۔۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں، اس معاملے میں کامریڈ آندرپوف کی اجازت ضروری ہے۔۔۔ اس کے بغیر کے جی بی سے تعلق والے کوئی شخص بھی تمہارے سوالوں کا جواب نہیں دے سکے گا۔۔۔ اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جن افراد کے سامنے زیوی گن کی لاش کا معائنہ یا پوسٹ مارٹم کیا گیا، وہ سب کے سب کے ملازم ہیں۔۔۔ پبلک پراسیکیوٹر آفس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے اختیارات سے تجاوز کرے اور ایسے معاملات میں اُن افراد کو ملوث کرنے کی کوشش کرے جن کا براہ راست کوئی واسطہ نہ ہو۔۔۔ میرا مطلب اس معاملے سے ہے جس کی تحقیق بزمِ خود تم کر رہے ہو۔ کربانوف کی آواز تلخ ہوتی جا رہی تھی اور اب اُس کا رویہ دیا ہی تھا جیسا درج کرنا کلب ہال میں جنرل پر وز کو ف مجھ سے اختیار کر چکا تھا۔

میں نے اُسے مزید زچ کرنے کا ارادہ کر لیا۔  
 ”دوسروں کی پھوڑیئے کامریڈ۔۔۔ یہ بتائیے کیا آپ کو بھی میکے سوالوں کا جواب دے کے لیے کامریڈ آندرپوف سے اجازت لینی ہوگی؟“  
 مجھے یقین تھا یہ سوال کربانوف کی کھوپڑی پر تھوڑا سا بکرا کر رہا ہوگا۔  
 ”میرا خیال ہے ایسا نہیں۔۔۔ میں اپنی جگہ ایک با اختیار شخص ہوں اور تم جیسے لوگوں کے سوالوں کا بخوبی جواب دے سکتا ہوں۔۔۔ پوچھو؟“  
 ”کیا فون پر ہی پوچھ لوں؟ میں نے اُسے چڑایا۔  
 ”ہاں۔۔۔ فون پر پوچھ لو۔۔۔“ وہ یک لخت دھاڑا۔ میں اس کا پارہ گرم کرنے کا میاب ہو چکا تھا۔

”جلدی پوچھو۔۔۔ میرا آفس ٹائم ختم ہو رہا ہے۔۔۔ مجھے گھر بھی جانا ہے۔۔۔“  
 ”بہت بہتر۔۔۔ ابھی پوچھنا ہوں۔“ میں نے اطمینان سے کہا۔ ”یہ بتائیے کامریڈ کربانوف کیا جنرل زیوی گن تمباکو نوشی کا عادی تھا؟“  
 ”کیا؟ کیا کہنا تم نے؟“ کربانوف کا لہجہ حد درجہ حیران کن تھا۔ اُسے شاید ایسے معذرت کی توقع نہ ہوگی۔ میں نے سوال دہرایا :

موتوں پر میری جان بچا چکا تھا۔ اس کی نال فائبر ہی نہیں کرتی تھی، بلکہ ضرورت پڑنے پر وہ تاریخ کی طرح روشن بھی ہو جاتی۔ سپستول کا سائنسز فائبر کی آواز اتنی دھیمی کر دیتا کہ دس پندرہ فٹ کے فاصلے تک بھی اُس کا سانی دینا ناممکن تھا۔

کوریڈور میں دیز اور نرم قالین بچھا تھا اور اس کی دباوت میں اپنے پاؤں کے نیچے بخوبی محسوس کر رہا تھا۔ چند لمحوں بعد جب میری آنکھیں اندھیرے سے کسی قدر مانوس ہوئیں، میں نے خود کو انٹرنل سہال میں کھڑے پایا۔ تھوڑی سی جستجو سے مجھے یقین ہو گیا کہ اپارٹمنٹ کے اندر میسر علاوہ کوئی اور ذی روح موجود نہیں۔ اس لیے میں نے باری باری سب کمروں کی بتیاں روشن کر دیں، اور یوں جنرل زیوی گن کے سیف اپارٹمنٹ میں جیسے دن نکلی آیا۔

میں نے دل ہی دل میں آنجنابی زیوی گن کے ذوقِ نفاست کو داد دی۔ میسر دہم دکان میں بھی نہ تھا کہ ڈیپٹی چیئرمین کے جی بی کا یہ سرکاری اپارٹمنٹ جہاں اس کا دفتر بھی تھا، اس قدر سامانِ تعیش اور آسائش سے پرہوگا۔ فی الواقع میں نقشِ حیرت بن گیا۔ ایک ایک کمرے کی آرائش و زیبائش پر کامریڈ نے دل کھول کر رقم خرچ کی تھی مگر سوال یہ تھا کہ حکومت کی طرف سے اُسے ایسا کرنے کی اجازت دی گئی تھی یا یہ سجاد خود اس نے اپنے ذاتی خرچ سے کی تھی۔ مجھے یاد آیا کہ سوویت یونین میں اعلیٰ عہدے داروں کو جو مشاہرے دیے جاتے ہیں وہ بمشکل اُن کی کفالت کر سکتے ہیں۔ ان حالات میں یہ ممکن ہی نہ تھا کہ زیوی گن اپنے سرکاری اپارٹمنٹ کی زیبائش پر اتنی بھاری رقم صرف کرے۔ شاید زیوی گن کو یقین کامل تھا کہ اُس سے بڑا کوئی عہدیدار اس اپارٹمنٹ کا معائنہ کرنے بھی نہیں آئے گا، اور اگر آئے گا بھی تو اُسے یہاں کی سجاوٹ اور آرائش دیکھ کر زبان کھولنے کی جرأت نہ ہوگی یا یوں کہے کم از کم اس وقت تک کوئی زبان سے ایک لفظ بھی نکال نہ پاتا جب تک برزنیف تختِ اقتدار پر قابض تھا۔

اپارٹمنٹ کے ہال کی دیواروں پر نہایت اعلیٰ درجے کا خوش نما اور قیمتی کانڈا لگایا گیا تھا اور اس پر جو اخراجات اُٹھے ہوں گے، ان کا اندازہ کرنا کچھ دشوار نہ تھا۔ درآئندہ

اور در کوٹ پہننے اور ہاتھوں پر موٹے موٹے دستلے چڑھائے، وقفے وقفے سے گزرا رہے تھے۔ کوئی گاڑی تدھم رفتار سے آتی اور سڑک کے دوسری طرف نکل جاتی زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں داخل ہونے کے لیے مجھے کچھ زیادہ مشقت نہ کرنی پڑی۔ اپارٹمنٹ کے دروازے کا قفل صاف بتا رہا تھا کہ اُسے پورا زور لگا کر توڑا گیا ہے، اور یہ کام زیوی گن کے باڈی گارڈ نے سرانجام دیا تھا جب وہ جنرل کی جانب سے کوئی جواب نہ ملنے پر اس کی خیر واقفیت معلوم کرنے، اپارٹمنٹ میں گیا تھا۔ نہ صرف قفل کی مرمت کر دی گئی تھی، بلکہ جہاں جہاں دروازے کو ضعف پہنچا تھا، اُسے بھی مرمت کر دیا گیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ دروازے پر لگا ہوا قفل سبز بھر کر دیا گیا تھا اس کے باوجود قفل کھولنے کی مجھے خصوصی اجازت حاصل تھی میں نے خصوصی کچی اپنی جیب سے لکائی اور اُسے کھول دیا۔

قفل کھلا تو میں نے دروازہ اندر کی جانب آہستگی سے دھکیلا۔ اپارٹمنٹ کے گرد و نواح میں کوئی آواز نہ تھی نہ کوئی حرکت۔ دروازے کے اندر داخل ہونے کے بعد میں نے بائیں جانب دیوار پر لگا ہوا بٹن دبایا اور تاریک، چھوٹے سے کوریڈور میں روشنی پھیل گئی۔ مجھے چند لمحوں دروازے کے پاس ہی ٹھہرنا تھا۔ میں نے آہستگی سے دروازہ بند کیا اور اُسے اندر سے لاک کر دیا۔ اپارٹمنٹ کے اندر گہری خاموشی تھی۔ تاہم یہ میرا فرض تھا کہ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھوں۔ کسی بھی لمحے، اپارٹمنٹ کے اندر چھپا ہوا، کوئی بھی شخص مجھے اسی انجام سے دوچار کر سکتا تھا جس سے جنرل زیوی گن کو دوچار ہونا پڑا۔ نینا کو میرے فلیٹ میں گھس کر جس بے دردی اور سفاکی سے قتل کیا گیا تھا، وہ منظر میں کبھی بھول نہیں سکتا تھا اور میرا قطعاً ارادہ نہ تھا کہ میں بھی اسی طرح موت کے گھاٹ اُتار دیا جاؤں۔ مجھے ابھی کچھ عرصہ دنیا میں رہنے کا شوق تھا۔

کچھ سوچ کر میں نے کوریڈور کی جی بجھا دی۔ اب میرے سامنے گھب اندھیرا تھا مجھے ہر طرح اپنی تسلی و تشفی کرنے کے بعد ہی اپارٹمنٹ کے اندر دنی حقے میں جانا چاہیئے تھا میں نے جیب سے اپنا آٹومٹک، تنہا سا سپستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ بظاہر یہ ایک چھوٹا سا کھلونا سا سپستول تھا، مگر اس میں بڑے گن پوشیدہ تھے۔ یہ سپستول کئی نازک

فرنیچر دیکھ کر میں ششدر ہی تو رہ گیا۔ یہ فرنیچر بالکل نیا تھا، حالانکہ میری معلومات کے مطابق سوویت یونین میں غیر ملکی فرنیچر کا استعمال سخت قابل اعتراض بات تھی۔ یقیناً یہ فرنیچر حکومت کی اجازت سے نہیں لایا گیا تھا۔ اور زیوی گن کسی خوف و خطر کے بغیر اُسے اپنے اپارٹمنٹ میں استعمال کر رہا تھا۔ صوفے اتنے شاندار اور آرام دہ تھے کہ ان کی قیمت کا اندازہ کمزور مائیسرے کے لیے مشکل تھا۔ کھڑکیوں پر لگائے گئے پردے بھی بہت نفیس اور قیمتی تھے۔ ان پردوں کا رنگ گہرا نیلا تھا۔ اسٹریس ہال سے ملحق، دوسرے کمرے کی چھت پر ایک خوبصورت بلوری جھاڑ نظر آیا۔ یہ واحد چیز تھی جو سوویت یونین میں تیار کی گئی تھی، لیکن اس کے بعد قیمتی ہونے میں کوئی شبہ نہ تھا۔ اس کمرے میں شیشے کی ایک بڑی اور خوبصورت الماری نظر آئی، اور جب میں اس کے نزدیک گیا تو چوہہ طبق روشن ہو گئے۔

الماری کے چھ خانے تھے، اُدھر کے پانچ خانے شراب کی بوتلوں سے بھرے ہوئے تھے۔ اور چھ خانے میں طرح طرح کے بوتلیں جام، نازک صراحیاں، پیمانے اور گلاس قرینے سے رکھے گئے تھے۔ ایک سرسری انداز کے مطابق شراب کی یہ بوتلیں سترچ پھتر کے لگ بھگ تھیں ان میں روسی شراب کے علاوہ، جس کی صرف دو بوتلیں ہی نظر آئیں، انگلستان، امریکا، فرانس، ہنگری اور بلجیئم کی بنی ہوئی خاصی قیمتی بوتلیں بہت نمایاں تھیں اور ان بوتلوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ جنرل زیوی گن کا تعلق یقیناً ایسے افراد سے تھا جو سوویت یونین میں غیر ملکی شراب سٹنگ کرنے کا دھندا کرتے تھے۔ غیر ملکی شراب سوویت یونین کی اُن اہم سرکاری تقریبات میں جہازوں کو پیش کی جاتی تھی جو دورے پر آئے ہوئے ہوں۔ نجی طور پر کسی کو اجازت نہ تھی کہ وہ غیر ملکی شراب کا ذخیرہ اپنے پاس رکھے۔ بے شک بہت سے بااثر افراد اور بڑے بڑے لوگ غیر ملکی شراب کے رسیا تھے لیکن وہ ایسے ذخیرے کھلے عام نمائش کے لیے نہیں رکھتا کرتے تھے جس طرح جنرل زیوی گن نے اپنے اپارٹمنٹ میں ایک الماری ایسی شرابوں کے لیے مخصوص کر دی تھی۔ تمام کمروں کا گھوم پھر کر جائزہ لینے سے پہلی بات جو سامنے آئی، وہ اس اپارٹمنٹ کی اندرون صفائی اور ستھرائی تھی۔ ہر شے قرینے سے اپنی جگہ جی ہوئی اور اس قدر صاف ستھارتھیے ابھی ابھی بازار سے خرید کر لائی گئی ہو۔ کہیں کوئی داغ و دھبہ یا کاغذ کا تھکا سا پرزہ تک دکھائی

نہیں دیتا تھا۔ فرش پر بچھے ہوئے قالین اُسی طرح گرد و غبار سے پاک اور بے عیب تھے، حالانکہ ابھی چند گھنٹے پیشتر اسی اپارٹمنٹ میں ایک شخص نے ریلو اور سے خود کو گولی مار کر ہلاک کیا تھا اور ہلاکت کی تحقیقات کے لیے اُن گنت لوگ اس اپارٹمنٹ میں آئے اور گئے تھے۔ اس کے باوجود ہر کمرہ اور ہر شے اتنی صاف کیوں تھی؟ ذرا سے غور و خوض کے بعد اس کی وجہ سمجھ میں آئی۔ زیوی گن کی لاش یہاں سے اٹھائے جانے کے جی بی کی جانب سے رپورٹ مرتب ہونے اور اس سلسلے کو خود کشی کے بجائے طویل علالت کے بعد انتقال کر جانے سے تعبیر کر کے کہا تو اور پروڈکوف وغیرہ اپنی جگہ مطمئن ہو چکے تھے کہ یہ قصہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا اور اسے دخل دفر کر دیا گیا ہے، لہذا انہوں نے اپارٹمنٹ پہلے کی طرح صاف رکھنے اور اس حادثے کا ہر نشان مٹا دینے کا ارادہ کر لیا، مگر یہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ زیوی گن کی خود کشی کا مسئلہ نئی تحقیقات کے لیے پبلک پراسیکیوٹر کے سپیشل انوسٹی گیٹر کے سپرد کیا جائے گا اگر کر بانوف وغیرہ کو ذرا بھی اس کا اندازہ ہوتا تو وہ اپارٹمنٹ کو آئینے کی طرح شفاف نہ کرتے۔

میں نے طے کر لیا کہ اُن افراد سے اس سلسلے میں پوچھ گچھ کروں گا جنہوں نے کر بانوف کے حکم کی تعمیل میں اپارٹمنٹ کی صفائی کی ہے، یہ اور بات کہ مجھے اس عملہ صفائی سے کوئی خاص بات معلوم ہونے کی توقع نہ تھی۔ وہ بھی سب کے سب کے جی بی ہی کے ملازم تھے اور انہیں کر بانوف اور پروڈکوف نے اچھی طرح بریف کر دیا ہوگا۔

مجھے یہاں جس چیز کی تلاش تھی، وہ میری نگاہوں کے سامنے موجود تھی اور ایک نہیں کی گئی، مگر افسوس کہ یہ سب خالی تھیں اور انہیں اس طرح صاف کیا گیا تھا کہ سگریٹ یا سگار کی لکھ کا کوئی ذرہ ڈھونڈنا ناممکن ہی نہ تھا، آپ سمجھ گئے ہوں گے میری مراد اُن ایش ٹرے سے ہے جو جنرل زیوی گن کے زیر استعمال رہتی تھیں جس کمرے میں زیوی گن نے خود کشی کی، وہاں بھی ڈانگ ٹیل پر کمرش کی بنی ہوئی ایک خوبصورت ایش ٹرے دھری تھی لیکن اُسے اچھی طرح صاف کر دیا گیا تھا سوال یہ تھا کیا زیوی گن نے مرنے سے ایک دن یا ایک گھنٹہ پہلے سگریٹ نوشی چھوڑ دی تھی۔ اگر واقعی ایسا ہی تھا تو اُسے یہ تمام ایش ٹرے اپارٹمنٹ

عام حالات میں جب زیوی گن بوتلوں پر بوتلیں چڑھاتا تھا، تو خود کشی کا بھیانک ارتکاب کرنے کے لیے تو اسے شراب کی بہت زیادہ ضرورت تھی اور یقینی بات ہے کہ اس نے خود کو مدہوش کر لیا ہوگا، لیکن اُس کی جو پوسٹ مارٹم رپورٹ تیار کی گئی، اس میں کہیں شراب کا ذکر نہ تھا۔ اس نے موت سے پہلے شراب پی ہوتی تو پوسٹ مارٹم رپورٹ میں ضرور درج ہوتا ہے کہ مرنے والے کے خون میں الکوحل پائی گئی وغیرہ وغیرہ۔

ذرا غور فرمائیے کیسا عجیب مقام ہے کہ خود کشی سے پہلے زیوی گن جیسے بلا نوش نے سگریٹ پیانہ شراب کو ہاتھ لگایا۔ اس کے برعکس اس نے صرف اتنا کیا کہ سسٹوٹ کے دفتر سے وہ سیدھا اس اپڈیٹ میں آیا، مینز ریڈیٹھ کر اس نے اپنا قلم اور رائٹنگ پیڈ نکالا۔ خود کشی کے بارے میں مختصر نوٹ لکھا، پھر اپنا ریو اور کینڈی پر رکھا اور بلبی دبا کر ہمیشہ کی نیند سو گیا۔ زیوی گن کو خود کشی کی اتنی جلدی تھی کہ اس نے تاخیر کرنا مناسب نہ جانا۔ یہاں تک کہ اُس نے سگریٹ نہ پیا۔ شراب کی الماری تو خیر ذرا فاصلے پر تھی۔ کیا کوئی ذی ہوش آسانی سے تسلیم کرے گا کہ اس پُر سکون انداز میں کوئی شخص خود کو موت کے حوالے کر سکتا ہے؟ مگر اس کا کیا علاج کہ جی بی کو چلانے والے کچھ ایسا ہی یقین رکھتے تھے اور ان کی دانست میں اس سے بہتر اور شریفانہ انداز میں خود کشی نہیں کی جاسکتی تھی۔

میں نے وہ پیکٹ کھولا جو کربانوف نے میسرے لیے تیار کر لیا تھا۔ اس میں زیوی گن کا ریو اور بال پوائنٹ قلم اور خود کشی کا تحریری اقرار نامہ وغیرہ موجود تھا۔ میں نے سوچا اگر زیوی گن اس آسانی سے خود کو شوٹ کر کے دنیاوی جھنجھٹوں سے نجات پاسکتا ہے تو میں ایسا کیوں نہیں کر سکتا، چنانچہ میں نے بھی زیادہ وقت ضائع کرنا مناسب نہ جانا۔ اُسی میز پر بیٹھ کر خود کشی کا اقرار نامہ اپنے سامنے رکھا اور بال پوائنٹ قلم اٹھا کر فرضی طور پر کچھ لکھا۔ پھر قلم رکھ کر اپنی جیکٹ کی اندرونی جیب میں یوں ہاتھ ڈالا جیسے ریو اور نکالنا چاہتا ہوں۔۔۔ مگر میں نے ریو اور نہیں نکالا۔۔۔ شاید اس لیے کہ اسی وقت ایک دلچسپ بات مجھے یاد آگئی۔۔۔ کیا زیوی گن نے اپنا ریو اور جیکٹ کی اندرونی جیب سے نکالا تھا یا اُس نے بھاری اوڈر کوٹ پہن رکھا تھا؟ یہ بات ہرگز قرین قیاس نہ تھی کہ جنوری کے اس بے پناہ سرد مہینے میں وہ صرف ایک جیکٹ پہنے

کے اندر سے ہٹا دینی چاہیے تھیں جو لوگ ابتدا میں تمباکو نوشی کے شدید عادی ہوتے ہیں۔ وہ بعد میں یہ عادت چھوڑیں تو رد عمل کے طور پر ایش ٹرے بھی اپنے قریب رکھنا پسند نہیں کرتے، حدیہ کر دوسروں کو بھی اپنے سامنے سگریٹ پینے اور سگریٹ کا ٹکڑا رکھ دینا میں جھاڑنے کی اجازت نہیں دیتے۔ زیوی گن بھی مزاج کے اعتبار سے ایسا ہی آدمی تھا، لیکن یہاں ایسا نہیں تھا۔ کربانوف مجھے بتا چکا تھا کہ زیوی گن نے سگریٹ نوشی ترک نہیں کی تھی۔ تاہم یہ بات حیرت انگیز تھی کہ خود کشی سے پہلے اُس نے حسب عادت سگریٹ پینے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی، اور اگر اُس نے مرنے سے پیشتر سگریٹ پیانے کا آخری بجھا ہوا ٹکڑا ایش ٹرے کے اندر موجود ہونا چاہیے تھا۔

مجھے بہر حال یہ معاملہ کرنا تھا کہ زیوی گن نے مرنے سے پہلے اگر سگریٹ پیانے کا بجھا ہوا ٹکڑا کہاں ہے۔

شراب کی بوتلوں سے بھری جس الماری کا پہلے ذکر آیا ہے وہ چیکو سلواکیہ کی بنی ہوئی تھی۔ الماری کے اندر روشنی کا خود کار بند و بست کیا گیا تھا، بالکل ویسا ہی جیسے ریفریجریٹور میں ہوتا ہے کہ ادھر آپ نے دروازہ کھولا، ادھر اندرونی حصے میں روشنی ہو گئی۔ اُس کے اندر مختلف رنگوں کے ننھے ننھے بلب اس انداز میں لگائے گئے تھے کہ جب وہ کھلتی تو یہ بلب نظر نہ آتے، البتہ اُن کے دغیرب رنگوں سے الماری کے اندر قوس قزح کی سی شکل ابھرتی یہ رنگ جب شراب کی بوتلوں پر پڑتے تو ان کا حسن و جمال دو بالا ہو جاتا۔

اُن میں اکثر بوتلیں ابھی تک سبز مہر تھیں، صرف تین بوتلوں کے منہ کٹے تھے جس سے پتہ چلتا تھا کہ انہیں استعمال میں لایا جا چکا ہے۔ اُن میں فریج برانڈی اور روسی وڈکا کی بوتلیں اور ایک انگلش شیمپین شامل تھیں۔ زیوی گن کے بارے میں مجھے ہی نہیں، سوویت روس میں بچنے بچنے کو علم تھا کہ وہ بلا نوش ہے، اُسے دو وقت کا کھانا بیشک نہ ملے۔ مگر شراب کے بغیر وہ زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ اُس کے کوٹ کی مختلف جیبوں میں شراب کی چھوٹی چھوٹی ٹکیوں میں ہمہ وقت موجود رہتی تھیں۔ اب اگر ایسے شخص کے بارے میں کوئی یہ کہے کہ اس نے خود کشی سے پہلے نہیں پی تھی تو آپ کیا کہیں گے؟ یہی کہ ایسا ممکن ہی نہیں

ہوئے ہوگا۔ وہ تو تھوڑی دیر پہلے باہر سے آیا تھا اور لازماً اس کے بدن پر اور کورڈ  
مگر آپ دیکھ چکے ہیں کہ جی بی کے ماہرین نے جو رپورٹ مرتب کی، اُس میں کہیں اشارہ  
نہیں ملتا کہ جنرل نے مرتے وقت کو نسا لباس پہن رکھا تھا۔ اس میں کسی اور کورڈ کا  
کا ذکر نہیں کیا گیا۔ کیا میں یقین کر لوں کہ وہ باہر سے آیا، ٹیبل پر بیٹھ کر خود کشتی کا آفریٹا  
اور ریو اور سے خود کو شوٹ کر لیا؟ اگر اس نے ایسے موقع پر اور کورڈ نہیں پہن رکھا  
تو پھر اس کا اور کورڈ کہاں تھا؟ اور اگر اور کورڈ خود کشتی کے وقت زبوی گن کے بدلے  
پر تھا تو رپورٹ میں اُس کا ذکر کیوں نہیں ہے؟ ظاہر ہے خون اس کوٹ پر بڑی مقدار  
میں گرا ہوگا۔۔۔۔۔

اپنی جیکٹ کی اندرونی جیب سے ریو اور نکالنے کے بجائے میں نے بلغاریہ کا  
ہوا سگریٹ پکیٹ نکال لیا۔ ماچس کی تیلی جلا کر سگریٹ سلگایا اور اس پیچیدہ معائنہ  
پر مزید غور و فکر کرنے کے لیے، کمرسی سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا۔ ایک لمبے  
کے لیے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ زبوی گن نے خود کو شوٹ کرنے سے پہلے اسی طرح ہیں  
کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر اپنی زندگی کا آخری سگریٹ پیا ہو۔ میں نے کھڑکی سے باہر  
دیکھا۔۔۔۔۔ سلسلے صحن تھا۔۔۔۔۔ ویران اور سُسنان۔۔۔۔۔ جہاں شام کی ہلکی ہلکی برف، روٹی کے  
نرم نرم گالوں کی صورت میں مسلسل گر رہی تھی۔ صحن کے ایک طرف اینٹوں کا بنا ہو گیا

تھا۔۔۔۔۔ اس وقت زبوی گن کے خیالات اور احساسات کیا ہوں گے۔ اس بارے میں  
میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا، تاہم یہ بات یقینی تھی کہ اگر وہ اس کھڑکی کے پاس کھڑا سگریٹ  
پی رہا تھا تو عین ممکن ہے سگریٹ کی راکھ جھاڑنا بھول گیا ہو یا اُس نے یہ سوچا ہو کہ راکھ  
جھاڑنے کے لیے اُسے واپس ٹیبل پر جانا پڑے گا۔ جہاں ایش ٹرے رکھی ہے لیکن زندگی  
کے آخری لمحات میں اُس نے یہ بھی سوچا ہو گا کہ اب ایش ٹرے میں راکھ جھاڑنے کا عمل  
بے کار ہے۔ راکھ تو کہیں جھاڑی جاسکتی ہے اور سگریٹ کا آخری ٹکڑا ایش ٹرے میں ملے  
بغیر کھڑکی سے باہر صحن کی طرف اٹھا لاجاسکتا ہے۔ ایسے حالات میں اگر سگریٹ کی راکھ  
بیش قیمت قالین پر گر جائے تو بھی کچھ فرق نہیں پڑے گا۔

میں نے گھٹنوں کے بل جھک کر کھڑکی کے نیچے اور اپنے قدموں تلے پکھے قالین  
کا جائزہ لیا۔۔۔ وہاں راکھ کا کوئی ذرہ نظر نہ آیا۔ قالین صاف کرنے والوں کی مہارت  
قابلِ داد تھی۔ انہوں نے میسرے کے لیے کامیابی کا کوئی راستہ باقی نہیں چھوڑا تھا۔۔۔ فرض کرو  
زبوی گن نے سگریٹ کا ٹکڑا ایش ٹرے میں نہیں بھجایا، تو حقیقت میں اُس نے کیا کیا  
ہوگا؟ کیا اس نے کھڑکی کھول کر یہ ٹکڑا باہر پھینکا تھا؟ میں نے اپنی انگلیوں میں سُسکتے  
سگریٹ کا جائزہ لیا۔۔۔۔۔ ایک دوکش اور لگاؤں تو پھر مجھے بھی ایش ٹرے کی ضرورت پڑے  
گی چنانچہ میں نے جلدی جلدی دوکش لگائے، کیا میں اپنا سگریٹ واپس جا کر ایش ٹرے  
میں بھجاؤں یا کھڑکی سے باہر پھینک دوں؟ میں نے اُسے باہر پھینکنے کا فیصلہ کیا اور بایا  
ہاتھ کھڑکی کھولنے کے لیے بڑھایا، لیکن اُسی لمحے کھڑکی کے اوپری فریم پر نگاہ پڑی اور میرا  
بڑھا ہوا بازو وہیں ٹک گیا۔ میں ہلک جھپکاتے بغیر کھڑکی کا فریم دیکھتا رہا۔۔۔۔۔

اب مجھے سگریٹ کا ٹکڑا باہر کورڈ یا رڈ میں پھینکنے کی ضرورت نہ تھی۔ واپس جا کر  
میں نے اُسے ایش ٹرے میں بھجایا اور دوبارہ کھڑکی کی طرف آکر فریم کا بغور معائنہ کرنے لگا۔  
اس فریم کا اوپری حصہ دو جگہوں سے پھلا ہوا تھا اور اگرچہ اُن پھلے ہوئے حصوں کو استاد  
کاریگری کے ذریعے درست کرنے کی پوری کوشش کی گئی تھی۔ مگر نام کا ثابت ہوئی۔ اُن  
کابس نہیں چلا ہو گا کہ وقت کم تھا، ورنہ وہ اس کھڑکی کا یہ فریم ہی تبدیل کر ڈالتے۔۔۔۔۔

سوال یہ تھا کہ کھڑکی کا یہ فریم کیوں اس حد سے دوچار ہوا، میں نے قریب ہو کر  
اُس کا جائزہ لیا۔۔۔۔۔ صریحاً یہ ایک دودن سے زیادہ پرانا نہ تھا اور اسے درست کرنے  
کی جو کارروائی کی گئی تھی وہ بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی تھی کہ فریم کو پھلے ہوئے  
زیادہ وقت نہیں گزرا۔ پھلے ہوئے ٹکڑے تلاش کرنے کے بعد انہیں اصل جگہ فٹ کرنے  
کی نہایت فنکارانہ انداز میں کوشش کی گئی اور یہ کام اتنی مہارت سے سرانجام دیا گیا کہ کسی کی  
توجہ فوری طور پر کھڑکی کے اس فریم کی جانب نہیں جاسکتی تھی۔ اب آپ اسے میری خوش بختی  
کہہ لیجئے یا اتفاقی حادثہ کہ زبوی گن کے انداز خود کشتی کی رہبر سل کرتے ہوئے میری نگاہ  
اس فریم پر جا پڑی اور یوں ایک نئی کڑی جستجو اور تحقیق کی بات چھڑ گئی۔

میں نے اس فنی کاریگری کا ذرا نزدیک سے جائزہ لینے کا ارادہ باندھا۔ ایک کڑا  
اٹھا کر کھڑکی کے قریب رکھی، پھر اسٹیڈی روم میں سے ایک چھوٹا سا ٹیبل لمبے لمبے کمرے  
اسے روشن کمرے میں نے دائیں ہاتھ میں تھاما اور خود کمرے پر کھڑا ہو کر دیکھنے لگا کہ کون  
یہ فریم کیسے ٹوٹا۔ میں دراصل اپنا ایک خصوصی سیاہ بیگ لانا بھول گیا تھا۔ اس بیگ  
جدید ترین آلات سُرغ رسانی رکھتے ہوئے تھے۔ اُنہی میں طرح طرح کے طاقتور محذب شیشے  
تھے جو ایک رانی کو ہاڑ بنا کر دکھا دیا کرتے تھے۔ اس وقت محذب شیشہ میرے پاس  
تو اس اُکھڑے ہوئے فریم کا سارا راز منٹوں میں کھل جاتا، تاہم قریب سے دیکھنے کا بھی خاصہ  
فائدہ پہنچا۔ میں نے اندازہ کیا کہ کٹڑی کے فریم میں سے تین بڑی میٹر قطر کا ایک ٹکڑا الگ ہو  
جسے بعد ازاں اُسی سوراخ میں جا دیا گیا تھا۔ یہ اور بات کہ اس ٹکڑے کے چاروں طرف  
لیکر صاف نظر آ رہی تھی۔ میں نے کمرے سے اُتر کر اس نرٹریکٹ میں ہاتھ ڈالا جو کہ بانوت  
نے میرے لیے تیار کر دیا تھا۔ اس کے اندر فولادی زرد رنگ کا کارٹوس موجود تھا جو زیروی  
کے زیوالور میں سے نکلا اور اُس کی کپٹی میں گھس گیا تھا۔ میں نے یہ خونی کارٹوس نکال کر تھپا  
پر رکھ دیا۔ اگرچہ اس کا ایک سرا نہایت خفیف طور پر مرٹا ہوا تھا، اس کے باوجود یہ جانے  
میں دیر لگی کہ زیروی گن کی کپٹی میں داخل ہونے سے پہلے یہ کارٹوس کھڑکی کے اس فریم پر  
لیکن یہ اتنی مضحکہ خیز بات تھی کہ میں اس کے تصور ہی پر مسکرائے بغیر نہ سکا یہ نظر  
درست تھا اور اس کے غلط ہونے کی بظاہر کوئی وجہ بھی نہ تھی۔ اس کے معنی یہ تھے کہ جہاں  
زیروی گن نے ریوالور اپنی کپٹی پر رکھا۔ بلبی دبا، ریوالور کی نال سے فولادی کارٹوس برآمد ہو  
مگر زیروی گن کے کھوپڑی پاش پاش کرنے سے پہلے کارٹوس نے مناسب یہ سمجھا کہ وہ کھڑکی کے  
فریم میں جلے، لیکن اس نے اتنا کیا کہ فریم کا کچھ حصہ اس سے الگ کر دیا اور غالباً کھڑکی  
شیشہ توڑتا ہوا سامنے والی بلڈنگ کی دیوار میں لگا اور پھر سڑک پر گر گیا۔ کھڑکی کا شیشہ  
اگر ٹوٹا تو اس کی جگہ نیا شیشہ لگا دیا گیا ہو گا کہ کام بہت آسان تھا، چنانچہ میں نے اپنے شبہ  
کو یقین میں بدلنے کے لیے، کھڑکی میں لگے ہوئے چاروں شیشوں کا بغور معائنہ کیا اور  
جاننے میں پندرہ بیس سیکنڈ سے زیادہ وقت صرف نہیں ہوا کہ ان چاروں شیشوں میں سے

میں نے اپنے تھے اور جو تھانہ لگایا گیا تھا۔ پُرانے تینوں ٹکڑوں کو بھی ماہرین نے خوب شفا  
دے کر ڈالا اور اپنی طرف سے انہیں جو تھنے نئے شیشے سے ملانے کی پوری کوشش کی تھی۔ مگر آپ  
جاتے ہیں کہ پُرانے اور نئے شیشے میں بہر حال چمک دمک کے اعتبار سے کچھ نہ کچھ فرق پیدا ہو  
جاتا ہے۔ اس بات کا واضح ثبوت فراہم ہو چکا تھا کہ زیوالور سے نکلے ہوئے ایک کارٹوس  
نے کھڑکی کا فریم ہٹ کیا۔ پھر شیشہ توڑ کر باہر نکل گیا۔ غائب امرکان یہی تھا کہ وہ کارٹوس باہر  
سڑک پر گر کر اور تین فٹ گہری اُس برف میں دبا ہوا ہو گا جو پچھلے دور وزر سے مسلسل گر رہی تھی  
میں نے یہ امر باعث اطمینان تھا کہ برف صاف کرنے والے بل ڈوزر ابھی حرکت میں نہیں  
آئے تھے اور شاید مزید برف گرنے کا انتظار کر رہے تھے تاکہ بار بار برف ہٹانے کی مشقت  
برداشت نہ کرنی پڑے۔ میں نے ان دونوں دریا فتوں سے اپنے اندر ایک نئی توانائی کی لہر ڈالتے  
ہوئے محسوس کی۔ کہ بانوت اور پزرو کو ف جیسے چالاک مکار اور عیار لوگوں کو شکست فاش  
دینا میرے لئے ضروری ہو گیا تھا، ورنہ میرا حشر بھی زیروی گن سے مختلف نہیں ہو سکتا تھا۔  
میں نے کمرے میں لے جا کر رکھی جہاں سے اٹھانی تھی، لمبے بھی اس کے اصل مقام  
پہنچایا، اس کے بعد پارٹمنٹ کے اندر جلنے والی تمام بتیاں بجھا دیں۔ صرف کوریڈور کی بتی جلتی  
ہوئی پھوٹی دروازے سے باہر آ کر میں نے اسے احتیاط سے لاگ کیا اور دوسری منزل  
سے اُتر کر پہلی منزل پر آ گیا۔ پہلی منزل میں عام لوگوں کے رہائشی فلیٹ بنے ہوئے تھے۔  
میں نے ایک فلیٹ کی گھنٹی بجائی۔ کوئی جواب نہ ملا۔ شاید وہ فلیٹ خالی پڑا تھا۔ میں نے  
اس سے اگلے فلیٹ کے دروازے پر لگی گھنٹی پر اُلگی رکھی۔ اس فلیٹ کے اندر سے میوزک  
کی خاصی اونچی آواز باہر آ رہی تھی اور میوزک کے عقب میں چند آدمیوں اور عورتوں کے  
چمکنے اور کھٹکے تقصوں کی غلی آوازیں، چند لمحے انتظار کرنے کے باوجود جب دروازہ نہ کھلا  
تو میں نے تیسرے فلیٹ کی گھنٹی بجائی۔ ایک منٹ بعد دروازہ آہستہ سے کھلا اور ایک  
مٹھی سی لڑکی نمودار ہوئی۔ اُس نے غور سے مجھے یوں دیکھا جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔  
معاف کیجئے۔۔۔ میں نے آپ کو رحمت دی۔۔۔ کیا آپ کے گھر میں دو یا تین ڈوربینیں  
نہیں لگی؟

لڑکی کی دونوں آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ شاید اس نے مجھے کوئی مضبوطی یا دلالت دیکھ رہا تھا۔ میں نے اپنا تعارف کرایا تو وہ بے حد خوش ہوا اور مجھے اپنے فلیٹ کے اندر کیا اور حجاب دیے بغیر منہ بنا کر دروازہ بند کر دیا۔ میں کچھ خفیف سا ہو کر اگلے فلیٹ کے بڑھ گیا۔ گھنٹی بجائی اور اس مرتبہ دروازہ فوراً ہی کھل گیا۔ ایک نوجوان میرے سامنے بیٹھ گیا۔ میں نے پہلے اپنا تعارف کر لیا، سرکاری شناختی کارڈ نکال کر دکھایا۔ نوجوان کے چہرے پر حیرت کے بجائے محنت و ہراس کی لکیریں نمودار ہوئیں۔ اس نے مدہم آواز میں کہا:

"فرمائیے جناب... میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟ اگر آپ بھوکے ہیں تو اندازہ کھانا حاضر ہے، اور اگر..."

موجود ہے؟

"جناب، یہ موقع اس تفصیل میں جانے کا نہیں۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ آپ براہ کرم جلدی سے وہ ٹیلی اسکوپ مجھے لاد دیجئے۔"

شاید اس نے مجھے موٹی لڑکی کی طرح پاگل جانا۔ میرے ہاتھ میں دو ربین وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ کرنٹ آواز میں بولا: "تم کہتے ہو کہ تمہارا تعلق پبلک پراسیکیوٹر آفس سے ہے اور تم اسپیشل انسٹی گریٹر ہو۔ مگر مجھے اس میں شک ہے۔۔۔ سچ سچ بتاؤ تم کون ہو؟"

"جناب، یقین کیجئے، میں نے اپنا صحیح تعارف کر لیا ہے۔۔۔ یہ میرا سرکاری کارڈ ملاحظہ فرمائیے۔"

اس نے شناختی کارڈ لے لیا اور فلیٹ کے اندر جا کر اُسے روشنی میں اچھی طرح جانچا، پھر مٹلن ہو کر جب وہ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت ٹیلی اسکوپ تھی۔ اُس نے کارڈ اور ٹیلی اسکوپ دونوں چیزیں مجھے واپس کرتے ہوئے کہا: "معاف کرنا، میں نے تمہیں جاننے کی بجائے۔۔۔ بہر حال، یہ ٹیلی اسکوپ حاضر ہے۔"

میں اس کا شکریہ ادا کر کے باہر سڑک پر آ گیا جہاں اپارٹمنٹ کے سامنے او لگا کار کھڑی تھی۔ اُس شام یہاں آنے کے لیے میں نے پراسیکیوٹر کے ایک اسسٹنٹ سے عارفتہ کارڈ مانگی تھی۔ اُس میں جھانکا تو ڈرائیور کی نشست پر، کھڑکیوں کے شیشے چڑھائے، نیلی آنکھوں والا نوجوان ڈرائیور غالباً ریڈیو سے جی بھلا رہا تھا۔ اُس کا نام شانتا لوئن تھا۔ میں نے انگلی سے کارڈ شیشہ بجایا۔ وہ کار میں لگا ہوا ریڈیو سننے میں اتنا محو تھا کہ اُس نے شیشہ بجانے کی آواز نہیں سنی اور جب میں نے کار کی چھت پر زور دار گھونسا مارا، تب وہ چونکا اور بدحواس ہو کر کار سے باہر نکل آیا۔

"سنو..." میں نے کہا: کار کا انجن اسٹارٹ کر دیا اور اسے آہستہ آہستہ چلا کر کوٹ یاڈ پر دستک دینے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی کہ وہ پہلے سے دروازے پر کھڑا برف باری کا شہ

کی جانب سے جاؤ اس کے بعد کارخ سا منے والی بلڈنگ کی طرف کر کے ہیڈ لائٹس روشن کر دو۔ یہ دھیان رکھنا کہ روشنیاں اس بلڈنگ کی پہلی اور دوسری منزل کے درمیان پر مرکوز رہیں۔

دہ کارتوس تلاش کر رہی تھیں جس نے دیوار پر نشان بنایا تھا۔ یہ کام اتنا سہل نہ تھا۔ بہت جلد میری انگلیوں نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ ہاتھوں کی رگوں اور شریانوں میں دھڑکنے والا خون جم رہا تھا۔ مجبور ہو کر میں نے برف کے اندر سے ہاتھ نکال لیے اور اپنے کپڑوں سے رگڑ کر کھرا نہیں گرم کیا۔ چوخی انگلیاں حرکت میں آئیں، میں نے دوبارہ ہاتھ برف میں ڈال دیے۔ بلاشبہ میں چاہتا تو اس کام کے لیے بہت سے افراد طلب کر سکتا تھا اور وہ لوگ برف کا انبار ہٹا کر مطلوبہ کارتوس مجھے تلاش کر دیتے۔ لیکن اس طرح یہ راز دوسروں پر بھی کھل جاتا کہ یہاں کیا دھونڈ جا رہا ہے، اس لیے یہ کام مجھے تنہا ہی کرنا تھا۔

کار کی ہیڈ لائٹس جب مسلسل پہلی اور دوسری منزل کے فلیٹوں پر پڑتی رہیں تو ان میں رہنے والے چوکتے ہوئے۔۔۔ بعض فلیٹوں کی کھڑکیاں کھلنے اور بند ہونے لگیں۔ کئی گردنیں باہر آئیں اور انہوں نے سخت سر اسیمگی اور حیرت سے اس ماحول کا جائزہ لیا۔ یہاں سوویت یونین میں، عرصہ دراز کے بعد لوگوں کی ایسی تربیت کر دی گئی ہے کہ خواہ مخواہ دوسروں کے معاملات میں مداخلت نہیں کی جاتی۔ لوگوں نے مجھے بھی دیکھا اور شائشائیں

کو بھی کار کے پاس کھڑے پایا۔ ہمارے علاوہ وہاں کوئی اور نہ تھا۔ آسمان سے برف برابر گر رہی تھی اور ایسے موسم میں اگر دو آدمی سڑک پر کچھ کر رہے ہوں تو ان کے باسے میں عام طور پر سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ سرکاری آدمی ہونگے اور اپنے محکمہ فرائض سرانجام دے رہے ہوں گے۔ ان فلیٹوں کے اندر سے میوزک اور فلموں کے شور کی آوازیں آرہی تھیں، لوگ ٹیلو ویژن پر کوئی دلچسپ پروگرام دیکھ رہے ہوں گے۔ کشاٹو اسٹریٹ میں ان فلیٹوں کے اندر زیادہ تعداد سرکاری ملازموں کی آباد تھی۔ انجینئر یونیورسٹیوں، پروفیسر، سائنسدان اور کہیں کہیں فوج سے ریٹائر کیے جانے والے چھوٹے بڑے افسر۔

کارتوس کی تلاش میں میسکر ہاتھ ہی نہیں، سارا بدن تھج ہو چکا تھا۔ میرے دونوں پاؤں اگرچہ بیز چمڑے کے جوتوں میں محفوظ تھے اور ان پر اونی جرابیں بھی چڑھی ہوئی تھیں۔ تاہم یوں محسوس ہوتا تھا جیسے پاؤں بدن کے ساتھ نہیں۔ اُس لمحے میں کسی چوپائے کی طرح ہاتھوں اور پاؤں کے بل برف کے اندر حرکت کر رہا تھا۔ حماقت دیکھتے کہ میں نے اپنی قمیص

شاشا نے بڑے تعجب سے یہ حکم سنا، سر کھجایا اور کار اسٹارٹ کر کے کورٹ یارڈ لے گیا، پھر اس کا رخ موڑا اور ہیڈ لائٹس جلادیں۔ لیکن روشنیاں پہلی اور دوسری منزل درمیانی حصے پر مرکوز نہ ہو سکیں کہ جس سطح پر کار کھڑی تھی، اُس سطح سے اُس کی ہیڈ لائٹس منے والی مطلوبہ جگہ پر نہیں پڑ سکتی تھیں، چنانچہ شاشا نے جیک استعمال کر کے گاڑی کا کلا حصہ کسی قدر اٹھایا اور پچھلے پہیوں کی طرف دو تین پھراٹ لکائے تاکہ کار پچھلے رخ پر اس کا رخ روائی سے روشنیاں عین اس جگہ پڑنے لگیں جو میرا مقصود تھی۔ اب شاشا کا کام ہوا اور میرا شروع ہو گیا۔ میں نے دور میں سے پہلی اور دوسری منزل کے درمیانی حصے کا معائنہ کیا۔ مجھے سفید دیوار پر ایک ایسے تازہ نشان کی تلاش تھی جو ریوالور سے نکلے ہوئے کارتوس نے بنایا ہو۔

اور آپ میری مسرت کا اندازہ کر سکتے ہیں جب چند لمحوں کی جستجو کے بعد وہ نشان مجھے ایک جگہ دیوار پر نظر آگیا۔ میں نے ٹیلی اسکوپ کی مدد سے بھی اس کا جائزہ لیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ نشان بالکل تازہ ہے۔ طاقتور ریوالور سے نکلے ہوئے فوادی کارتوس نے دیوار پر کیا کیا سفید روغن کھرتج دیا تھا۔ میں نے شاشا سے کہا کہ وہ کار کے اگلے حصے سے جیک لے کر اُسے پہلی جیسی سطح پر لے آئے۔ اس نے تعمیل حکم کر دی، یہ اور بات کہ اس کی سمجھ میں میری اس مجنونانہ حرکتوں کا مطلب نہیں آ رہا تھا۔ جس مقام پر یہ نشان یاد دہیتے مجھے دکھائی دیا اس کے عین نیچے میں نے کار کی روشنیاں مرکوز کرائیں۔ وہاں تین فٹ سے زائد گہری برف جمی تھی۔ اس وقت میسکر ہاتھوں پر گرم دستاں نے چمڑے ہوئے نہیں تھے۔ مگر وہ موقع تھا کبھی نہیں کر میں دستاں لینے جانا یا شاشا کو اس مقصد کے لیے بھیجنا۔ لہذا اس کے سوا کوئی اور راستہ نہ تھا کہ اپنے دونوں برہنہ ہاتھ اس تین فٹ گہری برف کے اندر دھن دوں اور میں نے ایسا ہی کیا۔ برف کے اندر میرے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں تیزی سے

اور کوٹ کی آستین تک رول کرنے کی طرف توجہ نہ دی۔ کار تو س تلاش کرتے کرتے آگے گھٹنے گزریا اور کار کی تینیاں تھم پڑنے لگیں۔ تب میں نے مایوس ہو کر برف سے باہر اچلنے لگا، مگر عین اُسی وقت میکے بائیں ہاتھ کی انگلیاں برف کے اندر کسی سخت چیز سے ٹکرائیں۔ ایک لحظت میں سکر بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ انگلیوں نے دماغ تک یہ خبر پہنچانے میں تاخیر نہ کی کہ یہ سخت چیز کیا ہے۔ دوسرے ہی لمحے میں نے اُسے برف سے نکال لیا۔ یہ ریو اور سے چار ولسا ہی زرد فولادی کار تو س تھا جس نے جزل زیوی گن کی کھوپڑی میں سوراخ کر دیا تھا۔ کار تو س کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال کر میں کار کی طرف دیوانہ وار بھاگا۔ شاشا غرہ کو کچھ پتہ نہ تھا کہ میں اتنی دیر سے کیا کر رہا ہوں اور اچانک دوڑ کیوں پٹا ہوں۔ میں نے اُسے کہا کہ وہ کار کی ہیڈ لائٹس بند کر دے۔ اُس نے فوراً تینیاں بجھا دیں۔ اُس لمحے ایک فلیٹ کا دروازہ کھلا اور دو افراد کوٹ پہننے باہر آئے۔ ان میں سے ایک مرد تھا اور دوسری عورت۔ شاید درمیان بیوی ہوں گے یا دوست۔ مجھے علم نہیں کہ وہ اپنے فلیٹ میں سے میری حرکتیں کب سے دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے اور بالآخر انہیں باہر آنا پڑا۔

مجھے دفعہ زبردست خطرے کا احساس ہوا۔ ایسے مواقع پر میری چھٹی حس بیدار ہوتی کرتی ہے۔ آنا فانا میرا دایاں ہاتھ تیلون کی جیب میں رکھے ہوئے ننھے سے آٹومٹک بے آواز پستول پر جم گیا۔ اتنے میں وہ دونوں ٹہلے ہوئے میرے قریب آگئے مرد نے بڑھ کر مجھے غور سے دیکھا اور کہا: ”معاف کیجئے، ہم لوگ دیر سے آپ کو دیکھ رہے ہیں۔۔۔ آپ برف میں کیا کر رہے تھے؟“ میں نے اُسے مختصر الفاظ میں اپنا نام اور عمدہ بتایا۔ مرد کے چہرے پر ہراس پھیل گیا۔ اس کی ساتھی عورت نے مشکوک نظروں سے میرا اور پھر شاشا کا جائزہ لیا: ”کیا آپ لوگ اپنے شاشا کا رڈ دکھائیں گے؟“ یہ سوال عورت کی طرف سے کیا گیا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ فرکے اتار کر گرم اور بیش قیمت کوٹ کی جیبوں میں تھے۔ میں نے جواب دینے سے پہلے شائستہ لہجے میں کہا: ”بے شک ہمارے پاس کارڈ موجود ہیں۔ لیکن مہربانی ہوگی اگر آپ اپنے ہاتھ کوٹ کی جیبوں سے نکال لیں۔“ عورت نے مسکاکر مرد کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھا اور تیلون کی جیب پر میکے ہاتھ کی گرفت اور مضبوط ہو گئی۔ میں نے شاشا سے کہا اپنا کارڈ انہیں دکھاؤ شاشا نے

کار کا دروازہ کھولا کہ اُس کے سرکاری کاغذات کار کے ڈیش بورڈ میں رکھے رہتے تھے۔ اتنے میں کشاٹو اسٹریٹ کے ٹکڑ پر ایک کار کی روشنیاں ابھریں۔ کار تیزی سے آ رہی تھی۔ مگر سڑک پر برف چونکنا خاصی گہری تھی۔ اس لیے کار کی رفتار کم ہوئی اور پھر رک گئی۔۔۔ ڈرائیور نے رُخ موڑنے کے لیے اُسے پیچھے ہٹایا۔ میری نگاہیں ایک ثانئے کے لیے اُس پر جم گئیں اور پھر میں اچھل کر برف پر اوندھے منہ نہ گرتا تو گویاں میرا جسم چھلنی کر چکی ہوتی۔۔۔ کار کی جانب سے ہونے والی فائرنگ خود کار جدید رائفلوں سے کی گئی تھی۔ میں نے گرتے گرتے اتنا دیکھا کہ مرد اور عورت دونوں بھی میکے ساتھ ہی گرے۔ مرد کا سر کار کے اگلے حصے سے ٹکرایا جبکہ عورت چاروں شانے چت گری۔۔۔ ان دونوں کے منہ سے ہلکی سی آواز بھی نہ نکل سکی۔۔۔ گویاں، اولوں کی طرح برس رہی تھیں۔ ارد گرد فلیٹوں کی کھڑکیاں اور دروازے ایک بار پھر دھڑ دھڑ کھلنے اور بند ہونے لگے یہ سارا واقعہ چشم زدن میں رونما ہوا اور جب میں اپنے کپڑوں سے برف جھارتا ہوا اٹھا تو حملہ آور جا چکے تھے اور برقی کشاٹو اسٹریٹ پر خون میں نہائی ہوئی دو لاشیں پڑی تھیں۔ شاشا لوٹن بھی کار کے قریب منہ کے بل گرا ہوا تھا۔ مجھے یوں محسوس جیسے وہ بھی حملہ آور کی فائرنگ کا شکار ہو چکا ہے۔ لیکن جب قریب جا کر دیکھا تو صبح سلامت تھا۔ میں نے اُسے ڈانٹ کر اٹھنے کے لیے کہا کہ اب وقت بہت نازک تھا حملہ آور کسی بھی لمحے دوبارہ نمودار ہو سکتے تھے اور ابھی تو یہ بھی طے نہیں ہو سکا تھا کہ ان کا اصل نشانہ کون تھا، میں یا یہ نوجوان عورت اور مرد۔ وہ دونوں خون میں نہائے، سڑک پر پڑے تھے اور بے پناہ ٹھنڈ کے باعث ان کے جسموں سے نکلنے والا خون جم گیا تھا۔ میں نے شاشا سے کہا کہ وہ کار ٹیلی فون کے ذریعے کنٹرل ڈیپوٹ کو اس حادثے سے آگاہ کرے اور اگر وہ ڈیپوٹ دستیاب نہ ہو تو چیف پبلک پراسیکیوٹر کو پیغام دے دے، میں زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں جا رہا ہوں۔۔۔ مجھے اپنی زندگی شدید خطرے میں نظر آ رہی ہے۔

شاشا اس قدر حواس باختہ تھا کہ وہ دیوانوں کی طرح ٹکڑ ٹکڑ میرا منہ تک جا رہا تھا۔ اس کے چہرے کا سفید اور مریخ رنگ اُس لمحے زرد پٹا ہوا تھا۔ میں نے اُس کے گال پر زوردار طمانچہ مارا۔ وہ اُلٹ کر گرا میں نے اپنا حکم دوبارہ بتایا۔ اس نے فوراً کار کا دروازہ کھولا اور دائرے لیس

دست ہو گئے۔ سامنے ہی ٹیلی فون دھڑکتا تھا۔ میں نے توئل ایک پتائی پر رکھی اور ٹیلی فون کا ریسورٹ اٹھا کر کرنل ویٹلوف کے مکان کا نمبر ڈائل کیا۔ چند لمحوں بعد کان میں اکیا کی شیریں آواز آئی۔ اُپنی کرنل ویٹلوف کی میوی تھی۔ میں نے اپنا نام بتایا۔۔۔ اُپنی کرنل ویٹلوف نے بے پرواہی سے کہا: ”اچھا، تو یہ تم ہو؟ اب اس طرح تم نے ویٹلوف کو بلوانے کا بیانا نہ بنایا ہے! وہ یہاں سے چل پڑے۔۔۔ پس پہنچ رہا ہوگا۔“

”ہانا۔۔۔ کیسا ہانا۔۔۔“ میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔ اُپنا سخت شکایتی عودت تھی۔ اُسے خواہ مخواہ دہم ہو گیا تھا کہ میں اور کرنل ویٹلوف مل کر عیاشیاں کرتے ہیں، حالانکہ ایسی کوئی بات ہی نہ تھی ویٹلوف میرا پرانا دوست ضرور تھا۔ مگر کسی غلط کام کا تصور ہم دونوں نہیں کر سکتے تھے۔ تم کیا کہہ رہی ہو؟ اُپنا میں اس وقت کٹاؤ اسٹریٹ میں موجود ہوں۔۔۔ یہاں ایک واردات ہو گئی ہے۔۔۔ بعض لوگوں نے فائرنگ کر کے دو افراد کو مار ڈالا ہے۔۔۔ ان کی لاشیں برف کے ڈھیر پر پڑی ہیں۔۔۔ کیا میک آفس کے ڈرائیور شائلا لوئن نے فون نہیں کیا؟ اُس نے یہ تفصیل نہیں بتائی؟“

”شائلا کا فون بے شک آیا تھا۔۔۔ اور یہ تفصیل بھی اُس نے ضرور بتائی تھی اُپنا کا لہجہ طنز پر تھا۔ مگر اس قسم کی تفصیلات تو میں اکثر سن ہی کرتی ہوں۔۔۔ بہر حال، ویٹلوف یہاں سے جا چکا ہے اور جوئی وہ تمہارے پاس پہنچے مجھے فون کر کے بتا دینا۔۔۔ ہو سکتا ہے میں بھی تھوپی دیکھ لے آؤں۔۔۔ کٹاؤ اسٹریٹ دیکھے ہوئے بہت دن گزر گئے ہیں۔ میں بھی اس سڑک پر واقع وہ مقام دیکھنا چاہتی ہوں جہاں بقول تمہارے اور تمہارے ڈرائیور کے، دو افراد ہلاک کیے جا چکے ہیں۔“

مجھے تاؤ اُلگید میں نے چلا کر کہا: ”گویا میں جھوٹ بول رہا ہوں؟ یہاں کوئی واردات نہیں ہوئی؟ ویٹلوف کے آنے کے فوراً بعد میں تمہیں فون کر دوں گا۔۔۔ تم اپنی تمام سہیلیوں کو لے کر آ جانا۔۔۔ کٹاؤ اسٹریٹ کے اس پار ٹنٹ میں جنرل زیوی گن رہتا تھا۔ اُس کے فلیٹ میں کھانے پینے کی بے شمار چیزیں موجود ہیں۔۔۔ تم نے ایسا شاندار ساجا سجا یا فلیٹ خواب میں بھی نہیں دیکھا ہوگا۔۔۔“

فون کے ذریعے کرنل ویٹلوف سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا میں اس دوران یہ دوڑتا ہوا گیا اور تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا زیوی گن کے پارٹمنٹ تک پہنچ گیا۔ اس میں کٹاؤ اسٹریٹ پوری طرح بیدار ہو چکی تھی۔ مختلف فلیٹوں کی کھڑیاں اور دروازے کھٹے تھے۔ بہت سی گردنیں کھڑکیوں سے جھانک رہی تھیں اور دروازوں سے لوگ نکلتے کر ان لاشوں کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ یہ سارا منظر میں نے زیوی گن پارٹمنٹ کی کھڑکی میں دیکھا۔۔۔ اس نوع کے واقعات اور سانحات سے میں بہت گزر چکا تھا۔ لیکن مجھے دس منٹ میں جو کچھ ہوا وہ ناقابل فراموش ہی نہیں ناقابل یقین بھی محسوس ہوتا تھا۔ اب میرے لیے ان تمام خدشوں کو یکسر نظر انداز کرتا بہت مشکل ہو گیا تھا جو زیوی گن کے قتل یا خودکشی کی چھان بین کے راستے میں درپیش ہو سکتے تھے۔ پہلے میک آفس کی فلیٹ میں گھس کر بے چاری نینا کا سفاکانہ قتل اور پھر۔۔۔ بہر حال، ان تمام واقعات پر زبردست سوچ چاہیے اور خود فکر کی ضرورت تھی۔ ایک بات بہر صورت واضح ہو گئی تھی کہ حریف، جس طرح ممکن ہو، مجھے نہ صرف اس چھان بین سے روکنے کے لیے تھے۔ بلکہ اُن کا مقصد یہ تھا کہ مجھے جلد از جلد ٹھکانے لگا دیا جائے۔ عین ممکن تھا کہ جو مرد اور عورت ان کی بے پناہ کاشانہ یعنی وہ قطعی بے ضرر اور بے تعلق شہری ہوں جو محض تجسس کی تسکین کے اپنے فلیٹ سے باہر نکلے اور میک آفس آن کھڑے ہوئے اور یوں وہ حملہ آوروں کے ہتھے چڑھ گئے اور یہ بھی قطعی امکان میں تھا کہ وہ خود حریفوں کے گروہ سے تعلق رکھتے ہوں اور زیوی گن کے قتل یا نام نہاد خودکشی کے ڈرامے کا کردار رہ چکے ہوں۔۔۔ تاہم میں ان دونوں شکوکے گزار تھا کہ انہوں نے اپنی جانیں دے کر مجھے بچا لیا تھا۔

زیوی گن کی شاندار اور دلیرانہ الماری کھول کر میں نے ایک نئی توئل نکالی۔ اُس نے مجھے اس شے کی سخت ضرورت تھی، اپنے اوسان بجال کرنے اور ذہن کو نئی توانائی دینے کے لیے۔ اُس لمحے بھی میرا یہ حال تھا کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اور ہتھیلیاں برف کی بجائے تھیں اور توئل کا منہ کوشش کے باوجود نہیں کھل رہا تھا۔ جوں توں کر کے میں نے اپنا پورا کیا۔ اُس آتش سیال کے چند گھونٹ جو منہ میں پہنچے، ہوش و حواس کسی نہ

اُلیا نے جھلا کر فون بند کر دیا۔ میں اُس کا لال بھجھو کا، پھولا ہوا چہرہ عالم نظر دیکھ رہا تھا۔ وہ یقیناً مجھے اور اپنے شوہر دونوں کو گالیاں دے رہی ہوگی۔

ریسیور کریڈل پر رکھا ہی تھا کہ گھنٹی بجنے لگی میرا خیال تھا کہ یہ اُلیا ہی ہوگی۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ کامریڈ؟ اُس نے جواب دیا۔ "میرا نام تمارا ہے۔۔۔" محض اس تصدیق کے لیے فون کر رہی ہے کہ میں واقعی جنرل زوی گن کے پارٹنر ہوں۔

موجود ہوں۔۔۔ یہ سوچ کر میں مسکرایا اور میں نے اُلیا کو آواز بدل کر دھوکا دینے لگا۔ "ہیلو۔۔۔" میں نے ماؤتھ پیس پر جلدی سے رد مال رکھ کر بھاری آواز میں کہا۔

"گڈ ایوننگ کامریڈ شراپوف۔۔۔" ایک مترنم زنانہ آواز کان میں رس گھول گئی۔ "ایک خفت خوفناک حد تک سنجیدہ ہو گیا زندگی جیسی نعمت روز روز نہیں ملتی۔۔۔ تمہیں اُلیا کی آواز نہ تھی۔ میں نے ماؤتھ پیس پر سے رد مال ہٹایا گڈ ایوننگ مس۔۔۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسی۔۔۔ تو تم ابھی تک زندہ ہو؟ اس نے کہا اور میرے کانوں میں اس کی قدر کرنی چاہیے۔ یہ اتفاق تھا کہ دو مرتبہ۔۔۔ نہیں۔۔۔ تین مرتبہ تم بچ گئے، لیکن جو کسی نے پگھلا ہوا سیسہ انڈیل دیا۔۔۔

"جی ہاں۔۔۔ میں ابھی تک زندہ ہوں اور کچھ دن زندہ رہنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔" میں نے بھی ہنس کر کہا۔ "لیکن مس! یہ تو بتائیے کہ آپ کو میرے زندہ یا مردہ ہونے سے کیا دلچسپی۔۔۔ اگر آپ اپنا تعارف کر سکیں تو غیبت ہوگی۔"

"بہت ذہین ہوتے جارہے ہو کامریڈ؟" مس تمارا اٹھکھلائی مجھے تم سے ایسی ہانت سے کیا دلچسپی۔۔۔ اگر آپ اپنا تعارف کر سکیں تو غیبت ہوگی۔" میں نے بھی ہنس کر کہا۔ "لیکن مس! یہ تو بتائیے کہ آپ کو میرے زندہ یا مردہ ہونے سے کیا دلچسپی۔۔۔ اگر آپ اپنا تعارف کر سکیں تو غیبت ہوگی۔"

باہیں ہاتھ میں ریسیور تھامے تھامے، میں نے اپنی پتلون کی پچھلی پاکٹ سے ایک توتلی نکالی۔ "بہت ذہین ہوتے جارہے ہو کامریڈ؟" مس تمارا اٹھکھلائی مجھے تم سے ایسی ہانت سے کیا دلچسپی۔۔۔ اگر آپ اپنا تعارف کر سکیں تو غیبت ہوگی۔"

پھوٹا سا الیکٹرانک آلہ نکالا اور اُس کا بٹن آن کر کے ریسیور کے ساتھ لگا دیا۔ یہ اُس عورت کی تمام بانیں ریکارڈ کرتا۔ وہ مقدمہ لگا کر ہنسی۔۔۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟ کامریڈ شراپوف؟" اُس نے کہا۔

ٹپ ریکارڈر فون پر لگا رہے ہو؟ بھلا اس کا کیا فائدہ؟ آپ یقین کریں اس سخت سردی میں اُس کا یہ جملہ سن کر مجھے پسینہ آگیا۔ میری بد تو میرا شہر ہوگا؟

ہوتے تو کیا ہی حال آپ کا نہ ہوتا؟ دہ فون پر بول ہی نہیں رہی تھی، شاید مجھے دیکھ بھی رہی تھی اور یہ بات جو اس کر دینے کے لیے کافی تھی، تاہم اپنے دل کی بے ترتیب دھڑکنوں پر غور کرنے کی موت کے سلسلے میں مرتب کی گئی ہے، اپنی رپورٹ میں اس کی

کی ناکام کوشش کرتے ہوئے، میں نے کہا: "اس کے بعد تمہارا کام ختم اور زندگی آسان۔۔۔"

تو تمہیں اتنی خبر بھی نہیں کہ ان کے ساتھ شاشا لونجی بھی مرچکا ہے۔ کار کے اندر ڈرائیونگ سیٹ پر اُس کا بے جان جسم پڑا ہے۔۔۔ اُس کے سر میں دو گویاں لگی ہیں۔۔۔“  
مجھے اپنے قدموں تلے کمرے کا فرش لرزتا ہوا لگا اور ویٹوف کے چہرے کے نقوش دھندلاتے چلے گئے۔

شاید میں بے ہوش ہو رہا تھا۔

ویٹوف اگر کچھ کمرے میں اپنے بازوؤں میں سنبھال نہ لیتا تو میں یقیناً اوندھے منہ گرتا۔ اس نے مجھے جلدی سے صوفے پر لٹایا۔ میرا وجود اندر سے سرتاپا ہل گیا تھا۔ آنکھوں کے آگے دھند سی پھیلی ہوئی مٹی اور حلق میں جیسے کانٹے پڑ رہے تھے۔ یقین ہی نہیں آتا تھا کہ اتنی سی دیر میں ان دو اجنبی مرد، عورت کے ساتھ شاشا لونجی بھی ہلاک ہو جائے گا۔۔۔ ویٹوف نے مجھے کچن کے اندر سے پانی کا گلاس لا کر دیا، اور اُس لمحے میں نے اپنے اندر زبردست نقاہت محسوس کی۔ گلاس تھامتے ہوئے میری انگلیاں قابو میں نہ تھیں۔ ویٹوف نے پانی کا گلاس میرے منہ سے لگا دیا۔

”شمر ایوٹ۔۔۔ ہوش میں آؤ۔۔۔ تم بال بال بچے ہو۔۔۔“ ویٹوف کی آواز کہیں دُور سے میرے کانوں میں آ رہی تھی۔ یہ ہنسناری عین خوش نصیبی ہے کہ تم محفوظ رہے۔۔۔ اب یہاں آرام کرو۔۔۔ میں تمہیں تنہا چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔۔۔ نیچے لوگ بڑی تعداد میں جمع ہیں۔۔۔ لاشیں وہیں پڑی ہیں۔۔۔ میں فون کر کے سیکورٹی فورس کو بلواتا ہوں۔۔۔“

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ چند لمحوں بعد ویٹوف کی آواز سنائی دی۔ وہ فون پر کسی کو تیز تر لہجے میں ہدایات اور احکام دے رہا تھا۔ میں آنکھیں بند کیے صوفے پر لیٹا رہا۔ بار بار نوجوان شاشا فون کی تصویر بند آنکھوں کی تاریکی میں ایک روشنی سی بن کر نمودار ہو رہی تھی۔ اس احساس ہی سے میرا کلیجہ بیٹھا جا رہا تھا کہ ایک نوجوان خواہ مخواہ میری وجہ سے موت کا شکار ہو گیا۔۔۔ اور وہ دونوں مرد۔۔۔ عورت۔۔۔ اُن کے بارے میں ابھی کچھ بتہ نہ تھا کہ وہ کون تھے۔ ہنزلیت اور امن پسند ماسکو کے شہری یا۔۔۔ کے جی بی کے وہ افراد جنہیں میری جان لینے پر مقرر کیا گیا تھا؟

اپارٹمنٹ کے دروازے پر لگی ہوئی گھنٹی کا بٹن باہر سے کسی نے دبا۔ گھنٹی آواز شاید س منار کے زود جس کانوں تک بھی ٹیلی فون لائن کے ذریعے پہنچ گئی ماسکو کہا: ”لو وہ تمہارا دوست کرنل ویٹوف پہنچ گیا۔ اب میں فون بند کرتی ہوں۔۔۔ امید ہے۔۔۔“  
نخنے نخنے ٹیپ ریکارڈ کرنے یہ تمام باتیں ریکارڈ کرتی ہوں گی۔ گڈ بائی! ویٹوف کو لے آؤ اور پھر دونوں مل کر ریکارڈ کی ہوئی باتیں سُنا۔

فون بند ہو گیا۔ میں نے گہرا سانس لیا اور ریسور لکھ دیا۔ دروازے کی گھنٹی بڑا جلد ہی تھی۔ میں نے اندر ہی سے آواز دی کہ صبر کرو، آ رہا ہوں۔۔۔ اس کے باوجود یوں بچ رہی تھی جیسے اس کے بیرونی بٹن پر کسی نے برابر انگلی کا دباؤ ڈال رکھا ہو۔ یکایک مجھے احساس ہوا کہ آنے والا ضروری نہیں کرنل ویٹوف ہی ہو۔۔۔ حریف! جب میری تمام نقل و حرکت کا علم ہے تو انہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ میں نے ابھی تقویٰ ٹیپ فون کیا تھا، ورنہ کرنل ویٹوف کی آمد کا مس منار کو کیسے علم ہوتا؟ ہو سکتا ہے۔۔۔ جب میں دروازہ کھولوں تو وہاں کرنل ویٹوف کے بجائے کوئی اور شخص ہو۔ پھر اُس سائنسٹر چرچے ریوالور سے شعلہ برآمد ہو اور میں چند ثانیوں کے اندر اندر یہ دنیا چھوڑنے مجبور ہو جاؤں۔

یہ سوچ کر میں نے اپنا آٹومیٹک پستول نکال کر ہاتھ میں دبا لیا اور دروازے کی طرف بڑھنا شروع کیا اور دروازے کے اوپر لگی ہوئی برقی آنکھ سے باہر کا جائزہ دیکھ کر جان میں جان آئی کہ میں تمہارے جھوٹ نہیں کما تھا، باہر واقعی کرنل ویٹوف اندر آتے ہی اُس نے کہا: ”یہ بہت ہولناک واردات ہے شمر ایوٹ۔۔۔“ اور کہا ہوں کہ تم زندہ کیسے بچ گئے۔ اُن کے جسم تو چھلنی ہو چکے ہیں۔۔۔ بہر حال مجھے شاشا کی موت پر بہت صدمہ ہوا ہے۔۔۔ ابھی جوان تھا۔ اُس نے دنیا میں دیکھا ہی کیا تھا۔ میں حیرت سے ویٹوف کا منہ تنکے لگا: ”یہ کیا بک رہے ہو تم؟ شاشا کی موت؟ وہ تو اجنبی مرد اور عورت۔۔۔“

ویٹوف نے عجیب اور انتہائی مشکوک نظروں سے میرا جائزہ لیا۔ ”بہت“

"دیکھو، چپ چاپ پڑے رہو۔۔۔ ذہن پر زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔۔۔" ویٹکوف نے توبہ پیک پر ایسیکونٹنگ ڈیپارٹمنٹ کی خوش قسمتی ہوگی۔

میسرے قریب آکر کہا "معلوم ہوتا ہے تم پر ایک دم بلڈ پریشر کا حملہ ہوا ہے۔۔۔ تمہارے چہرہ آگ کی طرح سُرخ ہو رہا تھا۔۔۔ کیا تم بلڈ پریشر کے مریض ہو؟"

میں نے آہستہ سے اثبات میں گمردن ہلائی، ویٹکوف نے بے چینی سے اصرار کیا دیکھا جیسے بلڈ پریشر کی دوا آس پاس ہی کہیں رکھی مل جائے گی۔ "کیا میں فون کر رہا ہوں؟" میں نے پھر ایک لحظہ اسے کچھ یاد آیا، کہنے لگا: "میں اپنا تقیثی بیگ کار میں بھول آیا ہوں۔۔۔ اگر کسی ڈاکٹر کو بلواؤں یا تمہیں اپنی گاڑی میں ڈال کر ہسپتال لے چلوں؟ ایسا نہ ہو کہ تمہاری حالت سترہ گھنٹے کے بجائے مزید بگڑ جائے۔۔۔ بہر حال، چند لمحوں کے اندر میرے اسلئے میں مدد لینا ہوں۔"

آدمی یہاں پہنچنے والے ہیں۔۔۔ ان میں سے کسی کو بھیج کر طبی امداد حاصل کی جاسکتی ہے۔ "میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔" میں نے کہا۔ "بس یوں ہی ذرا پلٹ کر آؤ۔۔۔ ہو سکتا ہے زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں جو کچھ رونما ہوا ہے، اُس بارے میں یہاں پہنچنے والے ہیں۔۔۔ ان میں سے کسی کو بھیج کر طبی امداد حاصل کی جاسکتی ہے۔"

"بس میں ابھی گیا اور ابھی آیا۔" ویٹکوف نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

اتنے میں باہر سے کسی نے گھنٹی بجائی، کرنل ویٹکوف نے جا کر دروازہ کھولا۔ ایسیکونٹنگ ڈیپارٹمنٹ کے دروازے تک چھوڑنے گیا۔ باہر کچھ فاصلے پر سیکیورٹی فورس کے دو آدمی کھڑے تھے۔ فورس کے مسلح آدمی آگے آگے تھے۔ کرنل نے انہیں بتایا کہ واقعہ کیا پیش آیا ہے۔ لاشوں کے سلسلے میں ضروری کارروائی کے بعد اُنھیں جائے حادثہ سے ہٹائے جانے کی ہدایات دی گئیں۔ کہا گیا کہ زیوی گن کے اپارٹمنٹ کے باہر دو مسلح آدمی اُس وقت تک حاضر ہیں جب تک کہ پولیس ویٹکوف کو رضامند نہ کر دے۔

کارمریڈ شمرا یوف فلیٹ کے اندر موجود ہیں۔۔۔ سیکیورٹی فورس کے افسر یہ ہدایات وصول کے بعد چلے گئے۔ اس دوران میں نے فون پر چیف پر ایسیکونٹنگ کو نئے حادثے سے مطلع کر دیا۔ پھر جائزہ لیا، اس کے بعد ضرورت پڑی تو بیگ میں رکھی ہوئی سائنسی اشیاء سے مدد لیں گے۔ اور محسوس کیا کہ تین افراد کے مالے جانے کی خبر نے ریکنکوف پر کچھ اثر نہیں ڈالا۔ اُس نے فون پر جواب دیا کہ وہ ابھی فلیٹ کے اندر ایک بیباک واردات ضرور سرزد ہوئی ہے۔ خواہ تم اُسے خود کشی کہو یا قتل۔۔۔

زیادہ باتیں نہیں کیں صرف اتنا ہی کہا کہ اگر قدم خوب احتیاط سے اٹھایا جائے اور یہ فلیٹ کے اندر ایک بیباک واردات ضرور سرزد ہوئی ہے۔ خواہ تم اُسے خود کشی کہو یا قتل۔۔۔ اپنے منہ کے لیے اجنبی ہوں گے اور وہ کبھی میرے سامنے نہیں آئیں گے تاہم وہ میری نگاہ سے غافل نہ رہیں گے۔ میں نے ریکنکوف کو یہ بھی بتایا کہ کرنل ویٹکوف اس وقت زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں میرے ساتھ موجود ہے۔ ریکنکوف نے اس اطلاع پر خوشی کا اظہار کیا۔

کہا، کہ ویٹکوف بہت تجربے کا شخص ہے اور اگر اس کیس میں اس کی مدد شامل ہو۔۔۔ "میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔" میں نے کہا۔ "بس یوں ہی ذرا پلٹ کر آؤ۔۔۔ ہو سکتا ہے زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں جو کچھ رونما ہوا ہے، اُس بارے میں یہاں پہنچنے والے ہیں۔۔۔ ان میں سے کسی کو بھیج کر طبی امداد حاصل کی جاسکتی ہے۔"

میں نے تو سنا تھا کہ گولی اپنے ہی ریوالور سے زوی گن نے چلائی اور اُس کی گینٹی میں  
 "ہاں... وہ بات بھی درست ہے... "میں نے کہا۔ لیکن پیارے کمرل ویٹلوف  
 اس سے پہلے میں بھی یہی سمجھتا تھا کہ اس اپارٹمنٹ کے اندر صرف ایک ہی گولی ریوالور  
 سے نکلی اور یہ وہی گولی تھی جسے بعد ازاں زوی گن کی کھوپڑی سے پوسٹ مارٹم کرنے اور  
 ڈاکٹروں نے برآمد کیا... مگر یقین کیجئے! اس گولی سے پہلے یا بعد میں ایک اور گولی بھی  
 گئی تھی۔ وہ سنے والی کھڑکی کے فریم پر لگی، پھر شبیہ توڑتی ہوئی مقابل کی عمارت کی  
 دیوار پر لگی جو پہلے اور دوسرے فلیٹ کے بیچ میں ہے... وہاں سے یہ گولی نیچے تیز  
 گہری برف میں جا گری... اور برف میں دھنس گئی بڑی مشکل سے یہ گولی میں نے  
 یہ دونوں گولیاں ایک ہی جیسی ہیں اور ایک ہی ریوالور سے فائر کی گئی ہیں...  
 ویٹلوف حیرت سے منہ کھولے مسلسل مجھے تک رہا تھا۔ اُس نے ایک خاموش  
 سے سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا: "بہت خوب..." یہ معاملہ تو دلچسپ ہوتا جا رہا ہے۔  
 اس کا مطلب یہ ہے کہ..."

جزل زوی گن نے خودکشی نہیں کی، بلکہ اُسے قتل کیا گیا ہے۔ میں نے جملہ مکمل  
 ویٹلوف نے بڑھ کر اپنا چرمی بیگ کھولا، اُس میں سے نہایت نفیس رٹک  
 ہوئے باریک دستلے نکالے اور مختلف قسم کی چھوٹی بڑی شبیشیاں برآمد کیں جن کے  
 رنگ کا پاؤڈر سا بھرا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اُس نے کئی ساڑن میں محراب  
 نکالے اور آخر میں ایک ایکسٹرا ٹاکٹائیڈ لیمپ ڈبے میں سے برآمد کیا۔ اُس کے ساتھ  
 چھوٹی ٹیسی بیٹری بھی نصب تھی۔  
 "اُوس ابھی سارا اجازت لے لیتے ہیں۔" اُس نے کہا۔ اگر واقعی زوی گن کو قتل کیا  
 اور اس نے خودکشی کا ارتکاب نہیں کیا تو یہ غیر معمولی بات ہے..."  
 اُس نے اپنے کام کی ابتدا فرنیچر کے معائنے سے کی۔ محدب شیشوں کی مدد سے  
 لیمپ کی تیز روشنی ہر رخ سے ڈال کر ویٹلوف نے ہر کرسی اچھی طرح دیکھی بھالی جہاز  
 ہوا کہ انگلیوں کے نشانات یا کوئی اور سراخ مل سکتا ہے۔ وہاں وہاں اُس نے اپنی

میں بھرا ہوا سفوف ان چیزوں پر چھڑکا، مگر ہر چیز صاف شفاف تھی... کہیں کہیں اگر انگلیوں  
 کے نشانات اُبھرے بھی تو وہ میری انگلیوں کے تھے۔ یا خود کمرل ویٹلوف کے... خصوصاً  
 شرب کی بوتلوں سے بھری الماری اور ہر ساغر و مینا کا گہری نظر سے معائنہ کیا گیا۔ لیکن نتیجہ  
 بے سود۔ کے جی بی کے ماہرین صفائی نے شاید اپنی زندگی کا بہترین کام دکھلایا تھا۔  
 "کامریڈ شمرایوف... ویٹلوف نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ معاملہ اس سے کہیں زیادہ  
 پر اسرار اور بے ڈھب ہے جتنا ابتدا میں نظر آتا تھا... یہ زبردست سازش اور طویل  
 منصوبہ بندی کا کرشمہ محسوس ہوتا ہے۔ ایسا کرشمہ جس کے عقب میں شدہ دماغ کام کر رہے  
 کچن میں ہم نے تقریباً ایک گھنٹہ لگایا۔ کوئی چیز دیکھے بھالے بغیر نہ چھوڑی۔ آپ سُن  
 کر حیران ہوں گے کہ ہر برتن یوں صاف تھا جیسے اُسے کسی انسانی ہاتھوں نے کبھی چھوا ہی  
 نہیں... چائے اور قہوے کی پیالیاں، گلاس بیٹیشیں چمچے۔ کسی ایک شے پر انگلی کا ہلکا  
 سا نشان بھی نہیں اُبھرا... ریفریجریٹر پر ہم نے مزید وقت صرف کیا کہ شاید اس کے ہینڈل پر  
 یا اس کے کسی حصے پر کوئی نشان نظر آئے۔ مگر مایوسی کے سوا کچھ نہ تھا۔ تمام کرسیاں بے داغ  
 اور صاف تھیں۔۔۔

یہ دیکھ کر اطمینان منتاب ہے کہ ریفریجریٹر میں اس وقت بعض چیزیں موجود ہیں جو کھانے  
 میں لائی جاسکتی ہیں۔ ویٹلوف نے ہنس کر کہا: "کچن سے ملحق کمرے میں دو مین ٹیپ ریکارڈر  
 نظر آئے۔ ان پر ٹیپ چرٹھی ہوئی تھی۔ ویٹلوف نے باری باری سب کو چلا کر دیکھا ہر ٹیپ خالی  
 تھی یا یوں کہیے کہ اُسے بڑی احتیاط سے صاف کر دیا گیا تھا۔ انٹرنس ہال سے لونگ روم میں  
 داخل ہوتے ہوئے ایک لخت ویٹلوف ٹھٹھک گیا۔ اُس کی نظریں فرش پر جمی ہوئی تھیں یہیں  
 نے ویٹلوف کی نظروں کا تعلق کیا۔ لیکن مجھے کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ اس نے آخر کیا نئی بات  
 دریافت کی ہے۔

"کامریڈ شمرایوف... اُدھر... ذرا فرش کی طرف دیکھو..."

میں نے پہلے سے بھی زیادہ غور سے فرش پر نگاہ دوڑائی، لیکن وہ صاف تھا، مجھے  
 کوئی غیر معمولی چیز دکھائی نہ دی۔ آخر میں نے گردن ہلا کر کہا: "بظاہر مجھے کچھ محسوس نہیں ہوتا"

کیا تمہیں کچھ نظر آتا ہے؟

”ہاں.... بہت کچھ....“ ویلیفوف نے آہستہ سے کہا اور ابھی چند لمحوں بعد میں نے آنے لگے گا۔“

”یار، اب بتا بھی دو.... کیوں پریشان کر رہے ہو؟“ میں نے جھنجھلا کر کہا۔

”میرا خیال ہے تم سبک پر اسیکیوٹنگ کا محکمہ چھوڑ دو اور سی آئی ڈی میں آ جاؤ۔“ عرصہ میری شاگردی میں کام کرو گے تو طاق ہو جاؤ گے۔“

”پھر وہی بکواس۔۔۔“ میرا پارہ چڑھنے لگا۔ ویلیفوف کی ہمیشہ سے عادت رہی کہ اگر اتفاق سے کوئی ایسی نئی بات معلوم ہو جائے جس سے دوسرا آگاہ نہ ہو سکے تو زمین کے قلابے ملانے لگتا ہے۔۔۔ اس وقت بھی ایسا ہی قصیدہ تھا۔ وہ موقع محل کی نزاکت جلا

خواہ مخواہ مجھے دق کر رہا تھا۔

”سنو! پیارے لڑکے.... اگر تم نے اسی طرح اپنی آنکھیں بند رکھیں تو تیسری بار بھی نہ کسی جگہ سے تمہاری لاش اٹھوانا پڑے گی۔“ اس کا لہجہ خوفناک حازنک سنجیدہ تھا۔ اس نے زیادہ غور نہ کیا کہ میں نے یہی طے کیا کہ سرے سے قالین ہی اٹھا دیا جائے۔

”مہیں سمجھے؟“ ویلیفوف نے منہ بنا کر کہا۔ ”لوٹنگ روم، بیڈ روم، اسٹڈی روم، حتیٰ کہ گاڑی میں بھی قالین اور غائبے کچے ہوئے ہیں۔۔۔ کوہاں۔“

”اُٹ۔۔۔“ میں فوراً سمجھ گیا وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ اُس وقت واقعی میں اندھا ہونے لگا تھا۔ اسی وقت واقعہ کی واضح بات نہ سمجھ پایا۔ اپارٹمنٹ کے اندر ہر جگہ قیمتی قالین اور غائبے تھے۔ لیکن ہال کمرے کا فرش قالین سے محروم تھا۔۔۔ آخر کیوں؟ یہ تو ممکن ہی نہ تھا کہ اس اپارٹمنٹ کو قیمتی قالینوں سے سجایا ہو اور ہال کمرے کو چھوڑ دیا ہو، حالانکہ یہ سب سے عمدہ اور خوبصورت قالین بچھانا چاہیے تھا۔ میں نے کچھ تعریف اور کچھ نکتہ کی نگاہ سے ویلیفوف کو دیکھا اور اثبات میں گردن ہلائی۔

”اب میں تم سے پوچھتا ہوں یہاں کچھ ہوا قالین کہاں گیا؟“ ویلیفوف نے یہ سوال کیا جیسے یہاں سے قالین میں نے جبرایا تھا۔ ”یاد کر کے بتاؤ کہ جب تم یہاں آئے تھے

اُس وقت اس جگہ قالین موجود تھا یا نہیں؟“

”میں نہیں مروت کو دیکھ سکتا تھا۔“ میں نے کہا۔ ”تمہیں مرنا ہوتا تو آپریشن کا سیکڑے

ہاں یہ بات تم نے کام کی کہی۔ وہاں بڑے بڑے نامی گرامی قاتل، سمگلر اور ڈاکو موجود تھے۔ مگر کسی کو مجھ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔۔۔“

یہ کہتے ہی ویلیفوف، ہاتھوں اور پیروں کے بل، جانور کی طرح فرش پر چلنے لگا۔ اس کے

اُس وقت اس جگہ قالین موجود تھا یا نہیں؟“

میں مہوت ہو کر اُس کی شکل تگنے لگا۔ یہ سوال بظاہر اتنا مشکل نہ تھا، لیکن اس لمحے مجھے یوں محسوس ہوا تھا کہ میرا ذہن ماؤف ہو چکا ہے۔۔۔ یقیناً.... جب میں اس

اپارٹمنٹ میں داخل ہوا، اُس وقت قالین کچھا ہوا نہ تھا، یہ بھی ممکن ہے قالین تو موجود ہو اور.... میری غیر حاضری کے دوران اُسے یہاں سے ہٹایا گیا ہو، آخر میں اپارٹمنٹ سے

باہر نکل کر نیچے گراؤنڈ فلور کی جانب دو بیٹیں لینے گیا تو تھا! اس کے بعد میں برف کے ڈھیر میں سے کارٹوس تلاش کرتا رہا تھا۔۔۔ اس کام میں ابھی خاصی دیر لگی تھی قطعاً ممکن ہے

اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر کسی نے یا چند افراد نے قالین نکال لیا ہو۔۔۔ مگر.... ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔ وہ لوگ جو ابتدا ہی سے ایک ایک شے پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھے اور جنہوں نے

واردات کے بعد اپارٹمنٹ کے تمام کمروں، فرنیچر اور معمولی سے معمولی چیز دیکھ بھال کر کے صاف

شقان کر ڈالی تھی، وہ بھلا ایک داغ دار یا مشکوک قالین کیسے چھوڑ جاتے؟ قالین پر بہت

اس لیے انہوں نے یہی طے کیا کہ سرے سے قالین ہی اٹھا دیا جائے۔

”کس سوچ میں گم ہو شراپوف؟“ ویلیفوف کہہ رہا تھا۔ ”مجھے حیرت ہے کہ تمہارا ذہن

زنگ آلود ہوتا جا رہا ہے۔۔۔ یہ بات تمہیں اس اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے نوٹ کر لینی چاہیے تھی۔ بہر کیف، اب زیادہ بدحواس ہونے کی ضرورت نہیں.... اچھا کیا

تم نے مجھے بکوالیا۔۔۔ میں سب دیکھ بھال لوں گا۔۔۔ لیکن نہیں.... میں اس مسئلے میں دخل نہیں دینا چاہتا۔۔۔ کیا خبر قتل ہونے والوں میں اگلا نمبر میرا ہی ہو۔۔۔“

”تم ابھی نہیں مروت کو دیکھ سکتے تھے۔“ میں نے کہا۔ ”تمہیں مرنا ہوتا تو آپریشن کا سیکڑے

دران ہی قتل کر دیے جاتے۔“

دائیں ہاتھ میں طاقتور محدب شیشہ تھا جس کے ذریعے وہ فرش کا معائنہ کرتا جا رہا تھا۔  
 طرف دیواروں کے ساتھ ساتھ، پختی سطح سے ایک فٹ کی بلندی پر، لکڑی کے تختے  
 ہوئے تھے۔ میسرے دیکھتے دیکھتے اُس نے ایک باریک سی درز میں اُنکیں ڈالیں۔  
 نہایت فائن خانہ انداز سے سبز رنگ کے چند چھوٹے چھوٹے اوئی دھلے رنگ کے  
 یہ دھلے اُس درز کے اندر چھپے ہوئے تھے۔

"یہ لو! یہ دھلے اُس قالین میں سے نکلے ہوں گے جو یہاں بچھا ہوا تھا۔" ممکن ہے لاکھوں کروڑوں میں ....

نے اُٹھ کر یہ دھلے میری طرف بڑھائے۔ میں نے اُنہیں یوں دیکھا جیسے وہ دنیا کی

قیمتی چیز ہوں۔ اُنہیں پسٹ کر احتیاط سے جیب میں رکھ لیا۔ ویٹلوٹ ایک بار  
 کی طرح فرش پر جھک کر محدب شیشے سے فرش کا معائنہ کر رہا تھا۔

"فرش خوب اچھی طرح صاف کر دیا گیا ہے۔" اُس نے بالآخر اعلان کیا۔ "خون، تم نے کبھی اس نصیحت پر سنجیدگی سے کان نہیں دھرا۔۔۔ اب بولو، ان کاغذوں پر درج انداز  
 سادہ دھتے تک بد معاشوں نے نہیں چھوڑا۔"

اس نے خاص طور پر اُس میز کو اچھی طرح دیکھا بھالا جو خود کشی کے وقت  
 کے سامنے پڑی تھی، لیکن میز کے پاؤں پر خون کا معمولی سا نشان بھی نہیں ملا۔ لوگ

اور بیڈروم کی ہر شے تہہ وبالا کر ڈالی کہ شاید کوئی اور سراغ ملے مگر بے سود۔

زیوی گن کی اسٹری کا معائنہ کرتے ہوئے یکا یک ایک اور بات معلوم ہوئی۔ تاش کے پتوں کو ایک خاص ترتیب سے رکھنے اور پھینٹنے کا ہنر جانتا پڑتا ہے۔۔۔ اس

بنی ہوئی ایک چھوٹی سی میز کا معائنہ کرتے ہوئے انکشاف ہوا کہ اس کے اندر

خانہ بھی ہے۔ یہ خانہ بھی ویٹلوٹ ہی نے دریافت کیا، اس نے پہلے میز کی پائنت پر

کاغذ پر حساب کتاب درج کرنے کے بعد کہنے لگا کہ اس کے اندر کچھ گڑبڑ ہے۔

کی سطح اور اس کے دائیں حصے کے ملین ایک خلا رکھا گیا ہے۔۔۔ چند منٹ

کے بعد اُس نے میز کی اندرونی سطح پر اپنے طاقتور برقی لمپ کی روشنی

کھٹ سے ایک دراز نکال کر باہر رکھ دی۔ دوسرے ہی لمحے اُس کا ہاتھ

اندرونی خلا میں تھا اور جب ہاتھ واپس آیا تو اس میں زرد رنگ کے

چند کاغذ دبے ہوئے تھے۔

زرد رنگ کے یہ کاغذ اُس نے میز پر پھیل دیے، اُن پر اعداد و شمار یوں درج تھے جیسے

کوئی لمبا چوڑا حساب لکھا گیا ہو۔

میں نے اُن ہندسوں کا گورکھ دھندلا دیکھا تو جگر اکر رہ گیا۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا یہ کیا ہے۔

میں نے اُن کوئی غصہ کھیل تھا جو زیوی گن اپنے سرکاری اپارٹمنٹ میں کھیل رہا تھا۔ مگر ویٹلوٹ

نے نفی میں گردن ہلائی اور کہا: "یہ کوئی خاص چیز نہیں۔۔۔ محض جوئے کا حساب کتاب ہے،

"مکن ہے لاکھوں کروڑوں میں ...."

"جوئے کا حساب کتاب! لاکھوں کروڑوں میں؟"

"ہاں، یہ معاملہ تمہاری عقل سے باہر ہے۔" ویٹلوٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اسی لیے میں تم سے ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ جو اُکھیلنا سیکھ لو۔۔۔ تاش کے پتے پہچانو۔۔۔ لیکن

تم نے کبھی اس نصیحت پر سنجیدگی سے کان نہیں دھرا۔۔۔ اب بولو، ان کاغذوں پر درج انداز

شمارے تمہارے پتے کیا پڑے گا؟

"ٹھیک ہے۔۔۔ آئندہ سے میں جو اُکھیلنا کروں گا، مگر اب تو سمجھا دو یہ قصہ کیا ہے۔"

یہ دراصل تاش کا ایک کھیل ہے جسے امریکی لوگ 'پرفیرنس' کہتے ہیں۔۔۔ اُنہی سے ہم

بوسپوں نے یہ جو اُکھیلنا سیکھا ہے۔ جوئے سے زیادہ یہ ہاتھ کی صفائی کا شعبہ ہے۔

تاش کے پتوں کو ایک خاص ترتیب سے رکھنے اور پھینٹنے کا ہنر جانتا پڑتا ہے۔۔۔ اس

مشرق میں مہینوں نہیں، برسوں لگتے ہیں تب کہیں جا کر تاش کے پتے کھلاڑی کی ہتھیلی

پر پائنت پر پڑتا ہے۔ یہ زرد کاغذات بتاتے ہیں کہ جنرل زیوی گن

کاغذ پر حساب کتاب درج کرنے کے بعد کہنے لگا کہ اس کے اندر کچھ گڑبڑ ہے۔

کی سطح اور اس کے دائیں حصے کے ملین ایک خلا رکھا گیا ہے۔۔۔ چند منٹ

کے بعد اُس نے میز کی اندرونی سطح پر اپنے طاقتور برقی لمپ کی روشنی

کھٹ سے ایک دراز نکال کر باہر رکھ دی۔ دوسرے ہی لمحے اُس کا ہاتھ

اندرونی خلا میں تھا اور جب ہاتھ واپس آیا تو اس میں زرد رنگ کے

چند کاغذ دبے ہوئے تھے۔

اس کے معنی یہ ہونے کی زیوی گن کا قتل اس جوئے کے باعث ہوا۔

نے سیاہ بیگ سے ننھا سا کیمو نکالا اور اس فریم کی مختلف زاویوں سے کئی تصویریں بنائیں  
میں نے گھڑی دیکھی، رات کے دو بج رہے تھے... دٹیلوف نے جانے کی اجازت چاہی، میں  
نے کہا: ”اٹھتے ہی چلتے ہیں۔ تم تھوڑی دیر کرو، میں کچن میں جا کر قہوہ بناتا ہوں“... اُس نے  
خوش ہو کر کہا: ”اگر ایسا ہو جائے تو کیا کہنے... بلکہ اب گھر جا کر کیا کروں گا؟“ اُلیا سوال جواب  
کر کے ناک میں دم کر دے گی، یہیں سے فون کر دیتا ہوں... تم اُسے سمجھا دینا کہ ہم ضروری کام  
میں مصروف ہیں، صبح آئیں گے۔“

جب ہم خاموشی سے قہوہ پی رہے تھے تو فون کی گھنٹی بول پڑی۔ میرے ہاتھ سے  
پیالی گرتے گرتے پچی۔ میں نے سوالیہ نظروں سے دٹیلوف کی جانب دیکھا، میرا خیال تھا  
کہ یہ فون اُس کی بیوی نے کیا ہو گا۔ مگر دٹیلوف واقعی اپنی بیوی سے بہت ڈرتا تھا۔  
اُس نے مجھ سے کہا تم ہی بات کرو، چنانچہ نہیں نے پیالی میز پر رکھی اور ہاتھ بڑھا کر ریسور  
اٹھالیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میرے کان جھنجھکنے لگے، ایک جانی پہچانی آواز آئی:

”تم ابھی تک زیروی گن کے اپارٹمنٹ میں ہو؟“

”ہاں... میں ابھی تک یہیں ہوں“ میں نے ہنس کر جواب دیا۔ وہ بھی کھکھلائی۔ آواز  
سے یہ اندازہ کرنا دشوار بھی تھا اور آسان بھی کہ اس کی عمر کتنی ہوگی... شاید بیس بائیس سال  
یا چالیس پینتالیس برس! بعض عورتوں کی عمروں کی طرح اُن کی آوازیں بھی دھوکہ دیا کرتی  
ہیں اور اس عورت کی آواز بھی ایسی ہی تھی... میں نے دٹیلوف کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا  
اور اس کے ساتھ ہی اُسے سمجھایا کہ وہ میری تپلون کی جیب میں سے الیکٹرانک ٹیپ ریکارڈر  
نگال کر فون کے ساتھ لگا دے، وہ اشارہ پاگیا اور چشم زدن میں اس نے یہ آلہ فون سے  
نصب کر دیا... لیکن فوراً ہی اُدھر سے آواز آئی، وہ کہہ رہی تھی:

”گرنل دٹیلوف سے کہو کہ اب وہ ریٹائر ہو چلے... زیروی گن کے اپارٹمنٹ  
میں اس کا کیا کام؟ آپریشن کا سکیڈ ہی اُس کے لیے بہت تھا۔“

یہاں سے وہ بہت دیر ہوئی جا چکا ہے... میں نے کہا۔

وہ تہقہ لگا کر ہنسی: ”سنو کا مرٹڈ شمر ایف! تم تما لا کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔“

”ہاں... اس طرف بھی ہمیں غور کرنا چاہیے... مگر نہیں... میں غور نہیں کر رہا!  
اس کیس سے کیا تعلق ہے؟ یہ غور تمہیں کرنا پڑے گا یا تمہارے حکمے کے افسر اعلیٰ!  
کو مغز ماری کرنی ہوگی... میں یہ مصیبت اپنی گردن میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔  
”گھبراؤ مت، اس کا انتظام میں کروں گا۔“ اب مجھے مذاق کی سوجھی میرے  
ایسے اختیارات ہیں جن کی رو سے میں تمہاری خدمات اپنے حکمے میں منتقل کر سکتا  
تم کچھ بھی نہیں کر سکو گے... سوائے اس کے کہ میرے احکام کی تعمیل کرو۔  
گرنل دٹیلوف کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ ایک لخت غائب ہو گئی  
نے چند ثانیے گھور کر مجھے دیکھا، پھر کہنے لگا: ”مانتا ہوں ان دنوں تم ادبچی ہواؤ  
اُڑ رہے ہو، اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہیں ادبچی ہواؤں میں اُڑانے والا کون ہے  
اس کی بے پناہ طاقت اور اختیارات کا بھی اندازہ ہے۔ وہ اختیارات جو اس نے تمہیں  
کیے ہیں، یقیناً ایسے ہیں کہ تم چاہو تو آندر و پور تک کی خدمات اپنے حکمے میں منتقل  
ہو، لیکن یار! مجھ پر رحم کھاؤ، میرے بچے ابھی زیادہ بڑے نہیں ہوتے اور میری  
نہایت اچھی عورت ہے... ابھی میں اُن کے لیے کچھ عرصہ اس دنیا میں رہنے کا خواہش  
اُس نے یہ جھٹلے اس قدر سنجیدگی سے کہ میں خود سنجیدہ ہو گیا، ورنہ اس نے  
میں یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ مذاق کر رہا ہے۔ لیکن اب احساس ہوا کہ وہ مذاق نہیں، بلکہ  
سیریس ہے اور چونکہ مختصر سی مدت میں چار انسانی جانیں ضائع ہو چکی تھیں۔ اس لیے  
سمجھ گیا تھا، یوں بھی اس کا اس معاملے سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ میں نے کہا: ”ہاں  
میں تمہاری بات مان لیتا ہوں۔ مگر یہ وعدہ تمہیں کرنا پڑے گا کہ جب بھی مجھے  
اور رہنمائی کی ضرورت پڑی، تم بے لگفت میسر بلانے پر پلے آؤ گے۔“ اس  
اقرار کر لیا۔ میں نے زرد رنگ کے وہ کاغذ بھی جیب میں رکھ لیے۔ اس کے بعد  
نے اس کھڑکی کا معائنہ کیا جس کے فریم پر گولی لگی تھی، اس نے اس خیال سے پورا  
کہ یہ حادثہ حال ہی میں ہوا ہے اور ماہرین نے پوری کوشش کی ہے کہ فریم کا پھل  
اس ہمارت سے بٹھایا جائے کہ بادی النظر میں وہ اگھڑا ہوا یا پھلا ہوا دکھائی دے۔

شاید ابھی تک احساس نہیں ہوا کہ تمہاری زندگیوں اس وقت میسر ہونے لگی ہیں۔ تم اور وہ تمہارا اجماع دوست و ٹیلوٹ جو خود کو بڑا ہوشیار سمجھتا ہے، سبز غالیجے کے دھاکے تلاش کر کے اور زیوی گن کی میز کے خفیہ خانے میں سے زرد کاغذ نکال رہا ہے۔ لیکن یہ محض خوش فہمی ہے۔ تم کچھ نہیں جانتے اور نہ کبھی جان سکو گے۔

اور اس سے پہلے کہ میں سلسلہ گفتگو کو مزید طول دیتا، اُس نے فون بند کر دیا۔ ڈیلوٹ سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا جب میں نے ریسپونڈ کر دیا۔ پر رکھا تو نہ بولا: "کس کا فون تھا؟"

"میں نہیں اس پُراسرار عورت کے بارے میں بتانا بھول ہی گیا۔۔۔ یہ کوئی تمہارا ہے جس کی آنکھیں طلسمی اور داغ کسی کمپیوٹر میں ڈھلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔" میں سمجھا نہیں تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ ڈیلوٹ کی بھوئی کھینچ گئیں۔ "کون ہے تمہارا؟"

یہ ٹیپ رکارڈر موجود ہے۔ میں پہلے بھی اس کی گفتگو ریکارڈ کر چکا ہوں۔ اسے ریورس کرو اور خود سن لو۔

ڈیلوٹ نے نتختے سے الیکٹرانک ٹیپ ریکارڈر پر مس تمہارا کی باتیں سنیں۔ اُس کے چہرے کے آثار چڑھاؤ سے مجھے یہ اندازہ کرنے میں دشواری نہ ہوئی کہ وہ ذہنی کشمکش میں مبتلا ہے۔۔۔ ایک بار تو وہ اچھل ہی پڑا۔ اس نے بار بار ٹیپ ریورس کیا۔

مس تمہارا کی مترنم ہنسی اور شیریں آواز کا رس اپنے کانوں میں انڈینا رہا۔ اس دوران میں سے ڈیلوٹ کی حرکات کا جائزہ لیتا رہا۔ آخر ٹیپ ریکارڈر آف کر کے وہ میری طرف متوجہ ہوئی۔

"بہت دلچسپ خاتون معلوم ہوتی ہے یہ تمہاری مس تمہارا۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔ یوں لگتا ہے جیسے اس اپارٹمنٹ میں ہونے والی ہر کارروائی اس کی نگاہوں کے سامنے رہی ہے، وہ سب کچھ جانتی ہے۔۔۔ لیکن وہ بے کون اور اُسے اس معاملے سے کیا ہے؟ "یہ عورت خاصی خطرناک ہے ڈیلوٹ۔۔۔ تم نے اُس کی گفتگو کا انداز دیکھا؟"

وہ کس اعتماد اور بے غوفی سے بات کر رہی تھی اور سب سے حیرت انگیز بات اس کا ذریعہ معلومات ہے۔۔۔ مجھے شبہ ہو رہا ہے کہ اس اپارٹمنٹ میں کہیں خفیہ اور بے حد حساس ڈی ڈی کیمرے نصب ہیں۔۔۔ تم جانتے ہی ہو ہمارے سائنسدانوں نے ایسے ڈی ڈی کیمرے بنالئے ہیں جو بیرونی روشنی کے بغیر ہی تصویریں اُتارتے اور ایک خصوصی اسکین پر مبنی منتقل کر دیتے ہیں۔۔۔ یہ کیمرے گھپ اندھیرے میں بھی اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ مس تمہارا انہی کیمروں کے ذریعے اس اپارٹمنٹ کے اندرونی حصوں کی کارروائی اپنی ڈی ڈی اسکین پر دیکھ رہی ہو۔ مجھے یہ کہ جی بی کی اُسی کارروائی کا ایک حصہ نظر آتا ہے جس کے تحت وہ مجھے زیوی گن کی موت کی چھان بین سے روکنا چاہتے ہیں۔۔۔

"ہاں۔۔۔ یہ قطعی ممکن ہے۔۔۔ اس اپارٹمنٹ میں خفیہ اور جدید ترین کمپیوٹر انٹرنیٹ ڈی ڈی کیمروں اور اسی طرح کے حساس آلات کی موجودگی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہماری آوازیں بھی اُن تک پہنچ رہی ہوں۔۔۔ ہمیں ان آلات کا

سرخ لگانا چاہیے۔۔۔ فون کی گھنٹی پھر بجی اور اس مرتبہ ڈیلوٹ نے ریسپونڈ اٹھایا۔

"ہیلو۔۔۔ میں کرنل ڈیلوٹ۔۔۔ دوسری طرف سے کوئی عورت اتنی اونچی آواز میں چلائی کہ میرے کان بھی سن ہو گئے۔ یہ یقیناً ڈیلوٹ کی بیوی اُلیا تھی۔

"اُلیا۔۔۔ میری بات تو سنو۔۔۔ بس میں تھوڑی دیر میں آ رہا ہوں۔۔۔ بہت ضروری کام تھا۔ اس وجہ سے دیر ہوئی۔ تین افراد قتل ہو گئے یہاں۔۔۔ کشتاؤ اسٹریٹ میں۔ جنرل زیوی گن کے اپارٹمنٹ کے سامنے۔۔۔ میں سرکاری طور پر ڈیویڈ دے رہا تھا۔ یقین نہیں آتا تو کامریڈ شربلوف سے پوچھ لو۔۔۔ آخر۔۔۔ تم سمجھتی کیوں نہیں۔۔۔ ہمیں بھوٹ بولنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔۔۔ ہاں۔۔۔ آجاؤ۔۔۔ تم نے کبھی میری بات پر یقین کیا ہے جواب کر دو گی۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ تمہارے جی میں آئے کرو۔۔۔ کیا کہا۔۔۔ میں نہیں اپنی شکل نہ دکھاؤں۔۔۔ ہا ہا ہا۔۔۔ منظور ہے۔"

بہت خوشی سے... میں نہیں آؤں گا... میں یہاں سے سیدھا شمر ایوف کے فلیٹ پر چلے جاتا ہوں... وہیں آرام کروں گا... تم جاؤ جہنم میں...  
میں بھی بخوبی دیکھ سکتی ہیں اور ایسے کان جو کوسوں دور کی جانے والی سرگوشیاں بھی آسانی سے سن لیتے ہیں۔

وٹیلوف نے ہنس کر کہا، گھبراؤ نہیں! اگر کے جی بی والے اپنے فن میں کمال رکھتے ہیں تو ہم بھی کچھ نہ کچھ جانتے ہیں۔ مس تمارا اگر یہ ہماری باتیں سن رہی ہے تو اور بھی اچھا ہے اس عورت نے میری زندگی تلخ کر دی ہے... وہ کہتی ہے... میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ تم کہو تو میں اُسے فون کر دوں؟  
وٹیلوف نے جیب سے ڈائری نکالی، اس کا پہلا ورق اُٹھا، اس پر ایک نام جلی حروت میں لکھا تھا۔ اُس نے یہ ورق میری نظروں کے سامنے کر دیا۔ یہ نام ایک عورت کا تھا جسے میں ابھی طرح جانتا تھا... میں ہلکے بھسکائے بغیر یہ نام دیکھتا رہا... پھر میں نے نفی ہاں... اُس سے کچھ بعید نہیں!... سب اُسے جانتے ہیں کہ وہ سویت یونین میں گون ہلائی... وٹیلوف کو یقیناً مغالطہ ہوا تھا... مس تمارا کی آواز اور اس نام والی عورت کے گریٹینل انوسٹی کیشن ڈیپارٹمنٹ کے نرم دل کرنل وٹیلوف کی اکھڑ مزاج بیوی کے سیکورٹی فورس والے اُسے باقاعدہ سلیوٹ کرتے ہیں... کوئی اُسے راستے میں نہ روکا نہ پوچھ کرے گا... اچھا ہے وہ خود آکر دیکھ لے کہ ہم لوگ کیا عیاشی کر رہے ہیں۔

چھوڑو، اس بے ہودہ قصے کو... تم مس تمارا کی بات کر رہے تھے... شمر ایوف... اپارٹمنٹ کی تیاں گلی کر کے جب ہم باہر نکلے تو سیکورٹی فورس کے دونوں مسلح یقین کرو... میں نے یہ آواز پہلے بھی کہیں سنی ہے... اسی لیے میں اچھل پڑا تھا۔ آرمی زندہ سلامت تھے۔ وہ ہمارے ساتھ کپاؤڈنٹ آئے جہاں وٹیلوف کی سرکاری جیب اس چالاک عورت نے اپنی آواز بند کرنے کی کوشش کی، مگر میں کچھ کچھ چھان گیا ہوں... کھڑی تھی وٹیلوف نے انہیں رخصت کیا اور طارق روشن کر کے جیب کے اندرونی حصوں یہ وہی عورت ہے تو پیارے دوست... ہرگز تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا یہ سویت یونین میں غالباً سب سے زیادہ خطرناک عورت ہے... میری معلومات کے مطابق اب ایک سو سے زائد افراد موت کے گھاٹ اتار چکی ہے۔ کے جی بی کے بڑے بڑے دوستوں کا منہ بھک سے اڑ سکتے ہیں...  
کیا بات ہے؟ یہ تم کیا کر رہے ہو؟ میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔  
بچہ نہیں، محض احتیاط کا تقاضا ہے جیب کے اندر اگر ہلکا سا ٹم ٹم رکھ دیا جائے تو تم دونوں بھک سے اڑ سکتے ہیں...

میں لڑ گیا۔ وٹیلوف نے چرمی بیگ میں سے ایک قلم نکال کر برآمد کیا۔ اس کے سرے پر گھاس بھرا ٹیٹن دبایا۔ سرخ رنگ کی روشنی کا ننھا سا دائرہ جیب میں گردش کرنے لگا۔ اس کے اندر سے ایک طویل سیٹی کی مانند آواز پیدا ہونے لگی۔ جیب کے اندر سے

میں نے اُس کے منہ پر جلدی سے ہاتھ رکھ دیا۔ جوش میں یہ بے وقوف شخص مجھوں کیا تھا کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں بلکہ اب تو یوں کہنا پڑے گا کہ سویت یونین میں دیواروں کے کان بھی ہوتے ہیں اور آنکھیں بھی۔ ایسی آنکھیں جو گھپ اندر سے

اچھی طرح ادھر پر نیچے گھما کر ویٹلوف نے آخر میں انہی کا جائزہ لیا اور مطمئن ہو کر جیب میں رکھ لیا۔۔۔ آؤ کامریڈ شمرا یوف۔۔۔ اب تم اطمینان سے جیب میں بیٹھ کر فی الحال ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔۔۔ میں اس وقت اپنے گھر جانا نہیں چاہتا۔۔۔ بولو کہ کسی ہوٹل کا رخ کریں۔۔۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر مجھے بولنے سے روک دیا۔۔۔ ”تم فلیٹ پر بھی جانا خطرے سے خالی نہیں۔۔۔ میں نے سنا ہے تمہارا ایک ٹھکانہ ہے، کیا ارادے ہیں۔۔۔ وہیں چلیں۔۔۔“

میں حیرت زدہ رہ گیا، کم سخت کو اس ٹھکانے کا بھی علم تھا جسے صرف رہا جانتا تھا۔ میں نے گہرا سانس لیا اور اثبات میں گردن ہلا دی۔ ماسکو کی سڑکیں روز بروز ہر دو سو گز کے فاصلے پر نصب گھمبوں میں لگی ہوئی دو دھیا ٹیوبیں روشن تھیں، اکا دکا شہر کی لڑکھڑاتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ یا کوئی کار تیزی سے نکل جاتی۔ ویٹلوف جیب لمبی سڑک پر چالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ رہی تھی، وہ کسی سوچ میں تھا۔ شاید وہ اُنیا کے بارے میں غور کر رہا تھا، یا مس تمارا کی شخصیت کا خاکہ اپنے میں مکمل کرنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ اپنے اُس خفیہ ٹھکانے کا پتہ بتانے مجھے زحمت نہ کرنا پڑی۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد ویٹلوف کی جیب وہاں پہنچ گئی۔

میرا خفیہ ٹھکانہ ایئر پورٹ میٹرو اسٹیشن پر تھا۔ یہاں زیادہ تر ادنیٰ درجے لوگ رہائش پذیر تھے۔ مجھیرے گودیوں پر کام کرنے والے مزدور اور ایئر پورٹ تین بجے شب ہم نے ایک بار پھر قہقہہ تیار کیا اور چند سینٹ وچنر پلیٹ میں رکھ کر بیٹھ گئے، نیند کا کہیں پتہ نہ تھا۔ ویٹلوف نے کہا :

”ایک بات کا مجھے یقین ہو چکا ہے کامریڈ شمرا یوف، اور وہ یہ کہ جس شخص زوی گن کے پاٹرنٹ کے انٹرنس ہال میں بچھا ہوا قالین وہاں سے ہٹایا اور خون صاف کیے، پس وہی زوی گن کا قاتل ہے۔۔۔“

”اور کھڑکی پر فائر کس نے کیا؟“

”ہو سکتا ہے یہ فائر زوی گن نے خود کیا ہو۔۔۔ پاٹرنٹ کے معایض سے جو باتیں سامنے آئی ہیں، اُن سے اس شبہ کو تقویت ملتی ہے کہ زوی گن اپنے ہاتھوں نہیں مارا گیا۔ اُسے کسی پراسرار ہاتھ نے موت کے منہ تک پہنچایا۔ اس کا تجزیہ کرنا چاہتے ہو تو کر لو۔ نمبر ۱۔ زوی گن کے بارے میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی تھی کہ بڑے بڑے اسمگلروں اور ذخیرہ اندوزوں سے اُس کے مراسم ہیں اور وہ نہ صرف اُن کی پشت پناہی کرتا ہے بلکہ اُن سے بھاری رشوت بھی وصول کرتا رہا ہے نمبر ۲: کے جی بی کے بعض اعلیٰ افسر زوی گن کو پند نہیں کرتے تھے چیرمین آندر پوف اور اُس کے دو ڈپٹی چیرمین اسے وہاں سے ہٹانا چاہتے تھے نمبر ۳: زوی گن چونکہ برزنیف کا ہم زلف تھا، اس لیے وہ اپنے ساتھیوں اور آندر پوف وغیرہ کی زیادہ پروا نہیں کرتا تھا۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ وہ انہیں گایاں دینے سے بھی نہیں چوکتا تھا۔ اسی لیے زوی گن نے کے جی بی میں اپنے دوست کم اور دشمن زیادہ بنا لیے تھے۔ یہاں تک کہ وہ دن بھی آگیا جب دشمنوں کے صبر تحمل کا پیمانہ چھلک گیا۔۔۔“

”یہ تم کیا فضول تقریر کر رہے ہو۔۔۔“ میں نے اُٹھا کر کہا۔ کام کی بات کرو، ورنہ تم جاگو اور میں اب سوتا ہوں۔۔۔“

”ارے نہیں۔۔۔ یہ فضول تقریر نہیں۔۔۔ نہایت کام کی باتیں ہیں جو میرے سوا کوئی اور نہیں ہرگز نہیں بتائے گا۔ ویٹلوف نے قہقہہ لگایا۔ ”ہو سکتا ہے اُن کا پروگرام فی الحال زوی گن کو قتل کرنے کا نہ ہو۔ لیکن ایسے حالات خود زوی گن نے اپنی حماقت سے پیدا کر دیے کہ جرنیلوں نے اُسے ختم کر دینے کا اچانک فیصلہ کر لیا لیکن ممکن ہے زوی گن کے پاٹرنٹ پر جو بھی بھاری جوا کھیلا جاتا تھا، اس میں جنرل پر فزوکوف اور کربانوف بھی شامل ہوتے ہوں۔ یہ امر ابھی سامنے نہیں آیا کہ زوی گن ویٹلوف کے آفس میں کس لیے گیا تھا اور اُن لوگوں کے مابین علیحدگی میں کسی معللے برہت ہوئی۔ اس کا راز ویٹلوف پر جرح کرنے ہی سے کھل سکے گا۔ ہمیں صرف اتنا بتایا جاتا ہے کہ زوی گن، ویٹلوف سے مل کر اپنے پاٹرنٹ میں واپس آیا اور کسی تاخیر کے بغیر اس نے خود کو ریوالور سے شوٹ کر لیا، میری رائے اس

ضمن میں یہ ہے کہ زیوی گن نے خودکشی نہیں کی، بلکہ اُسے کسی ایسے شخص نے گولی مار کر مرنے اور میرے لیے اس کی خدمات حاصل کر لینا کچھ دشوار بھی نہ تھا، مگر میں دیکھ چکا کیا جو پہلے سے اپارٹمنٹ میں موجود تھا۔ ہو سکتا ہے وہ زیوی گن کے جوئے کے قمار کے وہ کسی قدر پریشان اور گھبراہٹا ہوا تھا۔۔۔ شاید وہ صحیح کہہ رہا تھا اسے آندروپوف کی کا کوئی ساتھی ہو یا کہ جی بی کا مقرر کردہ ایسا قاتل جسے زیوی گن جتنا پہچانتا نہ ہو۔

”نمبر ۳: سسٹوف اچانک بیمار پڑ کر ہسپتال میں داخل ہو جاتا ہے تاکہ یہ ظاہر ہو کہ زیوی گن کے قتل یا خودکشی سے اُس کا کوئی واسطہ نہیں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اختیارات کو گنتی تھی، دُور دُور تک کہہ اور گری دُھند نے ماسکو کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اس واردات کے بارے میں سسٹوف قطعی طور پر کچھ نہ کچھ جانتا ضرور ہے۔“

”یہ معتمد ابھی تک حل نہیں ہوا کہ کھڑکی پر گولی چلانے والا کون تھا؟“ میں نے اُن کے ذاتی علاقوں میں جلتی ہوئی تیز روشنیاں بھی اس وقت ٹمٹماتے چراغوں کی مانند دکھائی دے کر کہا: ”اس کے علاوہ یہاں ایک اور سوال بھی پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اگر کسی نے یہی نہیں کیا تو ایک طویل اور تھکا دینے والا کام میسر نہ ہو سکتا تھا۔ یہ بات پہلے دن جنرل زیوی گن کو اس کے اپارٹمنٹ میں قتل کرنے کا منصوبہ بنایا بھی تھا، تو اُسے یہ کیے ہی سے کھل کر مجھ پر واضح ہو چکی تھی کہ کے جی بی جیسا طاقتور ادارہ میرا حریف بن کر سامنے علم ہوا کہ زیوی گن، سسٹوف سے ملنے کے بعد سیدھا اپنے گھر نہیں جاتے گا، بلکہ اپنا اُن کا گھر ہو جائے گا اور اس ادارے کا سارا ریکارڈ میری آنکھوں میں تھا تاہم برزنیف کے میں واپس آئے گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی اور پُر اسرار شخص ہے جس نے زیوی گن کو قتل کرنے کے اختیارات نے عارضی طور پر مجھے اس قابل بنادیا تھا کہ آندروپوف، کمرانوف مشورہ دیا کہ وہ سسٹوف سے ملاقات کے بعد اپارٹمنٹ میں آئے اور یوں وہ دشمنوں اور ہرزو کو جیسے لوگوں سے سوال جواب کر سکوں۔ یہ اور بات کہ بعد میں وہ مجھے زندہ کے جال میں آگیا۔۔۔ کوئی ایسا شخص ہی جنرل زیوی گن کو مشورہ دے سکتا ہے جس پر اُنے چھوڑ دیں یا مار دیں، یہ میری قسمت تھی۔ اب تک تو انہوں نے مجھ پر رحم کھایا تھا۔ ورنہ دنیا اعتماد ہو، اور اُس کی بات ماننا ہو۔۔۔“

”ہاں۔۔۔ تمہارا خیال درست ہے۔“ ویٹلوف نے کہا۔ ”میں یہ سمجھ لیتا چاہتا تھا کہ اُن کو پڑی میں بھی دو سو راز کر کے اُن کے اندر پگھلا ہوا سیسہ بھر سکتے تھے۔“

بہت خطرناک ہے اور فاصلہ طویل ہے۔

ہفتہ - ۲۳ جنوری - صبح دس بجے۔

رات بھر جاگنے کے باعث صبح جلد اُٹھ نہ کھلی۔۔۔ سارے نوبے کچھ ہوش تھا، تاہم گرمیوں سے ریکمکوف کو باخبر رکھنا تھا، اس لیے اپنے فلیٹ سے نکل کر میں نے اور میں نے گردن موڑ کر بائیں جانب دیکھنا چاہا کہ ویٹلوف سو رہا ہے یا بیدار ہو چکا ہے۔ اُن کے دروں کی طرح لوکل بس کی پٹری اور اپنے آفس سے کچھ دُور ہی اُتر گیا۔ بقیہ راستہ ہے لیکن اُس کا بستر خالی پڑا تھا۔ وہ جانے کس وقت اُٹھا اور مجھے بتائے بغیر چلا گیا۔

صلاحتوں کا آدمی ہے میری اس کی دوستی بیس برس سے زائد پرانی ہے۔ مختلف اوقات میں ہم ساتھ ساتھ بائیں بھی کر رہے ہوں گے، مگر اُن کی آواز ساؤنڈ پروف کمروں سے باہر نہیں ہم نوالہ رہے ہیں میری خواہش تھی کہ اس کس میں کرنل ویٹلوف میرے ساتھ مل کر

نے سی آئی ڈی کو فراہم کی تھیں؟

باکلا نوت کا چہرہ ایک سخت مسکڑ گیا۔ اُس نے جواب دینے سے پہلے اپنے سنہری گریٹ بولڈر میں ایک سگریٹ پھنسا یا، لائٹ سے سلگایا، ایک گھر کش لیا اور ہلکی آواز میں کہتا ہوا کہنے لگا: "آپریشن کا سکیڈ! یہ بات تم سے کس نے کہی کہ اس کی تفصیلات میں نے سی آئی ڈی کو فراہم کی تھیں؟"

"میرا خیال ہے ہر من کارا کوڑا کہہ رہا تھا..." میں نے یوں ہی اس کا نام لے دیا، یہ

دیکھنے کے لیے کہ باکلا نوت مزید کیا کہتا ہے؟

ہر من کا نام سنتے ہی باکلا نوت کے کانوں کی لویں انگارے ہو گئیں۔ اس نے سگریٹ کی لاکھ ایش طے میں جھاڑتے ہوئے دبی زبان سے کہا: "وہ کتے کا بچہ میرے بارے میں اس قسم کی فیوضے درانہ باتیں کرنے سے باز نہیں آتا۔۔۔ مجبوراً مجھے اُس کے خلاف تحریری شکایت ریکرنٹوف کو دینی پڑے گی۔۔۔ کیوں اس کرتا ہے وہ... بکتا ہے بد معاش۔۔۔" "تم نے ٹھیک کہا... میں خود اس کیلئے ہر من سے عاجز ہوں۔۔۔ خیر چھوڑو اس تکلیف دہ ذکر کو۔ یہ بتاؤ کہ تمہاری ترقی کب تک ہو رہی ہے۔"

"ترقی؟ اس کی بھویں آپس میں مل گئیں۔ میری ترقی کافی الوقت کیا سوال ہے؟ اس کے برعکس میں سُننا ہوں کہ تم بہت ادبچے..."

باکلا نوت کی میز پر بائیں جانب رکھے ہوئے سرخ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی اس نے فوراً سے معذرت کر کے ریسپونڈ اٹھایا اور کان سے لگا لیا۔ میں بغور اس کے چہرے کے تاثرات کا مطالعہ کرنے لگا۔ میں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ فون کسی اہم شخصیت کا ہے جس سے باکلا نوت خاصا مرعوب ہے۔

"جی ہاں۔۔۔ میں باکلا نوت ہی بول رہا ہوں۔۔۔ گڈ مازنگ! میں حاضر ہوں۔ بات کر لیئے..."

اس نے زردیدہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا جیسے وہ میرے سامنے اس نادیدہ بہشتی سے بات کرتے ہوئے گھبرا رہا ہو۔ اصولاً مجھے اٹھ جانا چاہیے تھا، لیکن میں ڈھیٹ

کی ہلکی سی آہٹ بھی پیدا نہیں ہونے دیتے تھے۔ چوتھی منزل پر ریکرنٹوف کے آفس پر ہوئے جب میں کوریڈور سے گزر رہا تھا تو یکایک نکلوا لائی باکلا نوت کے کمرے پر کھلا اور اُس کی میری نظریں چار ہوئیں، باکلا نوت کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اُبھری اور

"کارمیڈ شمرالوف! کہاں رہتے ہو آج کل؟ کئی بار جی چاہا کہ تم سے ملوں مگر تم ہی نہیں ملتا۔"

"میں یہیں ہوں کارمیڈ یا کلا نوت... اگر تم اس وقت فرصت میں ہوتو..." "ہاں ہاں... کیوں نہیں... کیوں نہیں..." اُس نے جلدی سے کہا۔ اُس کے بازو دروازہ ابھی تک کھلا ہوا تھا اور اندر سے ٹاپ رائٹروں کے چلنے کی آوازیں باہر میں آرہی تھیں۔ "آؤ اندر آ جاؤ۔" اُس نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے کمرے میں لے گیا ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا: "بیٹھو!"

میں بیٹھ گیا۔ باکلا نوت کے ساتھ بھی میسر ایچھے دوستانہ مراسم تھے مگر گذشتہ ڈیڑھ برس سے ان مراسم میں وہ پہلے جیسی گرم جوشی نہ رہی تھی۔ اس کی کوئی خاص نہ تھی، بس اتفاق ہی تھا کہ ہمارا ملنا جلنا کچھ کم ہو گیا۔

"میں نے سنا ہے تم ان دنوں کسی اہم کیس پر کام کر رہے ہو؟ باکلا نوت کا ڈیہ میرے آگے سرکاتے ہوئے کہا۔

اس کی زبان سے اہم کیس کے ذکر پر میسر کاں کھڑے ہوتے ہیں اور طور پر بے پروائی کا انداز اختیار کرتے ہوئے، مگر دن اثبات میں ہلا دی۔

"ہاں... وہ ایک معاملہ ہے جسے زبردستی ریکرنٹوف نے مجھ پر تھوپ دینا میں تو چھٹی لے کر سوشی کیا ہوا تھا۔ یہ بتاؤ تم کیا کر رہے ہو۔"

"کچھ نہیں... بس بے کار رہی سمجھو... وہی روزمرق کے فرائض... نا کون بھرتے رہنا..."

"لیکن... میں نے پچھلے دنوں کچھ اور ہی سُننا ہے... آپریشن کا سکیڈ کی تفصیلات..."

بنا بیٹھا رہا، بلکہ ایسا انداز اختیار کر لیا جیسے مجھے اس گفتگو سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔  
 بھی ایک ہی کاٹیاں تھیں۔ اُس نے جان بوجھ کر اپنی آواز ہلکی کر لی اور منہ ریسپورٹر  
 ہی لگا دیا۔ اتنے میں دوسری طرف سے کسی نے بات شروع کی اور میں نے لنگھیر  
 دیکھا کہ بالکلانوف کی بدحواسی اور معریت میں کچھ اور اضافہ ہو چکا ہے۔ اس نے  
 فون بائیں کان کے بجائے دائیں کان کی طرف منتقل کر دیا، حالانکہ یہ محض غیر ضروری  
 اضطرابی حرکت تھی، اور اب میں سوچ رہی تھی...

"جی ہاں... گڈ مازنگ... نادیا پاولینا... کیسے، کیسے مزاج ہیں آپ کے؟  
 میرا کچھ اچھل کر حلق میں اگیا... نادیا پاولینا... یہ نام میں نے پہلے بھی نہیں  
 دیکھا تھا... کہاں؟ کب... ذہن اس قدر ماؤف ہو گیا کہ فوری طور پر کچھ یاد نہ آئے۔  
 میں نے خود پر قابو پا کر پھر سکون رہنے کی کوشش کی اور دماغ پر زور دیا... اور پھر  
 حلقے کی تمام بنیادیں ایک دم روشن ہو گئیں۔

نادیا پاولینا... یہ نام مجھے کرنل وٹیکوف نے پچھلی ہی شب زبوی گن کے پائڈل  
 اپنی خصوصی ڈائری کے اندر لکھا دکھایا تھا۔

"میں آپ کو دوبارہ پانچ منٹ کے اندر اندر فون کرتا ہوں۔ بالکلانوف نے  
 طرف دیکھا... کیا اس وقت گھر پر ہیں یا..."

دوسری طرف سے کوئی سوال کیا گیا جس کے جواب میں بالکلانوف نے کہا: "نہیں،  
 آپ کے ارشاد کے مطابق ہر چیز تیار ہے... ہاں... آپ کا خیال بالکل درست ہے۔  
 بس میں پانچ منٹ بعد آپ کو رینگ کرتا ہوں۔"

اُس نے فون بند کر دیا اور میری جانب گھورتا رہا میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ  
 مضطرب اور کسی اندرونی کشمکش میں گرفتار ہو چکا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ مجھے فون سے  
 چلے جانے کے لیے کہے، میں اُٹھ کھڑا ہوا، اچھا، اب میں چلتا ہوں... تمہیں پانچ منٹ  
 بعد ضروری فون کرنا ہے... یہی میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ خاتون... نادیا پاولینا کون  
 ہے؟

سے تم اتنے معرور ہو کر بات کر رہے تھے معلوم ہوتا ہے بہت خوبصورت عورت  
 ہے۔

میں اب اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔ اس سے زیادہ کی مجھے ضرورت نہ تھی۔۔۔ بہت غریب  
خود مادام سے ملاقات کا انتظام کر لوں گا۔۔۔ کرنل وٹیلوف سے کہوں گا۔ وہ اللہ  
حاصل کرے گا۔۔۔ تم جانتے ہی ہو کہ کرنل وٹیلوف کا تعلق بھی اسی شعبے سے ہے  
وٹیلوف کا نام سن کر بالکلانوف توقع خاصا گھبراہٹ میں ایک نو  
آکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا، پھر بولا۔  
"کامریڈ شمرایوف۔۔۔ یہ بات اصولاً مجھے کہنی تو نہیں چاہیے۔ لیکن تم ہو کہ  
عزیز دوست ہو، اس لیے ازراہ دوستی کہہ دیتا ہوں براہ کرم بیٹھ جاؤ۔۔۔"  
"شکریہ۔۔۔ مگر تم تو پانچ منٹ کے اندر اندر مادام نادیا میلینیا پاولینا کو  
کمرے کا وعدہ کر چکے ہو۔"  
"وہ ذرا انتظار کر سکتی ہیں۔۔۔ بالکلانوف نے کہا میں اُن سے معذرت کروں  
لیکن تم سے شاید دوبارہ بات کرنے کا موقع نہ ملے۔۔۔"  
میں نے غصے سے اُن کا منہ تلکے لگا: "میں سمجھا نہیں تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"  
"سب کچھ سمجھ جاؤ گے یار۔۔۔ بیٹھ تو جاؤ۔۔۔" اُس نے ہنس کر کہا۔ "دیے تھے  
کوئی بات نہیں ہے۔۔۔ کچھ پینا پسند کرو گے؟"  
"نہیں، مجھے ذرا جلدی ہے۔۔۔ ریکٹوف میرا منتظر ہوگا۔۔۔" میرا لہجہ خشک  
کیا کہتے ہو۔"  
"دیکھو، خفا مت ہونا۔۔۔ وہ ایک لخت خوشامد پر اتر آیا، حالانکہ یہ بات  
عادت کے خلاف تھی۔ "میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج کل تم جس چکر میں گرتی  
جلد اُس سے نکل جاؤ، اتنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔۔۔ اس چکر میں پڑ کر تمہارا  
نہ ہوگا، البتہ۔۔۔"  
اُس نے جملہ دانستہ نامکمل چھوڑ دیا تاکہ اُس کا پورا پورا اثر مجھ پر پڑے۔  
"یقین کرو شمرایوف۔۔۔ میں تمہارا مخلص دوست ہوں، اور تمہاری بہتری  
لیے یہ مشورہ دے رہا ہوں۔۔۔ اس قضیے سے الگ ہو جاؤ۔۔۔"

میں ساقضیہ۔۔۔ کونسا چکر۔۔۔؟ میں نے انجان بن کر پوچھا۔ "تم معموں میں گفتگو  
کرنے کے بجائے کھل کر بات کرو۔۔۔ میں ذرا غصی قسم کا آدمی ہوں۔"  
"تم غبی نہیں، بڑے چلتے پڑتے ہو۔۔۔" بالکلانوف مسکرایا۔ "میں اپنی پوزیشن کے  
باعث کھل کر بات کرنے سے قاصر ہوں، تاہم اتنا جانتا ہوں کہ جو کچھ تم کر رہے ہو، وہ  
مناسب نہیں ہے۔۔۔ ہاتھیوں کی لڑائی میں مینڈک ہمیشہ جٹی بن جاتے ہیں۔۔۔"  
میں سمجھ گیا تم کیا کہنا چاہتے ہو لیکن میں نے خود دیکھام اپنے ذمے نہیں لیا۔۔۔ تم  
جاتے ہو گے کہ یہ ذمے داری کس نے مجھے سونپی ہے۔"  
"جانتا ہوں۔۔۔ مگر تم چاہتے تو اس سے بچ سکتے تھے۔۔۔ جان بوجھ کر موت کے منہ  
میں جانا کہاں کی دانش مندی ہے؟"  
"یہ کتنے ہو کا مرید بالکلانوف۔۔۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔۔۔ لیکن کیا کروں، تمہی  
کوئی تدبیر بتاؤ۔۔۔"  
"وہ ایک دم خوش ہو گیا۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگیں: "بہت آسان طریقہ ہے۔۔۔ کوشش  
کے بیمار پڑ جاؤ۔۔۔ کوئی غلط سلط چیز کھا لو۔۔۔ اس کے بعد تم چھٹی کی درخواست دے  
(دراستہ میں داخل ہو جاؤ۔۔۔ جہاں تک تمہاری چھٹی کا معاملہ ہے۔۔۔ یہ مجھ پر چھوڑ دو  
میں ریکٹوف سے کہہ کر منظور کرادوں گا۔۔۔"  
میں ضبط کے باوجود بالکلانوف کی احمقانہ باتوں پر ہنس پڑا: "اور اگر خود ریکٹوف  
کی منتقل چھٹی ہو گئی، پھر؟"  
"دیکھو، مذاق نہ کرو۔۔۔ میں اس لمحے جتنا سنجیدہ ہوں، زندگی میں اتنا سنجیدہ نہ ہوا  
۔۔۔ اس نے کہا بس، دس دن کے لیے کہیں غائب ہو جاؤ۔۔۔"  
"اور اگر میں ایسا نہ کر سکوں، تب کیا ہوگا؟" میں اٹھ کھڑا ہوا اور دروازے تک آیا۔  
بالکلانوف نے گہرا سانس لیا۔ وہ اپنی نشست سے اٹھ کر دروازے تک آیا اور  
میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا: "خدا نہ کرو، اپنے انجام پر غور کر لو۔۔۔ میں تمہیں یقین  
دیتا ہوں کہ تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔۔۔ جو نہی رخصت ہو جاؤ گے، یہ کام کسی کے سپرد کر دیا  
لیے یہ مشورہ دے رہا ہوں۔۔۔ اس قضیے سے الگ ہو جاؤ۔۔۔"

جائے گا۔۔۔

میں نے نفی میں گردن ہلائی: دس دن کے اندر اندر پورٹ بیورو کے ارکان کی ایک میٹنگ ہونے والی ہے اور مجھے اس میٹنگ سے پہلے اپنا کام مکمل کرنا ہے۔۔۔ نہ کر سکا، تب بھی میرا انجام اس سے مختلف نہ ہوگا جس کی طرف تم اشارہ کر سکتے ہو۔۔۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں سمجھتا ہوں۔۔۔ لیکن تم اتنا تو کر سکتے ہو کہ اس معاملے میں نہ کے اندر مت اتر دو تم اپنی تحقیقاتی رپورٹ پیش کرنے میں قطعی آزاد ہو۔۔۔ کوئی تنقید نہیں کر رہا ہے کہ اس کی مرضی کے مطابق رپورٹ تیار کرو۔۔۔ بہر حال۔۔۔ اپنا اچھا سمجھتے ہو۔۔۔ میں کیا کہوں۔۔۔"

"گو یا تم بلا واسطہ مجھے دھکی دے رہے ہو کہ میں اپنی ذمہ داریوں سے ہٹ کر اپنا کام کر دوں۔۔۔"

بالکل نوف کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ نہیں۔۔۔ میں یہ مشورہ نہیں دوں گا۔۔۔ دفعۃً اس نے موضوع بدلتے ہوئے کہا: کیا تم مادام نادیا میلینیا پاولینا سے اندر خود کرنل ویٹکوف جیسا مذکور شخص خوفزدہ ہے اور پھر وہ پراسرار مس تمارا؟ کرنل ویٹکوف ملنا چاہتے ہو؟

پہلے تو واقعی یہی آرزو تھی، لیکن اب شاید اُن سے ملنا مناسب نہ ہو۔۔۔ وہ کبھی یا تو اس کا مقصد کیا تھا؟ کیا مس تمارا ہی مادام نادیا میلینیا پاولینا ہے؟ یہی نصیحت کریں گی۔۔۔"

"میں اُن سے بات کرتا ہوں۔۔۔ وہ تم سے مل کر خوش ہوں گی۔۔۔ دیکھو، شمراؤن کے دنیا کوئی غم اور کوئی نگرہ نہ ہو مجھے دیکھ کر وہ اپنی گھڑی سے اٹھ کھڑا ہوا اور مصلحی کے ہمارے سامنے ایک شاندار مستقبل ہے۔۔۔ اُسے تباہ نہ کرو۔۔۔ ہمیں تم جیسے لوگوں کو لے کر دنیا کے گرد یا یہ البتہ نئی بات تھی۔ ورنہ وہ اپنے کسی ماتحت کی آمد پر تعظیماً کھڑا ہوتا پر ضرورت ہے۔۔۔"

"اس کرم اور حوصلہ افزائی کا بے حد شکریہ۔" میں نے دروازہ کھولا اور کوریڈر کے اب چونکہ تم دس بارہ دن کے لیے میسرے بھی افسر اعلیٰ بن چکے ہو۔ اس لیے میرا نکل آیا۔

چند ثانیے ہم دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے، پھر بالکل نوف وقت تک زندہ سلامت رہے تو پھر میں تمہاری تعظیم کرنے سے توجہ جاؤں گا۔ بہر حال، کمونیا کے لیے ہاتھ بڑھایا اور بولا: اس وقت ہمارے مابین جو گفتگو ہوتی ہے، میں جاننا چاہتا ہوں کہ تمہارے افراد کو ہلاک کر دینے کا پروگرام ہے؟ ویسے میرا اندازہ یہ ہے کہ آئندہ کمر ہم اُسے فراموش کر دیں۔۔۔ یعنی سمجھ لیں کہ یہ گفتگو سرے سے نہیں ہوتی۔۔۔ کیونکہ ہم وہ روز میں اتنے ہی افراد اور قتل کر دیے جائیں گے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ان سب کو بچانے

دیکھ کر اپنی خاص الماری کھولی، اس میں سے لکڑی کا ایک چوکور ڈبہ برآمد کیا، یہ ڈبہ بھی مقفل تھا ایک خاص ترکیب سے اس نے یہ ڈبہ کھولا۔ اس کے اندر زرد رنگ کے چمکدار کور کی ایک فائل رکھی تھی۔ فائل کے کونے پر گہرے سُرخ رنگ کی پٹی کے اندر سنہرے حروف میں انتہائی خفیہ کے الفاظ درج تھے۔ میں نہایت شوق اور دلچسپی سے اس فائل پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا خیال تھا کہ لیکٹوف یہ فائل مجھے پڑھنے کے لیے دے گا۔ لیکن اس نے خود ہی ورق گردانی شروع کر دی اور مدھم آواز میں بولا :

”یہ مادام نادیا میلینیا پاولنیا کے کارناموں کی پہلی جلد ہے۔۔۔ دوسری جلدیں مذبذب کی جا رہی ہیں۔۔۔ میں نہیں مختصر طور پر بتانا ہوں کہ یہ عورت کیسا ہے اور یہاں تک کیسے پہنچی۔ مادام کی صحیح عمر کسی کو معلوم نہیں، غالباً وہ خود بھی نہیں جانتی ہوگی۔ تاہم ایک مختصراً اندازے کے مطابق وہ اس وقت زندگی کی پچاس بہاریں دیکھ چکی ہے۔ دوسری عالمگیر جنگ سے پانچ چھ سال پہلے اس دنیا میں اس کی آمد آئی ہوئی۔ اس کا باپ ایک کسان تھا، یہ اس کی آٹھویں اولاد تھی۔

جنگ کے زمانے میں سینکڑوں ہزاروں خاندانوں کی طرح نادیا کا خاندان بھی جگہ سے بے جگہ ہو گیا۔ اس وقت تک یہ لڑکی اچھے خاصے پریمرزے نکال چکی تھی، قدرت نے حسن و جمال کی دولت انسانی کی تھی۔ قص و سرود کا ابتداء ہی سے شوق تھا۔ چنانچہ میدان جنگ میں فوجیوں کا دل بہلانے والے طائفوں میں شامل ہو گئی۔ آہستہ آہستہ اسٹیج ڈراموں میں اداکاری کے جوہر دکھلانے لگی۔

کیرے بھی سیکھ لیا، فوجی افسروں سے ملنا جلتا زیادہ رہا، رقا بنیں پیدا ہوئیں۔ نادیا کے حصول کی کوششوں میں کئی آدمی مارے گئے۔۔۔ رفتہ رفتہ اوپنچے حلقے میں اس کی رسائی ہو گئی، مشہور لوگوں کے گھر آنا جانا رہا، وہیں کامیڈین خرد و شجیف کی نگاہیں آتی۔ خرد و شجیف اس کی اذیت سے مسحور ہوا۔ اس نے نلویا کی پوشیدہ صلاحیتوں کو جلد دی اور اسے کے جی بی کے حوالے کر دیا۔ فی الوقت صورت یہ ہے کہ آندر و پونف کے جی بی کا چیئر مین ہے اور جنرل پینڈلوف ڈپٹی چیئر مین، لیکن حقیقت میں مادام نادیا میلینیا پاولنیا کی حیثیت کسی بھی طرح ان دونوں سے کم نہیں۔ یہ عورت حد درجہ عیار، مکار اور شاطر ہے۔ اس کا ٹاپا پانی نہیں مانگتا۔۔۔ نلویا کی گن ایک زمانے میں اس پر فریفتہ رہا، بعد میں تلخیاں اُبھر آئیں، ممکن ہے زبوی گن

کے لیے تم خود قتل ہو جاؤ؟

”قطعاً بہتر ہے۔ لیکن میرے ساتھ آپ کو بھی قتل ہونا پڑے گا۔ اس لیے کہ آپ مجھے اس چکر میں پھنسا یا ہے۔“

مجھے احساس نہیں تھا کہ معاملہ اتنا سنگین بھی ہو سکتا ہے۔ اس نے سنجیدگی سے خیر، کہو کیا رپورٹ ہے۔ میں نے اُسے سب کچھ بتایا۔ سوائے اس کے کہ بالکل انوف میری ملاقات یا گفتگو ہو چکی ہے۔ چونکہ میں بالکل انوف سے وعدہ کر چکا تھا کہ اس ملاقات کو جاؤں گا، اس لیے ریکٹوف سے اُس کا ذکر کرنا مناسب نہ تھا، تاہم میں نے مادام نادیا کے بارے میں اپنی معلومات بڑھانے کے لیے پوچھا۔ :

”کیا آپ کسی عورت نادیا میلینیا سے واقف ہیں؟“

ریکٹوف اپنی کرسی پر یوں اُچکا جیسے پچھونے ڈنک مار دیا ہو۔ اس نے اپنے منہ دبا ہوا سکار جلدی سے ایش ٹرے کے کنارے رکھ دیا اور بلیکس جھپکاتے ہوئے کہنے لگا : ”میلینیا پاولنیا کے بارے میں تم کیا جانتا چاہتے ہو، اور اس عورت سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ یہ بہت گہرا تعلق بن رہا ہے اُس سے۔۔۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ اس نام پر اصرار کی طرح بوکھلا گئے ہیں، کیوں؟“

ریکٹوف نے سکار اٹھا کر دوبارہ ہونٹوں سے لگا لیا، مگر اتنی ہی دیر میں سکار اڑ چکا تھا، اس لیے اُس نے سکار جھلانے میں کچھ وقت لیا، پھر کہنے لگا : ”کامیڈین شرایون مادام نادیا میلینیا پاولنیا محض ایک عورت کا نام نہیں ہے، یہ ایک زبردست قوت کا نام ہے پورے سوویت یونین میں اپنی سفاکی، چالاکی، مکاری اور اداکاری میں بے مثال۔۔۔ اس عورت کا ریکارڈ کم از کم پانچ کلومیٹر ضرور لمبا ہوگا۔۔۔ اور اس ریکارڈ پر قتل و غارت کے کچھ نہیں ملے گا۔۔۔ اس خوفناک عورت کے راستے میں آنے کی کوشش کرنا، ورنہ میں تو خیر کچھ نہیں ہوں، تمہیں شاید بزرغیت بھی نہیں سچا سکے گا۔۔۔“

میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اندازہ نہیں تھا کہ یہ عورت اتنی خطرناک ثابت ہوگی کہ جینٹ پر ایسی بوٹ بھی اس کے نام سے لرزاں و ترساں ہے۔ ریکٹوف نے ایک لمحہ تامل

اس نے آہستہ سے کہا :  
"کامریڈ شمر ایوٹ... مجھے تمہاری صلاحیتوں پر پورا بھروسہ ہے، لیکن اس عورت  
سے ذرا بچ کے رہنا۔"

کی ہلاکت کے پس پردہ مادام کا ہاتھ کام کر رہا ہو... بھیس اور آوازیں بدلنے میں  
اپنا جواب نہیں دیتی تھی۔ اس کی آواز سے عمر کا اندازہ لگانا محال ہے۔۔۔

"ذرا ٹھہریے، آپ کو ایک چیز سنواؤں،" میں نے ریکٹوف کو روک کر اپنا بیڈ ٹیبل  
اس میں سے الیکٹرک ٹیبلٹ پر رکھا اور ڈر لگا لگا، اور اُسے چلا دیا۔ میں تمہاری مترنم، دلکش  
ریکٹوف کے کمرے کی فضاؤں میں تیرنے لگی۔ ریکٹوف غور سے سنتا رہا، معلوم ہوا

پوری توجہ اسی آواز کی طرف ہے۔ اس کا چہرہ مترنم کے تاثرات و جذبات کے اظہار سے  
ٹیبلٹ ختم ہوا تو ریکٹوف نے پہلو بدلتے ہوئے کہا "میں یقین سے نہیں کہہ سکتا ہوں کہ یہ  
مادام نادیا کی ہے یا کسی اور خاتون کی، تاہم یہ آواز مادام کی بھی ہو سکتی ہے۔۔۔ اس لیے کہ  
آواز بننا اور بدلنے میں کمال حاصل ہے۔ وہ مردانہ لب و لہجہ بھی اختیار کر لیتی ہے۔۔۔  
نے اپنے اسی ہنسر کے باعث بڑے بڑے ذہین لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔۔۔ اگر میں تمہارا

پردے میں مادام نادیا میلینیا یا ولینا ہی بول رہی ہیں تو میں یہ کتنا مناسب سمجھتا ہوں کہ  
تمہارا کام بے حد کٹھن اور جان لیوا ہو گیا ہے۔۔۔ بہتر ہے تم کوئی راستہ نکال کر اس عورت  
ایک بار ملو۔۔۔"

"کیا آپ کی اس سے ملاقات ہے؟" میں نے پوچھا۔  
ریکٹوف نے شانے اُچکائے: "ایک دو بار اُسے تقریبات میں دیکھا ہے۔۔۔  
کی نوبت نہیں آئی۔۔۔ ویسے بھی یہ عورت سرکاری اور غیر سرکاری تقریبات میں ذرا کم آؤ

ہے۔۔۔ اسے پُر اسرار بنے رہنا زیادہ پسند ہے۔۔۔ یا یوں کہو کہ جس منصب پر وہ فائز ہے  
وہاں آدمی جس قدر پُر اسرار رہے، اتنا ہی اس کے حق میں بہتر ہے۔۔۔"

"میں اُٹھ کھڑا ہوا، بہت بہتر۔۔۔ میں اُس سے ملنے کا کوئی طریقہ نکالنے کی کوشش  
ہوں۔۔۔ یہ قضیہ نہ ہوتا، تب بھی میں اس عورت کو دیکھنے اور اس سے ملاقات کا اہتمام  
کرتا۔۔۔ اب میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔۔۔ اس دوران جو واقعات پیش آئے ہیں،  
کی رپورٹ مرتب کروں گا۔"

ریکٹوف اخلاقاً مجھے دروازے تک رخصت کرنے آیا اور دروازہ کھولنے کے  
تنبہ نصیب کہ آپ نے اس قابل سمجھا۔ ورنہ میں کہاں، اور آپ کہاں؟  
"کیوں، اتنی مایوسی کس لیے کامریڈ شمر ایوٹ؟"  
"آپ تو صوبہ کچھ جانتی ہیں میں تمہارا۔۔۔" میں نے اپنا لہجہ انتہائی عاجزانہ بنا لیا۔ اگر

میں نے اپنی عورت کو دیکھنے اور اس سے ملاقات کا اہتمام  
کرتا۔۔۔ اب میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔۔۔ اس دوران جو واقعات پیش آئے ہیں،  
کی رپورٹ مرتب کروں گا۔"

ریکٹوف اخلاقاً مجھے دروازے تک رخصت کرنے آیا اور دروازہ کھولنے کے

میں نے ریسپور اُٹھا کر کان سے لگا لیا۔ اور اگلے ہی لمحے میری کنپٹیاں جلنے لگیں۔  
"معافی چاہتی ہوں کامریڈ شمر ایوٹ۔۔۔ آپ کی مصروفیات میں جھل ڈال دیا۔  
آپ میں تمہارا ہیں؟ میں نے ضبط کر کے اپنی آواز پُر سکون رکھنے کی کوشش کی۔  
وہ کھکھلا کر ہنسی اور میرے کانوں میں جیسے تقری گھنٹیاں سی بجنے لگیں۔ یہ آواز

تقریباً کسی دہائیہ ہی کی ہو سکتی تھی، اسے پچاس پچپن سال کی ایک خزانہ اور عیارِ زمانہ  
عورت کی آواز سے کیا نسبت؟  
"جی ہاں۔۔۔ تمہارا ہوں۔۔۔ آپ سے بات کرنے کو جی چاہا۔ اس لیے فون کر دیا۔ آپ

تنبہ نصیب کہ آپ نے اس قابل سمجھا۔ ورنہ میں کہاں، اور آپ کہاں؟  
"کیوں، اتنی مایوسی کس لیے کامریڈ شمر ایوٹ؟"  
"آپ تو صوبہ کچھ جانتی ہیں میں تمہارا۔۔۔" میں نے اپنا لہجہ انتہائی عاجزانہ بنا لیا۔ اگر

میں نے اپنی عورت کو دیکھنے اور اس سے ملاقات کا اہتمام  
کرتا۔۔۔ اب میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔۔۔ اس دوران جو واقعات پیش آئے ہیں،  
کی رپورٹ مرتب کروں گا۔"

ریکٹوف اخلاقاً مجھے دروازے تک رخصت کرنے آیا اور دروازہ کھولنے کے

کر دیا جائے۔

وہ دوبارہ ہنسی اور اس بار اس کی ہنسی میں فائناتہ غصہ جھلک رہا تھا۔

”مجھے آپ سے دلی ہمدردی ہے کامریڈ...“ اس نے کہا۔ ”جو دشمن سوچا گیا ہے، کوراستے سے ہٹانے کے لیے ہے... آپ کے آفس میں بعض ایسے لوگ موجود ہیں، انکھوں میں آپ کا وجود کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔“

”میں نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھنے کے لیے اپنی خوفزدہ آواز میں پوچھا: ”وہ کون لوگ ہیں مس تمنا؟ کیا آپ مہربانی کر کے ان کے ناموں سے آگاہ کیا ایسی باتیں فون پر کی جاسکتی ہیں کامریڈ؟“ اس نے اٹھا سوال کیا۔ ”تو مجھ سے مل لیں، میں سب کچھ بتا دوں گی...“

میرادل سینے میں اُچھلنے لگا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ شکار خود دام میں گرے لیے بے تاب ہے۔

”یہ میری عین خوش بختی ہوگی، لیکن کب اور کہاں؟“

”آپ اگر فرصت میں ہوں تو آج ہی شام سات بجے کے بعد ملاقات ملے۔“

”ہاں ہاں، کیسے... آپ رُک کیوں گئیں؟“ میں نے جلدی سے کہا۔

”چونکہ دو مواقع پر آپ سے کچھ ایسی گفتگو رہی جسے آپ نے نہیں کیا ہوا۔“

”میں نے پہنچا بھی رہی ہوں کہ جانے آپ کیا مطلب رکھیں یقین کیجئے کامریڈ۔“

”میں آپ کی حریف نہیں، بلکہ اس ہونک انجام سے آپ کو دُور رکھنا چاہتی ہوں۔“

”آپ عنقریب دوچار ہونے والے ہیں... آپ ہمارے وطن کا قابل فخر سرباز۔“

”آپ سمجھ رہے ہیں نا میں جو کچھ کہہ رہی ہوں؟“

”جی ہاں... اچھی طرح سمجھ رہا ہوں... میں آپ کا ان جذبات کے لیے ہوں... اب فرمائیے میں شام سات بجے کے بعد کہاں حاضر ہو جاؤں؟“

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ آپ اس ملاقات کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں

اس میں آپ ہی کا فائدہ ہے...“

”میں اس ہدایت کا خیال رکھوں گا، مس تمنا۔“

”ٹھیک ہے... اب غور سے سنیے۔ جو کچھ کہیں کہوں... اُسے صرف ذہن میں لکھیے۔“

ماسکو کے نواحی علاقوں میں اندھیرا تھا... میں اپنی کار میں شمال کی جانب کوئی

پچاس میل دُور نکل آیا تھا... ماسکو کی حدیں ختم ہو رہی تھیں، اور صنعتی علاقہ شروع ہو

چکا تھا... ارد گرد لاتعداد فیکٹریاں اور کارخانے پھیلے ہوئے تھے اور ان کارخانوں

میں کام کرنے والے لاکھوں مزدوروں اور کارکنوں کے بیس بیس منزلیں فلیٹوں میں

سے کہیں کہیں روٹنیاں جھانک رہی تھیں۔ کھیلوں کا سامان بنانے والی ایک فیکٹری

میں بازار کے ساتھ ہی تھی، میں نے اس کے قریب پہنچ کر کار کا انجن بند کر دیا اور فیکٹری

کے عقب میں بنے ہوئے فلیٹوں کی طرف چل دیا۔ ایک شفٹ ختم ہو چکی تھی، اور دوسری

شفٹ میں کام کرنے والے مرد و زن تیزی سے فیکٹری میں جا رہے تھے۔ کسی نے میری

طرف توجہ نہ دی۔ اپنے گرم ادور کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے میں آہستہ آہستہ

چل قدمی کے انداز میں چلتا ہوا فلیٹوں کے نزدیک پہنچ گیا۔ یہ فلیٹ چار چار منزلیں تھیں۔

آخری کونے کے تیسرے فلیٹ کی بالکونی میں سبز رنگ کی روشنی نمایاں تھی۔ یہ ایک لیمپ

تھی جو کھڑکی کے ساتھ ہی رکھا تھا اور اس پر سبز شیڈ لگایا گیا تھا۔

میں نے اطمینان کا سانس لیا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ تیسرے فلیٹ کا دروازہ

بند تھا۔ میں نے آہستہ سے دستک دی۔ پروگرام کے مطابق مجھے یہ دستک دو مرتبہ آہستہ

آہستہ اور تیسری مرتبہ ذرا وقفے سے دینی چاہیے تھی۔ میں نے اس ہدایت پر پورا عمل

کیا لیکن دروازہ کھولنے کوئی نہیں آیا۔ دروازے کی چابی باریک درز سے روشنی

چن کر باہر آ رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ فلیٹ میں کوئی موجود ہے۔

تینوں بار دستک دینے کے باوجود جب دروازہ نہ کھلا تو میں نے چند لمحے انتظار

کے بعد اُسی طریق سے تین مرتبہ دوبارہ دستک دی، مگر بے سود تشویش کی ایک بار  
لہریکے اندر دوڑ گئی۔ میں نے دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا اور وہ بغیر آواز پر  
کھل گیا۔

میرے سامنے کمرل ویلیوف کی لاش پڑی تھی۔  
ایک ثانیے کے لیے مجھے شبہ ہوا کہ شاید یہ لاش کمرل ویلیوف کی نہیں، اس  
یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں واجبی سافرینچر پڑا تھا، ایک میز، تین کرسیاں  
پڑچھا ہوا ایک معمولی سا غلیچہ۔  
"مس تمنا! میں نے مدھم آواز میں کہا۔ "مس تمنا!"

کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے آٹومیک ریوالور نکال کر ہاتھ میں دبایا۔ پہلی بار بار بار گناہ گشت نظر نہ آتی تھی۔ وہ جاں گداز اور روح سوز لمحات میں اپنی زندگی کے آخری  
ہوا کہ میں نے مس تمنا سے ملاقات کے شوق میں بے سوچے سمجھے یہاں آن کر حماقت لاش تک بھلا نہ پاؤں گا۔ غم، غصے اور یالوسی کا ایک طوفان بلاخیز تھا جو میرے  
ہے، مگر اب واپس جانا بھی مناسب نہ تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر دروازے کے کمرے سے گزر رہا تھا۔ یقین نہیں آتا تھا کہ کمرل ویلیوف جسے ایک دن پہلے ہی میں  
ہی لگا ہوا بجلی کا سوئچ آف کر دیا۔ فلیٹ میں ایک دم اندھیرا ہو گیا۔ میں چند لمحے اپنی جگہ بیٹھا جاگتا چھوڑا تھا۔ دفعۃً لوں موت کے سفر پر روانہ ہو جائے گا اور اس  
چپ چاپ کھڑا آواز سننے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر فلیٹ کے اندر خاموشی ہی خاموشی فرت تھی اس کے سوا اور کیا سوچنا کہ کمرل کے ہیجانہ قتل کا میں خود ذمہ دار ہوں۔  
... پھر میں نے ننھی سی ٹارچ نکالی، اس کا روشن دائرہ فرش پر گھومتا ہوا، اپنی دیوار پر زلی گن کے قتل یا خودکشی کی واردات میں اُسے نہ گھسیٹتا تو وہ کیوں مارا جاتا؟  
جہاں نیلے رنگ کا پردہ پڑا تھا۔ ایک ایک قدم سرکتا ہوا میں اُس پردے کی طرف بڑھتا ہوا۔ ان واحد میں میرے تمام اعصاب اور ساری جسمانی حیثیات بیدار ہو گئیں۔ یہ  
پردہ ہٹایا تو فلیٹ کے دوسرے کمرے میں جانے والا دروازہ دکھائی دیا۔ بیدار  
آدھا کھلا، آدھا بند تھا۔ میں نے اُسے فوراً کھول دیا۔ کسی بھی لمحے کسی گوشے سے مجھ پر  
ممکن تھا، اور میں اس کیلئے پوری طرح تیار تھا۔ لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔ یہ کمرہ خوب گاہ کے  
پر استعمال ہوتا تھا۔ ٹارچ کا روشن متحرک دائرہ ڈبل بیڈ کے سامنے رکھے ہوئے صوفے  
پڑا۔ صوفے پر ایک شخص اور دھڑے منہ پڑا تھا۔ شاید بے ہوش تھا۔ میں نے نہ  
نزدیک سے جا کر دیکھا، وہ بے ہوش نہیں تھا۔ مڑچکا تھا۔ اُس کی کھوپڑی میں سے  
اُبل کر خون جم گیا تھا صوفے اور فرش پر بھی خون ہی خون تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پیچھے سے  
تیز دھار آئے سے وار کیا گیا تھا۔ گہرا گھاؤ اس کی گدھی کو چیرتا ہوا شہ رنگ چلا  
میں نے تلاش کر کے بجلی کا سوئچ آف کیا، کمرہ ایک دم روشن ہو گیا۔ اس کے بعد میں

کر دیا۔ اپنے سر پر بھی ہوئی گرم فلیٹ ہیٹ میں نے آنکھوں پر جھکا لی اور اور ایک نیا جیکر شروع ہو جاتا، اور حریفوں کا مقصد بھی یہی تھا کہ مجھے دوسرے کے کالہ کھڑے کر لے تاکہ کوئی مجھے دیکھ بھی لے تو بعد میں شناخت نہ کر سکے۔ معاملات اور مسائل میں الجھا دیا جائے، چنانچہ میں نے کنٹین میں بیٹھنے کے بجائے اپنی نیچے جاتے ہوئے، میں سوچ رہا تھا کیا میں زندہ سلامت یہاں سے نکل سکوں گا۔ ہر طرف قدم بٹھا دیے۔ ماسکو کی طرف ساٹھ ستر کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے واپس لوگوں نے کرنل ویٹلوف کو موت کے گھاٹ اتارا ہے، وہ بخوبی جانتے ہیں جاتے ہوئے، مجھے کیا بے اختیار یاد آنے لگی۔ کرنل ویٹلوف کی اکھڑ مزاج، لیکن صاف کہاں موجود ہوں۔ یقیناً ان کی پراسرار آنکھیں مجھ پر لگی ہوں گی اور وہ میری بالکل دیوی۔ اپنے شوہر کی نقل و حرکت اور پراسرار سرگرمیوں کو شک کی نگاہ سے حرکت کا بغور جائزہ لے رہے ہوں گے۔ مجھے بے اختیار اپنے آپ پر توافقی آنے لگی تھی والی آیا۔ اس تصور ہی سے میرا جگر تھڑا رہا تھا کہ جب اس کے کانوں تک چالاک اور مکار عورت مسن تمارا کی باتوں میں آن کر ادھر آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ اپنے شوہر کے بھیانک قتل کی خبر پہنچے گی تو اس پر کیا گزرے گی خود میری ذہنی کیفیت اس نے مجھے صرف یہ دکھانے کے لئے بلایا تھا کہ وہ کرنل ویٹلوف جیسے اہم شخص کی موت میں متوازن نہ تھی۔ ویٹلوف کے ساتھ گزرا ہوا طویل زمانہ، اور اس زمانے اس قدر آسانی سے موت کی نیند سلا سکتی ہے؟ کیا کرنل کو قتل کرنے کا کوئی اور طریقہ تھا؟ ایک ایک خیال آیا کہ کرنل کے قتل میں مس تمارا یا کے جی بی کے پیشہ ور قاتلوں بھی ممکن ہے؟ بہر حال، یہ معاملہ حل کرنا تھا کہ ویٹلوف اس جگہ کیسے آیا کیا اُسے جانے گا۔ یکایک خیال آیا کہ کرنل کے قتل میں مس تمارا یا کے جی بی کے پیشہ ور قاتلوں طرح فون کر کے بلایا گیا تھا؟

میری کار وہیں کھڑی تھی۔ جہاں میں اُسے لاک کر کے چھوڑ گیا تھا۔ میں اس پر کرنل ویٹلوف کا بہت بڑا کارنامہ تھا۔ جنرل زبوی گن کے قتل یا خود کشی کا اس سے پچیس منزہ فلیٹوں میں کہیں روشنیاں جھانک رہی تھیں۔ گرد و نواح میں پھینکا مگر تعلق تھا اور کرنل ویٹلوف بھی ان لوگوں کی فہرست میں سب سے اوپر اپنا نام درج لائن ادا کار خانوں اور فیکٹریوں میں لاکھوں افراد کام کر رہے تھے۔ یہ فیکٹری زون آگیا تھا۔

کوسوں میلوں میں پھیلا ہوا، جو مزدور اور کارکن اپنی اپنی شفٹوں سے فارغ ہوئے۔ میں نے اپنی کار، ریکنگوف کے فلیٹ سے تھوڑی دور ہی روک دی۔ گھڑی پر وہ فلیٹوں کی طرف واپس آ رہے تھے۔ جا بجا کنٹینر کھلی تھیں۔ میں نے ان تمام حالتوں کو نظر ڈالا، شب کے گیارہ بج رہے تھے۔ ریکنگوف کے فلیٹ میں روشنی ہو رہی تھی۔ غور کرنے کے لیے یہی مناسب سمجھا کہ ایک کنٹینر میں پناہ لوں۔ گرم گرم سیاہ تھوہ۔ مگر اس کے فلیٹ پر آچکا تھا، مگر رات کو گیارہ بجے آنے کا یہ پہلا اتفاق تھا میری دوپیلے پیوں اور نیلا لٹخہ عمل طے کر دوں، لیکن پھر فوراً ہی یہ ارادہ بدلنا پڑا۔ آدھے دو بج رہے تھے۔ کال بیل کا بٹن دبانے کے ٹھیک تیس سیکنڈ بعد دروازہ ان مزدوروں کی زنگا ہوں میں آنا نہیں چاہتا تھا۔ اپنے لباس اور چال ڈھال سے۔ گلیا۔ میرے سامنے ریکنگوف شب خوابی کے لباس میں پٹا کھڑا تھا مجھے دروازے بھی ان سے قطعی مختلف نظر آ رہا تھا۔ عین ممکن تھا کہ اس فلیٹ میں کرنل ویٹلوف کے قتل کا کوئی سراغ ہو۔ اس کی آنکھیں پھیں گئیں۔

لاش، کسی بھی لمحے دریافت کر لی جاتی اور پھر فوراً ہی پولیس، قاتل کی تلاش میں کھڑی ہوتی۔ بلاشبہ میں، سرکاری شناخت کرانے کے بعد پولیس کی گرفت میں آتا ہوں۔ اس بات کی تھی کہ مقام واردات پر میری موجودگی کی خبر کسی کو نہ ملے۔

”جی ہاں۔۔۔ میں۔۔۔ اس وقت۔۔۔ اس زحمت کی معافی چاہتا ہوں۔۔۔ لیکن۔۔۔“

ریکنکوف نے کچھ نہ کہا، کچھ نہ پوچھا۔ اپنی عادت کے مطابق وہ خود کو پرسکون بنا رہا تھا۔ میری عقل و خرد سے بالا تھا... کرنل وٹیلوف اور ڈبل گیم وہ دن کوئی ڈبل کوشش میں کامیاب تھا۔ سٹنگ روم کا دروازہ کھول کر اُس نے مجھے بیٹھنے پر مقرر کیا جو کرنل کیل رہا تھا؟ اس کی کوئی حرکت مجھ سے ڈھکی چھپی نہ تھی... وہ میرا مخلص تھا اور خود وہ دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ چند لمحوں بعد جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ تھکے تھے۔ اس نے محض میری خاطر اپنی زندگی خطرے میں ڈال دی تھی... اور ہاتھوں میں ٹرے تھی اور اس میں گرم گرم تھوے کی دو پیالیاں دھری تھیں۔ جب چپ پراسیکیوٹر کتائبے کہ وہ ڈبل گیم کیل رہا تھا... میں اپنی نشست سے ٹرے میز پر رکھ دی اور خود سگار سلگا لیا۔

”میں جانتا تھا تم سیدھے ادھر ہی آؤ گے، اس لیے میں نے تھوہ پہلے تیار کر رکھا تھا۔“ اس نے تھوہ پہلے تیار کر رکھا تھا۔ اس کی چکیاں لیتا اور سگار کے کش لگاتا رہا۔ اس کا یہ اطمینان دیکھ ویکھ کر مجھے ہنسا۔ ”اُس نے ہاتھوں سے دھواں خارج کرتے ہوئے کہا۔

فن دشت ہو رہی تھی۔

میں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ ریکینکوف مسکرایا، پھر اس نے رگڑے کے کندھے رکھ کر، قموے کی پیالی اٹھائی۔

”مجھے افسوس ہے کامریڈ شتراوف۔۔۔“ اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیا۔

”کمرہ کننا شروع کیا۔“ کرنل وٹیلوف کا قتل بہت لڑزہ خیز ہے۔۔۔“

”میں فرط حیرت سے اُچھل پڑا۔ قموے کی پیالی میسرہ ہاتھوں سے گرتا لے گئے ہیں، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اپنے ادارے کے سب سے بڑے ذمے دار بچی۔ ریکینکوف نے قموے کی چسکی لیتے ہوئے، اطمینان سے کہا: ”تمہیں حیرت نہیں ہے وہ باتیں چھپاؤ جو اصولاً تمہیں چھپانی نہیں چاہئیں۔۔۔“

”ہے کہ وٹیلوف کے قتل کا مجھے علم کیونکر ہوگا، مگر اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔“

”مجھے حیرت اس امر پر ہے کہ کرنل وٹیلوف نے قتل ہونے میں اتنی دیر کیوں لگائی۔“

”یہ سمجھا نہیں۔ اس جملے سے آپ کا مطلب کیا ہے؟“

"مطلب صاف ہے کامریڈ شمر ایون... " ریکنگوف نے کہا "وٹیلوف ڈبل فکرسے اسی وقت آگاہ کر دیتے تو کرنل وٹیلوف کی جان بچ سکتی تھی..."

میں نے کوئی جواب نہ دیا حقیقت یہ تھی کہ ریکنگوف نے مجھے لاجواب کر دیا تھا۔ اُسے اپنے دوستوں پر بڑا اعتماد تھا لیکن بالآخر دوستوں ہی نے اسے اپنی انکشافات میں کھینچ لیے سخت افزیت کا باعث بن گیا کہ کرنل وٹیلوف ڈبل گیم کو پہنچایا۔ شکر کرو تم بچ گئے، ورنہ وٹیلوف کے ساتھ تم بھی پلیٹے جاتے۔"

اپنا دل بھی تھا اور کہ جی بی کے ہاتھوں میں بھی کھیل رہا تھا؟ اگر ایسی بات ہے میرے دماغ پر جیسے کوئی آن دکھی طاقت زور زور سے ہتھوڑے بجانے لگی۔ پھر اُسے کس نے قتل کیا؟ آپریشن کا سکینڈ ناپسند کرنے والوں نے پا کے جی بی نے؟

ایک سوال یہ بھی ميسے ذہن میں اُبھر رہا تھا کہ ناویا میلنیا پاؤ لٹیکا اس وقت اتنا بے گناہ کیوں تھی؟ اس کے بارے میں تو ایک روپ بے کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر ہم اس کا جواب دینا چاہیں تو اس کے لیے ہمیں اس کے بارے میں کچھ اور جاننے کی ضرورت ہے۔

ایک سوال یہ بھی ميسے ذہن میں اُبھر رہا تھا کہ ناویا میلنیا پاؤ لٹیکا اس وقت اتنا بے گناہ کیوں تھی؟ اس کے بارے میں تو ایک روپ بے کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر ہم اس کا جواب دینا چاہیں تو اس کے لیے ہمیں اس کے بارے میں کچھ اور جاننے کی ضرورت ہے۔

محض اس لیے کہ وہ ٹیلوٹ کی لاش دکھانی تھی یا کوئی اور معاملہ تھا؟

”بیٹھ جاؤ کامریڈ شملیون۔۔۔“ ریکٹکوف نے آہستہ سے کہا۔ ”میں نے تمہیں ہجوم میں پرچھا یا رہا! لگے روز صبح جب پراودا پر نظریں دوڑائیں تو ایک کونے  
خبردار کیا تھا کہ نادیا میلینا سے چوکنے رہنا۔ اگر یہی عورت آواز بدل کر، مذہبی چند سطر اخبار اس مضمون کی چھپی ہوئی تھی، کہ کمینٹل ایٹلی جنس ماسکو تھوڑے سیکشن  
نام سے تمہیں فون کرتی رہی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ تم خود کسی بھی لمحے، وجود سے عین کرنل مات ایکسی شیوچ ویٹکوف دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔ وہ نہایت  
تبدیل ہو سکتے ہو۔ ابھی ابھی جو ریکارڈ تم نے سنا ہے، یہ اسی مس تمہارا کی آواز ہے، یعنی مستعدہ فرض شناس کارکن تھے۔۔۔ حال ہی میں انہوں نے آپریشن کا سکیڈ میں نمایا  
میں نے اس پر بہت غور کیا۔۔۔ لیکن یہ راز مجھ پر کھل نہیں سکا کہ وہ تمہاری ذات کا نامہ سزا انجام دیا تھا اور اکثر بدکردار اور ناپسندیدہ افراد کو قانون کے حوالے کرنے  
دیکھی کیوں لے رہی ہے۔ ہو سکتا ہے یہ عورت نادیا میلینا یا ولینا نہ ہو کوئی اور کمیا ب رہے تھے۔ کرنل ویٹکوف آنجنائی کی آخری رسومات آج شام سرکاری طور پر  
کوئی بھی ہے، سخت خطرناک ہے۔۔۔ تمہیں چھوٹک چھوٹک کر قدم رکھنا ہوگا، ادا کی جائیں گی۔ نیشنل چیف آف سی آئی ڈی لیفٹیننٹ جنرل انتولے والکوف نے  
معمولی سے معمولی بات سے مجھے آگاہ رکھنا تمہارے فرائض میں داخل ہے۔۔۔ انہماں کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ سویت یونین ایک قابل  
کردار کے تو میرا کچھ نہیں بگڑے گا، اپنی جان سے بالکل اسی طرح ہاتھ دھو بیٹھو۔ مذہبی شناس کارکن سے محروم ہو گیا کرنل ویٹکوف کے ساتھیوں نے بھی ایسے ہی خیالات  
طرح کرنل ویٹکوف دھو چکا ہے۔“

میں مہموت ہو کر اُس کی باتیں سنتا رہا۔ میری زبان سے ایک لفظ نہ نکلا۔  
نے سگار ایش ٹرے میں بجھاتے ہوئے کہا: "اب تم ہمیں آرام کرو۔۔۔ بھوک  
بتاؤ۔۔۔ میں کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔۔۔ تمہارے پاس وقت بہت کم ہے۔  
ہر صورت میں وقت مقررہ پر اپنی رپورٹ مکمل کرنی ہے۔ اس لیے کل صبح  
کام بیکر دکھنا یا میلینیا پاؤ لینا سے ملنے کا اہتمام کرو۔۔۔ یہ جاننے کی کوشش  
کی موت سے اس عورت کا کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ فی الحال کرنل ویٹلوف کو فرار  
اس کیس میں ویسے بھی تمہارا کوئی تعلق ویٹلوف سے نہیں تھا۔۔۔ اگر تم نے خود  
قتل میں ملوث کرنے کی کوشش کی تو معاملات قابو سے باہر ہو جائیں گے۔"

صبح کے دس بج کر ۳۵ منٹ ہوئے تھے کہ میں نے اپنی ایم او ایس بوز  
انیٹی فراڈ سکاڈ کی عالی شان عمارت کے سامنے روکنے کا حکم دیا۔ اس منزل پر  
جانب سے نیا ڈرائیور دیا گیا تھا۔ اس کا نام الیگزینڈر روشوف تھا۔ اُسے دیکھ کر  
شناختا تو بہت یاد آیا۔ پانچ منزلہ عمارت کے تمام کمروں میں زور شور سے کام  
تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ ساری گہا گہی آپریشن کا سکیڈ کے باعث ہے۔ ہر کمرے میں  
جاری تھیں۔ ملزموں سے پوچھ گچھ ہو رہی تھی۔ جو نیئر انکسپٹر اور اسپیشل انسپکٹر  
میں سے یوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے گزر رہے تھے جیسے امریکہ نے اعلان جنگ  
دیا ہو۔ برآمدوں میں جا بجا بہت سے افراد کھڑے سرگوشیاں کر رہے تھے یہ وہ  
تھے جن کے قریبی یا دور کے رشتے دار آپریشن کا سکیڈ کے دوران گرفتار کیے گئے  
فرسٹ فلور پر انکوائری آفس کے خوب صورت اور تیز طرار استقبال کمرے  
مجھے بتایا کہ کرنل نادیا میلنیا پاولنیا مین ڈائریکٹوریٹ سی آئی ڈی کی چیف ہیں  
اُن کا آفس سیکنڈ فلور پر ہے۔ میں شکر یہ ادا کر کے جب دوسری منزل پر پہنچا تو  
میں نے اپنے پُرانے شاگرد دثانی شتوف کو برآمدے میں سگریٹ پیتے دیکھ کر  
نے مجھے پہچان لیا اور میری طرف آیا: فرمائیے جناب! آپ یہاں کیسے تشریف  
میں نے اُسے بتایا کہ میں کرنل نادیا سے ملاقات کا خواہش مند ہوں۔ نادیا کا نام  
ہی اُس کا چہرہ کسی قدر متغیر ہو گیا۔ اس نے جواب دینے سے پہلے سگریٹ کا ٹکڑا  
میں جا بجا رکھے ہوئے بڑے سے پیالہ منالیش ٹرے میں پھینکا اور لفٹی میں گر  
ہوئے بولا: مجھے افسوس ہے جناب! کرنل نادیا اس وقت موجود نہیں ہیں۔  
میں نے گہرا سانس لیا مجھے اُس شخص سے اسی جواب کی توقع تھی۔ کرنل  
میلنیا پاولنیا کی شخصیت کے گرد جو طلسمی ہالہ بنا دیا گیا تھا، وہ ایسا ہی تھا کہ کوئی  
آسانی سے اس کی بارگاہ میں باریاب نہیں ہو سکتا تھا۔ ملاقاتی کو تعقیب اور  
مراحل سے گزرنے کے بعد ہی مادام سے ملنے کی اجازت دی جاتی ہوگی۔  
کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: دیکھو، تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔

مناسب ہی ہے کہ میرے ساتھ وہ رویہ اختیار نہ کرو جو عام طور پر ہم لوگ دوسروں کے  
ساتھ دراز رکھتے ہو۔ میں اس وقت ذاتی حیثیت میں مادام سے ملنے نہیں آیا، بلکہ سرکاری  
طور پر ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ بے حد ضروری کام ہے جس میں تاخیر کا مطلب یہ ہوگا کہ  
دثانی شتوف کے چہرے کا رنگ مزید اُڑ گیا، اُس نے ہکلاتے ہوئے بتایا کہ وہ  
جک کہ رہا ہے، اس وقت مادام اپنے آفس میں تشریف نہیں رکھتیں۔ اگر مجھے یقین نہیں  
آتا تو میں اُن کے آفس میں جھانک کر اور خالی کرسی دیکھ کر تسلی کر سکتا ہوں۔  
"ٹھیک ہے۔۔۔ میں تمہاری بات پر یقین کر لیتا ہوں۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ اس وقت  
مادام کہاں ملیں گی؟  
"دیکھئے جناب میں اس شرط پر بتا سکتا ہوں کہ آپ کسی کو نہیں بتائیں گے کہ  
میں نے آپ کو مادام کے بارے میں کچھ بتایا تھا۔"  
مجھے اس کی بدحواسی پر بے اختیار ہنسی آگئی: "اطمینان رکھو یا رہ! تمہارا نام میری  
زبان پر نہیں آئے گا۔"  
"اچھا! تو کچھ غور سے سنئے۔" دثانی شتوف نے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے چپکے  
سے کہا: "مادام اس وقت اپنے آفس کی نئی بلڈنگ میں گئی ہیں۔ یہ بلڈنگ اوگر ایوف  
اسٹریٹ میں تعمیر کی گئی ہے۔ سنٹرل ٹیلی گراف بلڈنگ کے نزدیک ہی ہے۔۔۔ آپ  
عالمی تو پہلے مادام کو فون کر لیں، ہو سکتا ہے۔ وہاں سے کہیں اور جانے کا ارادہ  
رکھتے ہوں۔۔۔ اس صورت میں بغیر اطلاع دیے آپ جائیں گے تو زحمت ہوگی۔"  
اس بہترین مشورے کے لیے بہت بہت شکریہ۔ میں نے ہنس کر کہا: "میں  
واپس جاتے ہوئے مادام سے ملنے کی کوشش کر دوں گا۔"  
دثانی شتوف سے مصافحہ کرنے کے بعد میں بلڈنگ سے باہر آ گیا۔ میری دو لگا  
کار کا ڈرائیور ابھی زندہ سلامت تھا۔ میں نے اُسے اوگر ایوف اسٹریٹ چلنے کا حکم  
دیا گاڑی حرکت میں آئی اور شتوف سڑک پر درمیانی رفتار سے دوڑنے لگی میں نے  
دائیں سائیڈ کے نیچے لگا ہوا ریڈیو ٹیلی فون اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ فوراً ہی آپریشن

کی آواز آئی۔ وہ نمبر مانگ رہا تھا میں نے اُسے کرنل ویٹلوف کے گھر کا نمبر دیا۔  
 لمحوں بعد آلیا کی بھڑائی ہوئی آواز سنائی دی۔ میرا دل کانپنے لگا۔ ہیلو... آلیا  
 میں شمر پوٹ ہوں۔۔۔ میرا نام ستے ہی وہ زور زور سے رونے لگی۔ ایسے عالم میں تو  
 الفاظ بھی میرے منہ سے نہ نکل سکے میں مشکل صرف اتنا ہی کہہ سکا: "میں شام کو  
 وقت آؤں گا۔۔۔ گھبراہٹ نہ منٹ۔۔۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔۔۔"

ریکنگوف نے کہا تھا کہ ویٹلوف ڈبل گیم کھیل رہا تھا، ہو سکتا ہے ریکنگوف  
 اطلاع درست ہو، لیکن جہاں تک میں کرنل ویٹلوف کو جانتا تھا، ڈبل گیم کھیلنا  
 کی فطرت کے خلاف تھا۔ آپریشن کا سکیڈ میں اُس نے جن لوگوں کو راتوں رات چھاپا  
 مار کر، اور اپنی جان جو کھوں میں ڈالنے کے بعد گرفتار کیا تھا، وہ کوئی معمولی آدمی نہیں  
 اُن میں سے ہر شخص اس قابل تھا کہ ویٹلوف کو لاکھوں روپے یا امریکی ڈالر رشوت  
 دے سکتا تھا۔ مگر ویٹلوف کا ریکارڈ صاف تھا۔ اس نے سرکاری فرائض کی بجا آواز  
 میں کبھی کوتاہی، غفلت یا بد عنوانی کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ پھر یہ کیونکر ممکن تھا  
 وہ ایسے نازک معاملے میں جس کا تعلق صریحاً مجھی سے تھا، ڈبل گیم کھیلتا؟

اس طرف سے خیالات کا رخ موڑ کر میں نے کار کے نشیے سے باہر دیکھا  
 اس وقت گارڈن رنگ روڈ سے گزر رہی تھی چند سیکنڈ بعد گاڑی بائیں جانب مڑی اور  
 کے مشہور بازار میں داخل ہو گئی۔ یہاں سے ماسکوی وہ بلڈنگ نظر آرہی تھی جو کہ  
 انوسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ ہاؤس کے نام سے ساری دنیا میں جانی پہچانی جاتی ہے۔ جس  
 ایک ایک گوشے میں اُن گنت راز دفن ہیں۔ سی آئی ڈی کنٹرول روم کیسے باہر نکلتی  
 سیاہ رنگ کی آٹھ مرسیڈیز کاریں کھڑی تھیں۔ یہ کاریں حال ہی میں پولیس کے لیے  
 جرمنی سے خریدی گئی تھیں۔ اُن کے سامنے روٹس دو لگا ایک حقیر کھلونا سا نظر آئی  
 مرسیڈیز کاروں کے ارد گرد، وردیوں اور سفید کپڑوں میں ملبوس اینٹیلی جنس کے  
 سے افراد کھڑے تھے چند افراد کے ہاتھوں میں سرگرم کتوں کی زنجیریں تھیں۔  
 ڈرائیور نے کار کی رفتار دھیمی کرتے ہوئے، پلٹ کر کہا: "معلوم ہوتا ہے"

مجھے کچھ گڑبڑ ہے۔  
 شاید میں نے کہا۔ ماسکوی میں کون سی جگہ ہے جہاں گڑبڑ نہیں ہوتی؟  
 عین اسی لمحے آسمان سے روٹی کے ننھے ننھے گالے بن کر، برف گرنے لگی۔  
 گھر کی اسٹریٹ میں، ماسکوف سنٹرل ٹیلی گراف کی عمارت کے بالکل پیچھے، ایک  
 درست منزلہ عمارت کھڑی ہے۔ اس عمارت کا رنگ ٹیلا سا ہے اور بظاہر اس میں  
 کوئی خاص بات نظر نہیں آتی، لیکن حقیقت میں یہ عمارت ساری دنیا میں مشہور ہے، اس  
 لیے کہ یہاں سوویت یونین کی وزارت داخلہ کے دفاتر واقع ہیں۔ اس سڑک پر، سیوی ٹریفک  
 کی آمد و رفت بند رہتی ہے۔ کاروں میں جو لوگ گزرتے ہیں سیکورٹی فورس کے مسلح گشتی دستے  
 ان کی سختی سے جانچ پڑتال کرتے ہیں۔ عمارت کے باہر، چوبیس گھنٹے پولیس کا پہرہ رہتا ہے  
 اور پندرہ بجے پھر نہیں مار سکتا۔ سڑک پر کسی سرکاری یا پرائیویٹ کار کو کھڑے رہنے کی اجازت  
 نہیں دی جاتی۔ اسی طرح کی اور کئی پابندیاں یا سختیاں ہیں جو عمارت کے نواح سے گزرنے  
 والوں پر روا رکھی جاتی ہیں۔ یہ انتظامات تو کے جی بی کے ہیڈ کوارٹر میں بھی نہیں کیے گئے۔ وزیر  
 داخلہ شولخوف نہایت خود پسند اور محتاط آدمی ہے۔ اس کے علاوہ اُسے اپنی شان و شوکت  
 اور قوت کے مظاہرے کا شوق بھی ہے۔ سنٹرل ٹیلی گراف کی عمارت اور وزیر داخلہ کی بلڈنگ  
 کے درمیان ایک وسیع پلاٹ عرصہ دراز تک اس لیے خالی پڑا رہا کہ شولخوف اس جگہ کوئی نئی  
 عمارت بنانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اس مسئلے پر شولخوف اور وزارت مواصلات کے  
 اہل خاصیت بھی پیدا ہوئی کہ مواصلات والے یہاں ایک نو منزلہ بلڈنگ بنانے کا ارادہ  
 رکھتے تھے۔ وزارت مواصلات کی تو شولخوف کے سامنے ایک نہ چلی، البتہ سی آئی ڈی  
 کا حکم اپنی نئی عمارت بنانے میں کامیاب ہو گیا، شاید اس لیے کہ شولخوف جیسا شخص  
 کمال مادم نادیامیلینیا پاولنیا سے غم کھاتا تھا۔

نئی بلڈنگ کے آگے جو نئی دو لگاڑی، ایک مسلح باوردی سپاہی دوڑتا ہوا آیا۔  
 ڈرائیور کو ڈانٹنے لگا کہ فوراً یہاں سے گاڑی لے جاؤ۔ اس جگہ رکنے کی اجازت نہیں  
 ہے۔ لیکن اُسے اپنا سرکاری شناختی کارڈ دکھایا۔ اس نے کارڈ پر چسپاں تصویر دیکھی۔

پھر میری شکل سے اُس کا موازنہ کیا۔ اس کے باوجود اُس نے ڈانٹ کر کہا کہ میں نہیں رک سکتی۔ آگے جاؤ! اس دوران برف باری کی شدت میں اضافہ ہوا اور سڑک پر برف کا ڈھیر لٹپ لٹپ اوجھا رہا تھا۔ استے میں میری کار کے پیچھے دو لگا آن کر رہی۔ اُسے بھی چلے جانے کا حکم دیا گیا۔ یوں نظر آتا تھا کہ اگر اس حکم کی تعمیل نہ کی گئی تو فورس کے آدمی ہم پر فائر کر دیں گے۔ کوئی ایک فرلانگ دُور کا رہنے کے بعد میں واپس آیا۔ برف اتنی دیر میں میسکر لباس پر ایسے جم چکی تھی کہ دُشوار تھا۔ اس مرتبہ مجھے سکیورٹی فورس کمانڈر کے سامنے پیش کیا گیا۔ یوں نے اپنا کارڈ پر لگی تصویر سے میرا خوب موازنہ کرنے کے بعد کمانڈر نے پوچھا۔ آپ کس مقصد پر یہاں آئے ہیں؟

”مادام نادیا میلینیا پاولینا سے ملاقات کا ارادہ ہے۔“  
اُس نے دوبارہ غور سے مجھے دیکھا چند لمحے کچھ سوچتا، پھر بولی۔ ”کیا مادام سے ملاقات بتاتا ہے اور خود کو چیف پبلک پراسیکیوٹر آفس کا اسپیشل انوسٹی گیٹر قرار دیتا ہے؟“  
”آجائز نامہ؟ حیرت سے میرا منہ کھل گیا۔ کیا مادام سے ملاقات کے لیے بلا پند کریں گی؟ دوسری طرف سے جواب میں کچھ کہا جسے وہ غور سے سنتا رہا، پھر اُس نے لپٹا دیا۔“  
”نہیں ہے۔“ وہ مسکرایا۔ ”آپ چیف پراسیکیوٹر آفس میں کام کرتے ہیں مجھے بالکل انوف نے مادام نادیا سے ملنے ہرگز نہیں بھیجا تھا، لیکن اس وقت حاضر رہائی کا اگلی اور میں نے نہایت اطمینان سے جھوٹ بول دیا۔“ ہاں۔۔۔ میں بالکل انوف

”لیکن انہیں مجھ سے ملنے کے لیے یہ اصول چھوڑنا ہوگا؟“ میرا لہجہ سخت ہو گیا۔  
خواہ مخواہ پریشان کر رہے تھے۔ کمانڈر شاید اس لہجے کا عادی نہ تھا، اس نے میرے گھونسا مارا اور چلا یا: ”آپ خواہ کوئی بھی ہوں، بغیر اجازت نامے کے، مادام نادیا نہیں مل سکتے۔“

”یہ اجازت نامہ کون جاری کرے گا؟ میں نے پوچھا۔“  
”یہ کام خود مادام کریں گی۔“ اُس نے جواب دیا۔ ”آپ کارڈ چھوڑ جائیے اور کا مقصد بتا دیجئے، مادام اگر ملنا پسند کریں گی تو آپ کو اجازت نامہ ارسال کر دیا۔“

”میرا نامہ ہو گیا۔ اس نے میرا شناختی کارڈ واپس کرتے ہوئے، معذرت خواہانہ لہجے میں کہا: ”میرا نامہ ہو گیا۔ اس نے میرا شناختی کارڈ واپس کرتے ہوئے، معذرت خواہانہ لہجے

میں کہا: آپ پہلی منزل پر چلے جایئے۔ مادام اپنے آفس میں موجود ہیں، بس انہیں اطلاع دے رہا ہوں۔ آپ چاہیں تو اپنا اور کوٹ کلوک روم میں چھوڑ سکتے ہیں۔ ہدایت پر میں نے کمانڈر کا شکریہ ادا کیا اور کہا میں اور کوٹ اپنے جسم پر ہی پسینہ کرتا ہوں۔ شاید ان لوگوں کو احساس نہ ہو کہ مجھ ایسے اسپیشل فوسٹی گٹر کے اور کوٹ کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔ اور کوٹ کی مختلف جیبوں، آستینوں اور کے اندر کتنے ہی چھوٹے چھوٹے نازک اور بید حساس الیکٹرونک آلات چھپے ہوئے جو قدم قدم پر جانی دشمنوں کی نہ صرف خبر دیتے ہیں بلکہ اُن سے میل بچاؤ بھی کرتے ہیں۔ شیشے کے خود کار دروازے میں داخل ہو کر جوئی میں فرسٹ فلور کے اندر فوراً احساس ہوا کہ پوری عمارت مرکزی طور پر گرم ہے۔ یہاں کام کرنے والے مزے صرف ایک قبض اور تیلون پہنتے گھوم رہے تھے۔ ایسے ماحول میں میرے جسم ہوا بھاری اور کوٹ ان کے لیے تعجب کا باعث بن رہا تھا تاہم مسکراہٹوں کسی نے فقرہ یا جملہ کہنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ فرسٹ فلور نہایت شاندار تھا۔ راہداری کے دونوں جانب کمرے بنے ہوئے تھے، اور راہداری میں خوب صورت قالین ایک سرے سے دوسرے تک بچھایا گیا تھا۔ جا بجا یہاں بھی سیکیورٹی فورس مسلح جوان کھڑے تھے۔ لیکن کسی نے مجھ سے پوچھا نہ شناختی کاغذات طلب کیے اُن سب کی نظریں میرے اور کوٹ کا گہرے جائزہ لینے میں مصروف تھیں۔ غالباً عمارت کے اندرونی آداب کے خلاف تھا کہ باہر سے آنے والا کوئی فرد اپنا کلوک روم میں اتارے بغیر چلا آئے۔

ایک جگہ رُک کر میں نے خود ہی پوچھا کہ مادام نادیا کس کمرے میں ہیں کہ کو ریڈور کے آخر میں ان کا کمرہ ہے، لیکن براہ راست کسی کو ان کے کمرے کا کھول کر اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ بغلی کمرے میں مادام کی سیکرٹری موجود پہلے اس سے ملا جائے۔

بغلی کمرے کے سفید دروازے پر ایک چھوٹی سی تختی لگی تھی: میں گیارہ

میں نے آہستہ سے دروازہ دھکیلا اور اندر چلا گیا۔ باہر سے قطعی اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ یہ بغلی کمرہ اتنا شاندار اور وسیع و عریض ہوگا۔ اگر کوئی مجھے پہلے سے نہ بتاتا تو میں بھی سمجھتا کہ اعلیٰ درجے کی میز کے پیچھے، گھومنے والی بیش قیمت کرسی پر جو جوان روٹی بیٹھی ہے، وہ اس کی پرسنل سیکرٹری نہیں، مادام نادیا ہے۔ کمرے میں عمدہ قالین کا فرش تھا اور کھڑکیوں پر چین کے بنے ہوئے پھول دار ریشمی پردے لہرا رہے تھے۔ پرسنل سیکرٹری کی میز پر دو چیزیں نمایاں تھیں، سرخ اور زرد قاتلوں کا ڈھیر اور مختلف رنگوں کے چار ٹیلی فون، دو عدد انٹر کام ان ٹیلی فونوں کے علاوہ تھے۔

"تشریف رکھیے، کامریڈ شمر ایوف..." میں گیورج کی مترنم آواز کمرے کی گرم لگائی گئی، "فرمائیے! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں؟"

میں نے گہری آہ بھری اور کہا: "زندگی کی آخری خواہش ہے کہ میں مادام نادیا سے ملاقات کروں۔ صبح سے اب تک اسی کوشش میں ہوں کہ مادام کی ایک جھلک بھی دیکھ لوں، لیکن تاحال کامیابی نہیں ہوئی۔ یہاں تک پہنچنے کے لیے جانے کیسے کیسے لوگوں کی منت غشا مد کرنا پڑی ہے۔"

"اوہ... مجھے سخت افسوس ہے کامریڈ شمر ایوف! لیکن آپ جانتے ہی ہیں کہ کامریڈ گرنل مادام نادیا پاولوینا کی مصروفیات بے پناہ ہیں... ایک لمحہ غالی نہیں ہوتا۔ کامریڈ باکلاؤف نے اگر آپ کو بھیجا ہے تو مادام آپ سے ضرور ملیں گی، مگر اس کے لیے ذرا انتظار کرنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا..." میں نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن یہ بتا دیجئے کہ کتنا انتظار کرنا پڑے گا۔"

ہوسکتا ہے آپ کی ملاقات آج مادام سے نہ ہو سکے... اور عین ممکن ہے کہ آئندہ

چند ہفتوں، بلکہ مہینوں تک آپ وٹینگ لسٹ پر رہیں... اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت تک آپ کو طلب کر لیں... ساری بات اُن کے موڈ کی ہے... اس وقت تک ایک اہم ملاقاتی اُن کے کمرے میں موجود ہے...

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ وہ اہم ملاقاتی کون ہے؟"

"بنا نا تو نہیں چاہیے، مگر آپ بھی اپنے ہی ڈیپارٹمنٹ کے آدمی ہیں۔ اس لیے ظاہر دینے میں کچھ ہرج نہیں...؟" مس گیورج نے مدہم آواز میں کہا۔ مقصد صرف یہ تھا کہ پرگہرا اثر ڈالا جائے، مجھے ہر طرح سے مرعوب کر دیا جائے اور یہ اُسی وقت ممکن تھا جب ایسی ہدایات خود مادام نادیا نے جاری کی ہوں۔

"میں آپ کا بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھ کو اس قابل سمجھ رہی ہیں۔"

"در اصل اس وقت لیونڈ برزنیف کی بیٹی مادام کے کمرے میں ہیں اور بعض اہم پر تبادلہ خیال کر رہی ہیں۔"

"بہت خوب... تب تو میں مُخل ہوا... میں نے کہا۔" ویسے آپ کے اندازے مطابق یہ ملاقات کب ختم ہوگی؟"

"ابھی تو شروع ہوئی ہے... مس گیورج مسکرائی۔ آپ کو شاید یقین نہیں آ رہا۔ اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کہوں، اس نے میز پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا۔ فوراً

سامنے رکھے ہوئے کلوزر سرکٹ ٹی وی کی اسکرین پر ایک عورت میری طرف پیٹھ کیے کھڑی ہے اُس کے جسمانی خطوط سے یہ معلوم کرنا دشوار نہ تھا کہ یہی مادام نادیا ہوں گی۔ دوسری جانب کرسی پر چالیس پینتالیس برس کی ایک عورت بڑے ٹھٹھے سے

مادام پاولینا کی طرف دیکھ رہی تھی۔ برزنیف کی بیٹی کو میں نے ایک دوبار محفلوں میں دیکھا تھا، مگر دُور دُور سے۔ اُس لمحے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ جس عورت کا چہرہ

ٹی وی اسکرین پر مجھے دکھایا جا رہا تھا، وہ واقعی برزنیف کی بیٹی کا چہرہ ہے یا اُس مشابہت رکھنے والی کسی اور خاتون کا، بہر حال میرے لیے اس تمام منظر میں دلچسپی

حیرت کی چیز ایک اور تھی اور وہ یہ کہ اُس کمرے میں مادام نادیا اور برزنیف کی نام

میں نے علاوہ پانچ افراد اور بھی موجود تھے جن کے چہرے اسکرین پر نہیں آ رہے تھے تاہم اُن کی دریاں نمایاں تھیں۔ اُن میں سے تین جنرل تھے اور دو کرنل۔ وہ مادام کے سامنے متوجہ

نہایت یوں کھڑے تھے جیسے سیلوٹ کر رہے ہوں۔ مس گیورج نے ٹی وی آف کر دیا اور فائلوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔ میں غور سے اس

کے خیال و خد کا جائزہ لیتا رہا۔... اب تک اس لڑکی سے جتنی گفتگو ہوئی تھی۔ وہ میسرے کیلکولیٹ ٹیپ ریکارڈر میں محفوظ ہو چکی تھی۔ مجھے احساس ہوا کہ اُس لڑکی کی آواز اُس

پرگہرا اثر ڈالنے والی تھی جس نے گزشتہ چند روز میں مجھے پریشان کر دیا تھا... ہو سکتا ہے یہ محض میرا خیال ہی رہا ہو تاہم اُسے بار بار چیک کرنے میں ہرج ہی کیا تھا اور اُس کی صورت ہی تھی کہ میں اُسے باتوں میں لگائے رکھوں۔

"میرا خیال ہے آج مادام نادیا سے ملاقات مشکل ہے۔" میں نے اپنے چہرے پر پریشانی کے اثرات پیدا کرتے ہوئے کہا۔

مس گیورج مسکرائی۔ "اُن کی مصروفیات بے پناہ ہیں، کامریڈ شمرایوف... ویسے انہیں آپ کے آنے کی اطلاع دی جا چکی ہے۔"

میں اُس لڑکی کے لب لہجے اور آواز کی طرف پوری طرح متوجہ تھا اور رفتہ رفتہ میرا

توجہ یقین میں بدلنا جا رہا تھا کہ میں اتنا ہی ہو سکتی ہے، لیکن فی الحال میں اُس پر کسی قسم کے

شک و شبہ کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا، ابھی مجھے نادیا میلینا پاولینا کا جائزہ بھی تو لینا تھا، تاہم اتنا

احساس ضرور ہو گیا کہ میرا واسطہ سوویت یونین کی چالاک اور مکار ترین عورتوں سے پڑ چکا ہے۔

تک مس گیورج کے مطالعے اور مشاہدے سے میں جو کچھ اخذ کرنے میں کامیاب ہوا تھا وہی چکر ادینے کے لیے بہت تھا۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ آپ مادام نادیا کی مصروفیات میں ایک ثانیے کے لیے مُخل ہوں اور

اس سے میسرے بارے میں معلوم کریں کہ وہ ملاقات کر سکیں گی یا نہیں؟"

مس گیورج نے اپنی میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کا بٹن دبایا۔ اس کے ساتھ ہی اسپیکر

نکلتا تھا۔ اُس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا :

میں نے یہ سب دیکھ کر چپ چاپ واپس چلی گئی۔ ٹرے میں دو خوبصورت بیالیوں کے اندر  
یاد رنگ کی کافی اد پر تک بھری تھی اور اس میں سے بھاپ کے مرغزے اُٹھ رہے  
تھے تیری پیالی میں چینی کی مٹی ننھی چوکور ڈیلیاں اور ایک چھوٹی سی چچی دھری تھی۔

”لیجئے، شوق فرمائیے۔۔۔“ مس گیورج نے آہستہ سے کہا۔ میں نے شکر بیا دا کرتے

ہوئے، ایک پیالی اٹھا کر پانی آگے رکھی اور اس میں چینی کی دو ڈیلیاں حل کر لیں، بلیک  
کافی گرم اور مزے دار تھی۔ دو گھونٹ پی کر ہی جان میں جان آگئی۔ میں نے دیکھا کہ مس گیورج  
کسی گرمی سوچ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ وہ کیا سوچ رہی تھی یہ جاننا میرے لیے ممکن نہ تھا۔

اور نہ ابھی دینکے کسی سائنس دان نے کوئی ایسا کر ایسا کیا ہے جو سوچنے والوں کی کیفیت  
کسی زبان میں ریکارڈ کر کے پیش کر سکتا ہو۔۔۔ جلنے کیوں مجھے اُس لڑکی پر ترس  
آئے گا۔۔۔ اگر وہ مادام نادیا سے سچ بچ خوفزدہ تھی تو اس کا سبب کیا تھا؟ کاش یہ راز  
مجھ پر کھل سکے!

میں انہی خیالات میں گم، آہستہ آہستہ کافی کی چکیاں لے رہا تھا کہ مس گیورج کی میز  
پر کچے ہوئے سیاہ انٹرکام کا اسپیکر آن ہو گیا اور وہی گزشت مردانہ آواز اس پر گونجنے لگی:

”مردانہ! کیا جاگ رہی ہو تم؟ کامریڈ شمرا لوف موجود ہیں؟“

گیورج نے جواب میں کہا: ”کامریڈ شمرا لوف موجود ہیں، مادام۔۔۔“

”بہت خوب۔۔۔“ اُن سے کہو چند منٹ اور انتظار کریں۔۔۔ کیا تم ان کی خاطر تواضع  
کر رہی ہو؟“

”میں نے کامریڈ کی خدمت میں بلیک کافی پیش کی ہے، مادام۔۔۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔“ مادام نے اسی گزشت مردانہ آواز میں کہا اور  
انٹرکام بند ہو گیا۔

ادھر میں نے کافی کا آخری گھونٹ لے کر پیالی ٹرے میں رکھی، ادھر شمالی دیوار  
پر پردہ ہٹا اور ایک طویل قامت عورت دروازے میں نمودار ہوئی۔ اُسے دیکھ کر مس گیورج  
آنکھ میڑی ہوئی، اور اضطراری طور پر میں بھی اپنی نشست سے اٹھا۔۔۔ اُس عورت

”معافی چاہتی ہوں مادام۔۔۔ چیف بلیک پراسیکیوٹر آفس کے انوسٹی گٹر۔۔۔  
انٹرکام کے اسپیکر پر نہایت گزشت مردانہ آواز گونجی: ”گیورج۔۔۔ میں نے ایک  
سُن لیا ہے کامریڈ شمرا لوف آئے ہیں۔۔۔ اُن سے کہو انتظار کریں۔۔۔“

”مس گیورج کا رنگ فق ہو گیا۔ اُس نے میری طرف دیکھا اور انٹرکام اُن  
”آپ نے مادام کا جواب سُن لیا ہے کامریڈ۔۔۔ آپ انتظار کریں۔۔۔“

جوا آواز میں نے انٹرکام کے اسپیکر پر سنی تھی، وہ کسی عورت کی نہیں ہو سکتی تھی  
خالص مردانہ آواز تھی میں نے مس گیورج سے پوچھا:

”کیا یہ آواز خود مادام نادیا پاؤنٹیا کی تھی؟“  
لڑکی نے اثبات میں گردن ہلائی، اُس کے ہونٹ لرز رہے تھے اور وہ ایک

بڑی طرح خوف زدہ نظر آ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے مجھے احساس ہوا کہ شاید وہ  
ہونے کی اداکاری کر رہی ہے اور اگر یہ اداکاری ہی تھی تو اُس کے فن کی داد

زیادتی تھی۔ میں نے دوسرا سوال کیا:

”کیا میں اسی کمرے میں بیٹھ کر مادام کی طلبی کا انتظار کروں یا۔۔۔“

آپ بصد شوق یہاں تشریف رکھیے۔۔۔ ”مس گیورج نے جواب دیا۔ اب اس  
آواز بھی کانپ رہی تھی۔ میں نے کہا: ”شاید آپ کی طبیعت ناساز ہو رہی ہے۔“

”جی۔۔۔ جی نہیں۔۔۔ جی نہیں۔۔۔“ اُس نے جلدی سے کہا۔ ”میں آپ کے لیے  
کافی منگواتی ہوں۔“

اور اس سے پہلے کہ میں تکلّفاً انکار کروں۔ اُس نے ایک بٹلی فون پر آپ  
اندرونی کنکشن کو بلیک کافی بھیجنے کا آرڈر دے دیا۔ میں خاموشی سے گیورج کی

سکات کا جائزہ لیتا رہا۔ ایک بات صاف ہو گئی اور وہ یہ کہ اگر یہ سب اداکاری  
تو وہ مادام نادیا سے بے حد خوفزدہ تھی۔

”ٹھیک دو منٹ بعد دروازہ کھلا اور ایک توخیز لڑکی سفید اپرن باندھے  
میں بلیک کافی کی ٹرے اُٹھائے، کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے ایک نظر مجھ پر

”کیا کامریڈ شمرا یوت موجود ہیں یا چلے گئے؟“

”ہیں اس سوال پر، دل ہی میں، مسکرائے بغیر نہ رہ سکا، مادام نادیا ضرورت سے زیادہ ہی خود پسند اور خود کو غیر حاضر دماغ ظاہر کر رہی تھی۔“

”کامریڈ شمرا یوت آپ سے ملاقات کے منتظر ہیں، مادام!“

”بہت خوب... اب تم انہیں لے کر میسک پاس آ سکتی ہو۔“

جب میں اس کے کمرے میں داخل ہوا تو ایک نامعلوم گھبراہٹ مجھ پر طاری ہو گئی۔

میں اب تک اس عورت کے بارے میں بہت سی ناقابل یقین باتیں نہ صرف مستند لوگوں

سے سُن چکا تھا، بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی چکا تھا کہ وہ کس قدر قوت اور اثرورسوخ

کی مالک ہے۔ یہ بات بلاشبہ میسکروہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ برزنیف کی بیٹی گالیا

برزنیف سے اُس کے دوستانہ مراسم ہوں گے اور یہ کہ وزیر داخلہ شولوخوف خود مادام نادیا

سے ملنے اُس کے آفس جاسکتا ہے۔

”کیسے کامریڈ شمرا یوت...“ غیر متوقع طور پر وہ میسک استقبال کے لیے اپنی گھومنے

والی شاندار کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ”معاف فرمائیے، آپ کو کچھ وقت انتظار کی گرفت

بداشت کرنا پڑی۔ کیا آپ کافی سے مزید شغل فرمائیں گے؟“

میں نے نفی میں گمردن ہلائی اور اس کے سامنے پڑی ہوئی کرسیوں میں سے ایک پر

بٹولیا میں گیورج ابھی تک مادام نادیا کے کسی حکم کا انتظار کر رہی تھی، مادام نے نہایت

فصاحت سنہرے سگریٹ کیس میں سے ایک سگریٹ نکال کر میری طرف بٹھایا، میں نے

سگریٹ لے لیا۔ دوسرا سگریٹ اس نے اپنے قیمتی سگریٹ ہولڈر میں پھنسا یا۔ پھر باری باری

میرے میز اور اپنا سگریٹ سلگانے کے بعد مس گیورج سے کہا: ”اب تم جاسکتی ہو، لیکن

جس تک میں کامریڈ شمرا یوت سے بات کروں گی، کوئی فون لیسو نہیں کروں گی، اور نہ

کسی سے ملاقات کروں گی۔ سمجھ گئیں؟“

بہت بہتر... میں اس کا خیال رکھوں گی۔“

مادام نادیا میلنیا پاولنیا پچاس پچپن کے سن میں قبول صورت تھی اور جوانی میں

کے غضب میں برزنیف کی بیٹی تھی، اور وہ پانچوں فوجی افسران میں تین جنرل

دو کرنل۔ اُن میں دو جنرلوں کو میں نے فوراً پہچان لیا۔ اُن میں سے ایک جنرل

شولوخوف تھا... سوویت یونین کا وزیر داخلہ... اور دوسرا تھا میجر جنرل الیکسی

روسی خنیہ پولیس کا نیا چیف۔ جسے جنرل سیٹن کی افغانستان میں ہلاکت کے بعد

منصب پر فائز کیا گیا تھا۔ بقیہ فوجی افسروں کو میں صورت سے نہیں پہچانتا تھا کہ نہ

اور شولوخوف، دونوں مجھے اچھی طرح جانتے پہچانتے تھے، لیکن یہ دیکھ کر سخت تو

ہوا کہ انہوں نے مجھے پہچاننے کے باوجود ایسا ظاہر کیا کہ میں اُن کے لیے قطعاً

مادام نادیا میلنیا پاولنیا انہیں دروازے تک رخصت کرنے لگی اور جب دروازہ

آئی، تب بھی اُس نے میری طرف دیکھنا گوارا نہ کیا اور سیدھی اپنے کمرے میں چلی

”کیا مادام اپنے مہمانوں کو ہمیشہ آپ کے کمرے سے رخصت کیا کرتی ہیں؟“

نے مس گیورج سے پوچھا۔

”جی نہیں... آج پہلا اتفاق ہے... اور میں خود حیران ہوں کہ...“

میں سمجھ گیا کہ مادام نے ایسا صرف مجھے ہیبت زدہ کرنے کے لیے کیا۔ وہ

چاہتی تھی کہ وزیر داخلہ جنرل شولوخوف اور خنیہ پولیس کا جنرل کرسٹوف، دونوں اس

مٹھی میں ہیں، اور یہ کہ برزنیف کی بیٹی گالیا خود اس سے ملنے کے لیے آتی ہے۔

مجھے مادام نادیا میلنیا پاولنیا سے سخت مرعوب ہو جانا چاہیے تھا، لیکن میسک پاس

سوویت یونین کے سبب سے طاقتور اور بااثر شخص کا دیا ہوا ایسا اختیار نام

تھا جس کے ذریعے میں مادام نادیا تو ایک طرف رہی، جرننگو اور آندر پوپوف

شخصیتوں کو بھی اپنے آفس میں طلب کر سکتا تھا، اور انہیں جمال انکار نہ ہوتی تا

کا تقاضا یہی تھا کہ میں مادام کے رُعب میں آجاؤں اور اس کے سامنے جاتے ہی

کا پینے لگوں، سو میں نے ایسا ہی کیا، عورت اگر اپنے سامنے مرد کو مرعوب دیکھے

کی مسرتوں کو پر لگ جاتے ہیں اور یہیں سے عورت کی شکست کا آغاز ہو جاتا ہے

مس گیورج کا انٹرکام ایک دم بول پڑا۔ وہی کرخت... مردانہ آواز اس پر گون



کسی کو کیا خبر تھی کہ وہ یوں دل کے مرض کا شکار ہوگا... بظاہر اچھا بھلا تھا...  
کی کامیابی پر بہت خوش نظر آتا تھا..."

مادام نے دو تین بار اثبات میں گردن ہلائی۔ "آپ ٹھیک کہتے ہیں کامریڈ...  
... یہ دن کرنل ویلفونگ کے مرنے کے نہ تھے... وہ اچھا آدمی تھا..."

کمرے میں تھوڑی دیر کے لیے گہری خاموشی چھا گئی۔ مادام نادیا کے چہرے پر  
کے کچے دور آئے اور گزر گئے۔ اس نے دیوار پر لگے ہوئے خوبصورت جرمین کلارک  
ڈالی میں اٹھ کھڑا ہوا: "آپ مصروف ہیں مادام... کہیں اجازت چاہوں گا۔"

اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگی:  
"نہیں نہیں... آپ بیٹھے کامریڈ شمرا یوت... میں فی الحال فارغ ہوں... اپنے

یہ نہیں بتایا کہ مجھ سے ملنے کے لیے کیوں بے چین تھے۔"  
"کیا آپ کسی خاتون میں تمارا کو جانتی ہیں؟ مس تمارا... میں نے اچانک پوچھا

وہ غالباً اس جملے کے لیے ذہنی طور پر تیار نہ تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس کا رنگ  
متغیر ہوا، تاہم اُس نے سوچنے کے انداز میں کمرے کی چھت پر نگاہیں جمادیں۔

جی نہیں... میں ایسی کسی خاتون سے آگاہ نہیں... اُس کا لہجہ معاصر ہو گیا۔ میرا خیال  
کامریڈ ہمیں یہ فضول باتیں چھوڑ کر معاملے کی طرف آنا چاہیے۔ ایک دوسرے کو

دینے سے کیا فائدہ؟  
اب میرا چہرہ متغیر ہوا، معاملے کی طرف! میں سمجھا نہیں مادام، کون سے

اشارہ کر رہی ہیں؟  
"زیادہ بننے کی کوشش مت کرو، کامریڈ شمرا یوت... وہ بارود کی طرح ہے"

"میں سب جانتی ہوں... تم کس لیے آئے ہو... بالکل انوف نے تمہیں سمجھا دیا...  
کوشش کی ہے، لیکن تم سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہو... اکیلے برزنیف کا اتھارٹی

کیا کام آئے گا؟  
میں پتھر ہو گیا۔ گویا اس چالاک اور بے خوف عورت کو واقعی سب کچھ

میں پتھر ہو گیا۔ گویا اس چالاک اور بے خوف عورت کو واقعی سب کچھ  
میں پتھر ہو گیا۔ گویا اس چالاک اور بے خوف عورت کو واقعی سب کچھ

میں پتھر ہو گیا۔ گویا اس چالاک اور بے خوف عورت کو واقعی سب کچھ  
میں پتھر ہو گیا۔ گویا اس چالاک اور بے خوف عورت کو واقعی سب کچھ

اُس نے کوشش کی تھی، دیکھ لو کیا ہوا! میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ تم کچھ بھی نہ پاؤ گے، سوائے اس کے کہ... اس انجام کو پہنچ جاؤ جو ویلیف کا ہوا ہے۔  
”آپ مجھے دھکی دے رہی ہیں۔ میں دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا۔ شاید آپ نہیں جانیں۔“

اس کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔  
وہ ایک لحظہ قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔ اُس کے مردانہ قہقہوں سے کمر چنڈا۔  
”میں دھکیاں نہیں دیا کرتی، کامریڈ شتراوف... اسپیشل انوسٹی گیٹر... میں تم کو دھکی دیتی ہوں... تمہیں جو اختیارات دیے گئے ہیں۔ ان پر اتنا اتارنے کی ضرورت نہیں۔  
اختیارات عارضی ہیں... آج ہیں، کل نہیں ہوں گے جبکہ میں مستقل اور دیرپا اختیار کی حامل ہوں... تم ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو کہ بریٹف کی گلیا میرے کمرے میں بیٹھی تھی اور وزیر داخلہ جنرل شولوف بھی یہاں حاضر تھے...“

”جی ہاں... میں انہیں آپ کے کمرے میں دیکھ کر سخت مرعوب ہو چکا ہوں۔“  
”تمہیں مرعوب ہونا ہی چاہیے... دیکھو کامریڈ، عقل کے ناخن لو... اگر تم پسند نہ کریں تو میں اپنے حکمے میں لینے کو تیار ہوں۔ ماسکوس آئی ڈی کے تھرو ڈیسکشن میں تمہیں بھی مل سکتا ہے... بے شک جی دار اور مخفی شخص ہو اور ہمیں تم جیسے آدمیوں کی ضرورت کرنل ویلیف کے مرنے سے ایک جگہ خالی ہوئی ہے... میں تمہارا تقرر اس جگہ پر کر سکتی ہوں... بولو، کیا ارادے ہیں؟“

”میں آپ کی اس فراخ دلانہ پیش کش پر غور کروں گا...“ میں نے جواب دیا۔  
دس دن بعد... جب میں زیوی گن کے بارے میں اپنی تحقیقاتی رپورٹ پورٹ کرنا ارکان کے سامنے پیش کر چکا ہوں گا۔ اس سے پہلے میں کچھ نہیں کہہ سکتا...“  
وہ تیش میں بل کھا کر اٹھ کھڑی ہوئی: ”ٹھیک ہے... پھر تم مہربانی کر کے ایکسٹرانک ٹیپ ریکارڈر اور کوٹ کی دائیں جیب سے نکال کر یہاں میز پر رکھو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں دس دن بعد یہ اسی حالت میں واپس مل جائے گا۔ میں بھونچتا ہو کر اس کی صورت تکنے لگا۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور سیکیورٹی

مادام نادیا میلنیا پاولینا کے ہونٹوں پر مکروہ ہنسی تیرنے لگی۔ اس نے حقارت آمیز نظروں سے مجھے دیکھا اور ٹیپ ریکارڈر اٹھا کر میز کی دراز میں پھینک دیا۔ ”تم بیوقوف... ایک پراسیکیوٹر آفس کے لوگ... بڑے اسپیشل انوسٹی گیٹر بنے پھرتے ہو...“  
سیکیورٹی فورس کے آدمیوں نے مجھے دونوں طرف سے پکڑا اور مادام کے کمرے سے باہر لے گئے۔ باہر جاتے ہوئے میری نظریں مس گیورج سے چار ہوئیں۔ اُس کا چہرہ زرد تھا۔  
اور آنکھوں سے بے بسی ٹپک رہی تھی۔ اُس کی نگاہوں میں میسکے لیے ایک پراسرار سا پیام چھپا ہوا تھا۔

بہت بے آبرو ہو کر جب میں مادام نادیا میلنیا پاولینا کے آفس سے نکلا اور ٹرک پر اُٹا تو میں نے دیکھا کہ میری اولگا کے پہلو میں ایک ایموولنس کار کھڑی ہے اور اس کا ڈرائیور لڑکا کی فرٹ سیٹ پر بیٹھا ایگزیٹوڈر روشوف سے گپ شب کہہ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ ہلکی سے ہانپا اور اپنی ایموولنس میں جا بیٹھا۔ روشوف نے اولگا کا انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا:

”اب کدھر چلنا ہے؟ جناب!“

میرا ذہن اس لمحے اس قدر ماؤف تھا کہ اس کے سوا اور کچھ نہ کہہ سکا بس یہاں سے نکلا۔ ادھر ادھر دھڑکے پر گھومتے رہو... روشوف نے اثبات میں گردن ہلائی، لیکن اس کے ہرے پر ابھرتے ہوئے حیرت کے تاثرات میں نے پڑھ لیے تھے۔

ننٹرل ٹیلی گراف بلڈنگ کے نزدیک سے جب ہماری کار گزر رہی تھی تو اچانک میری آنکھیں اُس شیشے پر پڑی جس سے پیچھے آنے والی ٹریفک کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک زین میری کار کے عقب میں چلی آرہی ہے۔ اپنا دم دد کر کے لیے میں نے روشوف سے کہا کہ وہ کار کی رفتار تیز کر دے۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ کئی سڑکوں کا چکر کاٹ کر

جس نے دیکھا کہ دین بدستور ہمارے تعاقب میں ہے اور اس مرتبہ دین کے علاوہ ٹریفک سارجنٹ بھی اپنی طاقتور موٹر سائیکل پر او لگا کے پیچھے آ رہا ہے۔ ایک فرلانگ آگے اُس نے میں روک لیا۔ کار ایک طرف کھڑی کی گئی۔۔۔ اتنے میں دین ہمارے قریب سے گزر گئی میری ٹریفک سارجنٹ کے بجائے اُسی دین کی طرف تھا۔

ٹریفک سارجنٹ کو مطمئن کرنے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ میں نے اُسے دین کے بارے میں سوجنٹ نے مجھ سے دین کا نمبر پوچھا۔ میں نے اُسے نمبر بتایا۔ وہ ایک لحنت بدحواس نظر آنے لگا۔ کیا آپ کو پورا یقین ہے اُس دین کا نمبر ہی تھا جو آپ نے دیکھا؟

ہاں۔۔۔ پورا یقین ہے۔۔۔ میں اتنی دیر سے اس دین کو دیکھتا آ رہا ہوں۔۔۔ کیا نمبر بول جاؤں گا؟

گم۔۔۔ ہو سکتا ہے۔۔۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو۔۔۔ سارجنٹ نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

غلط فہمی۔۔۔ کیسی غلط فہمی۔۔۔ اب حیران ہونے کی باری میری تھی۔

یہ دین تو ایم وی ڈی انٹیلی جنس سیکشن کی ہے جناب۔۔۔

گویا تم اسے پہچانتے ہو؟ میں اب کار سے باہر نکل آیا۔ کیا تمہیں علم ہے یہ دین کس کے استعمال میں رہتی ہے؟

جی ہاں جناب۔۔۔ اسے ہمارے حکمے کا ہر اہل کار اچھی طرح پہچانتا ہے۔ یہ ایم وی ڈی انٹیلی جنس کی کرنل مادام نادریا میلنیا پاولینا کی گاڑی ہے۔۔۔

اوا۔۔۔ وہ تو خوفناک عورت ہے۔۔۔ بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا۔ شاید وہ غلط فہمی ہوئی ہو۔۔۔ معافی چاہتا ہوں۔۔۔

کوئی بات نہیں جناب۔۔۔ آپ جاسکتے ہیں۔۔۔ یہ دین بہر حال آپ کے تعاقب میں نہ لگا۔ دیکھئے وہ تو غائب ہو چکی ہے۔

میں نے گہرا سانس لیا اور روشف کو آگے چلنے کا حکم دیا۔ وہ ابھی تک ندوس دکھائی دے رہا تھا۔ کوئی ایک میل آگے جا کر ہم نے کار دوبارہ روک دی۔ میں نے روشف کو

جب میں نے دوبارہ آئینے میں دیکھا تو وہی دین کار ہمارے پیچھے تھی۔ اب یقین میرا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ خیال آیا کہ ایمبولنس دین کے ڈرائیور نے شاید اولگا کے اندر پا کر روشف یا میری سیٹ کے نیچے کسی جگہ کوئی ریڈیو یا میکروفون چھپا دیا ہو گا۔ تاکہ سوار ہو کر میں اپنے ڈرائیور سے جوابات کروں یا اُسے جدھر جانے کا حکم دوں، وہ سارا مادام میلنیا پاولینا اور خفیہ پولیس کے سربراہ جنرل کرسٹوف، اپنے اپنے کمروں میں بیٹھ رہیں۔ سوویت یونین میں کسی کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنے کا یہ سب سے آسان طریقہ سمجھا جاتا ہے۔ میں نے دلش بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن اُن کر دیا۔ یہ میوزک کا ایک ریکارڈ تھا۔

والیوم اتنا اونچا کرنا پڑا کہ روشف نے احتجاج کرتے ہوئے کہا: جناب، اتنی اونچی آواز سڑک پر میوزک قانوناً منع ہے۔۔۔ مہربانی کر کے آواز دھیمی کر دیجئے۔

”فکر نہ کرو۔۔۔ کوئی کچھ نہیں کہے گا۔۔۔ ہم بھی قانونی کام ہی کر رہے ہیں۔۔۔ یہ بتاؤ۔۔۔ میں داپس آیا تو ایمبولنس کا ڈرائیور تم سے کیا کہہ رہا تھا۔“

روشف گھبرا گیا: کچھ نہیں۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔ بس یونہی گپ شپ کرنے لگا۔

لوگوں کی عادت ہوتی ہے نا۔۔۔

”وہ گپ شپ کیا تھی؟ ذرا تفصیل سے بتاؤ۔۔۔ اور دیکھو۔۔۔ کار اسی طرح چلاتے ہیں درمیانی رفتار کے ساتھ۔۔۔ کیا تم نے محسوس کیا ہے کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے؟ بہتر آئینے میں دیکھ لو۔۔۔ ایک دین ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ سنٹرل ٹیلی گراف بلڈنگ سے ہمارے پیچھے پیچھے ہے۔۔۔ مگر کمر مت دیکھنا۔۔۔“

روشف نوجوان لڑکا تھا۔ غالباً اُسے ایسے مراحل سے پہلے کبھی نہیں گزرتا تھا کہ اس قدر بدبخت زدہ نہ ہوتا۔ میں نے دیکھا، اسٹیرنگ پر اس کے ہاتھ کانپ رہے ہیں کسی بھی لمحے حادثہ ہو سکتا تھا۔۔۔ اولگا کے دائیں بائیں تیز رفتار گاڑیاں گزر رہی تھیں اگرچہ سڑک پر ٹریفک ایک طرف تھی، تاہم روشف اتنا بدحواس ہو چکا تھا کہ اس نے ایک چوراہے میں اس بدتمیزی سے ریڈ سگنل پر بیک لگا کر میرا سڑش بورڈ سے ٹکرا دیا۔ سارجنٹ کی نگاہ سے یہ حرکت چھپی نہ رہ سکی۔ گرین سگنل کے بعد جب ٹریفک رواں ہوئی

بچے اترنے کے لیے کہا چند لمحوں کی جستجو کے بعد روشنف کی سیٹ کے نیچے سے نکل کر وفون برآمد ہو گیا۔ میں نے اُسے کان سے لگا لیا۔۔۔ اس کے اندر لگی ہوئی سڑک کام کر رہی تھیں۔ میں نے اُسے ہاتھ میں سنبھالا اور اسے منہ کے قریب لا کر آہستہ کہا: "مادام نادیا میلینیا پولنیا! اگر آپ میری آواز سن رہی ہیں تو صرف اتنا کہنا چاہئے کہ اس وقت میں اپنے آفس جا رہا ہوں۔۔۔ چیف سبک پر ایسیکوٹر آفس کے اس میں جہاں میرا دفتر ہے۔ اگر آپ میرے وہاں پہنچتے ہیں وہ ٹیپ ریکارڈر واپس کر دیں غنایت ہوگی۔ ورنہ اس کے بعد میں جو کچھ کروں گا، وہ شاید آپ کے دہم و گمان میں ہی نہیں آپ کا دوست ہوں اور دوست ہی رہنا چاہتا ہوں۔۔۔"

روشنف حیرت اور خوف کی غلی غلی نظروں سے مجھے تنک رہا تھا یہ پیغام میں نے ریڈیو مائیکروفون پوری قوت سے ایک طرف پھینک دیا۔ اس کارروائی کے بعد نے روشنف کو چیف سبک پر ایسیکوٹر آفس چلے کا حکم دیا۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد وہاں پہنچ گئی۔ میں نے گھڑی پر نگاہ ڈالی۔۔۔ دو بج کر پینتیس منٹ ہوئے تھے مجھے اپنے تنک پہنچنے میں دو منٹ لگے۔۔۔ خاص کچی سے قفل کھولنے کے بعد جب میں اندر گیا تو اسی طرح رکھی تھی جس طرح میں چھوڑ گیا تھا۔ سوائے ایک چیز کے جو پہلے وہاں نہیں تھا اور یہ ایک ننھا مٹا، انتہائی طاقتور الیکٹرانک ٹیپ ریکارڈر تھا۔ وہی ٹیپ ریکارڈر جو مادام نادیا میلینیا پولنیا کے آفس میں مجھ سے چھین لیا گیا تھا۔۔۔ میرے لمبوں پر خود بخود پھیل گئی۔۔۔ اس جنگ کے پہلے ہی مرحلے میں میں نے مادام کو نچا دکھا دیا تھا۔ میں نے بڑھا کر ٹیپ ریکارڈر اٹھایا۔۔۔ بلاشبہ یہ وہی ٹیپ ریکارڈر تھا جس میں مادام مس گیورجن کی آوازیں بند تھیں۔ دفعۃً میری تمام حسیات بیدار ہو گئیں۔ ٹیپ ریکارڈر کے اندر سے ٹپ ٹپ کی مدھم سی آواز پیدا ہو رہی تھی اور اس سے پہلے کہ میں اُسے چھوڑوں، ایک زبردست دھماکہ ہوا اور پھر میں گہری تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

اچھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو ایک آرام دہ بستر پر پڑے پایا۔ گردن گھما کر دیکھا، لیکن میرے آگے پیچھے اور دائیں بائیں سفید سفید دیواروں کے سوا کچھ نہ تھا۔

لیکن اس سے پہلے کہ میں رینکوف سے کچھ پوچھوں، اُس نے اپنا دایاں ہاتھ میری پیشانی پر رکھتے ہوئے کہا:

"میں تم پوری طرح ہوش میں ہو؟ شمرایوف! رینکوف کی آواز میرے کان میں یوں آئی ہے کہ میں بہت دُور سے بول رہا ہوں۔ میں نے بڑی مشکل سے اپنے دائیں ہاتھ کو حرکت دی اور تارے سے رینکوف کو بتایا کہ میں پوری طرح ہوش میں ہوں۔ اتنے میں چند اور لوگ کمرے میں داخل ہو گئے۔ یہ سب کے سب ڈاکٹر تھے، موت کے فرشتے کی طرح لمبے لمبے سفید کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ سفید نقابوں میں ڈھانپے ہوئے۔ انہوں نے باری باری میرا معائنہ کیا اور گوشیوں میں ایک دوسرے سے کچھ کہتے رہے۔ میں نے دیکھا کہ رینکوف بھی ان سرگوشیوں میں شریک ہے۔ پھر ڈاکٹر مجھ سے کچھ پوچھے بغیر جس طرح آئے تھے اسی طرح واپس چلے گئے۔ رینکوف مسکرا رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ اس وقت مجھے قطعاً مصنوعی لگ رہی تھی۔

نایا اس کے پاس مجھے دلاسا دینے کا اس کے سوا کوئی طریقہ نہ تھا کہ بس مسکراتا رہے۔ اسے دل کی دھڑکنیں رفتہ رفتہ تیز ہوتی جا رہی تھیں اور مجھے وہ منظر یاد آ رہا تھا۔ جب ایک پراسیکوٹر ماؤس میں اپنے دفتر کے اندر جا کر میں نے وہ ننھا مٹا ٹیپ ریکارڈر ہاتھ میں لیا تھا۔ اس کے بعد ایک لمزہ خیز دھماکہ ہوا تھا۔۔۔ ہو سکتا ہے اُس دھماکے کے باعث جسے ہم کا کوئی حصہ ضائع ہوا ہو۔۔۔ اس احساس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا اور یہی وجہ تھی کہ میں نے دھڑکنیں لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی جا رہی تھیں۔

بہ تم نے خطرے کی گھنٹی بجتی ہوئی سنی۔۔۔ اور پھر غیر شعوری طور پر تم نے ٹیپ ریکارڈر  
بیک دیا۔۔۔ یاد کرو۔۔۔ شاید تم اس وقت اپنی لمبی چوڑی میز کے کنارے پر کھڑے تھے  
ٹیپ ریکارڈر تمہارے ہاتھ سے نکل کر عین میز کے نیچے گرا۔ اگر وہ میز کے نیچے گر کر  
جسٹا تو تمہارے بھی پرچھے اڑ چکے ہوتے۔“

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔۔۔ میرے بائیں بازو پر پٹیاں بندھی تھیں اور گردن پر پلاسٹر  
لپٹا ہوا تھا۔

”سوال یہ ہے کہ وہ عورت کب تک اُن خونیں کارروائیوں میں مصروف رہے  
ریکنگوف کے منع کرنے کے باوجود میں مشتعل ہو گیا۔“ کیا کوئی اس کا ہاتھ روکنے والا  
میں؟ وہ ٹیون کو بھی اُسی نے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔“

”تم پھر آپ سے باہر ہو رہے ہو کا مرید شمراؤت۔۔۔“ اس مرتبہ ریکنگوف کے لبوں  
سے اُس کی مستقل مسکراہٹ غائب تھی اور اس کا لہجہ انتہائی تیز و تند تھا۔ ”میں کہہ رہا ہوں  
موت کا خیال اپنے دل سے جھٹک دو۔۔۔ جب وقت آنے کا تب اس سے بھی منٹ  
بچائے گا۔“

اس بار میں مسکرایا اور اس مسکراہٹ میں طنز کا جو نشتر چھپا ہوا تھا، ریکنگوف اُس  
سے محفوظ نہیں رہ سکا۔

”جی ہاں۔۔۔ آپ اُس وقت اُس سے نمٹیں گے جب وہ آپ کے سارے محکمے کو  
فنائین ہلا چکی ہوگی۔ جب حکومت نے مجھے زیلوی گن کی موت کے سلسلے میں چھان بین  
کے لیے ہر قسم کے اختیارات دے دیئے ہیں تو آپ مجھے یہ اختیارات کیوں نہیں استعمال  
رہے دیتے؟“

”پاگل مت ہو شمراؤت! اختیارات پر زیادہ بن پھو لو۔ جو اختیارات تمہارے پاس  
ہیں ان کی نوعیت عارضی ہے جبکہ تمہارے حریفوں کے پاس مستقل نوعیت کے  
اختیارات ہیں۔ تم کے جی بی کو آخر کیا سمجھتے ہو؟ تمہارا خیال ہے آئندہ پوٹ اور  
سلسلہ جیسے لوگ احمق ہیں؟“

”شمراؤت، تم واقعی خوش نصیب ہو۔۔۔ میں نہیں سمجھتا کہ تمہاری جگہ کوئی دوسرا  
ہوتا تو وہ زندہ سلامت نکلتا۔“

”یہ بتاؤ۔۔۔ میکس ہائٹ پاؤس تو ٹھیک ٹھاک ہیں نا؟ میں نے بے ہوش  
میں کب سے یہاں ہوں؟ یہ ڈاکٹر کیا سرگوشیاں کر رہے تھے؟“

ریکنگوف نے دوبارہ بڑی شفقت سے میکس سر پر ہتھکی دی اور کہنے لگا  
”ٹھیک ٹھاک ہو۔۔۔ چند معمولی زخموں کے سوا تمہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا۔ ڈاکٹر  
تمہارے بدن کی تمام چھوٹی بڑی ہڈیاں اور پسلیاں خوب ٹھونک بجا کر دیکھا  
تم مسلسل بائیس گھنٹے بے ہوش رہے ہو، یا یوں کہو کہ تمہیں بے ہوش رکھا گیا۔  
تفصیلی معائنہ کیا جاسکے۔ اس بے ہوشی کے دوران تمہارا ٹریٹ منٹ کیا گیا ہے تم  
تو ابھی ہسپتال سے جاسکتے ہو۔۔۔“

”ہاں۔۔۔ میں یہاں ایک منٹ ٹھہرنا نہیں چاہتا۔۔۔“ میں نے جوش میں اُس  
”مجھے اس مکار عورت۔۔۔“

ریکنگوف نے جھٹ میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ”خاموش رہو شمراؤت۔  
کرنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ میں سب کچھ جانتا ہوں۔۔۔ فی الحال اُس عورت کو زہر

جھٹک دو ہم تمہیں اُس سے انتقام لینے کا موقع ضرور فراہم کریں گے، اور یہ اسی  
ممکن ہے کہ تم جوش کے بجائے ہوش سے کام لو۔۔۔ اشتعال میں آکر تم اپنا ہی نقصان  
گے۔۔۔ دیکھ چکے ہو کہ وہ کتنی طاقتور اور بااثر ہے۔۔۔ اُس کا جال بہت دور  
تک پھیلا ہوا ہے۔۔۔ سب اُس سے خوف زدہ ہیں۔۔۔ تم نے اس کی یہ جرأت  
دیکھی کہ اس نے تمہیں پبلک پراسیکیوٹر ہاؤس کے اندر بلا کر کرنے کی کوشش

”آپ نے یہ نہیں بتایا کہ میں پچا کیونکر؟“ میں نے ریکنگوف کی بات کا  
”میں خود بھی حیران ہوں۔۔۔“ وہ مسکرا رہا تھا۔ ”تم اپنا کمرہ جاکر دیکھو کہ وہاں

ہے۔ تمہاری میز کے پرچھے اڑ گئے اور کھڑکیوں کے مضبوط شیشے ریزہ ریزہ ہوئے  
تفتیش سے صرف اتنا پتا چلتا ہے کہ ٹیپ ریکارڈر غالباً تمہارے دائیں ہاتھ میں

”ممکن ہے وہ احمق نہ ہوں، لیکن معاف فرمائیے، ہم لوگ ضرور احمق ہیں۔ ہم سب... ہمارے محکمے کے سب آدمی... اور ان میں آپ بھی شامل ہیں۔ ریکنگوف کے لیے میرا یہ رویہ نہایت عجیب تھا۔ میں نے اُس سے اس لمحے میں پہلے کبھی گفتگو نہ کی تھی اور نہ وہ بے تکلفی کے باوجود اپنے ماتحتوں سے گستاخانہ باتیں سننے کا عادی تھا۔ میں نے دیکھا اُس کا چہرہ آگ بگولا ہو گیا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹا اور ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا: ”مجھے تمہاری دماغی صحت شبہ ہو رہا ہے۔“

”بے شک آپ مجھے پاگل قرار دے لیں، لیکن میں سچ کہہ رہی نہیں ہوں گا۔ سے پوچھتا ہوں کہ میری میز پر وہ ٹیپ ریکارڈر کیسے پہنچا؟ فرض کیجئے یہ کارروائی کے علم میں نہ تھی، تب کیا میں یہ کہنے میں حق بجانب نہ ہو گا کہ ہماری جانب آپ کی ٹیپ اگر متعلقہ اشاعت اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھتا تو نادر یا میلینیا یا ولینلے آدمی وہ ٹیپ یوں نہ رکھنے پالتے... بتائیے اس کو تا ہی کا ذمہ دار کون ہے؟“

ریکنگوف کا وہی چہرہ جو چند لمحے پہلے انگارہ بنا ہوا تھا، اب زرد پڑتا جا رہا تھا۔ کاٹنے کسی قدر کھٹا تھا اور آنکھیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں، میں نے اس کی یہ دیکھی تو ایک اور وار کیا۔ ”کیا میں یہ سمجھوں کہ ہلاکت کی اس سازش میں آپ بھی نایاب کے ساتھ شامل ہیں؟“

”کیا بکواس کرتے ہو تم؟“ وہ ایک دم چلا اٹھا۔ ”بے شک یہ میری کوتاہی ہے حفاظتی انتظامات ناقص رہ گئے... اور جن لوگوں نے یہ کام کیا ہے، وہ میری پکڑ نہیں سکیں گے، لیکن یہ کہنا کہ میں ہلاک کرنے کی سازش میں شریک تھا، قطعی کبہ میں تمہیں کیوں قتل کروں گا؟“

”آپ نے تو مجھے ہلاک کر ہی دیا تھا کامریڈ ریکنگوف...“ میں ٹدھال ہو کر بستر پر لیٹ گیا۔ ریکنگوف میسر پلانگ کے قریب پڑی ہوئی گرسی پر اطمینان سے بیٹھ گیا۔

”اس حیرانی کا شکریہ...“ میں نے سنجیدگی سے کہا۔ ”اگر ٹیپ ریکارڈر کے اندر رکھا ہوا وہ بم کچھ اور طاقت ور ہوتا تو اب تک میری لاش پوسٹ مارٹم بھی مکمل ہو چکتا... آپ براہ کرم اس سوال پر مجھے مطمئن کیجئے کہ آپ کی نگاہوں نے ٹیپ ریکارڈر پر میری مہتر تک کیسے پہنچا۔“

ریکنگوف نے اگر سانس لیا اور وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا: ”جہاں تک میں نے اس مٹے پر غور کیا ہے، ایک ہی نام سامنے آتا ہے... مجھے اس پر نگاہ رکھنی چاہیے تھی۔ ایک دن کی رخصت لے کر دفتر سے جا چکا تھا اور جس وقت یہ حادثہ پیش آیا ہے، اُس منظر پر اس شخص کا کوئی متعلق نہیں بنتا۔ میں نے یہ بھی معلوم کیا کہ اس دوران وہ دفتر سے باہر پاس یا پبلک پراسیکیوٹر یا دوس کے اندر دیکھا تو نہیں گیا، مگر اس سوال کا جواب نہیں ملا۔ کسی نے اُسے آتے جاتے نہیں دیکھا، تاہم مجھے شبہ ہی نہیں، یقین ہو رہا ہے کہ ہتھیاروں کے پیچھے اسی کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔“

میں مضطرب ہو کر دوبارہ بستر پر بیٹھ گیا۔ ریکنگوف کی اور میری نگاہیں چار ہوئیں۔ میرا نامیرے ذہن میں بھی ابھر رہا تھا... ہو سکتا ہے وہی نام ریکنگوف کی زبان پر بھی آیا ہو۔ ”کیا آپ مجھے اس شخص کا نام بتانا مناسب سمجھیں گے؟ کامریڈ؟“

نفس ایک حادثہ — معمولی سا حادثہ۔ "میں نے خواب دیا۔" گزشتہ روز ایک پُرانے  
ت نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔۔۔"  
اس کا منہ کھلے کا کھلا رد کیا: "کیا کہتے ہو؟ کامریڈ! تمہیں کسی دوست نے ہلاک  
کے کی کوشش کی! یہ کیسے ممکن ہے؟"

"سب کچھ ممکن ہے مادام... میں نے بے پروائی سے شانے اُچکائے۔" یا یوں کہو کہ  
ایک سوویت یونین میں ہر بات ممکن ہے۔۔۔ یہاں ہمیں اپنے دشمنوں سے زیادہ قدم قدم  
بستوں سے محتاط اور خبردار رہنا پڑتا ہے۔ وہ دوست جو کسی بھی پل، کسی بھی لمحے جانی دشمن  
کے ہیں، خیر چھوڑیے ان فضول باتوں کو، یہ بتائیے کیا آپ کے شوہر سے ملاقات ممکن ہے؟  
بغیر اطلاع آنے کی معافی چاہتا ہوں۔ وہ یقیناً بہت مصروف ہوں گے، لیکن ملاقات  
درج ہے۔"

"کیا بتائیں گے کہ آپ کس معاملے میں ملنا چاہتے ہیں؟"

"آپ کو یاد ہوگا مادام، چند روز پہلے کے جی بی کے ڈیپٹی چیئرمین جنرل زیوگی  
اتہائے۔ مجھے حکومت کی جانب سے ان کی موت کی چھان بین کے لیے مقرر کیا گیا  
ہے۔ انہوں نے جس ریوالور سے خودکشی کی، وہ ریوالور اور چند اہم اشیاء معائنے کے  
باس لیبارٹری میں بھیجی گئی تھیں۔ بس انہی کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا ہوں۔ امید  
ہے کہ معاملے کی نزاکت سمجھ رہی ہوں گی۔"

چالیس سالہ مادام سووروکن کے چہرے پر بیک وقت حیرت، خوف اور ہشیمانی  
آئینا لیاں تھے۔ اُس نے سمجھداری سے کام لیتے ہوئے میرا وقت ضائع کرنے کی کوشش  
نہ کی۔ وہ مجھے اپنے شوہر کے آفس میں لے گئی۔ پروفیسر سووروکن وہاں موجود نہیں تھا۔  
"میری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، مادام نے شیریں لہجے میں کہا "تشریف رکھیے، کامریڈ  
نیت وہاں راہداری میں کھڑے ہو کر باتیں کرنا مناسب نہ تھا۔ اب تفصیل سے فرمائیے  
توئیے؟"

"تعمدہ کچھ نہیں مادام — میسر ذمے ایک کام لگایا گیا ہے۔ مجھے اُس کی رپورٹ

ریکٹکوف کے ہونٹوں پر ایک بار پھر وہی مانوس اور پُرانا تبسم ابھرا۔ اُس نے  
کہہ کہا "وہ نام تم بھی جانتے ہو، کامریڈ شمرایوف..."  
"ہاں... جانتا ہوں"۔۔۔ میں نے جواب دیا۔ لیکن اس وقت آپ کی زبان  
کا خواہش مند ہوں۔"

"تو پھر غور سے سُنو اور خوب یاد رکھو۔" ریکٹکوف کا لہجہ بے حد پراسرار اور  
"اُس شخص کا نام ہے نکولائی باکرا نووف۔"

"جی ہاں... آپ نے درست فرمایا۔۔۔ اُس شخص کا نام ہے نکولائی باکرا نووف  
میں نے آہستہ سے کہا اور بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔

نمیں انٹیس سوپانچ سکوائر میں واقع فارن ریک ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے  
عریض عمارت میں جانے کا یوں تو مجھے کئی بار موقع ملا تھا۔ لیکن اس مرتبہ ایک اہم  
کام کے لیے یہاں آیا تھا۔ مجھے یہاں اپنے فن میں ماہر اور عالمی شہرت رکھنے والے  
ایک گزینڈر سووروکن سے ملنا تھا۔ اس انسٹیٹیوٹ میں تیس ایکسپرٹ کام کرتے تھے  
انہی میں پروفیسر سووروکن کی حسین و جمیل بیوی بھی شامل تھی۔۔۔ میں ہمیشہ اس عورت  
بھول جاتا تھا۔ بڑا ہی عجیب نام تھا، اُس کا نادیامیلینا پاولینا کی طرح طویل نام۔۔۔  
ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ملنسار اور بااخلاق بھی تھی۔ اپنی تہذیب کے مطابق  
عورت کو اُس کے نام سے مخاطب کرنا چاہیئے تھا۔ مگر جو نہی وہ سامنے آتی، میں سب  
جاتا، چنانچہ ہمیشہ مسز سووروکن کہہ کر ہی اُسے مخاطب کرنا پڑتا اور وہ کبھی بُرا نہ ہوتی۔  
اتفاق دیکھ کر وہ مجھے راہداری میں مل گئی۔ اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں  
تیز قدم اٹھاتی میری جانب آئی اور کہنے لگی :

"کیا میں اپنے سامنے کامریڈ شمرایوف کو تو نہیں دیکھ رہی؟"  
"آپ کی نگاہیں کبھی غلط چیز پر نہیں پڑتیں مسز سووروکن، میں نے نہیں کہا

فی الحال میں کامریڈ شمرایوف ہی ہوں۔۔۔"

"لیکن تمہیں ہوا کیا؟ یہ پٹیاں کیوں بندھی ہیں؟"

مقررہ مدت کے اندر اندر پورٹ یور کو دینی ہے۔"

مادام سورورکن نے ہلکا سا قہقہہ لگایا: "کیا آپ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟" کامریڈ شمرا یوف کہیں ایک بیوقوف عورت ہوں؟ یا آپ خود کو احمق سمجھتے ہیں؟ میں نے آپ کو سارا قصہ صاف الفاظ میں مجھے نہیں بتائیں گے، رپورٹ آپ کو نہیں ملے گی۔ پراودا نے خبر دی تھی کہ جنرل زیوی گن طویل علالت کے بعد وفات پا گئے، اور پھر یہ انہوں نے خود کشی کی۔۔۔ میں نے یہ بھی سُن لیا ہے کہ بزرگیت نے آپ کو زیوی گن کا قتل سے متعلق دس دن کے اندر اندر رپورٹ مرتب کر کے پیش کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ ماسکو کے اندر کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے مادام سورورکن کے بارے میں اب تک جو اندازے قائم کر رکھے تھے، یکسر بے کار ثابت ہو رہے تھے، چنانچہ اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا: "مادام، میرے پاس وقت بہت کم ہے۔۔۔ پھر کبھی تفصیلی ملاقات کا موقع کروں گا۔ فی الحال آپ مجھے پروفیسر سے ملوائیے۔"

"آپ مجھی کو پروفیسر سورورکن سمجھ کیجئے۔" عورت نے دوسرا قہقہہ لگایا۔ "زیوی ریوا اور دوسری اشیاء کی ہم نے اچھی طرح جانچ پڑتال کر لی ہے اور حیرت انگیز آپ کے منظر ہیں۔ اس دوران ہم نے کوئی اور کام نہیں کیا۔۔۔ حد یہ کہ کامریڈ پائے ایک ارجنٹ کیس ارسال کیا تھا۔ ہم نے اُسے بھی ملٹوی کر دیا۔۔۔ محض اس زیوی گن کے بارے میں جو رپورٹ آپ مرتب کر رہے ہیں۔ وہ جلد از جلد مکمل ہو جائے گی۔"

بالکل انوف کا نام سُن کر میرے کان کھڑے ہوئے لیکن میں نے مادام سورور ظاہر نہیں ہونے دیا کہ مجھے بالکل انوف کے پیچھے ہوئے ارجنٹ کیس سے کوئی خاص ہے۔ اُدھ، بالکل انوف! بہت اچھا آدمی ہے۔۔۔ میرا پرانا دوست ہے۔۔۔ آپ ہوں گی مادام کہ ایک ہی آفس میں کام کرنے کے باوجود ہماری ملاقات ہفتہ میں نے سنا تھا کہ بالکل انوف رخصت پر ہے۔ پھر اُس نے کون سا ارجنٹ کیس پاس بھیج دیا؟ شاید آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ کیس بالکل انوف کے بجائے

ظن ہے آیا ہوگا۔۔۔ بالکل انوف تو کل چھٹی پر تھا۔

"کامریڈ شمرا یوف! ادھر ادھر کی باتوں میں مت جاؤ۔ اس وقت میں تم سے سوال کر رہی ہوں، تم نہیں کر رہے۔ بالکل انوف نے وہ کیس بھیجا یا کسی اور نے، یہ معاملہ اس وقت زیر بحث نہیں۔۔۔ بس تم مجھے یہ بتاؤ کہ ماسکو میں کیا گم بڑ ہے۔ کیا بزرگیت کمزور پڑتا جا رہا ہے؟ زیوی گن کا قتل یا خود کشی کوئی معمولی بات نہیں ہے۔۔۔ زیوی گن تو بزرگیت کا بابا بازو تھا، وہ دونوں آپس میں قریبی رشتے دار تھے۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ سب جانتے ہیں کہ وہ آپس میں رشتے دار تھے۔" میں نے کہا: "مگر تمہیں ماسکو کی کیا فکر ہے؟ ماسکو اپنی جگہ پر موجود ہے۔"

"نہیں کامریڈ شمرا یوف! مجھے ماسکو کی بڑی فکر ہے۔ پچھلے چند روز سے یہاں عجیب و غریب واقعات رونما ہو رہے ہیں جو کسی بڑے انقلاب کا پیش خیمہ معلوم ہوتے ہیں۔ ایٹمی فراڈ سکواڈ پوری طرح سرگرم عمل ہے، کمریٹل انوسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ راتوں کی نیندیں گم کر چکا ہے۔۔۔ وزارت داخلہ کے تمام کارکنوں کی اوپر سے نیچے تک چھٹیاں بند کر دی گئی ہیں اور وہاں دن رات فائلیں ادھر سے ادھر گردش کر رہی ہیں۔ پراسیکیوٹر آفس کے اس جواب دے گئے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ کے جی بی میں زبردست ہلچل مچ گئی ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہم ان باتوں سے بے خبر ہیں؟ جی نہیں، شاید ہمیں ب کچھ معلوم ہے۔"

بہت خوب مادام۔۔۔ میں نے مصنوعی حیرت سے کہا: "آپ کی معلومات بہت انگیز ہیں۔"

اُس کا چہرہ اس توصیف پر روشن ہو گیا، وہ میز پر بیٹھے ہوئے آگے کو جھکی اور اپنا لہجہ نرم کرنا شروع کیا: "کیا آپ جانتے ہیں بزرگیت کی بیٹی کا گایا اور اس کا بیٹا یا کون سا شخص کس جگہ میں پھنسے ہوئے ہیں؟"

میں نے نفی میں گردن ہلائی اور سنہٹل کر بیٹھ گیا۔ یہ عورت واقعی بہت کچھ جانتی تھی اور اسے بے وقوف نہیں کہا جاسکتا تھا۔

”میں کچھ نہیں جانتا مادام... میری آج تک گالیا بزنیت اور یا کوٹ بزنیت سے نہیں ہوئی۔ گالیا کو دیکھنے کا اتفاق ضرور ہوا، اور وہ بھی مادام نادیا میلنیا پاولینا کے آفس وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹی اور اس کا روشن چہرہ یوں بچھ گیا جیسے کوئی فمفمہ ہو جائے۔ مادام نادیا کے نام کا یہ اثر تو ہر حال پڑنا ہی چاہیے تھا۔“ ہاں... وہ عورت...

نادیا پاولینا... میں نے اس کا نام بہت سنا ہے۔ مگر دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اور بالکل انوکھے تعلقات اُس سے خاصے گہرے ہیں اور میں نے سنا ہے وزیر داخلہ اُس کے آفس میں جاتا ہے۔ جنرل زیوی گن کے خفیہ مراسم بھی نادیا سے رہے ہیں۔ یہ عورت انکشافات پر انکشافات کرتی چلی جا رہی ہے، مجھے بے حد محتاط رہنا پڑا۔

انتہائی خطرناک حد تک چالاک اور ہوشیار۔ مجھے یوں لگا جیسے مادام نادیا پاولینا سو روکن میں ذہانت و فہانت کے اعتبار سے کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ میں نے ایک اور نام میسک زہنی اُفت پر چمکا اور اب میں نے اُس کے جھک کر آہستہ سے کیا آپ کسی میں تمہارے واقف ہیں۔ ایک نوجوان اور شیریں آواز والی عورت۔

”میں تمہارا؟“ اُس نے جیسے اپنے آپ سے سوال کیا، پھر انکار میں گردن کو ہنسنے میں نے یہ نام پہلے کبھی نہیں سنا... کون ہے یہ؟

”میں خود جانتا تو آپ سے کیوں پوچھتا، ہاں، آپ مادام نادیا اور زیوی گن کے مراسم کا ذکر کر رہی تھیں کیا واقعی ان میں ایسی کوئی بات تھی؟“ وہ کھلکھلا کر ہنس رہی، آپ اتنا بھولا بننے کی کوشش نہ کیجئے کامریڈ۔ کو خوب معلوم ہے کہ نادیا کبھی ہے... فاحشہ... بدکار... کہنی۔“

”زیوی گن بھی کچھ نہ تھا۔“ میں نے فہم دیا۔ اُس کے کمر تو سبھی کو معلوم ہیں۔ بے شک... غالباً آپ نے زیوی گن کی ذاتی نوٹ بک نہیں دیکھی جس میں سب لوگوں کے نام درج ہیں جو اس ملک میں سمگلنگ اور ذخیرہ اندوزی کا دھنڈا

نہتے... اس نوٹ بک میں بدعنوان اور ملک دشمن افراد کے ٹیلی فون نمبرز ہیں۔ آپ کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ زیوی گن کی اسی نوٹ بک میں گالیا بزنیت

”میں کچھ نہیں جانتا مادام... میری آج تک گالیا بزنیت اور یا کوٹ بزنیت سے نہیں ہوئی۔ گالیا کو دیکھنے کا اتفاق ضرور ہوا، اور وہ بھی مادام نادیا میلنیا پاولینا کے آفس وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹی اور اس کا روشن چہرہ یوں بچھ گیا جیسے کوئی فمفمہ ہو جائے۔ مادام نادیا کے نام کا یہ اثر تو ہر حال پڑنا ہی چاہیے تھا۔“ ہاں... وہ عورت...

نادیا پاولینا... میں نے اس کا نام بہت سنا ہے۔ مگر دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اور بالکل انوکھے تعلقات اُس سے خاصے گہرے ہیں اور میں نے سنا ہے وزیر داخلہ اُس کے آفس میں جاتا ہے۔ جنرل زیوی گن کے خفیہ مراسم بھی نادیا سے رہے ہیں۔ یہ عورت انکشافات پر انکشافات کرتی چلی جا رہی ہے، مجھے بے حد محتاط رہنا پڑا۔

انتہائی خطرناک حد تک چالاک اور ہوشیار۔ مجھے یوں لگا جیسے مادام نادیا پاولینا سو روکن میں ذہانت و فہانت کے اعتبار سے کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ میں نے ایک اور نام میسک زہنی اُفت پر چمکا اور اب میں نے اُس کے جھک کر آہستہ سے کیا آپ کسی میں تمہارے واقف ہیں۔ ایک نوجوان اور شیریں آواز والی عورت۔

باب سے نکل گئی تھی۔ اس بیان کی صداقت لیبارٹری تجزیے سے ظاہر نہیں ہوتی۔ اگر یہ  
 ذی انسان کی کھوپڑی میں سے گزرتی تو لازماً اس پر انسانی دماغی خلیوں کے نشانات  
 ملتے۔ ہماری لیبارٹری کے تمام اسپیشلسٹ انوسٹیگیٹرز نے باری باری اسی  
 نئے نظر کے تحت گولی کا معائنہ کیا۔ مگر اس پر کسی دماغی خلیے کا نشان یا دارغ موجود  
 نہ پایا گیا۔ اس طرح یہ دعویٰ کمزور شد اور نہیں کہ گولی بے شک ریواور سے خارج ہوئی  
 تھا۔ انسانی کھوپڑی کے اندر سے اس کا گزر نہیں ہوا۔  
 اے سور وکن  
 بی گولوف لوفنا۔

میں نے اس رپورٹ کو دوبارہ شروع سے آخر تک توجہ سے پڑھا، خاص طور پر  
 مکی آخری لائنیں میرے لیے حد درجہ دلچسپی اور استعجاب کا باعث تھیں۔ مادام  
 رکن ابھی تک واپس نہیں آئی تھیں اور قیمتی وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ میں کمرے  
 سے نکل کر باہر آیا اور سیدھا لیبارٹری کی طرف گیا۔ مجھے یقین تھا کہ پروفیسر سور وکن وہاں  
 بڑھ چکا اور بلاشبہ مجھے مایوسی نہیں ہوتی۔ وہ پچاس سال کا ایک لمبا ترنگا شخص تھا۔  
 انہوں نے مائٹ کی طرح مٹرخ اور نیلی چمک دار آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے لے کر ہزاروں افراد  
 کو جاننا کمنے کے لیے بہت تھے۔ اس وقت لیبارٹری میں سور وکن کے ساتھ تین  
 سٹی اسسٹنٹ اور اس کی خود دیوی بھی موجود تھی۔ وہ سب کے سب انتہائی  
 جیسے کسی چیز پر تجربہ کر رہے تھے۔ میرے قدموں کی آہٹ پا کر سور وکن نے  
 اٹھ کھڑی اور مکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر اُبھری۔ وہ چند قدم میرے استقبال  
 کیے۔ میں نے رپورٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے تلخ آواز میں کہا :

پروفیسر سور وکن... یہ سب کیا مذاق ہے؟ میں اسے سمجھنے سے قاصر ہوں۔  
 مذاق! کس قسم کا مذاق؟ اس نے حیرت سے آنکھیں نکال کر کہا۔ میں نے  
 اسے دیکھا ہے؟

اسے نہرانی کر کے پھر پڑھ لو... خاص طور پر آخری دو لائنیں... جہاں تم  
 ہمارے ساتھ ایک اور اسپیشلسٹ بی گولوف لوفنا نے لکھا ہے کہ دوسری

ٹائپ کیے گئے تھے مگر ان کے دستخط نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے اس کی حیثیت سر  
 نہیں تھی۔ مسز سور وکن نے مجھ سے معذرت کی اور کہا کہ وہ چند لمحے کے لیے کمرے  
 سے باہر جا رہی ہے، میں چاہوں تو وہیں بیٹھ کر یہ رپورٹ پڑھ سکتا ہوں۔ اس  
 خلاصہ کچھ یوں تھا:

ہم نے لیبارٹری میں آجہانی جنرل زیوی گن کے ذاتی ریواور کا میڈیکل اور بائیو  
 تجزیہ کیا۔ اس ریواور کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ اس سے جنرل نے خود کو شوق  
 ہے۔ ریواور کی نال کے معائنے سے یہ بات نمایاں ہوئی کہ اسے اچھی طرح صاف  
 کر کے تجزیے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بہر حال  
 ریواور کی نال کے اندرونی حصوں اور فائرنگ پن وغیرہ کے معائنے سے ثابت ہوا  
 دونوں گولیاں اسی ریواور سے چلائی گئی تھیں۔ یہ گولیاں اس سال ۸ جنوری اور  
 جنوری کے درمیانی وقفے میں کسی وقت چلائی گئیں۔ پہلی گولی کے مائیکروسکوپک  
 میڈیکل تجزیے سے انکشاف ہوا کہ اس نے ریواور سے نکلنے کے بعد کسی اند  
 جسم کو نہیں چھوا : البتہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کسی نرم چیز جیسے کھڑی وغیرہ  
 ٹھکرائی ہو یا لیبارٹری میں معائنے اور تجزیے کے لیے پبلک پراسیکیوٹر کی جانب  
 ارسال کی گئی تھیں۔ ان میں کھڑی کے فریم کا ٹوٹا ہوا کھڑی کا ٹکڑا بھی شامل تھا۔ اس  
 یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پہلی گولی ریواور سے خارج ہونے کے بعد کمرے کی کھڑی  
 اس فریم میں لگی۔

"دوسری گولی کے تجزیے سے مزید انکشافات ہوئے ہیں جو حد درجہ حیران کن  
 مائیکروسکوپک امتحان سے پتہ چلتا ہے کہ دوسری گولی پر جابجا انسانی کھال کے  
 خفیف اجزاء چپکے ہوئے ہیں۔ ان اجزاء کے ساتھ انسانی ہڈی اور انسانی خون  
 پر موجود ہے۔ ان حقائق سے اندازہ ہوا کہ یہ گولی بہر حال انسانی بدن میں سے  
 ورنہ اس پر کھال، ہڈی اور خون کا سرخ نہ ملتا۔ مگر دوسری طرف بتایا جاتا ہے کہ  
 زیوی گن کی کھوپڑی میں اس گولی نے سوراخ کر دیا تھا اور جیسے میں داخل ہو کر

گولی پر کسی انسانی دماغی خلیے کا نشان نہیں پایا گیا۔۔۔ بس یہی بات میری کھوپڑی پر  
 آ رہی ہے۔۔۔

پروفیسر سوروکن نے زوردار قہقہہ لگایا، حالانکہ میری معلومات کے مطابق  
 قسم کے ماحول میں اس طرح قہقہے لگانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

”گویا تم یہ جانتے ہو کہ مرید کہ ہم دوسری گولی کے بارے میں یہ رپورٹ دیں  
 اس پر انسانی دماغی خلیوں کے نشانات موجود ہیں؟“

”یہ بات تم نے خود ہی فرض کر لی ہے پروفیسر! میں نے ایسا کوئی مطالبہ نہیں  
 میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ شاید تم لوگوں نے رپورٹ مرتب کرنے میں احتیاط سے  
 نہیں لیا۔۔۔ دوسری گولی وہی ہے جو جنرل زیوی گن کی کھوپڑی میں داخل ہو کر دوسری  
 نکل گئی تھی اور اس کے باعث موت واقع ہوئی۔۔۔ اور اب میں آپ لوگوں کی اطلاع  
 لیے بتاتا ہوں کہ یہ گولی میں نے زیوی گن کے اپارٹمنٹ کے باہر برف کے ڈھیر سے  
 تلاش کی تھی۔۔۔ پہلی گولی کے بارے میں تم نے لکھا ہے کہ اس پر انسانی کھال، ہڈیاں  
 اور خون کے نشانات نہیں اور صرف کھڑکی کے فریم سے ٹکرائی تھی، اور اس کے ساتھ  
 بھی اقرار کرتے ہو کہ دونوں گولیاں ایک ہی ریوالور سے چلائی گئی تھیں تب سوال یہ  
 کہ زیوی گن کیسے مرا کیا ہم یہ فرض کر لیں کہ اسی ریوالور سے کوئی تیسری گولی بھی چلا  
 تھی؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو پھر بتایا جائے کہ یہ معاً کیا ہے؟ اور اسی  
 لکھنے کا کیا مقصد؟“

”مرید شمر ایف! میں تمہیں کچھ عرصے سے جانتا ہوں۔۔۔ میری بیوی بھی تو  
 مداح ہے۔۔۔ میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ جو فرائض تمہیں سونپے گئے ہیں وہ کس  
 نازک اور کٹھن ہیں۔ تم خود سوچو کہ میں کیا کر سکتا ہوں! میرا کام بھی حقائق پیش کرنا  
 میں جو کچھ دیکھوں گا، وہی اپنی رپورٹ میں درج کروں گا۔ واقعہ یہ ہے کہ میرے ہاتھ  
 تمہارے محکمے کی جانب سے جنرل زیوی گن کی انجمنی کی جو اشیا تجزیے اور معائنے کے  
 بھجوائی گئی ہیں۔ اسی میں سب سے اہم اس کا ریوالور اور اس کے ذریعے چلائی گئی

میں نے ان گولیوں سے مددگاروں نے ان گولیوں اور ریوالور کا نہایت دیدہ ریزی سے  
 تجزیہ کیا اور بار بار ہم اسی نتیجے پر پہنچے جو تم رپورٹ میں دیکھ چکے ہو۔ دوسری گولی پر انسانی  
 کیل خون اور ہڈی کے نشانات کا سراغ ملتا ہے، مگر دماغی خلیے کا کوئی نشان اس پر  
 نہیں۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ گولی جنرل زیوی گن کی کھوپڑی میں داخل نہیں ہوتی۔  
 ہم کسی انسانی بدن سے ضرور گزری ہے۔۔۔ جبکہ پہلی گولی نے کوئی انسانی بدن نہیں چھوا اور  
 ریوالور سے نکل کر سیدھی کھڑکی کے فریم میں لگی۔ اب تم خود غور کرو کہ اگر تمہارے دعوے  
 کے مطابق دوسری گولی جنرل زیوی گن کی کھوپڑی میں سے نکلی تو کیا ہم یہ مان لیں کہ زیوی گن  
 کے کاسہ سر میں دماغ موجود نہ تھا؟ دماغ موجود ہوتا تو گولی پر اس کے کسی نہ کسی خلیے  
 کا سراغ دھتے ضرور آ جاتا۔۔۔ ظاہر ہے کہیں نہ کہیں کوئی کھڑکی کم ہے۔۔۔ یا یوں کہو کہ جن افراد  
 نے یہ سارا کھیل رچایا ہے، وہ معمولی نہیں ہیں۔۔۔ انہوں نے نہایت ذہانت اور فطرت  
 ثابت دی ہے اور ایسے حالات پیدا کر دیے ہیں کہ اصل حقیقت کا سراغ لگانا  
 مشکل نہیں رہا۔۔۔“

میں ہچکچاہٹا ہوا ہوں سے پروفیسر سوروکن کی صورت تک رہا تھا۔ پروفیسر نے  
 سلا کلام جاری رکھتے ہوئے کہا: ”اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو جنرل زیوی گن کی لاش کا خود  
 نفسی معائنہ کرتا اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا کہ اس کے بدن پر کھوپڑی کے علاوہ  
 انہوں کے نشانات کہاں کہاں ہیں۔“

میں اندھاں سا ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ لیڈ باٹری میں گہری خاموشی طاری تھی۔ آخر  
 میں نے پوچھا:

”گویا آپ کی اس رپورٹ کا خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں گولیوں میں کسی نے جنرل  
 کی گولی کو ہلاک نہیں کیا؟“

پروفیسر نے اثبات میں گردن ہلائی: ”مائکروسکوپک اور بائیولوجیکل تجزیے سے  
 یہ معلوم ہوتا ہے۔۔۔ اس کے علاوہ ایک اور بات جو میں نہیں خاص طور پر بتانا  
 چاہتا ہوں بلکہ عداہمیت کی حامل ہے۔۔۔“

نے بچھا :  
"تفنی ہی بات ہے۔" پروفیسر کا لہجہ یک لخت خاصا سنجیدہ ہو گیا۔ اس کی  
ہو بھی دم بخود تھی۔

"کچھ اور پوچھنا چاہتے ہو تو پوچھ سکتے ہو، کامریڈ شمرا یوف۔" پروفیسر نے آہستہ سے  
کہا۔ اگرچہ اس نوع کی باتیں کرنے کا ہمیں اختیار نہیں، مگر معاملے کی اہمیت اور نزاکت  
کے پیش نظر میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے۔ اس ساری واردات کے عقب میں بعض  
بین اور خطرناک مانع کام کر رہے ہیں۔ تمہیں ان سے بچنا ہو گا۔۔۔ یہ کسی بھی وقت تمہاری سلامتی  
کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں۔ ذرا ہاتھ پاؤں بچا کر چلو۔۔۔"

میں نے اس کی ان باتوں کا کوئی جواب نہ دیا اور لیبارٹری سے نکل کر دوبارہ پروفیسر  
کے کمرے میں آ گیا۔ اس کی میز پر تین ٹیلی فون ڈائریکٹریاں پڑی تھیں اور ان میں سے ایک  
ڈائریکٹری کی گھنٹے ضرورت تھی اس پر جلی حروف میں چھپا ہوا تھا، خفیہ۔ صرف اعلیٰ سرکاری  
افسر استعمال کریں۔۔۔ ایسی ہی ایک ٹیلی فون ڈائریکٹری میرے آفس میں میز پر پڑی رہتی تھی۔  
میں نے ورق گردانی کر کے بی ایس تما نوف کے گھر کا نمبر تلاش کیا۔ بی ایس تما نوف کا  
تعلق یہ ہے کہ اسی شخص نے جنرل زیوی گن کی لاش کا پوسٹ مارٹم کیا تھا اور وہ  
موزیت یونین فرنٹیر فورس میں چیف فارن رسک میڈیکل ایکسپرٹ کے طور پر اپنے  
فرائض انجام دیتا تھا۔

فون اُسی نے اٹھایا میں نے سب سے پہلے ہفتے کے روز اُسے زحمت دیتے پر  
مذمت طلب کی، اس لیے کہ ہفتے کو چھٹی ہوتی ہے۔

"میرا نام شمرا یوف ہے اور میں چیف پبلک پراسیکیوٹر آفس میں سپیشل انوسٹی گٹری کی حیثیت  
سے آگیا ہوں۔ ایک بات آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔۔۔ اگر ہر ج نہ ہو تو اس کا جواب  
نہ دیجئے۔"

"فرمائیے، کامریڈ شمرا یوف! آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟ تما نوف نے نرم آواز  
کہا :"

میں پوری طرح اُس کی طرح متوجہ ہو گیا : "کیا اس کے علاوہ بھی کوئی بات  
ہاں، تمہارے محکمے نے وہ پُزیرہ کاغذ بھی تجزیے کے لیے بھیج دیا تھا جس پر  
نے مرنے سے پہلے کچھ لکھا تھا۔ ہم نے اس کاغذ کی جانچ پڑتال میں بڑی محنت کی  
اور دو اہم باتیں دریافت کی ہیں۔۔۔ پہلی یہ کہ اس پر زیوی گن کے پسینے کا کوئی نشان  
نہ تھا اور دوسری یہ کہ اس عبارت میں کم از کم چھ حروف ایسے ہیں جن کے بارے  
دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ زیوی گن کے قلم سے نہیں نکلے۔"

"میں یہی نہیں سمجھ سکا کہ زیوی گن کے پسینے سے اس کا کیا تعلق ہے؟"  
پروفیسر مسکرایا : "اس کا بہت بڑا تعلق ہے کامریڈ۔۔۔ شاید تمہیں میری ہونٹ  
دیر پہلے بتا چکی ہے کہ زیوی گن کی ایک ذاتی نوٹ بک کا تجزیہ بھی ہم نے اسی لیبارٹری  
کیا ہے اور اس ڈائری کا کوئی صفحہ ایسا نہ تھا جس پر زیوی گن کے ہاتھوں یا کاپی  
پسینہ نہ گرا ہو۔۔۔ معلوم ہوا کہ زیوی گن جب کاغذ پر کچھ لکھتا تھا اس کے ہاتھ پسینے  
شروع ہو جاتے اور چند قطرے اُس کاغذ پر لڑا لڑا کرتے جو اس وقت زیوی گن کے  
تیلے رکھا ہوتا تھا۔ ماہرین طب کا کہنا ہے کہ اکثر ایسے افراد جن کے جسم میں چربی کی مقدار  
زیادہ ہو اور وہ ذہنی و اعصابی دباؤ کا ہمہ وقت شکار رہتے ہوں ان کے ہاتھ  
پسینے سے تر اور جا بجا پسینے کے قطرے گراتے رہتے ہیں۔ اس کا دوسرا ثبوت زرد رنگ  
کے وہ کاغذات بھی ہیں جو جوئے کا حساب رکھتے وقت زیوی گن اپنے سامنے رکھتے  
ان پر قلم سے رقموں کا اندراج کیا کرتا تھا۔ ان تمام کاغذوں پر بھی پسینے کے خشک قطرے  
صاف دکھائی دیتے تھے۔۔۔ ان حالات کی روشنی میں جب ہم زیوی گن کے  
اس کاغذ کا معائنہ کرتے ہیں جو اس نے خود کشی سے چند لمحے پہلے اپنے قلم سے لکھا  
دیکھ کر ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی کہ اس کاغذ پر زیوی گن کے پسینے کے  
کا کوئی ہلکا سا نشان بھی موجود نہیں۔۔۔ حد یہ کہ اس کاغذ پر زیوی گن کی انگلیوں  
نشانات بھی نہیں ملتے۔۔۔"

"یعنی اس کاغذ پر زیوی گن کی انگلیوں نے سرے سے چھپو اہی نہیں؟"

”کیا آپ نے زیوی گن کی کھوپڑی کھولی تھی؟“

”ہاں... کھوپڑی کھولی گئی تھی وہ اس لیے کہ جو گولی اس کے دماغ میں تھی اس کا راستہ متعین کیا جائے۔ میں نے پہلے بھی اس قسم کے بہت سے پوسٹ مارٹم کیے ہیں، اور یقین کرو میں کبھی کوئی غلط حرکت نہیں کیا کرتا۔“

”بہت بہت شکریہ ڈاکٹر تمانوٹ! اب ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے...“

”نیا مسئلہ؟ وہ کیا؟ زیوی گن زندہ تو نہیں ہو گیا؟“

اپنے اس مزاح پر ڈاکٹر تمانوٹ نے خود ہی زوردار ہنسنے لگایا۔

”ڈاکٹر تمانوٹ؟“ میرا لہجہ خوفناک حد تک سنجیدہ تھا۔ جو گولی زیوی گن کے دماغ میں داخل ہوئی تھی یہ بارٹری میں ماہرین نے اس کا مائیکروسکوپک اور بالوولوجیکل مواظفہ کیا ہے اور ان سب کی متفقہ رائے ہے کہ اس گولی پر انسانی دماغ کے کسی خلیے کا نشانہ نہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اس گولی پر انسانی کھال، ہڈی اور خون کا سرخ ملتا ہے۔ مگر دماغ کو اس نے ہرگز نہیں چھوا۔“

”کیا واقعی ایسی بات ہے؟“ اس نے رک کر متفہم لگایا۔ ”بھئی یہ تو عجیب بات اور میں اس کا ذکر اپنے طالب علموں سے ضرور کروں گا۔ ہو سکتا ہے زیوی گن کا دماغ میں سرے سے دماغ ہی نہ ہو... بعض لوگ بے مغز بھی ہوتے ہیں۔“

چند لمحے توقف کے بعد میں نے دوبارہ ریسپور اٹھایا اور پراوڈ ایج کانفرڈ کیا۔ ”ادھر سے فوراً ہی آپریٹر کا جواب آیا: ”آپ کس سے بات کریں گے؟ جناب“ نے بتایا کہ میں کون ہوں۔“ اس ویج میں کہیں بلکن نام کا ایک جرنلسٹ رہتا ہے؛ اس سے بات کر لیئے۔“ ٹھیک پندرہ سیکنڈ بعد میرے کان میں ویڈیم بلکن کی آواز آئی۔

”کامریڈ شمراپوٹ! خیر تو ہے... مزاج اچھے ہیں؟“

”قطعاً خیر نہیں اور نہ مزاج اچھے ہیں۔“ میں نے جواب دیا۔ ”یہ بتاؤ تم اس وقت کمرہ پر ہو؟“

”بہت کچھ کر رہا ہوں پیارے کامریڈ۔ مگر افسوس کہ اس کی تفصیلات

”تا سکتا تم کو ماجرا کیا ہے۔ کس لیے یاد کیا؟“

”سنو، ویڈیم بلکن... میری تمہاری ملاقات بہت ضروری ہے...“

”اور... یہ بات ہے!“ اس نے گھبرا کر کہا۔ ”اس وقت تم کہاں ہو؟“

”میں نے اُسے بتایا کہ میں کہاں ہوں۔ اچھا چنٹ منٹ بعد میں تمہیں اسی نمبر پر رنگ لکھتا ہوں۔“

”ذرا صبر کرو۔“

پانچ منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی... میں نے ریسپور کان سے لگایا، لیکن ویڈیم بلکن کی آواز نہیں آئی۔ اُس کے بجائے کوئی اور شخص بول رہا تھا۔

”کامریڈ شمراپوٹ؟“

”جی ہاں... میں شمراپوٹ ہوں۔“ میں نے کسی قدر تامل کے بعد اقرار کر لیا۔ ”آپ کون ہیں؟“

”گڈ ایوننگ جناب... میں سی پی ایس یو سنٹرل کمیٹی کا نمائندہ ہوں... چند منٹ بعد ایک کار آپ کے لیے بھیجی جا رہی ہے... تیار رہیئے۔“

اور اس کے ساتھ ہی اُس نے فون بند کر دیا۔ ریسپور ابھی میرے ہاتھ میں تھا اور ذہن نشین... کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا معاملہ ہے اور سرکاری کار میسرے کیوں بھیجی جا رہی ہے؟

حیرت کی بات یہ تھی کہ میں کسی کو بھی بتا کر نہیں آیا تھا کہ کہاں جا رہا ہوں۔ پھر

اپنا ایس یو والوں کو کیسے معلوم ہوا کہ میں پروفیسر سور وکن کے آفس میں موجود ہوں؟ بہر حال

یہ غزنی سے کیا حاصل ہو گا، سامنے آجائے گا مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا انسٹیٹیوٹ

رنگ کے مین گیٹ پر سیاہ رنگ کی شاندار اور چمکتی دمکتی لیمنوسین ٹیڈکا جیسے فضا میں تیرتی

آواز اور نہایت خاموشی پورچ میں رک گئی۔ اگلی سیٹ پر بارودی ڈرائیور کے ساتھ

بسمت مندا دی بیٹھا تھا بے حد سنجیدہ، کسی روباوٹ کی طرح... اس کا چہرہ ہر قسم

سہجہ و احساسات سے عاری نظر آتا تھا جب میں لیمنوسین کی طرف بڑھا تو وہ جلدی سے

اٹھ کھڑا ہوا اور باہر آیا اس کے ہاتھ میں اپنا سرکاری شناختی کارڈ تھا۔ میں نے بھی جواباً

”گڈ ایوننگ“ کر دیا۔

ہونے لگا، تب مجھے احساس ہوا کہ ہمیں راستہ دینے کے لیے ٹریفک کا یہ خصوصی انتظام کیا گیا ہے۔ تمام چوراہوں پر ٹریفک کنٹرولر موجود تھے اور جوں ہی ان کے نزدیک سے ہماری کار گزرتی، وہ ایڑیاں بجا کر سلیوٹ کرتے حقیقت یہ ہے کہ مجھے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ ایک شاندار سرکاری لیموسین کار میں سفر کا اتفاق ہوا تھا۔ اس کار میں ٹیلی ویژن بھی نصب تھا۔ ریڈیو ٹیلی فون کی سہولت بھی موجود تھی۔ دریاہاں سے آپ سوویت یونین کے کسی بھی چھوٹے بڑے شہر میں فون پر رابطہ قائم کر سکتے تھے اور دنیا میں ہر اس شخص سے بات کرنے کے قابل تھے جس کے پاس ٹیلی فون موجود ہے۔

رہا یو سکاٹیا وے پر جب کار فرما لے پھر رہی تھی تو میں نے قیاس کیا کہ شاید مجھے برزنیف کے مکان پر لے جایا جا رہا ہے۔ ماسکو کی اس معروف شاہراہ پر برزنیف اکمروپوف، کرملنگوا اور شولوخوف جیسے بڑے لوگوں کے خوبصورت دروازوں پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ جن میں دنیا بھر کی آسائشیں موجود ہیں۔ جوں جوں برزنیف کا بنگلہ قریب آ رہا تھا، میرے پسینے چھوٹ رہے تھے۔ لیکن آخری موڑ پر جب کار ایک نئی سڑک پر آ گئی اور اس نے دوبارہ اسپید بیکرٹی۔ تب احساس ہوا کہ اگر فی الحال میری ملاقات برزنیف سے نہیں ہو رہی ہے یہ سڑک سیدھی کرملین ہسپتال کو جاتی تھی۔ ہو سکتا ہے برزنیف کو ہسپتال میں رکھا گیا ہو گیا۔ اس کے نزدیک سنیو کے مقام پر روس کے مرد آہن جوڑت اسٹالن کا مکان بھی موجود تھا اور اس وقت بھی کار کے اندر سے دریائے سٹین کے اوپر بنا ہوا پل صاف نظر آتا تھا۔ اس وقت میں دیا برف بن جاتا ہے۔ سڑک کے دونوں جانب برف کے انبار لگے تھے۔ یہ انبار بڑے بڑے ٹریکٹروں نے لگائے جن کا کام ہی دن رات سڑکوں اور

”مہربانی کر کے کار میں تشریف رکھیے، کامیڈ شمر پوف؟“ اس نے کلر ڈرائیو ہونے کہا۔

”آپ مجھے کہاں لے جائیں گے؟“ میں نے کار کی پچھلی نشست پر بیٹھ کر اس نے فوراً ہی جواب نہ دیا۔ بلکہ اطمینان سے اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ڈرائیو بند نہیں کیا تھا۔ چند سیکنڈ میں کار دوبارہ رواں ہو گئی۔ باہر برف تیزی سے گزر رہا اندازہ ہوتا تھا کہ رات بھر گرسے گی۔۔۔ اس نے سگریٹ کا پیکیٹ نکال کر میرے ”شکر ہے اس وقت جی نہیں چاہتا“ میں نے معذرت کر دی۔ اس نے فوراً ایک

اپنے لبوں میں دبایا۔ ہر لمحہ میرے اندرونی اضطراب میں اضافہ ہو رہا تھا۔ یہ شخص بننے کی کوشش کیوں کر رہا ہے؟ کیوں نہیں یہ بتا دیتا کہ یہ مجھے کھڑے جا رہا ہے۔ اس نے سکون سے سگریٹ سلگایا، ہلکا سا کش لیا اور گردن موڑ کر مدھم آواز میں بوزنیف شدید علیل ہیں۔۔۔ اس لیے آپ سے ملاقات نہیں کر سکیں گے۔۔۔ البتہ پرنس ڈاکٹر یو جینی ایوانوویچ شازوف آپ سے ملنے کے خواہش مند ہیں۔۔۔ کو اس وقت انہی کے پاس لے جا رہا ہوں۔۔۔“

خون کھینچ کر میری دونوں کنپٹیوں میں جمع ہونے لگا۔ برزنیف علیل۔ اور اس کا پرنس ڈاکٹر شازوف مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں نے مزید سوالات نہ جواب میں اس نے مسکرا کر کہا، ”مجھے اس سے زیادہ بولنے کی اجازت نہیں، کامیڈ معافی کا خواستگار ہوں۔۔۔ ویسے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔ میں آپ کا دوا بھی تھوڑی دیر میں ہم اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے۔۔۔“

میں نے مایوس ہو کر اپنا دھیان کار سے باہر پھیلے ہوئے مناظر کی طرف موڑ دیا۔ ماسکو کی ایک بار دہائی سڑک گارڈننگ روڈ سے گزر رہی تھی۔ میں نے دیکھا تھا کہ تجربے کار ڈرائیور سو کو میٹر کی سپیڈ سے کار دوڑا رہا تھا اور حیرت کی بات یہ تھی کہ ٹریفک سگنل ہمارے قریب پہنچنے سے پہلے ہی سبز ہو کر تیزی سے نکل جانے فراہم کر رہا تھا۔ ایک دو مرتبہ تو میں نے اسے محض اتفاق پر محمول کیا، لیکن جب

تھوڑی دیر بعد ہماری کار ایک سائیڈ روڈ پر آخری گلی خوبصورت اور گھنا

پہلے قریبی رشتے داروں اور گہرے دوستوں کو نہایت اہم عہدوں پر فائز کیا اور  
اس کی جگہ چینی کا خیال نہ کیا۔ اس نے اپنے بیٹے کو فارن ٹریڈ میں فرسٹ ڈپٹی منسٹر  
ایا اپنی بیٹی کا لیا کے شوہر یوری چربانوف کو داخلی امور کی وزارت میں فرسٹ ڈپٹی  
سر عہدہ دیا، اپنے ہم زلف جنرل زیوی گن کو کے جی بی کا فرسٹ ڈپٹی چیرمین مقرر  
ایا، اپنے پرنسپل پائلٹ بوگایوف کو سول ایوی ایشن کا منسٹر بنا دیا اور اپنے ذاتی معالج  
نر شازوف کو سنٹرل کمیٹی کا ممبر نامزد کرنے کے ساتھ ساتھ کیرملین ہسپتال کا ہیڈ  
ٹائٹل ڈالا، حالانکہ خود وزیر صحت، سنٹرل کمیٹی کا ممبر نہیں تھا۔

جس وقت کہیں ڈاکٹر شازوف کے دفتر میں داخل ہوا، وہ اپنی بڑی سی میز پر بیٹھا  
زوں ہاتھوں میں سر ہتھامے کسی کاغذ کا مطالعہ کر رہا تھا۔ میرے قدموں کی آہٹ پا کر  
ن نے گردن اٹھائی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ میانہ قامت اور گھٹے ہوئے بدن کا آدمی  
تھوڑی سی کوئی تیرپن چوٹن برس کی ہوگی۔ اس کے چہرے سے ذہانت اور آنکھوں کی  
دھمک سے غیر معمولی فطانت کا اظہار ہوتا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے، چند قدم میرے  
نقار کو آگے آیا اور گرجو شیشی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا: "آؤ بیٹھو کامیڈ شراپون۔"  
تمہاری منظر تھا۔ بولو، کیا پیو گے؟ فریج برانڈی یا کچھ اور؟ بے تکلف بتا دو۔۔۔  
چیز یہاں موجود ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنی بات کا لطف اٹھانے کے لیے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ انا زہ ہوا  
ڈاکٹر شازوف دلچسپ آدمی ہے اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کہوں، وہ کوئی میں کھتی  
ٹایک خوبصورت الماری کھول کر اس میں سے بوتل برآمد کر چکا تھا: "سر دی زیادہ  
میرا خیال ہے فریج برانڈی مونروں رہے گی۔" اس نے دو گلاسوں میں مشروب  
ڈال دیا ایک میری طرف کھسکا دیا، دوسرا اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ چلو، شروع ہو جاؤ کلچر  
میں کلمہ "مگر ٹھہرو۔۔۔ ایک ضروری کام پہلے انجام دے ڈالوں ورنہ بعد میں پریشانی  
پائے گا۔" اس نے میز پر لگا ہوا انٹر کام کا بین دیا یا اور کسی کو حکم جاری کیا: "دیکھو، اس  
شیشی ایک ضروری ملاقات میں مصروف ہوں۔ براہ کرم مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔"

پہلے ایک عالیشان عمارت کبھی کبھی درختوں کے جھنڈ میں سے اپنی جھلک دکھائی  
کر مین ہسپتال تھا۔ اس کے چاروں طرف نوٹ اوپن لوہے کی خاردار تاروں  
تھی اور جابجا مسلح گارڈ پہرہ دے رہے تھے۔ ڈرائیور نے کوئی نصف فرلانگ  
ہی کا روک لی میرے ساتھی نے ریڈیو ٹیلی فون کے ذریعے ہسپتال کے گیٹ  
رابطہ قائم کیا۔ کوڑو دروازے کا تباہ ہونے کے بعد ہسپتال کا بڑا گیٹ کھول دیا  
کار ایک بار پھر حرکت میں آگئی۔ دائیں جانب اسٹائن کا پرگنا دو منزلہ مکان  
اور اس کھڑا تھا غالباً اب اس میں کوئی قیام پذیر نہیں تھا۔ مجھے وہ دن بار  
جب اس مکان کے نزدیک پردہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا اور صرف مخصوص لوگ  
ادھر آنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ یہی وہ مکان تھا جہاں ایک چھوٹے سے  
میں بیٹھ کر اسٹائن اپنے آمرانہ احکام جاری کیا کرتا تھا۔

کار ایک جھٹکے سے رک گئی اور میں ماضی سے حال کے اندر واپس آ گیا  
ہسپتال کی بارہ منزل عمارت کا شان و شکوہ قابل دید تھا۔ ارد گرد ایسا سا ناچیس  
ایک بھی ذی روح نہیں لیکن اس وقت ہسپتال میں سینکڑوں نہیں، ہزاروں  
موجود تھے۔ یہاں صرف اعلیٰ افسروں اور ان کے لواحقین ہی کھلاج کیا جاتا تھا۔ عوام  
کے لیے اس ہسپتال کے دروازے بند تھے۔ میرا ساتھی ابھی تک خاموش تھا اس  
ابتدائی چند جھلوں کے سوا اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکالا۔ وہ مجھے لفٹ تک  
گیا اور لفٹ مجھے فرسٹ فلور پر اس آفس تک لے گئی۔ جہاں کیرملین ہسپتال  
ڈاکٹر بیٹھتا تھا اور اسی ہیڈ ڈاکٹر کا نام شازوف تھا۔ سنٹرل کمیٹی کا ممبر ہونے  
علاوہ برزنیف کا ذاتی معالج بھی تھا اور یہ ایسا اعزاز تھا جو پورے سوویت  
بہت کم افراد کو حاصل تھا۔

برزنیف کے بارے میں لوگ جو جی چاہے کہیں اس شخص میں ایک خود  
کفی کہ کوئی اور حکمران اس کا ہمسر نہیں تھا۔ برزنیف دل کھول کر اپنے رشتہ  
دوسرے عزیزوں کو جاہ و منصب سے نواڑتا تھا۔ اس نے برسرِ اقتدار آنے ہی

اُس نے جلد جلد چار گھونٹ بھرے اور خالی گلاس میز پر پٹخ دیا۔ صاف غلامی کا وہ بلا نوش ہے۔

"کامریڈ شمر ایف، تم سے مل کر بید خوشی ہوئی۔ اب آنکھوں کے ساتھ اس کا پھولا ہوا چہرہ سرخ ہوتا جا رہا تھا۔ فرنیچ برانڈی نے اپنا اثر دکھانا شروع کیا تھا۔ اگر تم پہلے مجھ سے مل لیتے تو یہاں تک نوبت نہ آتی۔" اُس نے جیسے اپنے آپ کو مجھے بتایا گیا ہے کہ لیونڈ برزنیف شدید علیل ہیں۔ میں نے موضوع چلنے پر اُسے نہیں... "اُس نے نفی میں زور زور سے گردن ہلائی۔ اتنے زیادہ بیمار بس چند روز میں ٹھیک ٹھاک ہو جائیں گے تم جانتے ہو۔ برزنیف اب بھی اعصاب مالک ہیں... مگر عمر کا بھی تو کچھ تقاضا ہوتا ہے... اُنہیں دل کا مرض برسوں سے ہے۔ بد پرہیزی سے باز نہیں آتے، چنانچہ کبھی کبھار طبیعت خراب ہو جاتی ہے جنرل زیوی گن کی اچانک موت نے انہیں گہرا صدمہ پہنچایا ہے۔ اس قسم کے حالات میں ایسا صدمہ بہت نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔"

"کیا وہ اس وقت کمریلن ہسپتال میں داخل ہیں؟"

"وہ اپنے مکان پر ہیں۔ اُن کے اعصاب پر زیوی گن کی موت سے اچھا اثر نہ پڑا۔ مجھے سب سے زیادہ فکر کامریڈ سسلوف کی ہے۔ اس کی حالت ناگفتہ بہ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کیا ہو جائے، تاہم اُسے زندہ رہنا چاہیے۔ کم از کم اس وقت تک کے لیے جب تک زیوی گن کی موت کا معمہ حل نہیں ہو جاتا... اُسے بھی ہم بوجہ ہسپتال میں نہیں رکھنا۔ بلکہ جوزف اسٹالن کے پرانے مکان میں رکھنا ہے۔ اس کی دیکھ بھال اُس کا پرسنل ڈاکٹر کر رہا ہے۔ اس کا نام ایوانوچ شمٹ ہے اور اس وقت ملک میں اُس سے بہتر نیورولجیست کوئی اور نہیں۔ میں تم سے معذرت کرتا ہوں کہ میری وجہ سے تمہاری چھٹیال برباد ہوئیں اور تمہیں فوری طور پر سوسائٹ سے ماسکوائنا پڑا..."

"میں حیرت سے اچھل پڑا: یہ آپ کی کہہ رہے ہیں؟ ڈاکٹر مجھے نوچیف

سیکرٹری لیکٹوٹ نے بلوایا تھا۔"

"ڈاکٹر شازوف مسکرایا۔ "نہیں... وہ میرا کام تھا..."

"آپ نے مجھے کیوں منتخب کیا؟ کئی مناسب افراد دستیاب ہو سکتے تھے۔" اُس کی وجہ یہ ہے کہ برزنیف تمہاری کارکردگی کے معترف ہیں... اور دوسری وجہ یہ ہیں اس وقت تک سسلوف کی بیماری کی مکمل ہسٹری سے آگاہ ہو چکا تھا...

تین گھنٹہ کے بعد یہ شخص عجیب و غریب جسمانی اور ذہنی تضادات کا نادر نمونہ ہے۔ ایک دہائی کے لیے سسلوف کی کیس ہسٹری کا مطالعہ از حد دلچسپ اور سودمند ثابت ہو سکتا ہے۔ بہر حال یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی، تم یہ بتاؤ کہ زیوی گن کی موت کے سلسلے میں اب تک تم نے کیا کیا۔ اب سے ٹھیک دو گھنٹے بعد مجھے برزنیف کو بلانا ہے اور جو کچھ تم کہو گے، میں انہیں آگاہ کرنے کا پابند ہوں۔"

میں نے ڈاکٹر شازوف کو مختصر طور پر تمام واقعات و حالات سے آگاہ کیا۔ تا دیا بلنا پالینکا کے نام پر وہ چونکا لیکن اُس نے زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکالا میں نے تو بی پروانہ سرور و گن کی رپورٹ کا ذکر کیا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ زیوی گن کے قتل کے عقب میں نہایت پُر اسرار معاملات چلے ہوئے ہیں۔" ڈاکٹر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا: "گزشتہ رات میں برزنیف کے پاس گیا تھا اور میں نے اُسے بتایا کہ زیوی گن نے خودکشی ہرگز نہیں کی، بلکہ اُسے نہایت زیادہ انداز میں قتل کیا گیا ہے جس کی بار جنرل زیوی گن سے مل چکا ہوں اور ایک ترمیم شدہ میرے زیر علاج بھی رہا۔ پیسٹھ برس کی عمر میں بھی اُس کی صحت جوانوں کے برابر رشک تھی، اُس کا دماغی توازن بھی درہم برہم نہیں ہوا تھا اور نہ وہ ان لوگوں سے تھا جو ذرا سی بات پر بخوف زدہ ہو کر خود کو ختم کر لیتے ہیں... میں ایک لمحے کے لیے یہ ماننے کو تیار نہیں کہ جنرل زیوی گن جیسا مضبوط اعصاب کا مالک اور جی دار تھا اپنے ہی ریلوے خود کو گولی مارے گا۔ اُسے راستے سے ہٹایا گیا ہے اور اس کی میتیں نام بہت نمایاں ہیں... سسلوف... شولوخوف... آندرپوف..."

سلسلہ کا صفایا بھی ہو سکتا تھا کہ وہ یوزوف کا دوست تھا اور اسٹالن کی  
بھانجی کی بیوی بھی تھی، چنانچہ سلسلہ ایک دم ذیابیطس کا شکار ہوا اور اس  
کی حالت اتنی ابتر ہوئی کہ اُسے ایمبولینس میں ڈال کر کرملین ہسپتال لانا پڑا اس بیماری  
کے باعث ہی اس کی جان بچ گئی۔ کیونکہ اسٹالن نے اس پر ترس کھایا، اُسے شوٹ  
نہ کیا اور نہ ساہمیر یا بھیجا۔

نہیں دم بخود بیٹھا یہ سب کچھ سن رہا تھا۔ ڈاکٹر شازوف نے جلدی سے تین چار  
وراق اُٹے اور ایک جگہ سے پڑھنا شروع کر دیا :

"۱۹۵۳ء میں اسے دوبارہ ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ یہ مارج کا مہینہ تھا۔ اس

پندرہ سالہ طویل مدت میں میخائیل سلسلہ نے اپنی ہونیاری اور چالاکالی سے خوب

کام کیا اور جوزف اسٹالن کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ مشہور تھا کہ وہ

اگر کسی کراستے سے بٹانا چاہتا ہے تو یہ کام سلسلہ کے سپرد کرتا ہے اور سلسلہ

کبھی کام نہیں ہوتا۔ ان خدمات کے صلے میں اسٹالن نے اُسے پریذیڈیم کا رکن بنایا

اور اس کے اختیارات میں بھی اضافہ کر دیا۔ مگر دفعۃً سلسلہ کے خون اور پیشاب

دونوں میں شوگر کی مقدار بہت بڑھ گئی جس وقت اُسے کرملین ہسپتال میں لایا گیا۔ وہ

تقریباً بے ہوش تھا۔ سوال یہ ہے کہ سلسلہ پر ذیابیطس کا یہ دوسرا شدید حملہ کیوں

ہوا محض اس لیے کہ مارج ۱۹۵۳ء میں بیریا ہلاک کیا گیا اور خود اسٹالن بھی اسی مہینے میں

ایک بار پھر سلسلہ کو اپنی جان کے لالے پڑتے نظر آئے، مگر وہ مرا نہیں۔۔۔۔۔

اسٹالن کے مرنے کے فوراً بعد ہی اُس نے اسٹالن کے خلاف شدت سے زہر لگنا

شروع کر دیا۔ شاید اس لیے کہ نئے آمر کو وہ اپنی وفاداری کا یقین دلانا چاہتا تھا۔ اس نے

فرد کو اپنی درجے کا مارکسٹ اور ملک کا سب سے بڑا وفادار ثابت کرنے کے لیے ایسی

دستاویزیں کیں جن سے مالکوف اور مولوٹوف وغیرہ مطمئن ہو گئے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ

سلسلہ کا کوئی احتساب نہ کیا جائے بلکہ اس سے مزید کام لیا جانا بہتر ہوگا۔ سلسلہ

"آپ کے پاس سلسلہ کو اول درجے میں رکھنے کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

ڈاکٹر شازوف ہنس دیا: "بھئی ہم لوگ ڈاکٹر ہیں اور ہماری کھوپڑی میں

بھی ہوتا ہے۔ مٹھرو، میں تمہیں ایک خاص چیز دکھاتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر اپنی میز پر گیا اور ایک دروازہ کھول کر موٹی سی فائل نکال لایا۔ فائل

پر بہت سی سُرخ، نیلی اور سیاہ مہریں لگی تھیں۔ اس سے پتہ چلتا تھا کہ یہ فائل بہت

باتھتوں میں رہی ہے۔۔۔ "یہ فائل کامریڈ میخائیل اندرووچ سلسلہ کی مرید

ہسٹری پر مشتمل ہے۔ اس میں اس شخص کے بچپن سے لے اب تک کے تمام حالات

واقعات درج ہیں۔

"چالیس برس کی عمر سے سلسلہ کی زندگی کا ایک نیا اور نوکھا دور شروع

ہے۔ یعنی جب یہ پہلی بار بیمار ہو کر کرملین ہسپتال میں لایا گیا۔ یہ ۱۹۳۷ء کا ذکر ہے

ان دنوں میخائیل سلسلہ کیونسلٹ پارٹی کا نمایاں آدمی تھا اور اُسے سنٹرل کمیٹی

کمیٹیشن میں سینئر انسپکٹر کے عہدے پر فائز کیا جا چکا تھا۔ جب اُسے کرملین ہسپتال

میں لایا گیا اور اس کا طبی معائنہ ہوا۔ تب پتہ چلا کہ میخائیل سلسلہ ذیابیطس کا

میں مبتلا ہے اور اُس کا اعصابی نظام اس مرض کے باعث نہایت مہور ہا ہے۔ خاص

پر خون میں شوگر کی مقدار غیر معمولی تھی اور دماغی شریانوں میں دوڑنے والا خون

کاڑھا ہو گیا تھا۔ اب اگر آپ ۱۹۳۷ء کے زمانے کے واقعات و حالات کا جائزہ

لیں تو آپ کو فوراً احساس ہوگا کہ سلسلہ کی اس بیماری کا اصل سبب کیا

اسٹالن کے حکم پر ہزاروں بوڑھے بالشویک افراد بے دریغ قتل سے بارہ

اور اس کے ساتھ لینن کے جتنے باڈی گارڈ اس وقت زندہ تھے۔ اُن سب کو

ڈھونڈ ڈھونڈ کر شوٹ کیا گیا لینن کے پرنے ساتھی کامریڈ یوزوف کو خود اس

نے اپنے ریلوے سے شوٹ کیا اور یوزوف وہ شخص تھا جس کے نہایت گہرے

مراسم میخائیل سلسلہ سے استوار تھے۔ اسٹالن نے یوزوف کے علاوہ سنٹرل

کمیٹیشن کے نصف درجن جمیروں کو بھی عام آباد پہنچا دیا۔ ظاہر ہے اس خونی کارروائی

کو بے رحمی سے پٹیتا تھا، اور آخر کار اپنی بیوی اور لڑکے کو بھی اپنی نشہ آور دواؤں سے بنا دیا۔۔۔

”سُسلوٹ پر کسی قدر دماغی فوج کا تیسرا بڑا حملہ جون، ۱۹۵۷ء میں ہوا اور اسے تیسری بار کمرلین ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ اس کا بھی ایک پس منظر تھا جو رن میں سنٹرل کمرلین ایک اہم میٹنگ منعقد ہوئی جس میں سُسلوٹ نے اپنے ہی ساتھیوں مانگوٹ اور مونوٹوٹ کے خلاف نہایت تند اور تلخ لہجے میں تقریر کی اور یوں کامریڈ خروشیچیف کو براہِ اقتدار تک پہنچنے کا زوریں موقع فراہم کر دیا۔ ادھر خروشیچیف وزیر اعظم بنا، ادھر سُسلوٹ کے خون اور پیشاب میں شکمر کی مقدار اچانک بڑھ گئی اور اُس پر ہارٹ ایک بھی ہوا۔ لہذا اُسے کمرلین ہسپتال لے جایا گیا اور یہ پہلا موقع تھا جب میں نے سُسلوٹ کی طبی معائنہ کیا مجھے محسوس ہوا کہ اس شخص کے اندر کچھ باقی نہیں رہا۔ اس کے جینے کا مفقود ہو چکے تھے۔ مگر پھر بھی وہ زندہ تھا، اور حکومتوں کے تختے بھی الٹ رہا تھا۔۔۔

”یہ کہانی میں ختم نہیں ہوئی۔“ ڈاکٹر شازدوٹ نے کہا۔ سُسلوٹ کا دماغی توازن قطعی درہم برہم ہو چکا تھا۔ اُسے پوری دنیا سے نفرت تھی، وہ امریکیوں کو خوش گالیاں دے، فلسطینی دہشت گرد اور کیوبا کے فیلڈ کاسٹرو اُس کے غیظ و غضب کا خصوصی نشانہ بننے، اٹالین ریڈ بریگیڈ کے بارے میں وہ کہا کرتا کہ میرا پس چلے تو ان سب کو گولیوں سے بھجوں ڈالوں۔۔۔ دراصل اُسے بالکل علیحدگی میں رکھ کر علاج کیا جاتا تو ممکن تھا کسی قدر اپنے آپ لے میں آجاتا لیکن وہ سنٹرل کمرلین رکن تھا اور زیادہ دن ہسپتال میں علاج نہیں کر سکتا تھا۔ اُسے ہر دم کسی نہ کسی سازش کا تانا بانا بننے کی عادت ہو گئی تھی یعنی وہ جن افراد کو براہِ اقتدار آنے میں مدد دیتا، کچھ عرصے بعد انہی کے خلاف سازش شروع کر دیتا۔۔۔۔۔

”اکتوبر ۱۹۶۲ء میں جب خروشیچیف کا تختہ ہوا اور وہ اقتدار سے محروم ہو گیا تب کامریڈ میخائیل سُسلوٹ پر چوتھا حملہ ہوا اور تم یہ جان کر حیران ہو گئے شمرلین خروشیچیف کے رخصت ہونے ہی اس کے خلاف زبردست تقریر کی، سنٹرل کمرلین

تک میں خروشیچیف کی چوبیس مہلک غلطیاں، گنوا میں اور ثابت کیا کہ وہ سوویت یونین کی تباہی و بربادی کے غار میں دھکیلنا چاہتا تھا۔ اس معرکہ آرا تقریر کے فوراً بعد کیا گیا کہ سُسلوٹ کے خون کا دباؤ بڑھا، شوگر کی مقدار میں بے پناہ اضافہ ہوا اور اسے بے ہوشی کے عالم میں کمرلین ہسپتال کے ایک خصوصی کمرے میں منتقل کر دیا گیا۔ رات اس کی حالت خطرے سے باہر نہیں تھی۔ اُسے انسولین دی گئی، مگر انسولین بے اثر ہو چکی تھی۔۔۔ تاہم جو توں کمرے کے اُسے ہم نے زندہ رکھا۔۔۔ اور اب۔۔۔

بزرگیت کے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔۔۔ لیکن اس کے رستے میں جنرل یوگن دیوارین کر بیٹھا تھا۔ لہذا ضروری ہوا کہ زیوی گن کو جس طرح ممکن راستے سے ہٹا دیا جائے تاکہ بزرگیت تک پہنچنے میں آسانی رہے۔ کام میں کے جی بی کے چیف کامریڈ آندر وپوٹ اور سنٹرل انٹیلی جنس کے چیف کامریڈ شوٹوٹوٹ دونوں سُسلوٹ کی مدد کر رہے ہیں۔۔۔ اور تم نے دیکھا کہ ادھر یوگن کا خاتمہ ہوا، ادھر کامریڈ سُسلوٹ پر پڑنے مرض کا شدید حملہ ہوا اور وہ یہاں لائے گئے۔ مگر اس مرتبہ انہوں نے ہسپتال میں رہنا پسند نہیں کیا۔ شاید مجھے کوئی خدمتہ ہے اور وہ اس لیے کہ میں بزرگیت کا خصوصی معالج ہوں۔ سُسلوٹ نے جوزف اسٹالن کا غیر آباد مکان آباد کر دیا۔۔۔ وہی اسٹالن جس سے اُسے کبھی اتنا خطرہ تھا۔۔۔“

دفعہ کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نرس ہانپتی کانپتی اندر آئی: ”جلدی چلیے ڈاکٹر! سُسلوٹ کی حالت خراب ہو رہی ہے، ڈاکٹر ٹرنٹ نے آپ کو مشورے دیا ہے بلایا ہے۔۔۔“

ڈاکٹر شازدوٹ اٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے مجھ سے کہا: شمرلین! آؤ میرے ساتھ سُسلوٹ کو قریب سے دیکھنے کا یہ موقع شاید دوبارہ نہیں ملے۔۔۔“ پھر ہم دونوں تقریباً بھاگتے ہوئے ہسپتال سے نکلے اور اُس تاریکی مکان کی انت کے جہاں کبھی روس کا سب سے بڑا آمر جوزف اسٹالن رہا کرتا تھا۔ کامریڈ سُسلوٹ کی میڈیکل ہسٹری پر مشتمل وہ عجیب غریب فائل اُس

وقت بھی ڈاکٹر شازدہ کے ہاتھ میں تھی۔ جب ہم تیزی سے آنجہانی جہاز کے پڑنے مکان کی طرف جا رہے تھے چونکہ ڈاکٹر شازدہ کو ایک دم سسٹو حالت بگڑ جانے سے آگاہ کیا، اور وہ مضطرب ہو کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے فائل واپس رکھنے کا اُسے موقع نہ ملا۔ حدیہ ہے کہ اس نے اپنا کوٹنگ نہیں لٹ سے نیچے اُترتے ہی اس نے ہسپتال کے بیرونی گیٹ کی طرف بائیں رخ شروع کر دیا اور مجبوراً مجھے بھی اس کے ساتھ دوڑنا پڑ رہا تھا۔

جوں جوں جوزف سٹالن کا دو منزلہ مکان ہمارے قریب آ رہا تھا۔ مجھ پر عجیب گھبراہٹ اور خوف کی سی کیفیت طاری ہوتی جا رہی تھی۔ شاید یہ آہستہ آہستہ شخصیت کا اثر تھا یا اس کے ان عجیب کارناموں کا جو مدتوں سے یہ ذہن پر سوار مقرر تھے۔ ابھی ہم اس تاریکی مکان سے کوئی بیس چکیس فٹ دور تھے کہ تاریکی میں سے دو لمبے ترنگے آدمی، ہاتھوں میں راتھلیں سنبھالے ہوئے اور ہماری طرف بڑھنے لگے۔ انہیں دیکھ کر ہم رگ گئے۔ نزدیک آنے پر ڈاکٹر شازدہ کو پہچانا تو گر دونوں کو ہلکا سا خم دے کر نیچے ہٹ گئے۔ یہ کی سوالیہ نظریں میرے چہرے پر جم گئیں۔ ڈاکٹر شازدہ نے آہستہ سے کہا: میرے ساتھ ہے۔

سٹالن کے پڑنے مکان پر حسرت برس رہی تھی۔ صاف نظر آتا تھا کہ اس کا بھال عرصہ دراز سے نہیں کی گئی۔ در دیوار پر سے پلستر اکھٹیکا تھا اور بیشتر پر درازیں پر چھٹی تھیں۔ مکان کے ارد گرد بنے ہوئے باغچے میں لمبی لمبی گھاس جھاڑ جھنکار کثرت سے اگا ہوا تھا اور جا بجا برف کے ڈھیر لگے تھے۔ یہ سٹالن جب زندہ ہوگا تب اس مکان کی یہ حسرت و خراب حالت نہ ہوگی۔ رخصت ہونے ہی مکان پر بھی اُفتاد آئی۔ مکان کے ارد گرد اور بیٹے کے ارد گرد آہستہ آہستہ لگا دی گئی تھیں۔ ان سلاخوں پر خار دار آہنی تار لپیٹ ہوئی تھی تاکہ کوئی ذی روح مکان کے اندر داخل نہ ہونے پائے۔ انتظامات اس لیے کئے گئے تھے کہ گاہ گاہ سسٹو یا خرویش

اس شخصیت کو اس مکان میں رکھ کر اُن کا علاج معالجہ کیا جاتا ہوگا۔ مکان کی سیڑھی میں ہسپتالوں کی ایک مالوس اور غیر خوشگوار بو پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ یہ مکان مسلسل ہسپتال کا گرد اور ادا کرتا رہا ہے، ایک ایسا ہسپتال جو ہسپتال کے کام بھی دے سکتا تھا۔ ڈیوڑھی سے آگے، دائیں بائیں روشن کمرے تھے۔ ان میں سے ایک بڑے کمرے میں دواؤں کی الماریاں، لمبی سی میز، چند کرسیاں اور ہسپتالوں کے کام کرنے والا دوسرا سامان پڑا تھا۔ ایک کونے میں پرائی، بوسیدہ بلیئر ڈیٹیل بھی موجود تھی۔ یہ بلیئر ڈیٹیل دیکھ کر حیرت ہوئی۔ بھلا اس کا یہاں کیا کام؟ لیکن پھر یاد آیا کہ یہاں جوزف سٹالن اپنی عمر کے آخری حصے میں بلیئر ڈیٹیل کا شوق پال چکا تھا اور یہ میز کی یادگار تھی۔

اس کمرے کے برابر میں نسبتاً چھوٹا کمرہ تھا جسے خصوصی طور پر صاف ستھرا رکھا گیا تھا۔ اس کمرے کے فرش پر دبیز نیلے رنگ کا قالین بچھا تھا۔ سفید دیواروں پر پھولوں کی تصویریں لگی تھیں۔ کھڑکیوں پر ہلکے گلابی رنگ کے پردے لگے ہوئے تھے۔ باب بٹے سے آہستہ پلنگ پر سفید شفاف بستر کے اندر سرخ رنگ کے دو کپڑے لٹائے۔ انسانی جسم بے حس و حرکت پڑا تھا۔ اس انسانی جسم کے سر ہانے، کمری پر ہاتھوں کا موش بیٹھا کسی گہری سوتج میں گم نظر آتا تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ ہمارے استقبال لیے اٹھ کھڑا ہوا، اسی لمحے ہمارے کمرے میں آئی۔ اس کے ہاتھ میں سرخ تھی۔ نرس نے پلنگ پر پڑے ہوئے بابان جسم کا ایک بازو کمرے سے باہر نکالا اور اس میں انجکشن دے کر واپس چلی گئی۔

نرس کی اندر دیوڑھی سسٹو کا چہرہ میری نظروں کے سامنے تھا۔ وہ چہرہ جس پر نرس کی زردی پھیلی ہوئی تھی، اُس کی آنکھیں بند تھیں۔ جیسے وہ واقعی مرجھا ہو غور سے دیکھنے کے باوجود اس کے بدن میں خفیف سی جنبش یا لرزش کا پتہ بھی نہ ملتا تھا۔ اس کے سر ہانے بیٹھا ہوا شخص آکسیجن ماسک کی نگرانی کر رہا تھا۔ یہ آکسیجن ماسک سسٹو کی ناک اور منہ پر چڑھی ہوئی تھی۔

ڈاکٹر شازون نے بڑھ کر سسٹوف کا معائنہ کیا اور نفی میں گردن ہلانے سے سمجھا شاید وہ یلوسی کا اظہار کر رہا ہے کہ مریض کا آخری وقت آن پہنچا ہے۔ اس نے ایک بوڑھا، طویل قامت ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا۔ اُس کے بال جھولے، نیلی اور ناک خم دار تھی۔ میں نے قیاس کیا کہ یہی سسٹوف کا ذاتی معالج ڈاکٹر ہے، اور میرا قیاس صحیح نکلا۔ اُس کے عقب میں ایک نرس بھی تھی جس کے بارے میں بتایا گیا کہ اس کا نام وکٹوریہ کماٹون ہے اور وہ کریملین ہسپتال سٹاف نرس جیٹیت سے اپنے فرائض انجام دیتی ہے۔

شازون نے سسٹوف کی میڈیکل ہسٹری پر مشتمل ایک فائل ایک میز پر رکھ دی اور دونوں ڈاکٹروں سے سسٹوف کی حالت کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔ وہ اسے اس امر پر بحث کر رہے تھے کہ مریض کو سنبھالا دینے کے لیے کیا کارروائی کی جائے ان کی گفتگو میری عقل و خرد سے بالا تھی، تاہم چند الفاظ بار بار کہے جا رہے تھے: حرکت۔ خون کے دباؤ میں خطرناک حد تک کمی۔ گردن کی خراب حالت۔ دل کا خطرہ وغیرہ وغیرہ۔ اپنی طویل پیشہ وارانہ اور حکمانہ زندگی میں میں نے سینکڑوں لاشیں دیکھی تھیں مگر ایسی زندہ لاش پہلی مرتبہ دیکھنے میں آئی تھی۔ مجھے یقین ہوا کہ جتنا کہ سسٹوف کا آخری وقت قریب آ گیا ہے اور وہ چند لمحوں کا اس دنیا میں ہے۔ یہ ڈاکٹر خواہ خواہ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اسے سکون سے مرنے کیوں دیتے؟ سسٹوف کے پلنگ کے آس پاس مجھے موت کے سائے سے لہلہا رہے تھے اور تھوڑی دیر میں مجھے ڈاکٹروں کی بے معنی باتوں اور بحث مباحثہ سخت الجھن ہونے لگی۔

ڈاکٹر شازون نے بڑھ کر سسٹوف کا معائنہ کیا اور نفی میں گردن ہلانے سے سمجھا شاید وہ یلوسی کا اظہار کر رہا ہے کہ مریض کا آخری وقت آن پہنچا ہے۔ اس نے ایک بوڑھا، طویل قامت ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا۔ اُس کے بال جھولے، نیلی اور ناک خم دار تھی۔ میں نے قیاس کیا کہ یہی سسٹوف کا ذاتی معالج ڈاکٹر ہے، اور میرا قیاس صحیح نکلا۔ اُس کے عقب میں ایک نرس بھی تھی جس کے بارے میں بتایا گیا کہ اس کا نام وکٹوریہ کماٹون ہے اور وہ کریملین ہسپتال سٹاف نرس جیٹیت سے اپنے فرائض انجام دیتی ہے۔

شازون نے سسٹوف کی میڈیکل ہسٹری پر مشتمل ایک فائل ایک میز پر رکھ دی اور دونوں ڈاکٹروں سے سسٹوف کی حالت کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔ وہ اسے اس امر پر بحث کر رہے تھے کہ مریض کو سنبھالا دینے کے لیے کیا کارروائی کی جائے ان کی گفتگو میری عقل و خرد سے بالا تھی، تاہم چند الفاظ بار بار کہے جا رہے تھے: حرکت۔ خون کے دباؤ میں خطرناک حد تک کمی۔ گردن کی خراب حالت۔ دل کا خطرہ وغیرہ وغیرہ۔ اپنی طویل پیشہ وارانہ اور حکمانہ زندگی میں میں نے سینکڑوں لاشیں دیکھی تھیں مگر ایسی زندہ لاش پہلی مرتبہ دیکھنے میں آئی تھی۔ مجھے یقین ہوا کہ جتنا کہ سسٹوف کا آخری وقت قریب آ گیا ہے اور وہ چند لمحوں کا اس دنیا میں ہے۔ یہ ڈاکٹر خواہ خواہ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اسے سکون سے مرنے کیوں دیتے؟ سسٹوف کے پلنگ کے آس پاس مجھے موت کے سائے سے لہلہا رہے تھے اور تھوڑی دیر میں مجھے ڈاکٹروں کی بے معنی باتوں اور بحث مباحثہ سخت الجھن ہونے لگی۔

ایک ایک میری نگاہ سسٹوف کی میڈیکل ہسٹری پر پڑی۔ میں نے یوں بے گزرنے کے ارادے سے بڑھ کر یہ فائل اٹھائی اور کھڑکی کے قریب جا کھڑکی کی ورق گردانی کرتے ہوئے، دو مقامات پر سرخ روشنائی سے لگائے گئے دو نشانوں پر میری نظر جم گئی۔ ان صفحات پر دو مختصر سے نوٹ الگ کاغذوں پر لکے

ڈاکٹر شازون نے بڑھ کر سسٹوف کا معائنہ کیا اور نفی میں گردن ہلانے سے سمجھا شاید وہ یلوسی کا اظہار کر رہا ہے کہ مریض کا آخری وقت آن پہنچا ہے۔ اس نے ایک بوڑھا، طویل قامت ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا۔ اُس کے بال جھولے، نیلی اور ناک خم دار تھی۔ میں نے قیاس کیا کہ یہی سسٹوف کا ذاتی معالج ڈاکٹر ہے، اور میرا قیاس صحیح نکلا۔ اُس کے عقب میں ایک نرس بھی تھی جس کے بارے میں بتایا گیا کہ اس کا نام وکٹوریہ کماٹون ہے اور وہ کریملین ہسپتال سٹاف نرس جیٹیت سے اپنے فرائض انجام دیتی ہے۔

ایک ایک میری نگاہ سسٹوف کی میڈیکل ہسٹری پر پڑی۔ میں نے یوں بے گزرنے کے ارادے سے بڑھ کر یہ فائل اٹھائی اور کھڑکی کے قریب جا کھڑکی کی ورق گردانی کرتے ہوئے، دو مقامات پر سرخ روشنائی سے لگائے گئے دو نشانوں پر میری نظر جم گئی۔ ان صفحات پر دو مختصر سے نوٹ الگ کاغذوں پر لکے

چھوٹی سی تپائی پر دیو بچن یا یا ماسکوا کا تازہ پرچہ اور اخبار کے اوپر ٹیلی فون دھرائی میری آمد پر ڈاکٹر نے گردن اٹھائی، مگر زبان سے کچھ نہ کہا اور اپنے کام میں یوں نہ رہا جیسے میرا آتما معمول کے عین مطابق ہے اور اُسے مجھ سے کوئی دلچسپی نہیں۔

میں نے ٹیلی فون کا ریسپور اٹھایا ہی تھا کہ ڈاکٹر نے مدھم آوازیں کہا: اگر اہل مکان سے باہر کہیں فون کرنا چاہتے ہیں تو براہ کرم پہلے نوکا ہندسہ ڈائل کیجئے۔

نے اس کا شکریہ ادا کر کے پہلے نوکا ہندسہ ڈائل کیا اور پھر زیر و لو... یہ ماسکوا ٹیلی فون ایکس چینج نمبر تھا چند سیکنڈ بعد ایک شیریں نسوانی آواز میرے کان میں ماسکوا بیٹیا... آپ کس سے بات کریں گے؟ میں نے کہا کہ میں کو بمینل اوسٹی کشن، تھروٹ سیکشن سے بات کروں گا... ٹھیک تمہیں سیکنڈ بعد ایک مردانہ آواز ابھری۔

ڈیوٹی آفیسر لیفٹیننٹ کراسوف آپ سے مخاطب ہے۔۔۔

"لیفٹیننٹ کراسوف... کیا حال ہے؟ میں سٹرائیوٹ ہوں... پراسیکیوٹر سے... مجھے پہچانتے تھے؟"

وہ کھلکھلایا: "کامریڈ سٹرائیوٹ، آپ کو کون نہیں پہچانتا؟ فرمائیے، کیا حکم؟"

"حکم کچھ نہیں، ذرا میجر کو بیان سے بات کراؤ... جلدی؟"

کرنل ویٹوف کی جگہ میجر کو بیان کو تھروٹ سیکشن کا چارج دے دیا گیا تھا۔

اس شخص کے بارے میں مجھے معلوم تھا کہ اس بد معاش کا تعلق جنرل پروزوکوف سے بہت گہرا ہے، اور غالباً پروزوکوف ہی کی سفارش پر اسے تھروٹ سیکشن کا چارج دیا گیا ہوگا۔ ویٹوف کا کہنا تھا کہ میجر کو بیان کا کاٹنا پانی نہیں مانگا کرتا... اور اب اتفاق دیکھئے کہ میرا واسطہ اسی نہر پہلے سانپ سے پڑ رہا تھا۔

کامریڈ میجر کو بیان کی کمرخت آواز نے مجھے جیسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا "آہا... کامریڈ سٹرائیوٹ ہیں! کیا اب میری باری ہے؟"

"میں سمجھا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔" میں نے اس کا طنز سمجھتے ہوئے ابھانا بن جانا ہی میں عافیت سمجھی۔ وہ دراصل یہ کہہ رہا تھا کہ کرنل ویٹوف کے بعد کیا اب اُس

بہنے کی باری ہے۔۔۔

تم سب کچھ اچھی طرح سمجھتے ہو سٹرائیوٹ... زیادہ بننے کی کوشش نہ کرو۔۔۔ اُس نے ایک دم خوفناک حد تک سنجیدہ ہو گیا۔

دیکھو آگوستیان... فضول باتیں نہ کرو۔۔۔ جس طرح ویٹوف میرا جگری دوست ایسی طرح تم بھی میرے دوست ہو اور میں اپنے دوستوں کو کبھی دغا نہیں دیا کرتا۔۔۔

یہ سب سمجھتے ہو کہ ویٹوف کی ہلاکت میں کس کا ہاتھ ہے۔ کیا تمہیں اُس کا نام بتانے ضرورت ہے؟

ارے نہیں... "اُس نے بوکھلا کر کہا۔" میں تو محض مذاق کر رہا تھا، تم خواہ مخواہ ہو گئے... غصہ تھوڑا دو... میں تمہیں جانتا ہوں... ویٹوف تمہارا پرانا یار... مجھے بھی اپنا دوست سمجھو... خیر، اب یہ بتاؤ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

خدمت بہت معمولی ہے... اور تمہارے بائیں ہاتھ کا کھیل... میں نے کہا کسی ناپائے ماتحت کو اس کام پر لگا دو... کہیں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ۲۵ مئی ۱۹۷۶ء اور ۲۶ مئی ۱۹۷۶ء اور پھر ۵ جولائی ۱۹۷۸ء سے ۷ جولائی ۱۹۷۸ء کے دوران ماسکوا میں کیا واقعات اور حادثات رونما ہوئے۔ ان کی پوری تفصیل درکار ہے۔۔۔

بائیں! میں دس پندرہ منٹ بعد دوبارہ فون کروں؟

کامریڈ سٹرائیوٹ... تم بھی بچوں کی سی باتیں کرتے ہو بے شک ان دنوں میں تم کے اندر جو واقعات و حادثات رونما ہوئے، اُن کا ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہے لیکن واقعات ایک دو تو ہوتے نہیں، بہت سے ہوں گے جو ظاہر ہے ٹیلی فون پر بتائے جاسکتے... تم خود یہاں آ جاؤ..."

جی، ہر قسم کے واقعات کی مجھے ضرورت نہیں، میں صرف خصوصی اور بہت اہم نکات کی کھوج میں ہوں... ایسے واقعات جو شاذ و نادر ہی پیش آتے ہیں۔۔۔

تم شخصیت کے بارے میں کوئی واقعہ... یقیناً تم میری بات سمجھ گئے ہو گے۔

تمہیں ہے... میں سمجھ گیا... تم پندرہ منٹ بعد فون کر لینا۔۔۔"

”ادھو... ذرا رکو...“ وہ جیسا ”کام کی خبر نظر لگئی... خوش نہ ہو جاؤ تو میرا ذمہ...“  
 ”نئی کو ہٹل رو سیا میں آگ لگ گئی...“  
 ”خدا تمہیں غارت کرے... بشرطیکہ کوئی خدا ہو...“ مجھے اب واقعی اس اتھن پر  
 ہزار ہا تھا۔

”بس ۲۸ مئی تک ایسی ہی خبریں ہیں...“ اس نے کہا۔ ”اب ۱۵ جولائی ۱۹۷۸ء  
 کی خبریں سنو... یار و سلاو سکی سٹیشن پر خلاف قانون حرکتیں کرنے کے الزام میں بہت  
 سے افراد کی گرفتاری... ۱۶ جولائی... آرٹ اور لٹریچر کے سلسلے میں ایک ہفتے پر مشتمل  
 قریباً شروع ہو رہی ہیں... ۱۷ جولائی، پورٹ میور کے ایک اہم رکن کا مرید  
 ڈاکوٹا کوٹا چانگٹات پاگئے... اُن کی عمر ساٹھ برس تھی... انجمنی کے سوگ میں...“  
 ”بہت خوب... بہت خوب...“ بے اختیار میسر منہ سے یہ الفاظ نکل گئے۔  
 ”کیا کا مرید کولا کوٹ کی اچانک موت تمہارے نزدیک بہت خوب ہے؟“  
 ڈرنیکوف پوچھ رہا تھا۔

مجھے اپنی حماقت کا فوراً احساس ہوا کہ یہ میں نے کیا کہہ دیا۔ اب بات بنانی لازم تھی۔  
 ”پچھلے دنوں میں نے کہا تھا کہ میں ایک دوست نے نہایت دل پسند کھالے  
 نیوز میگزین سے ملنے لگا کہ کبھی ہے۔ میں اس بارے میں کہہ رہا تھا۔“ کہنے کو تو یہ الفاظ میں  
 ماکہ دیے، مگر جب کمرے میں موجود ڈاکٹر سے آنکھیں چار ہوئیں تو وہ مسکرا رہا تھا۔  
 ”میں نے مذمت سے منہ پھیر لیا۔ وہ بھی دل میں کیا کہتا ہوگا کہ کتنا جھوٹا شخص ہے۔“  
 ”پیارے ڈرنیکوف، تم بہت کام کے آدمی نکلتے۔ کیا دل دوزخ بناتی ہے... کا مرید  
 ڈاکوٹا کی اچانک موت کے بارے میں جو رپورٹ تمہارے اخبار میں چھپی ہے مبنی  
 ہے شروع سے آخر تک سنا دو۔“

سنو، ہم اپنے قارئین کو نہایت رنج و غم سے اطلاع دیتے ہیں کہ ۱۷ جولائی  
 کو پورٹ میور کے معزز رکن سی پی ایس یو سنٹرل کمیٹی کے ممبر یو ایس ایس آر  
 کوٹا کی موت کے ڈپٹی اور سوشلسٹ لیبر کے نامور ممبر ڈاکٹر کا مرید فایور ڈیوی ڈون کولا کوٹ

میں آکوپیان کو یہ کام دے کر میں نے اخبار و پچرن یا یا ماسکو کے آفس فر  
 اس اخبار کے عملے اور پبلک پراسیکیوٹر کے مابین خبروں اور دوسری معلومات  
 اکثر تبادلہ ہوا کرتا تھا، اس لیے مجھے پوری توقع تھی کہ وہ لوگ میرے ساتھ تعاون کرنا  
 چنانچہ فیکشن کے انچارج ڈرنیکوف سے بات ہوئی۔ میں نے اُسے اپنی ضرورت  
 بتائی، ڈرنیکوف اچھا آدمی نکلا۔ اس نے کہا کہ وہ ابھی متعلقہ تاریخوں کے اخبار  
 فائلیں منگو کر دیکھتا ہے اور ان تاریخوں کے مابین جو جو نمایاں واقعات ماسکو  
 ہوئے ہیں، اُن کی تفصیل ابھی فون پر بتاتا ہے... میں ذرا ریسورس ہوا لے کر  
 دو منٹ بعد ڈرنیکوف نے کہا: ”ہیلو... کا مرید شمرالوٹ... میں نے اپنے اخبار  
 مئی ۱۹۷۶ء اور جولائی ۱۹۷۸ء کی فائلیں نکال لی ہیں... کیا تم میری آواز غور سے  
 رہے ہو؟“ میں نے اُسے بتایا کہ ہاں، میں اس کی آواز غور سے سن رہا ہوں...  
 ”۲۵ مئی ۱۹۷۶ء کے خاص خاص واقعات یہ ہیں...“ ڈرنیکوف نے کہا  
 ”کیا: ”پائیزر سمرسین کا آغا... کیا میں پوری خبر پڑھوں؟“  
 ”نہیں... بے کار ہے... آگے چلو...“ میں نے بیزار ہو کر کہا۔  
 ”۲۵ مئی کی تاریخ میں بس یہی اہم واقعہ ملتا ہے۔“ وہ ہنسنا ۲۶ مئی کو الٹا  
 نادر واقعہ پیش آیا۔

”وہ کیا؟“ میرا اشتیاق بڑھ گیا۔ ”تفصیل سے پڑھو... دیکھو کچھ نہ جائے  
 “ ہاں ہاں... پڑھ رہا ہوں یار... ماسکو کے چڑیا گھر میں مادہ ریچھ نے دو تو  
 کو جہنم دیا... زچہ اور بچہ دونوں خیریت سے ہیں...“  
 ”بکواس نہیں چاہیے... آگے پڑھو...“ میں جھلا گیا۔ ”کیا ۲۶ مئی کو اس واقعہ  
 علاوہ اور کچھ نہیں ہوا؟“

”ضرور ہوا ہے... مگر تم سنتے ہی نہیں...“ ڈرنیکوف کا لہجہ ایک دم سنجیدہ  
 اختیار کر گیا۔ ”ٹرام کا ایک نیا روٹ تجویز کیا گیا ہے...“  
 ”پھر وہی بکواس... میں فون بند کر رہا ہوں... مجھے نہیں چاہیے ایسی مسود

نہ تھا کہ ڈاکٹر شازد ف نمودار ہوا۔

”اچھا تو تم یہاں ہو۔۔۔ میں حیران تھا کہ کدھر چلے گئے آؤ پیلیں۔۔۔ کا مرید مسلوب  
حال آرام کر رہے ہیں۔۔۔“

ہم دونوں خاموشی سے اس ہولناک مکان سے باہر آگئے۔ کمبلین ہسپتال کی دوشیاں  
بگڑ رہی تھیں، تاہم جنگل میں اندھیرے کا راج تھیں۔ کچھ فاصلہ چپ چاپ طے کرنے  
پہلے ڈاکٹر نے کہا: ”میرا اندازہ ہے کہ وہ ابھی مرنے میں کچھ دن اور لے گا۔۔۔ ایسا  
نت جان آدمی میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔۔۔ جانے وہ اب تک زندہ کیسے ہے۔

”حال یہ بات ماننی پڑے گی کہ مینا مل مسلوب کی کسی کو ضرورت نہیں ہے۔  
نکار کا بھی اپنے باپ کو دیکھنے نہیں آیا۔۔۔ وہ کسی شراب خانے میں دینا و ما فیہا سے  
بے خبر ہوا ہوگا۔۔۔“

ڈاکٹر نے جیب سے سگریٹ کا پکیٹ نکال کر ایک سگریٹ سلگایا اور کہتے لگا ”البتہ  
بعض اس دیکھا میں اب بھی ایسا ہے جسے مسلوب کی شدید ضرورت ہے۔۔۔  
اُس کی خواہش یہ ہو گی کہ وہ فی الحال مرنے کا نام نہ لے۔۔۔“

میں نے سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی انجان بن کر پوچھا: ”کون سے وہ شخص؟“  
”ہم ہمیشہ دوست۔۔۔ ہمیں جنرل زیوی گن کی پراسرار موت کا کھوج لگانا  
ہے جس کا ایک کردار مسلوب بھی ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ

مسلوب ہی اس خونیں ڈرامے کا سب سے بڑا اور مرکزی کردار ہے۔ اگر وہ

یہاں اپنا بیان دے بغیر جاتا ہے تو تمہاری ساری محنت اکارت جائیگی بولو کیا میں غلط کہتا ہوں؟“  
”نہیں تم سو فیصد ٹھیک کہتے ہو ڈاکٹر۔۔۔ مجھے اس وقت مسلوب کی بیوی اور  
بڑے کمبلین زیادہ اُس کی ضرورت ہے۔“

چند لمحے ہم دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔۔۔ فضا میں بے پناہ ٹھنڈ تھی اور  
پہلے اس وقت برف باری نہیں ہو رہی تھی تاہم اندازہ ہوتا تھا کہ کسی بھی لمحے برف  
سنے کا سلسلہ شروع ہو سکتا ہے۔ دفعۃً میں نے ڈاکٹر شازد ف سے ایک سوال

اچانک حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے۔ اس وقت ان کی عمر کا ۶۱ سال نہ  
شروع ہوا تھا۔۔۔ ڈاکٹروں کے ایک بورڈ نے کا مرید کی لاش کا معائنہ کرنے کے بعد  
ایک مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ مجموعی طور پر اُن کی صحت اچھی تھی اور دل کے حصے  
خطر نہ تھا۔۔۔ آسجھانی کی وفات پر جن افراد نے تعزیت۔۔۔“

”میرا خیال ہے کہ اتنا بہت ہے۔۔۔ زیادہ تکلیف نہ کرو۔۔۔“ میں نے ڈاکٹر  
کو مزید پڑھنے سے روک دیا۔ تاہم اتنا بتا دو کہ کولاکوف کا معائنہ جن ڈاکٹروں نے  
کیا، اُن کے نام کیا کیا ہیں۔“

”رپورٹ میں کسی ڈاکٹر کا نام درج نہیں ہے۔“ اس نے بتایا۔ ”صرف اتنا بتایا  
کہ وزارت صحت کی جانب سے کولاکوف کی لاش کا معائنہ کرنے کے لیے ایک میڈیکل  
کمیٹی مقرر کیا گیا۔“

”بہت بہت شکریہ۔۔۔ میں نے فون بند کر دیا۔ اگرچہ جو کچھ مجھے درکار تھا، اُس  
ایک جزو میں علم میں آچکا تھا۔ اس کے باوجود میں نے میجر آکوپیان کو دوبارہ فون  
کیا۔ اُس نے ۲۵ مئی سے ۲۷ مئی ۱۹۷۶ء تک کے واقعات ایک کاغذ پر درج کر دیے  
تھے۔ ان کے مطابق ماسکو میں قتل کی دو وارداتیں ہوئیں، ہوٹل روسیائی آگ لگی  
پر فیوم فوخت کرنے والے ایک اسٹور میں نقب لگائی گئی، زنا بالجبر کے تین واقعات  
ہوئے، غل غباڑے، آوارہ گردی اور چوری چکاری، جیب تراشی وغیرہ کے ۱۲  
کیس رجسٹر کیے گئے۔“

۵ جولائی تا ۱۷ جولائی ۱۹۷۸ء کے دوران بد معاشی، شور، بستی، چوری، ڈکیتی  
کی ۳۱ وارداتیں ماسکو میں ہوئیں۔ زنا بالجبر کے پانچ واقعات ہوئے قتل کی کوئی  
واردات نہیں ہوئی۔ پانچ مجھبے ضرورت سے زیادہ شراب پی کے نتیجہ یہ کہ وہ  
دوٹائے ماسکو میں ڈوب کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، اور پولٹ بیورو کے رکن  
کولاکوف اسٹھ برس کا آغاز ہوتے ہی دل کا دورہ پڑنے سے وفات پا گئے۔  
ابھی میں یہ تمام معلومات اپنے ذہن میں ترتیب سے محفوظ کرنے کی کوشش

کیا: "کامریڈ کولاکوف اور کامریڈ سسلوف کے مابین مراسم کیسے تھے؟  
ڈاکٹر کے حرکت کرتے ہوئے قدم رک گئے۔ اُس نے انتہائی تعجب سے  
طرف دیکھا اور بولا: "تمہیں اس وقت کامریڈ کولاکوف کیونکر یاد آیا؟ اُسے  
ہوئے تین برس بیت چکے ہیں۔"  
"کبھی سمجھی مرے ہوئے عظیم لوگوں کو کبھی یاد کر لینا چاہیے، ڈاکٹر شازوف  
بلے حد سنجیدہ تھا۔" کیا اس کی موت ۱۷ جولائی ۱۹۷۸ء کی صبح حرکت قلب بند ہونے  
سے واقع ہوئی تھی؟ اور غالباً اُسی روز کامریڈ سسلوف نہایت خراب اور  
حالت میں کرملین ہسپتال لائے گئے تھے؟

ڈاکٹر شازوف نے آخری کش لے کر سگریٹ فرش پر پھینکا اور اُسے جوتے  
مسل دیا۔

"میرا خیال ہے برزنیف نے اس معاملے کی تحقیق کے لیے تمہارا انتخاب  
میں غلطی نہیں کی۔" اس نے فہم نہ لگایا: برزنیف ہمیشہ ذہین اور اہل شخص نظر  
ہے خواہ وہ اس کا قریبی رشتہ دار ہو یا کوئی اور۔۔۔ آؤ، اپنے دفتر میں بیٹھ کر  
کریں گے۔ ایک بار پھر ہم آمنے سامنے اُسی کمرے میں بیٹھے تھے جو ڈاکٹر شازوف  
خصوصی دفتر تھا۔ اُس نے حسبِ عادت الماری کھولی کر بوتل نکالی، دو گلاس  
سکی لگائی، پھر مجھے سمجھانے کے انداز میں بولا: "سنو کامریڈ! تم لاکھ ذہین اور  
نہ ہر جگہ ذہانت کام آتی ہے نہ بہادری۔ بہت سے واقعات و حالات ایسے  
ہیں جن سے نگاہ بچا کر گزر جانا ہی دانا فی میں شامل ہے۔۔۔ امید ہے جو کچھ  
ہوں، تمہاری بڑی سی کھوپڑی میں سمارا ہوگا۔"

میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ ڈاکٹر نے ایک لحظہ توقف کے بعد اپنی بات  
جاری رکھتے ہوئے کہا: "کرملین کے اندرونی اور برسوں سے پوشیدہ رازوں  
پیچھے مت پڑو۔۔۔ اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔۔۔ سسلوف اور کولاکوف کے  
کیا تعلقات تھے، یہ جاننا تمہارا مسئلہ نہیں۔۔۔ تم صرف یہ معلوم کرو کہ زبوی کی

بوت کا سبب کیا ہے۔ اُس نے خود کشی کی یا اُسے قتل کیا گیا؟ اس سے زیادہ گہرائی  
میں جانا قطعی سودمند نہیں۔۔۔ کیا تم اپنے دوست کرنل ویٹلوف کا بھیانک انجام قبول  
کرتے ہو؟ اور پھر وہ تمہاری سرکس والی داشتہ کیا نام تھا اس کا؟ نینا: اس کا کیا حشر ہوا؟  
جن فرادے تمہارا معاملہ ہے، وہ معمولی نہیں ہیں، اُن کے ہاتھ اور پاؤں خاصے لمبے  
ہوتے ہیں۔۔۔ مادام نادیا میلینیا پاولینا کے آفس میں تمہارے ساتھ جو سلوک کیا

یاد دہ مناسب تھا۔؟  
ڈاکٹر شازوف کی معلومات پر میں دنگ رہ گیا۔ وہ مجھے ایک ڈاکٹر کے بجائے  
حیاتِ حیرت کار سراغ رساں نظر آ رہا تھا۔

"دیکھو! میں ایک سرخن ہوں۔۔۔ اگر مجھے کسی لاش کا پوسٹ مارٹم کرنے کے لیے  
نب کیا جاتا ہے تو میرا کام صرف اتنا ہے کہ لاش کا پوسٹ مارٹم کروں اور اپنی رپورٹ  
مردوں۔ اس سے زیادہ میں کچھ کروں گا تو وہ میسر پیشے کے وقار اور فرائض کے حدود

سے باہر قدم رکھنے کی حرکت ہوگی مثلاً: میں یہ معلوم کروں کہ جس لاش کا پوسٹ مارٹم  
کیا جا رہا ہے۔ وہ کس کی ہے۔ اُس کے اشغال کیا تھا؟ وہ کس اخلاق یا کردار کا آدمی  
تھا؟ اس کے تعلقات کن کن لوگوں سے تھے؟ وغیرہ وغیرہ۔ یہ باتیں جاننا میرے لیے  
بہت اہم ہوں گی۔ اسی پر خود کو قیاس کرو۔۔۔ ظاہر ہے زبوی کی خود کشی یا قتل میں کجنامی

اور کولاکوف کا کوئی عمل دخل ممکن نہیں، اس لیے کہ اُسے دنیا سے رخصت ہونے تین  
نہ گزر چکے ہیں۔ ایک لمحے کے لیے فرض کرتے ہیں کہ سسلوف اور کولاکوف کے مابین  
کچھ تھے، تب بھی تمہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔۔۔ میں محض تمہاری خاطر سسلوف

کے اندر جانے سے روکے ہوئے ہوں۔ ویسے اس کی اصل جگہ قبر ہی ہے اور تقبیل  
نہ اس بدعاش سسلوف کا چوکھٹا مجھے پسند نہیں، اس کے باوجود ایک ڈاکٹر  
نیتیت سے میرا فرض ہے کہ میں اُسے مریض سمجھ کر ممکن حد تک بچانے کی کوشش

کروں۔ اسی طرح تمہارا فرض ہے کہ جبرائیل پیشہ افراد کو قانون کے حوالے کرو۔ اس میں ذاتی  
نہ پسند ناپسند کا دخل نہ ہونا چاہیئے۔ اس وقت پوزیشن یہ ہے کہ برزنیف تنہا

نہ پسند ناپسند کا دخل نہ ہونا چاہیئے۔ اس وقت پوزیشن یہ ہے کہ برزنیف تنہا

اُس نے نیا سگریٹ سلگایا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس وقت وہ سخت ذہنی اذیت  
کے زور پر ہے۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔۔۔ کوئی اہم اور ضروری بات۔ مگر شاید کسی مصلحت  
باعت کہہ نہیں پاتا تھا۔ آخر میں نے کہا: ”ڈاکٹر شازد ف، تم سے مل کر مجھے صحیح  
منڈیاں خوشی ہوئی۔۔۔ میں دیکھتا ہوں تم اندرونی طور پر شدید اضطراب کا شکار  
ہو رہے ہو۔ مجھ پر بھروسہ کرو تو بتا دو کیا بات ہے، ممکن ہے میں کوئی مناسب مشورہ  
دے سکوں۔“

اُس نے سگریٹ کی راکھ خوبصورت الیش ٹرے میں جھاڑتے ہوئے کہا: ”میں  
نہا شکریہ گزار ہوں کا مرید۔۔۔ مجھے تم سے ایسی ہی توقع تھی۔ فی الحقیقت میں شدید ذہنی  
کرب سے گزر رہا ہوں۔۔۔ مجھ پر اس ملک کے سب سے اہم اور نازک شخص کی دیکھ  
جال کا فرض عائد ہوتا ہے۔ میری ذرا سی بھول چوک ناقابل تلافی نقصان کا سبب بنتی  
ہے۔۔۔ بزرگ اگرچہ بے حد مضبوط اور کھٹوس اعصاب کا مالک رہا ہے۔ مگر عمر بڑھنے  
سے اس کی حالت میں خاصا تغیر و تبدل آ گیا ہے۔۔۔ پھر جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں  
ان دنوں وہ خود کو بالکل اکیلا سمجھتا ہے، تم خود بتاؤ وہ کسے اعتماد اور بھروسے کے قابل  
نہا کہے۔۔۔ بات مختصر کر کے میں تم سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر بزرگیت کو  
لوہو کیا اور پولیٹ بیورو کا کوئی ایسا رکن برسرِ اقتدار آیا جو بزرگیت کا چوکھٹا دیکھنا پسند  
کرنا ہو تو خود اندازہ کر لو کہ ہمارا کیا حشر ہوگا، لہذا تمہیں اور مجھے اور ہر اس فرد کو جسے بزرگیت  
کا کوئی ذمہ داری سونپی ہے، اپنی جانب سے پوری کوشش کرنی چاہیے کہ بزرگیت  
بے تھ مضبوط ہوں اور جو حریت اُس کی جگہ لینے کے خواہشمند ہیں، انہیں مایوس  
نہا کر دے۔“

میں حیرت سے اُس کی صورت تکتا رہا۔۔۔ جواب میں کچھ کہنے کے لیے میرے  
ہاتھ تھما ہی نہیں۔

اُس نے اپنی رستہ واج پر نظر ڈالی اور بوکھلا کر کہا: ”غضب ہو گیا۔۔۔ بزرگیت  
بھانسنے کرنے کا وقت سر پر آ گیا۔“

اپنی بقا اور سلامتی کی جنگ لڑ رہا ہے۔۔۔ اس کے گرد سازشوں، عیاریوں اور  
کے کئی جال پھیلا دیے گئے ہیں۔۔۔ پولیٹ بیورو میں ایک دوا رکان کے سوا سب  
دکھانے کی فکر میں ہیں۔ اس کا سب سے بڑا حریف پوری اندرونی پوت ہے۔۔۔  
کی چال ڈھال ہنسل صورت اور بات چیت سے تم کبھی اندازہ نہیں کر سکتے کہ اس  
میں کیا ہے اور اگلے لمحے وہ کیا کریگا کے جی بی کا سارا نظام اس شخص کے ہاتھ میں  
اور کسی کو اُس کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں۔۔۔ یہی حال میڈیا کا ہے۔ کیا تم  
بزرگیت احمق ہے؟ اُسے ان تمام باتوں کا علم نہیں؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ ریکارڈ  
کر رہا ہے، اور مادام پاولینا کی سرگرمیاں کس حد تک تکلیف دہ ہیں؟

اس کا چہرہ شدت جذبات سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے شیشے کا گلاس زور سے  
پرٹھکا اور اٹھ کر کھڑکی کی طرف گیا۔۔۔ کھڑکی کے باہر تار یک جنگل تھا اور جنگل  
ماسکو کی سربلک عمارتوں میں بنیاں جھملا رہی تھیں۔ کچھ دیر وہاں کھڑے رہا  
کے بعد وہ پلٹا اور میرے قریب آ گیا۔ اس وقت ملک کے دو بڑے آدمی ہمارے  
اور عجیب اتفاق ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن بھی ہیں۔ دوسرا اتفاق یہ  
کہ دونوں مریض میری نگرانی میں ہیں۔۔۔ اگرچہ ان میں سے ایک مریض اپنے ذاتی  
کی حفاظت میں ہے، تاہم وہ اپنی زندگی کے دن تیزی سے پورے کر رہا ہے  
حساب سے وہ مرجھا ہے۔ اُس کے سانس گنتی کے ہیں، جبکہ بزرگیت کی حالت  
نہیں ہے مگر زوی گن کی موت سے وہ اندرونی طور پر ہل گیا ہے۔“

سوال یہ ہے کہ اتنے بڑے حریفوں کی موجودگی میں بزرگیت اکیلا کب تک  
سکتا ہے؟ میں نے کہا ”ایک نہ ایک دن۔۔۔“  
”ہاں۔۔۔ تم ٹھیک کہتے ہو شمر ایوٹ۔۔۔“ ڈاکٹر نے آہستہ سے کہا۔ ”ایک نہ ایک  
بزرگیت کی باری بھی آجائے گی۔ بہر حال، یہ کھیل مدتوں سے جاری ہے اور کون  
کب تک جاری رہے گا۔۔۔ اس وسیع و عریض بیچ پر شہر شخص اپنا اپنا کور  
کرنے پر مجبور ہے۔۔۔“

میں نے نہایت غور سے یہ تحریر دیکھی اور مطمئن ہو کر اثبات میں گزرنے لگا۔ مگر  
 کچھ نہیں... اپنے کام میں لگے رہو... "اُس نے کہا۔ "میں اس وقت بزنس  
 کے پاس جا رہا ہوں... تمہیں اُس سے کچھ کہنا ہے تو ایک کاغذ پر لکھ کر میرے پاس  
 کر دو... میں تمہاری تحریر پڑھے بغیر بزنس تک پہنچا دوں گا۔"  
 مجھے اپنی حس سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا میں نے آنکھیں پھاڑ کر کہا:  
 "کیا کہتے ہو، میں بزنس کو خط لکھوں؟"  
 "ہاں ہاں — جلدی کرو... میری میز پر کاغذ اور قلم دونوں چیزیں موجود ہیں۔  
 خیال رہے تمہاری تحریر مختصر ہو۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "میرے لئے کوئی ہدایت؟"  
 "کچھ نہیں... اپنے کام میں لگے رہو... "اُس نے کہا۔ "میں اس وقت بزنس  
 کے پاس جا رہا ہوں... تمہیں اُس سے کچھ کہنا ہے تو ایک کاغذ پر لکھ کر میرے پاس  
 کر دو... میں تمہاری تحریر پڑھے بغیر بزنس تک پہنچا دوں گا۔"  
 مجھے اپنی حس سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا میں نے آنکھیں پھاڑ کر کہا:  
 "کیا کہتے ہو، میں بزنس کو خط لکھوں؟"  
 "ہاں ہاں — جلدی کرو... میری میز پر کاغذ اور قلم دونوں چیزیں موجود ہیں۔  
 خیال رہے تمہاری تحریر مختصر ہو۔"

میدیکل انسٹی ٹیوٹ کے اناسٹومی ڈیپارٹمنٹ میں آنے کا مجھے کئی بار اتفاق ہوا  
 تھا لیکن اس عمارت میں داخل ہوتے ہی جی بڑی طرح متلائے لگتا — اندرونی فضا  
 میں ہر وقت انسانی لاشوں کی بو پھیلی رہتی تھی اور یہاں کام کرنے والے لوگ تصابوں  
 کی مختلف نہ تھے۔ لاشوں کی چیر بھار اور دن رات پوسٹ مارٹم ہی ان کا اصل کام تھا۔  
 ہڈی کے پروفیسر ڈاکٹر بورس گریڈس سے ملاقات میں کوئی دشواری پیش نہ آئی بہم  
 روزوں مدتوں سے ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے ہیں۔ وہ نسلا اور مذہباً یہودی،  
 فٹ قد اور مضبوط بدن کا آدمی تھا۔ سفید سفید چہرے پر کالی ڈاڑھی اور بچے سر  
 کے ساتھ جسم پر سفید اپیرن پہنتے اور ہاتھ میں لمبی سی چمکدار چھری لیے جب وہ انسٹیٹیوٹ  
 کی لمبی راہداریوں میں تیزی چلتا تو اس میں اور ایک جلا دھفت قصاب میں کوئی  
 فرق محسوس نہیں ہوتا تھا، تاہم طبیعت کے اعتبار سے وہ برآں نہ تھا۔  
 جس وقت میں اس سے ملا وہ ایک لاش کی چیر بھار میں مصروف تھا۔ مجھے جھجھری  
 نا آئی۔

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "میرے لئے کوئی ہدایت؟"  
 "کچھ نہیں... اپنے کام میں لگے رہو... "اُس نے کہا۔ "میں اس وقت بزنس  
 کے پاس جا رہا ہوں... تمہیں اُس سے کچھ کہنا ہے تو ایک کاغذ پر لکھ کر میرے پاس  
 کر دو... میں تمہاری تحریر پڑھے بغیر بزنس تک پہنچا دوں گا۔"  
 مجھے اپنی حس سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا میں نے آنکھیں پھاڑ کر کہا:  
 "کیا کہتے ہو، میں بزنس کو خط لکھوں؟"  
 "ہاں ہاں — جلدی کرو... میری میز پر کاغذ اور قلم دونوں چیزیں موجود ہیں۔  
 خیال رہے تمہاری تحریر مختصر ہو۔"

آپ کا نیاز مند اور ہر طرح فرمانبردار  
 ایگور ایسوفوچ شمراؤف۔  
 میں نے یہ پرزہ کاغذ فولڈ کیے بغیر ڈاکٹر شازوف کی طرف بڑھایا۔ تم  
 پڑھ لو... اگر کوئی جملہ مناسب نہ ہو تو بتاؤ، میں حذف کر دوں گا۔"

آؤ شمراؤف... "اُس نے مسکرا کر کہا۔ بہت دن بعد صورت دکھائی آئی  
 نہ ہو یا کوئی اور بھی ساتھ ہے؟  
 مکمل حیرت سے اس کی طرف دیکھا... "میں ہمیشہ کیلا سی آتا ہوں، ڈاکٹر بورس!"

”اوہ تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔ وہ منس پڑا میں کہہ رہا تھا کہ اپنے ساتھ لاش وغیرہ بھی لائے ہو یا نہیں یہاں بغیر لاش کے آنا منع ہے۔۔۔ ہم بوچڑ ہیں ہم ہر وقت لاشوں کی ضرورت ہے۔۔۔ تازہ لاشوں کی۔۔۔“

”فی الوقت تم مجھے ہی زندہ لاش سمجھ لو۔ میں نے قہقہہ لگا کر کہا: ویسے مارٹر لاشوں کی کمی نہیں۔ ہر باج دس منٹ بعد کوئی نہ کوئی بدنصیب لاش میں تبدیل ہو جاتا ہے۔۔۔ ابھی تین چار دن پہلے تمہارے ہاں کئی لاشیں آئی ہوں گی!“

بورس نے لمبی سی میز پر پڑی ہوئی لاش سفید چادر سے ڈھانپ دی، ہاتھوں سے تپ دستانے اتارے اور مجھے اپنے کمرے کی جانب لے جاتے ہوئے بولا:

”شمر ایوف! تمہارا آنا کبھی خالی از علت نہیں ہوتا۔۔۔ اس سے پہلے کہ میرا بلڈ پریشر بڑھے، جلدی سے بتا دو کیا کام ہے۔“

”میں یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ جنرل زیوی گن کی لاش کو آخری مراحل کے لیے کس نے تیار کیا تھا؟“

”تمہارا مطلب ہے پوسٹ مارٹم کے بعد؟“

میں نے اثبات میں جواب دیا۔ ڈاکٹر بورس نے کہا: ”جنرل زیوی گن کی لاش پوسٹ مارٹم انسٹیٹیوٹ کے تین ڈاکٹروں کی ٹیم نے مشترکہ طور پر کیا تھا۔ ان کا نام رپورٹ کے نیچے درج ہیں۔ ڈاکٹر نما نوٹ، ڈاکٹر زیوا دوت اور ڈاکٹر سیوف۔“

پوسٹ مارٹم کے مراحل طے ہونے کے بعد یقیناً کام جس شخص نے پورا کیا، اس کا نام سینڈی۔۔۔ اگر تم سینڈی سے کچھ پوچھنا چاہتے ہو تو اس کے لیے تمہیں امریکن بلاڈ

کی ایک بوتل فراہم کرنا ہوگی۔ اس رشوت کے بغیر وہ ایک لفظ بھی زبان سے نہ کہے گا۔۔۔ لہذا بھاگے بھاگے جاؤ اور امریکن برانڈی کی ایک بوتل لے آؤ۔۔۔ پھر میں

سے تمہاری ملاقات کروادوں گا۔“

”کیا تم سنجیدہ ہو؟ ڈاکٹر بورس؟“ میں نے آہستہ سے کہا۔ ”میں ایک سرکاری آڈیو ہوں اور سرکاری طور پر زیوی گن کے حادثے کی تفتیش کر رہا ہوں اور تم مجھے

بچی برانڈی کی بوتل بطور رشوت طلب کر رہے ہو؟“

”تیار سمجھنے کی کوشش کرو۔۔۔“ ڈاکٹر بورس بھٹا گیا۔ ”میں اپنے لیے کچھ نہیں مانگ ہوں۔۔۔ سینڈی کے لیے کہہ رہا ہوں۔۔۔“

امریکن برانڈی کی بوتل منگوانے میں دس منٹ لگے۔ بوتل آنے کے بعد اس نے اسٹنٹ کے ذریعے سینڈی کو بلوایا۔ میرا خیال تھا وہ کوئی نوجوان ہوگا لیکن جب

سینڈی کے میں داخل ہوا تو اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ وہ دہلا پتلا اور سفید بالوں والا سا بوس کا بڈھا تھا۔ اس کے چہرے پر لاتعداد جھریاں پڑی ہوئی تھیں اور

بسی ہوئی آنکھوں کے نیچے لٹکا ہوا گوشت اس حقیقت کی جھلکی دکھا رہا تھا کہ وہ شراب کے بغیر ہی نہیں سکتا۔ سینڈی خود ایک بھیانک اور ایک چلتی پھرتی لاش کی مانند

غرا ہوا تھا۔ جونی وہ کمرے میں آیا، ڈاکٹر بورس نے مجھ سے کہا: ”یہ سینڈی ہے، اس کا ٹیوٹ کا سب سے بڑا اور انتہائی تجربے کا کارکن، اپنے فن میں ماہر۔۔۔ پوسٹ مارٹم

کی پٹی لاشوں کو کفن دفن کے قابل بنانا اسی کا کام ہے۔۔۔ اگرچہ سینڈی کو اب

بک ریٹا رہو جانا چاہیے تھا، تاہم اس جیسا ماہر فن پورے ملک میں کوئی دوسرا

نہ ملے۔ اس لئے ہم لوگوں نے اسے ابھی تک ریٹائرڈ نہیں ہونے دیا۔

سینڈی نے سوکھا سامنہ کھولا اور مسکرا دیا۔ معلوم ہوا اس کے نصف سے

بے ذلت غائب ہیں۔

میں نے اٹھ کر اس گھناؤنے شخص سے مصافحہ کیا اس کے ہاتھوں سے اس کی عجیب قسم کی ناگوار بو اٹھ رہی تھی۔ بورس نے میرا تعارف کرایا۔ سینڈی

میرے پر خوف کے سے آثار نمودار ہوئے۔ جانے وہ مجھے کیا سمجھ رہا تھا مصافحہ

میں نے یہی وہ بھڑائی ہوئی آواز میں بورس سے کہنے لگا:

میرے لیے کیا حکم ہے؟ جلدی بتا دیجئے۔۔۔ آج کام بہت زیادہ ہے۔۔۔

میں نے اسے کل چار لاشیں آئی تھیں اور انہیں آج ہی تیار کرنا ہے۔

ہاں! میں جانتا ہوں۔۔۔ تم مصروف آدمی ہو مگر یہ دیکھو، کیا چیز ہے؟ کامریڈ

شمر ایف تمہارے لیے بطور خاص لاٹے ہیں۔“

امریکن برانڈی کی بوتل دیکھتے ہی سینڈی کی دھنسی ہوئی آنکھوں میں ہلکے  
لکڑی ڈاکٹر بورس نے بوتل اس کی طرف بڑھائی، سینڈی نے بھی دوڑ کر  
ہاتھ دراز کئے لیکن بورس نے دفعہً بوتل پیچھے ہٹا لی اور کہا: ”ارے ہاں، یاد آ رہا ہے  
کہ مرٹھ شمر ایف تم سے ایک دریا تیں پوچھنا چاہتے ہیں۔“  
اس نے سوالیہ نظریں میرے چہرے پر جمادیں۔ ایک بار پھر اس پر گھبراہٹ  
طاری ہو گئی۔

”مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں؟“ سینڈی نے زیر لب کہا: ”پوچھنے کیا پوچھو؟“  
”ابھی چند روز پہلے تم نے جنرل زیوی گن کی لاش تیار کی تھی۔۔۔ میں اُس کی  
میں پوچھنا چاہتا ہوں۔“

میں نے دیکھا سینڈی کی انگلیاں کانپ رہی ہیں۔ اُس نے جیب میں ہاتھ  
ڈال کر سگریٹ کا کیٹ نکالا، سگریٹ سلگاتے ہوئے اُس کے ہاتھ بڑی طرح لرز  
رہے تھے۔ بائیس کی تین تیلیاں خرچ کرنے کے بعد سگریٹ سلگ سکا۔ اس  
گہرا کش لیا اور برانڈی کی بوتل پر نگاہ جلتے ہوئے بولا:

”جنرل زیوی گن۔۔۔ ہاں۔۔۔ وہ۔۔۔ کے جی بی والا زیوی گن۔۔۔ بے شک  
”خوب سوچ کر بتاؤ سینڈی۔۔۔“ میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے  
”تم نے جنرل زیوی گن کی لاش پوسٹ مارٹم سے پہلے دیکھی تھی؟“  
”اُس نے نفی میں گردن ہلائی پوسٹ مارٹم سے پہلے کوئی لاش مجھے دکھا  
نہیں جاتی۔“

”گو باپوسٹ مارٹم کے بعد تمہارا کام شروع ہوتا ہے؟“  
”جی ہاں۔۔۔ اب ہاتھوں کے ساتھ ساتھ اُس کی آواز بھی کانپ رہی تھی  
نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا: ”گھبراؤ مت۔۔۔ میں تمہیں جیل بھولنے نہیں آیا ہوں  
بس میرے سوالوں کا ٹھیک جواب دے دو۔۔۔ جنرل زیوی گن کی لاش۔“

بٹ مارٹم کے بعد تمہارے پاس بھی گئی، تب تم نے کیا دیکھا؟

”میں نے دیکھا کہ اس کی کھوپڑی میں کینڈی کے قریب ایک گہرا زخم ہے۔۔۔ یہ  
خون گولی لگنے سے آیا تھا۔“

”بالکل ٹھیک۔۔۔ تمہارا اندازہ درست تھا سینڈی اب سوچ کر بتاؤ کہ اس  
خون کے علاوہ تم نے جنرل کے جسم پر کوئی اور زخم بھی دیکھا؟“

”میری پر بیٹھ جاؤ سینڈی!“ ڈاکٹر بورس نے کہا۔ پھر اس نے برانڈی کی بوتل کھولی۔  
ایک گلاس بھرا اور سینڈی کے آگے رکھ دیا۔ سینڈی نے جس بے تابی سے گلاس اٹھا  
ایک ہی گھونٹ میں خالی کیا۔ وہ منظر میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ یوں محسوس ہوا جیسے  
قرب مددے میں جاتے ہی اس کے اندر زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی۔ اس کے لبوں پر  
سکڑھٹ آئی اور وہ آگے جھک کر کہنے لگا: ”بسی لاش کے زخموں کا معائنہ کرنا میرے  
زائن میں داخل نہیں جناب! میں جنرل زیوی گن کی ٹیڑھی گردن سیدھی کی، اُسے  
نئے کپڑے پہنائے۔“

”نئے کپڑے!“ میں نے حیرت سے کہا: ”نئے کپڑے پہنانے سے تمہارا کیا مطلب  
ہے؟“ سینڈی:

”جناب، زیوی گن کے پرنے کپڑے خون میں تر تھے۔۔۔ خاص طور پر اس کی  
اندرونی جیکٹ۔۔۔ پشت کی جانب سے یہ جیکٹ تار تار ہو گئی تھی اور اُس پر بہت  
خون جا ہوا تھا۔۔۔“

”میں اس بات پر چکر کر رہ گیا۔“ کیا کہتے ہو، زیوی گن کی جیکٹ پشت کی طرف  
سے تار تار تھی اور اس پر خون جا ہوا تھا؟

”جی ہاں جناب۔۔۔ میں نے خود دیکھا۔۔۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔۔۔ جیکٹ  
خون ہوئی تھی۔۔۔“

”جیکٹ اس وقت کہا اور کس کے قبضے میں ہے؟“ میں نے پوچھا۔  
سینڈی نے بوتل کی طرف دیکھا۔ میں نے جلدی سے اس کا گلاس بھر دیا۔ اس

نہیں یقین دلاتا ہوں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔  
 ”دی عورت... جو خود کو زوی گن کی بیوی بتاتی تھی، اس نے مجھ سے کہا تھا  
 بیٹک کا ذکر کسی سے نہ کروں...“

”یہ کیا ہے... تم جاسکتے ہو سینڈی... تمہارا بہت بہت شکریہ...“ میں  
 بھاہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس بظاہر خفیہ اور معمول سے شخص نے مجھے وہ باتیں بتائی  
 ہیں جو نہایت قیمتی تھیں اور جن سے اس کیس پر نئی روشنی پڑتی تھی اور اب مجھے اپنی  
 قربانیاں نظر آرہی تھیں۔

مجھے خواب میں یوں لگا جیسے میرے رپارٹمنٹ کی کال بیل پوری قوت سے بج رہی  
 ہے۔ لیکن جب ایک جھٹکے سے میری آنکھیں کھلیں تو میں نے محسوس کیا کہ وہ خواب  
 تھا۔ بلکہ کال بیل واقعی بج رہی تھی۔ میں نے سر ہانے رکھی ہوئی میز پر لیپ کاٹن  
 ڈال کر کے میں ہلکی سی نیل روشنی پھیل گئی۔ ٹائم پیس پر نگاہ ڈالی ارات کا ایک بج تھا۔  
 عمارت کے بعد یہ کون ہے جو مجھے پریشان کرنے چلا آیا؟ گرم بستر سے نکلنے کو جی  
 میں چاہتا تھا مگر گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ پھر زور زور سے دروازہ پیٹے جانے کی  
 آواز میں شامل ہو گئی۔ میں نے آونی منظر گردن پر لیٹا، بستر سے نکلا، تکیے کے  
 کنارے پر بیٹھا اور دیواروں پر ہاتھ میں لیا اور خواب گاہ سے نکل کر دروازے کی طرف چلا۔  
 دروازہ کھولا کہ باہر کئی آدمی موجود ہیں۔ میں نے خوف پرستی الامکان قابو پاتے ہوئے بلند  
 آواز میں پوچھا:

”کون ہے؟“

کاٹن پر شمر ایوف؟“ میرے سوال کے جواب میں اُدھر سے سوال کیا گیا۔ آواز  
 نہ بنی اور نہ مالٹوس تھی۔

”ہاں... میں شمر ایوف ہوں... آپ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟“  
 دروازہ کھولا لیار۔ اتنی دیر سے باہر سر دی میں ہٹھک رہے ہیں ہم لوگ...“

مرتبہ اس نے ایک ہی گھنٹہ خالی نہیں کیا بلکہ دو تین چسکیاں لیتے کے بعد گلاس  
 اپنے آگے رکھ دیا۔ ”کیا پوچھا جناب آپ نے؟“ اس نے سوال کیا۔ ”معاف کرنا میں  
 نہیں سن سکا تھا۔“

”میں نے پوچھا تھا کہ زوی گن کی وہ جیکٹ کہاں اور کس کے پاس ہے۔“  
 ”آہا... وہ جیکٹ... وہ جیکٹ...“ اس نے کچھ غور کرتے ہوئے کہا۔ ”ڈراپنگ  
 میں یاد کروں جناب۔ کہاں کئی وہ جیکٹ... ہاں... یاد آگیا جناب... وہ جیکٹ  
 ایک عورت لے گئی تھی...“

”عورت لے گئی تھی؟“ میری حیرت دم بدم بڑھتی جا رہی تھی۔ ”کی تمہیں پراپر  
 ہے کہ زوی گن کی جیکٹ کوئی عورت لے گئی ہے؟“

”جی ہاں... جناب... وہ عورت ہی تھی... ہاں... وہ دراصل زوی گن کی  
 نئے کپڑے لے کر آئی تھی۔“

میں سمجھ گیا کہ سینڈی آؤٹ ہو چکا ہے... بشارت اس پر اثر انداز ہو رہی تھی۔  
 یہ اول فول کہنے کا کیا مطلب تھا؟ میں بورس گریڈس کی طرف تہراؤ کو نظر دوں  
 گھورا۔ خواہ خواہ امریکن برانڈ کی خرید میں میسر بیسے ضائع کر لے۔ بورس  
 اور کہنے لگا:

”سینڈی کبھی تھوٹ نہیں پوتا... یہ جو کچھ کہہ رہا ہے پورے ہوش و حواس میں لیا  
 ”کون تھی وہ عورت؟“ میں نے آواز اونچی کرتے ہوئے پوچھا: ”کیا تم اسے جانتے؟“  
 ”مجھے بتایا گیا تھا جناب کہ وہ زوی گن کی بیوی ہے۔“ سینڈی نے اطمینان سے  
 دیا۔ ”لیکن مہربانی کر کے آپ یہ بات کسی کو نہ بتائیے گا۔“

”کیوں نہ بتاؤں؟ اس سے آخر کیا فرق پڑے گا؟“  
 ”بہت فرق پڑے گا جناب! وہ ایک دہشت زدہ نظر آنے لگا۔ ہو سکتا ہے  
 مجھے نقصان پہنچائے۔“

”کون نقصان پہنچائے گا تمہیں؟“ میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ”بے خوف ہو کر بتاؤ۔“

اس بار دوسری آواز تھی اور اسے پہچانتا میرے لیے دشوار نہ تھا۔  
”ولینٹن شینٹی چینی؟ کیا تم ہو؟“

”ہاں، میں ہی ہوں اور میرے ساتھ دو شریف آدمی اور بھی ہیں۔“

میں نے ریو الوریفل میں دبایا اور دروازہ کھول دیا۔ باہر واقعی تین آدمی موجود تھے۔ دروازہ کھلتے ہی وہ تینوں اندر آ گئے۔ ولینٹن شینٹی سادہ کپڑوں میں تھا جبکہ دوسرے فوجی وردیاں پہنے ہوئے تھے۔ میں نے ان دونوں کو باری باری، غور سے دیکھا۔  
شناخت کرنے سے قاصر رہا۔

”آئیے، اندر آجائیے۔۔۔“ میں نے رسا کہا۔ ولینٹن نے معذرت خوانہ لمحوں میں کہا:  
”معاف کرنا! بے وقت تمہیں زحمت دی۔۔۔ تم شاید گھوڑے پہنچ کر سو رہے ہو۔“  
میرے لیے حکم ہی ہے کہ جلد از جلد تم تک پہنچیں۔“

”مجھے تمہارے آنے سے اطمینان ہوا۔۔۔ مہربانی کر کے ان صاحبوں کا تعارف اس سے پہلے کہ ولینٹن شینٹی کچھ کہتا، جنرل کی وردی میں ملبوس افسر نے صاف کے لیے ہاتھ بڑھا: ”میں جنرل زاروف ہوں۔۔۔ کامریڈ برزنیف کے پرسنل باڈی گارڈ کا کمانڈر۔ اور یہ میرے نائب ہیں کرنل چاکو سوائی۔۔۔ کیا آپ ان دونوں جس کی تفتیش کر رہے ہیں۔ اُس میں کچھ دشواریاں پیش آرہی ہیں؟ اگر ایسی بات ہے آجے تکلف بتائیے کیا مشکل ہے۔۔۔ ہم آپ کی خدمت کے لیے موجود ہیں۔“

”میں تفصیلات جلے بغیر بات کرتے ہوئے ہچکچایا لیکن ولینٹن شینٹی نے کہا:  
”شمار ایف، گھبرانے کی ضرورت نہیں۔۔۔ تم نے کامریڈ برزنیف کو جو خط ڈاکٹر شازاد کے ذریعے بھیجا تھا، ہم اُسی کے جواب میں تمہارے پاس آئے ہیں۔“

”ہاں۔۔۔ تمہیں دیکھنے کے بعد مجھے بھی یہی احساس ہوا تھا۔۔۔“ میں نے کہا۔

جنرل زاروف کی طرف دیکھا۔ مجھے خود پر غصہ بھی آیا کہ جنرل زاروف سے اگرچہ ملاقات کا یہ پہلا موقع تھا تاہم میں اُسے سینکڑوں مرتبہ ٹی وی سکرین پر دیکھ چکا تھا۔  
ان تمام سرکاری تقریبات میں جہاں برزنیف کی شرکت لازمی ہوتی اور جنہیں

جہاں جنرل زاروف ہمیشہ برزنیف کے عقب میں ہوتا، غیر ملکی سربراہوں کے جلسے میں بھی اگر برزنیف اُن کی پیشوائی کے لیے ایئر پورٹ یا دوسری جگہوں پر پہنچتا، تب بھی جنرل زاروف کا اُس کے ساتھ رہنا ضروری تھا۔ بعض اوقات وہ بہت کوسا رہا بھی دیتا اور یہ اس وقت ہوتا جب برزنیف کو کہیں سپرہیوں وغیرہ پر لے جاتا۔ زاروف کی اہمیت اور حیثیت کا اندازہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ برزنیف کے ساتھ جنرل زاروف کے عقب میں پورٹ پیرو کے ارکان چلتے تھے۔

اُس کے آنے سے میکمانڈر حوصلہ اور اعتماد پیدا ہوا۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: ”جنرل! میں تمہیں ایک چیز دکھانا چاہتا ہوں۔ اُسے دیکھنے کے بعد تمہیں میری پریشانیوں کا اندازہ ہو سکے گا۔ آؤ میرے ساتھ۔۔۔“

وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ میں اُسے اپنے فلیٹ کی اُس کھڑکی کے قریب لے گیا۔ کھڑکی کی جانب کھلتی تھی۔ پردہ سرکا کر میں نے جنرل زاروف سے کہا: ”وہ سامنے ایک ایک وین آپ دیکھ رہے ہیں؟ یہ وین ایم ڈی وی اٹیلی جنس کی ہے اور پوسٹل سروس کی بھی۔ میری نقل و حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ میرے فلیٹ میں اٹیلی جنس والے سبھی پہلے گھس آتے ہیں اور مجھے علم ہے کہ انہوں نے میری غیر حاضری میں جا بجا ایڈمنسٹریٹو اور سرخروسانی کے دوسرے آلات نصب کر رکھے ہیں۔۔۔ کیا میں ان آلات کے اندر اپنے فرائض و اجتماعی رازداری اور سکون کے ساتھ سرانجام دے سکتا ہوں؟ یہ لوگ مجھے مسلسل خوفزدہ کر کے اس کیس سے دستبردار ہو جانے پر مجبور کر رہے ہیں۔ اس دوران انہوں نے کئی افراد کو موت کے گھاٹ بھی ڈال دیا ہے اور یہ کسی بھی لمحے مجھے بھی ٹھکانے لگا سکتے ہیں۔“

جنرل زاروف کے ہونٹ بکھنچ گئے، اور میں نے دیکھا کہ مارے طیش کے اُس نے ہاتھ کا رنگ پہلے سے زیادہ لال ہو گیا۔

میں ان حرامزادوں کا ابھی بند و بست کرتا ہوں۔“  
”کہہ کر وہ اپنا ٹھنٹ سے باہر نکل گیا۔ میں کھڑکی میں کھڑا رہا۔ وین سے کچھ

جبل نے اپنے نائب کرنل ریگی موت چاکو سوانی کو حکم: "کرنل... تم ان کے ساتھ  
جیت تک جاؤ۔ دین کے اندر تمہیں جتنی ٹیلیفونیں ملیں، سب نکال لو۔۔۔ ٹیلیفون کے  
نمبر ہاں کمرے اور جاسوسی کے دوسرے آلات دکھائی دیں تو انہیں بھی قبضے  
لے لو۔۔۔"

کرنل نے ایڑیاں بجا کر سلیوٹ کیا۔ زاروف نے ان تینوں سے مخاطب ہو کر کہا:  
"آج تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔۔۔ اگر آئندہ تم نے کامیڈ شمولوٹ کو تنگ کیا یا کوئی  
نامناسب حرکت کی تو بیڑیاں پسلیاں برابر کمرے دوں گا۔ تم جانتے ہی ہو کہ کون ہوں۔۔۔  
بات اور سن لو، اس لفنگی عورت میلینا پاولینا سے بھی کہہ دینا کہ ہوش کے ناخن لے۔  
میں نے مجھے اجازت دے دی ہے کہ اس کا جب جی چاہے، خاتمہ کر دوں۔۔۔ آخری  
دیکھا ہوں کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آجائے۔۔۔ اگر صبح پانچ بجے تک اس نے مجھے  
دیکھا تو میں سمجھوں گا کہ میلینا اس تک نہیں پہنچا۔۔۔ اس کے بعد تاج کی دتر دار  
دھڑکی۔ کیا تم لوگوں نے میری بات غور سے سن لی؟"

ان تینوں نے دوبارہ مشینی انداز میں زور زور سے گردنیں ہلائیں۔  
بھاگ جاؤ یہاں سے۔۔۔ اور پھر کبھی میں تمہاری منحوس صورتیں دیکھنے نہ پاؤں۔  
کرنل ریگی موت انہیں دھکیلتا ہوا پارٹمنٹ سے باہر لے گیا۔

یہ لوگ دراصل لاتوں کے بھوت ہیں، باتوں سے نہیں مانتے۔ "جبل زاروف  
سلاوا کی پیشی جیتی مزے سے کرسی پر بیٹھا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ جبل نے اس کی  
نشانہ کرتے ہوئے مجھ سے کہا: "اس شخص کی خدمات تم نے برزنیف سے طلب کی  
تھیں؟ خود ہے۔۔۔ اب تم جانو اور تمہارا کام۔۔۔ برزنیف کی خواہش ہے کہ جو  
میں سوچا گیا ہے، وہ وقت پر ادا ہو جائے۔۔۔ کوئی اور خدمت میرے  
تحتویات پر نہیں ہے۔"

نائب کوئزل زیوی گس اسجہانی کے باڈی گارڈ کا پتہ معلوم ہے؟ میں نے پوچھا۔  
جبل زاروف کی پیشانی پر گہری لکیریں نمودار ہوئیں۔ نہیں، مجھے اس کا پتہ معلوم

فاصلے پر سیاہ رنگ کی دو دو لگا کاریں بھی کھڑی تھیں۔ جبل زاروف پہنچا  
بعد مجھے سڑک پر نظر آیا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا جب ان کاروں کی طرف بڑھا  
تو بیک وقت دونوں کے دروازے کھلے اور پانچ آدمی نکل کر، تیزی سے  
ہوئے، دین کی جانب گئے۔ دین ڈرائیور نے فوراً "اجن سٹارٹ" کیا۔ اتنی دیر میں  
پانچوں آدمی دین میں سوار ہو چکے تھے۔ ڈرائیور نے دین کا رخ موڑا اور نکل کر  
گی کوشش کی۔ مگر سڑک پر جی ہوئی برت نے مزاحمت کی۔ اس کے باوجود ڈرائیور  
ہمت نہ ہاری اور دین کو سڑک پر سنبھالنے کی کوشش کی۔ لیکن جبل زاروف  
نے جھٹ اپنا ریوالور نکالا اور پے درپے تین فائر کیے۔ سڑک پر دھماکہ مچا  
وین الٹ گئی۔ جبل نے دین کے پچھلے ٹائروں کو حیرت انگیز طور پر نشانہ  
بے کار کر دیا تھا۔

ادھر دین الٹی، ادھر جبل دوڑ کر وہاں جا پہنچا۔ ان پانچوں میں سے دو تو  
بچا کر بھاگ نکلے لیکن تین آدمی جبل کے ہاتھ چڑھ گئے۔ ریوالور کی نال پر وہ آہیں  
بکریوں کی طرح ہنکاتے ہوئے میرے فلیٹ میں لے آیا۔ ان کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے  
اور مارے دہشت کے زبان سے ایک لفظ نہ نکلتا تھا۔ جبل نے انہیں حکم دیا کہ  
منٹ کے اندر اندر وہ فلیٹ میں پوشیدہ تمام مائیکروفون، ٹیپ ریکارڈر اور  
طرح کے دوسرے تمام ایکٹریک آلات نکال لیں ورنہ انہیں شوٹ کر دیا جائے۔  
اس کے ساتھ ہی جبل نے گنتی شروع کر دی۔

وہ تینوں چوہوں کے مانند فلیٹ میں بھاگتے دوڑ گئے۔ انہوں نے کہا:  
گیس رنگ ہیں سے دو مائیکروفون برآمد کئے۔ ایک مائیکروفون میرے پنگ۔  
نیچے سے نکالا اور ایک نمسا آکٹوٹھی فون کے ریسپور میں سے خارج کیا۔ یہ سارا کام  
نے سات منٹ میں مکمل کر لیا۔

جبل زاروف نے ان پر قہر آلود نگاہ ڈالی اور گرج کر کہا: "بس یہی کچھ تھا  
ان تینوں نے سمجھے ہوئے سخر کوئشوں کی طرح اثبات میں گردنیں ہلائیں۔

نہیں... بلکہ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ زیوی گن باڈی گارڈ تھا کون۔ اتنا بڑا...  
 "زیوی گن کو کے جی بلڈ نے باڈی گارڈ فراہم کیا تھا۔۔۔"  
 "بہت خوب... بہر حال اس کا سرخ بجھے لگانا ہوگا... کیا آپ تھوہ پڑے؟"  
 "نہیں، شکریہ... میں اب چلوں گا... وہ اٹھ کھڑا ہوا۔" کامریڈ شمر ایون  
 شاید تم نہیں جانتے کہ کس قدر نازک کام تمہارے سپر ویکیا گیا ہے اور اس کی توجہ  
 ہمارے ملک کی سلامتی کا کتنا انحصار ہے... میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جب  
 کامیابی سے اس کیس کی چھان بین مکمل کر لو گے تو ایک روشن مستقبل تمہارے  
 ہوگا... برزینف کی جانب سے مجھے یہ کہنے کی اجازت دی گئی ہے کہ ہر قیمت پر  
 یہ کام کرنا ہے... اس سلسلے میں جس قدر اخراجات ہوں، ان کی پروا نہ کرنا۔  
 تم یہ اپنے پاس رکھو... مزید ضرورت پڑے تو مجھے آگاہ کر دینا...  
 جنرل زاروف نے اپنے اوڈر کوٹے کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر  
 نوٹوں کی ایک موٹی سی گڈی نکال کر میری طرف بڑھائی۔ اس کے ساتھ ایک  
 بھی تھا میں نے دونوں چیزیں لے کر میز پر رکھ دی۔  
 براہ کرم "میرا بیٹی فون نمبر درج کر لو... جنرل نے کہا میرا خاص فون نمبر ہے  
 ۱۷-۱۷-۲۵۳۔ دن رات کے چوبیس گھنٹے یہ نمبر تمہارے لیے حاضر ہے میں  
 ہوں گا، کسی ناخبر کے بغیر میرا تم سے رابطہ قائم ہو جائے گا... خوب غور سے سنو  
 یاد رکھو کہ کامریڈ برزینف کی زندگی اور قسمت اب تمہارے ہاتھ میں ہے...  
 جنرل کا آخری جملہ جیسے میرے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ بن کر اتر گیا۔ پہلی بار  
 احساس سے میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں کہ یہ معاملہ از حد نازک اور  
 ورنہ اس سے پہلے مجھے یہی گمان تھا کہ جنرل زیوی گن چونکہ برزینف کا ہم  
 تھا اور اس کی اچانک خودکشی نے شکوک و شبہات کی فضا پیدا کر دی تھی اس لیے  
 اپنے اڈیشن کی خاطر زیوی گن کی موت کی تحقیقات کرنا چاہتا ہے۔ مگر اب  
 کے اس جملے سے تمام صورت حال یکسر ملٹ گئی تھی اور میں یہ سوچنے پر مجبور

بھی زیوی گن کی موت یا خودکشی کا معاملہ نہیں، برزینف اور اس کے زبردست سیاسی  
 حریفوں کے مابین اقتدار کی جنگ کا مسئلہ ہے اور اگر اس جنگ میں برزینف ہار جاتا ہے  
 اس کے حریف برسرِ اقتدار آجاتے ہیں تو ان سب افراد کی زندگیوں کے دن گنے جا  
 چکے ہوں گے جنہوں نے برزینف کا ساتھ دیا ہوگا... اور... ان افراد میں غالباً سر  
 بہت میرا ہی نام ہوگا۔۔۔  
 اس احساس سے میرے بدن میں ٹھنڈی سی جھوٹنے لگی۔ میں نے زاروف کی کہا:  
 "میں پوری کوشش کر دوں گا کہ اس کام کو مقررہ تاریخ کے اندر اندر پایہ تکمیل  
 پہنچاؤں۔ مگر کہیں یہ چاہتا ہوں کہ آپ جو کچھ جانتے ہیں مجھے بتادیں۔"  
 جنرل زاروف نے شانے اُچکا کر، چند لمحے خاموشی سے میری صورت  
 ستارہا، پھر کہنے لگا:

"میں تمہیں کیا بتاؤں؟ کامریڈ! مجھے خود بھی تفصیلات کا علم نہیں۔ اتنا ضرور  
 جانتا ہوں کہ یہ سارا چکر مسلسل سسٹم کا چلایا ہوا ہے... آپریشن کا سکیڈ کا شناخت  
 کیا کر رہے ہیں... اس نے زیوی گن کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے اور اسے  
 یک میل کرنے کی کوشش کی تھی۔ زیوی گن کو اندازہ ہو چکا تھا کہ مسلسل  
 برزینف کی حکومت کا تختہ اُلٹنے کا پختہ ارادہ کر چکا ہے اور اس سازش میں کے جی بی  
 سے ادارے بڑے بڑے، مسلسل کی مدد کر رہے ہیں... زیوی گن نے اس  
 دھڑے سے برزینف کو آگاہ کر دیا تھا اور برزینف نے زیوی گن کو اجازت دے دی  
 تھوڑے سسٹم کو ختم کر دے... یہ کوئی ایک ماہ پہلے کا ذکر ہے... زیوی گن نے  
 تمام میں دیر کر دی... اور مسلسل کو اس پر وار کرنے کا موقع مل گیا... اس  
 زیوی گن کو اپنے دفتر میں بلوایا... شاید وہ اس کے ذریعے برزینف سے یہ کہنا  
 چاہتا تھا کہ کسی سازش میں ملوث نہیں ہے... زیوی گن مسلسل سے مل کر  
 یہ اپنے افس کیا اور اس نے خودکشی کر لی... یہ سب کچھ برزینف کے لیے  
 تھا... زیوی گن ایسا آدمی تھا ہی نہیں جو یوں خودکشی کر لیتا... جب کہ

میں کی قسم تھی۔ اس کے قریب ہی لفافہ پڑا تھا۔ میں نے لفافہ چاک کیا۔ اندر سے ایک ہڈی کا ٹکڑا نکلا۔ یہ برزنیف کا خط تھا۔ کامریڈ شمرا یوف کے نام۔

”مائی ڈیئر کامریڈ شمرا یوف... جو کام تمہارے سپرد کیا گیا ہے، اُمید ہے تم بڑا کمروگے... اس خط کے ذریعے تمہارے اختیارات میں مزید اضافہ کیا جاتا ہے۔ تمام فوجی، قومی اور انتظامی اداروں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ کامریڈ شمرا یوف کے احکام کی تعمیل کریں۔

لیونڈ برزنیف

کریملن، ماسکو... ۲۳ جنوری ۱۹۲۸ء

چیرمین یو ایس ایس آر پریدیٹیم، سیکریٹری جنرل سنٹرل کمیٹی، سی پی ایس یو؟  
برزنیف کا یہ مختصر سا خط ابھی میرے ہاتھوں میں تھا کہ باہر ایک زبردست جھلک ہوئی... اپارٹمنٹ میں جیسے زلزلہ آگیا... ولینٹین شینی اٹھ کر دروازے کی طرف جاگا اور میں بھی اس کے پیچھے پیچھے گیا... چشم زدن میں ہم دونوں سڑک پر تھے۔  
جنرل زاروف کی جیب گارٹی شعلوں میں گھری دھڑ دھڑ جل رہی تھی۔ گارٹی سے ہمارے اوپر آدنی زمین پر پڑے بڑی طرح ترپ رہے تھے... ارد گرد کے فلیٹوں میں رہنے والوں کی بڑی تعداد آٹا آٹا جمع ہو گئی... میں نے دیکھا کہ جنرل زاروف اس کا تاب کرمل ریگی موٹ چاکو سوائی دونوں خون میں لت پت ہیں۔

زاروف کا چہرہ نصف سے زیادہ اڑ گیا تھا اور کرمل ریگی موٹ کا ایک بازو اور ایک ٹانگہ بدن سے الگ ہو کر کچھ فاصلے پر پڑے تھے... اور اس سے پہلے کہ میں اٹھا کر قریبی ہسپتال لے جاتا، اُن دونوں نے دم توڑ دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کرمل ریگی موٹ جیب میں بیٹھا زاروف کا انتظار کر رہا تھا اور جوئی جنرل سنٹرل میرے اپارٹمنٹ سے اتر کر جیب میں سوار ہوا کسی نے تاریکی میں سے نہایت زور دے کر جیب کی طرف اچھال دیا... اُن دونوں کی لاشیں میرے سامنے پڑیں اور میں مبہوت ہو کر اس خون کو دیکھے جا رہا تھا جو مرنے کے بعد بھی ان دونوں کے جسم سے برابر ابل کر سڑک کو رنگین بنا رہا تھا۔

میں نے کسی طرف سے کوئی خوف نہیں دیکھا... برزنیف تو زوی گن کی پشت پر ہونڈا یہ کہتا کہ زوی گن نے اپنے کہ تو توں کا راز فاش ہونے کے ڈر سے خود کو مار ڈالا واقعی غلط اور بے بنیاد بات ہے...“

”اس کے معنی یہ ہیں کہ زوی گن کو سسٹم کے اشارے پر قتل کیا گیا ہے“  
”بظاہر یہی نظر آتا ہے... اور اب تک جتنی رپورٹیں اس ضمن میں مرتب کی ہیں، وہ بھی اس کی شہادت دیتی ہیں۔“

ایک لمحہ توقف کرنے کے بعد میں نے جنرل زاروف سے پوچھا :  
”کیا آپ کو خبر ہے کہ اس وقت برزنیف کا بیٹا، یوری کہاں ہے؟“  
زاروف اس سوال پر متعجب ہوا :  
”وہ چند روز پہلے تک لکسمبرگ میں تھا... وہ وہاں ایک تجارتی دہندہ سربراہ کی حیثیت میں گیا تھا۔ غالباً وہ اب ماسکو واپس آچکا ہے... تم نے یورڈ بارے میں یہ سوال کیوں کیا؟“

”کچھ نہیں... ویسے ہی اُس کا خیال آگیا تھا... اُسے اس وقت اپنے بیٹا کے قریب رہنا چاہیے۔ اور یہی مشورہ میں برزنیف کی بیٹی گالینا کو دوں گا۔“  
میلینا کے ساتھ اُس کی گہری دوستی ہے۔“  
زاروف نے گہرا سانس لیا۔

”یوری کو تو سمجھایا جاسکتا ہے۔ مگر گالینا کو کون سمجھائے؟ وہ خطرناک ہے۔ میں پھنسی ہوئی ہے... خیر، اس موضوع پر پھر کبھی گفتگو ہوگی... اب میں چلتا کوئی اہم معاملہ ہو تو مجھے فون کرنا مت بھولنا... میں ہر قیمت پر تمہیں کاہل دیکھنا چاہتا ہوں۔“

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اس کا مضبوط اور چوڑا ہاتھ تھام لیا۔ اُس کے مصافحے میں غلوں کی گرمی پوشیدہ تھی۔  
اُس کے جانے کے بعد میں نے کرنسی نوٹوں کی گڈتی کا معاملہ کیا۔ یہ دن

اتوار - ۲۲ جنوری، صبح چھ بج کر سترہ منٹ۔

ماں کو ابھی خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا کہ میں اپنے گرم گرم بستر سے نکل آیا۔ باہر برف تیزی سے گر رہی تھی... ہر طرف گہری کھڑ اور سرمئی دھندھیل ہوئی تھی اور دُور تک دیکھنا محال تھا۔ برف ساری رات گری تھی اور ایک لحظہ بھی ٹھننے میں نہیں آئی تھی اور جب میں اپنے فلیٹ کی کھڑکی کے قریب کھڑا، برف سے ڈھکی چڑھی پر نظریں چلائے ہوئے تھا، میں نے دیکھا کہ سیاہ رنگ کی دو لگا بھی، برف کی سفید ٹوپی اوڑھے آہستہ آہستہ اُسی جانب آ رہی تھی۔ گذشتہ شب کی ہولناک واردات میرے ذہن میں ایک دُھندلے خواب کی مانند گردش کر رہی تھی... جبریل زارون اور اس کے ساتھی کامریڈ ریگی موت کی خون میں نہانی ہوئی لاشیں اور ان کے جسموں سے الگ ہو کر ترپنے والے اعضا... میں نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ کسی طرح یقین نہیں آتا تھا کہ دو ایسے انسان جو چند لمحے پہلے جیتے جاگتے تھے، اور جنہیں کسی جانب سے موت کا کوئی خوف نہ تھا۔ محض تھوڑی دیر بعد ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ایک گھنٹے سے بھی کم وقفے میں یہ بھیاناک کھیل اپنے اختتام کو پہنچ گیا تھا اور جب میں سکیورٹی فورس کی ابتدائی کارروائی میں اپنی شہادت شامل کرنے کے بعد فلیٹ میں واپس گیا تو ٹھیک پونے دو بجے تھے۔ شینی چینی اس وقت بھی میرے ساتھ ہی تھا اور وہ بھی اس خونی حادثے پر سخت پریشان بلکہ ہراساں دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے میرا ہاتھ دبا کر مدھم آواز میں کہا: "کامریڈ شمر ایوف، کیا اب ہماری باری تو نہیں؟ لوگ زاروف جیسے طاقتور شخص کو اس بے خوفی سے موت کے گھاٹ اتار سکتے ہیں، وہ ہمیں کیسے چھوڑ دیں گے؟ زاروف سے پہلے وہ کرنل ویٹوف کو ختم کر چکے ہیں اور ویٹوف کو اس لیے راستے سے ہٹا دیا کہ شاید اُسے زیوی گن کے قاتل یا قاتلوں کے بارے میں چند اہم باتیں معلوم ہو گئیں تھیں۔ سوال یہ ہے کہ برزنیف نے ہماری حفاظت کا کیا بندوبست کیا ہے۔"

شینی چینی کے سوالوں کا کوئی معقول اور تسلی بخش جواب میرے پاس نہ تھا۔

کہہ رہا تھا، اُسے بھی رد نہیں کیا جاسکتا تھا۔ زیوی گن کی موت کے اسباب کا کھوج لگاتے لگاتے ہم کتنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے تھے، اور کون جانے آگے چل کر یہی کام کا خون کیا رنگ لانے والا ہے۔

"گھبراؤ نہیں، کامریڈ... حوصلہ برقرار رکھو۔ اگر ہماری تقدیر میں کے جی بی کے بقول مرنا ہی لکھا ہے تو پھر ہمیں کوئی نہیں بچا سکتا۔" میں نے بے حد سنجیدگی سے اپنا برزنیف خود ایسی ہی صورت حال سے دوچار ہے... اگر اس کی حکومت کا زوال آٹ دیا جاتا ہے تب بھی ہماری موت یقینی ہے... اگر ہم اپنی موت کو کچھ دیر بے خیال کتے ہیں تو اس کا واحد طریقہ یہی ہے کہ برزنیف کو بچانے کی کوشش کریں۔

اب سمجھو کہ جب تک برزنیف زندہ سلامت ہے، ہم محفوظ ہیں۔"

ایک بھکی بھکی مسکراہٹ شینی چینی کے لبوں پر پھیل گئی۔ "مجھے ہلانے کی کوشش مت کرو، کامریڈ شمر ایوف! اس کا لہجہ خوفناک حد تک سنجیدہ تھا۔ میں بھی اُن کی باتوں میں کام کرتا ہوں جس کی خاک مدتوں سے تم چھان رہے ہو... کیا میں بچا ہوں، دیکھ نہیں سکتا کہ ہمارا کیا حشر ہونے والا ہے؟ ممکن ہے برزنیف ہماری ذات میں کوئی خصوصی دلچسپی رکھتا ہو۔ لیکن اُسے بھلا میری جان کی کیا بڑا بڑا ہو سکتی ہے؟ تم نے خواہ مخواہ مجھے اپنے ساتھ اس کام میں شامل کر لیا، کامریڈ۔"

"سنو..." ایک دم جیسے میرا خون کھول گیا۔ اگر تم اتنے ہی خوفزدہ ہو چکے ہو تو توڑی جاسکتے ہو... میں اکیلا ہی یہ ہم سرگرداں گا... مجھے احساس نہیں تھا کہ اندر سے تم اتنے کمزور اور بزدل نکلو گے۔ ویسے ایک بات واضح کر دوں... تمہاری زندگی بڑے الگ ہو کر بھی بہر حال خطرے میں گھری رہے گی اور تم برزنیف کے دشمنوں کو یقین دلانے میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکو گے کہ اس مشن سے تم الگ ہو چکے ہو۔ کسی بھی وقت وہ تم پر وار کر سکتے ہیں... اس لیے عافیت اسی میں ہے کہ بڑا ساتھ دو۔"

شینی چینی کا چہرہ پلپلا گیا۔ وہ چند لمحے بہت بنا میری طرف دیکھتا رہا۔ پھر

گھر سانس لیا اور کہنے لگا: شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو، کامریڈ۔۔۔

یہ کہہ کر وہ بیرونی دروازے کی طرف گیا۔۔۔ پھر دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی۔۔۔ میں نے کھڑکی میں جھانکا۔ تھوڑی دیر پہلے جہاں دو قتل ہوئے تھے، اسی سڑک پر اب تین بڑے بڑے فوجی ٹرک کھڑے تھے اور سالیوں کی طرح دس بارہ آدمی ادھر ادھر حرکت کر رہے تھے۔۔۔ مجھے اطمینان ہوا۔۔۔ برزنیف میری طرف سے غافل نہیں تھا۔ اس نے میرے فلیٹ کی حفاظت کے لیے اپنے آدمی غوری طور پر بھیج دیے تھے۔۔۔ اور پھر جیسا کہ مجھے پوری توقع تھی، میرے فلیٹ کا دروازہ ایک بار پھر کھلا اور شینی چینی دو مسلح آدمیوں کی معیت میں اندر آیا۔ مسلح آدمیوں نے سوالیہ نگاہوں نگاہوں سے مجھے دیکھا، میں نے انہیں بتایا کہ یہ اپنا آدمی ہے۔۔۔ یہ سُننے ہی وہ اُلٹے پاؤں لوٹ گئے۔

ٹھیک تین بجے جبکہ ہم دونوں گرم گرم تھوہ پینے میں مصروف تھے۔ دروازہ پر بار کھلا اور اس مرتبہ آنے والے کے خیر مقدم کے لیے ہم دونوں کو صوفے سے اٹھانے لگا۔ وہ ریکنگوف تھا۔۔۔ اس کے چہرے پر ہواشیاں اُڑ رہی تھیں۔ اس نے مشکوک نظروں سے شینی چینی کو دیکھا، اور مجھ سے مخاطب ہوا:۔۔۔

”تمہارے لیے ایک اہم پیغام ہے شمرایوف۔۔۔ ذرا علیحدگی میں چلو۔۔۔“

میں اُسے لے کر ہاتھ روم کے دروازے پر گیا: اس چھوٹے سے فلیٹ میں اس سے ہتھریلیڈ کی ممکن نہیں کامریڈ۔۔۔ فرمائیے، کیا پیغام ہے؟

اس نے اوڑ کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا سفید لفافہ برآمد کیا۔ دونوں طرف لاکھ کی کٹی مہریں لگی تھیں۔ میں نے مہریں توڑ کر لفافہ کھولا۔ اس میں سے کانڈ کا ایک پرنز نکلا۔ کسی نے پنسل سے یہ الفاظ لکھے تھے۔

”زیوی گن کی بیوی۔۔۔ اور اس کے بعد خود۔۔۔ زیوی گن۔“

میں نے یہ پرنز دوبارہ لفافے میں بند کر کے ریکنگوف سے پوچھا: ”آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ اس پرنز پر کیا پیغام درج ہے؟“

اس نے نفی میں گردن ہلائی: ”میں اتنا احمق نہیں کہ مہر شدہ لفافے کو چاک کروں۔“

”یہ آپ جاننا چاہتے ہیں کہ پیغام کیا ہے؟ میں نے پوچھا۔ ریکنگوف نے مضطرب ہرکشا نے اچھکاتے۔ بالکل نہیں۔۔۔“

”اس میں لکھا ہے کہ کامریڈ ریکنگوف کو دیکھتے ہی شوٹ کر دیا جائے۔“ میں نے انتہائی عجیب لہجے میں آہستہ سے کہا اور جیسا کہ مجھے یقین تھا، ریکنگوف فرط حیرت سے پل پل پٹا: ”کیا واقعی یہی لکھا ہے؟“ اس نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا، اس کی حالت ہانک متغیر ہو گئی اور وہ سخت خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ مجھے اس کی بے کیفیت دیکھ کر اڑدہ تپ ہوا۔ ریکنگوف آخر اتنا خوف زدہ کس لیے تھا؟ میں نے اُسی سنجیدہ لہجے میں کہا: ”آپ کو یہ لفافہ کس نے دیا؟“

”کامریڈ لیونڈ برزنیف نے۔۔۔“ اس کی آواز بھی لرز رہی تھی۔ یہ سُن کر میں بھی ہراس ہوا۔ میں نے اس تحریر پر مزید غور نہیں کیا تھا اور نہ یہ احساس تھا کہ برزنیف نے یہ پیغام پنسل سے خود لکھا ہوگا۔۔۔ میں نے لفافے سے ایک بار پھر یہ پرنز نکالا۔

بزل زاروت نے بھی مجھے برزنیف کا خط دیا تھا، وہ بھی میسے پاس تھا۔ میں نے اس خط سے اس پرنز کا غڈ پر درج چند الفاظ کے سوا خط کا مقابلہ کیا۔ دونوں میں الفاظ و حروف کی نشست ایک جیسی تھی، اس میں سرِ موفرق نہ تھا۔ ثابت ہو گیا کہ یہ تحریر برزنیف ہی کی ہے اور ریکنگوف کا اس طرح لرنزہ برنام ہونا درست تھا۔

”کیا تم مجھے شوٹ کر دو گے؟ کامریڈ شمرایوف!“ ریکنگوف پوچھ رہا تھا۔ بے اختیار میری منہسی نکل گئی۔۔۔ نہیں۔۔۔ فی الحال نہیں۔۔۔ یہ کہہ کر میں نے وہ پرنز ریکنگوف کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے بڑھا اور حیرت سے اس کی دونوں بھوئیں کھینچ کر مل گئیں۔ عجیب پیغام ہے۔۔۔ زیوی گن کی بیوی۔۔۔ اور اس کے بعد خود زیوی گن۔۔۔

”اس میں کوئی بات عجیب نہیں کامریڈ ریکنگوف۔۔۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

برزنیف نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فوراً زیوی گن کی بیوی سے ملوں اور اس کے زیوی گن کو دیکھنے جاؤں۔۔۔ یہ دونوں کام بہت ضروری ہیں۔۔۔ پہلے ہی خاصاقت

فنا لے ہو چکا ہے۔“

”لیکن... میں اب بھی کچھ نہیں سمجھا شمر ایف...“ ریکنکوف نے پریشان ہو کر زلیوی گن کی بیوی سے ملنا تو سمجھ میں آتا ہے... مگر خود زلیوی گن...“

”اس پر بعد میں غور کریں گے... برلہ کوم آپ صبح گاڑی بھجوا دیں... میں ٹیکس سائٹس چھہ بجے اس عورت سے ملنے جاؤں گا...“

ریکنکوف نے اثبات میں گردن ہلاتی اور دروازے کی طرف بڑھا مہربانی کر کے اس شخص شینی چینی کو بھی اپنے ساتھ لینے جایئے۔“ میں نے آواز دے کر کہا۔“ اب مجھے کی ضرورت نہیں... ممکن ہے میرا کام کل سورج غروب ہونے کے فوراً ختم ہو جائے۔“

”ٹھیک ہے...“ ریکنکوف نے جواب دیا۔“ شینی تم میرے ساتھ آ سکتے ہو اور اب میں کھڑکی میں کھڑا دیکھ رہا تھا کہ وہ تینوں ٹرک بدستور وہیں موجود ہیں اور دس بارہ مسلح جوان سڑک پر ادھر سے اُدھر گشت کرنے میں مصروف ہیں۔“

نے اس طرف نگہ لگائی اور چیکنگ کا ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ کوئی گاڑی اپنی شناخت نہ کرے بغیر گزر ہی نہیں سکتی... سیاہ رنگ کی سرکاری دوڑی گاڑی بھی دوڑاؤ نے چیک کیا۔ انہوں نے ڈرائیور کو گاڑی سے باہر نکلنے کا حکم دیا میں نے دیکھی کہ شاد روشت باہر آیا اور اس نے اپنے شناختی کاغذات پیش کر دیے۔

آجھانی جنرل زلیوی گن کی بیوہ ویرا پیٹروفنا نے اپنے شاندار فیلڈ کارڈز خود کھولا میں نے دیکھا کہ ساٹھ سال کی ایک صحت مند عورت، فرکانہات قیمتی گر کوٹ پہنے کھڑی ہے... زلیوی گن کے جنازے کی رسم میں اگرچہ میں اسے پہلے ہی دیکھا تھا۔ مگر اس وقت اور اس وقت میں زمین آسمان کا فرق محسوس ہوا... دیکھنا نے سخت ناگوار اور کڑخت آواز میں کہا: ”کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟“

یہ ایک نئی عورت تھی... اس کا تھکاتا لب و لہجہ یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی تھا کہ وہ اگرچہ بیوہ ہے تاہم کسی بڑے آدمی کی بیوہ ہے... اس کے علاوہ وہ ملک

بے سے طاقتور شخص کی بیوی کی حقیقتی بہن بھی ہے... اس کی متجسس نگاہیں میرے بچے کا ہاتھ لے رہی تھیں اور اُن میں خوف و ہراس کا شائبہ نہ تھا۔

نادام کیا آپ مجھے اندر آنے کی اجازت نہ دیں گی؟“ میرے لیے جس قدر میں تھا اپنا لہجہ شائستہ بنانے کی کوشش کی۔

”میں پوچھتی ہوں تم ہو کون اور اس وقت کس لیے آئے ہو؟“ اس مرتبہ اس کے بازو میں سے زیادہ کڑھکی تھی۔

”میرا نام شمر ایف ہے... اور مجھے آپ کے آنجنابی شوہر کی موت کے بارے میں کاری طور پر تفتیش کا کام دیا گیا ہے۔“

میں نے دیکھا کہ ایک ٹاپیٹ کے لیے اس کے ہر پر اضطراب کی چند لہریں ابھریں مگر فوراً ہی مسٹ گئیں اس کے خشک ہونٹوں پر معنی خیر مسکراہٹ درار ہوئی۔

”اچھا تو وہ تم ہو جو کڑا مردہ اکھاڑنے کی کوشش کر رہے ہو؟“ اس نے طنز پر بے میں کہا۔“ اپنے شناختی کاغذات دکھاؤ۔“

میں سمجھ گیا کہ بے ڈھب سے پالا پڑا ہے اور اس ختراتے بڑھیا کو نہایت بڑھاری سے راہ پر لانا پڑے گا۔ اس کا ایک ہی طریقہ تھا اور وہ یہ کہ جس حد تک امانہ ذہنیت کا مظاہرہ کیا جائے۔ اتنی ہی کامیابی ہوگی کیونکہ اس قسم کی عورتیں ہر دور حکم چلانے کی عادی ہوجاتی ہیں۔

میں نے فوراً اپنے شناختی کاغذات اور برزنیف کا اجازت نامہ بھی پیش کر دیا۔

”تم نہیں ٹھہرو... میں اپنی عینک لے کر آتی ہوں... گھر میں داخل ہونے کی ہرجا دیکھنا۔“

بہتر نادام... میں یہیں موجود ہوں... آپ کے حکم کی تعمیل مجھ پر فرض ہے۔“

اس نے اس جملے پر کچھ غور کیا، پھر اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولی ”ٹھیک ہے تم آ سکتے ہو...“

بے ابتدا میں بہت کوشش کی کہ وہ یہ کام کسی اور شخص کے سپرد کر دیں مگر افسوس  
بہت نام کوشتشیں رائگاں گئیں... آپ یقین کریں، میں اس نازک کام کے  
لفظی مناسب نہیں اور نہ ایسی قابلیت رکھتا ہوں..."

وہ مسکرائی: "آرام سے بیٹھو کامریڈ... اور اب یہ بتاؤ کیا پیو گے۔ اس وقت  
میریں اکیلی ہوں... میرا لڑکا ہوٹل میں ہے اور لڑکی باہر گئی ہوئی ہے۔"

"آپ زحمت نہ کیجئے مادام... اس عنایت کا بہت شکریہ... بس چند  
میں آپ سے پوچھتی ہیں۔ اس کے بعد اجازت چاہوں گا..."

"نہیں، انہیں... یہ کیسے ہو سکتا ہے... اچھا، میں تمہارے لیے قہوہ تیار کرتی  
ہوں... تم مجھے معقول آدمی نظر آتے ہو..."

"میں نے تمہیں مراحل میں سے ابتدائی مرحلہ کامیابی سے طے کر لیا تھا۔ وہ صرف تین  
میں قہوہ بنا کر لے آئی۔"

"مادام، آپ کی اس مہربانی کا میں بے حد ممنون ہوں۔ آپ کے بارے میں جیسا  
تھا آپ کو اس کو اس سے کہیں زیادہ پایا..."

"کیا تمہارا نام نے میرے بارے میں؟ کیا برزنیف کچھ کہنا تھا؟" اُس نے پوچھا۔  
"جی نہیں... چیف پبلک پراسیکیوٹر کامریڈ ریلنکوف آپ سے کئی بار مل  
چکے ہیں... مختلف مواقع پر... وہی آپ کی تعریف کر رہے تھے..."

"آہا... آہا... وہ ریلنکوف... میں اُسے جانتی ہوں۔ خیر چھوڑو، یہ بتاؤ برزنیف  
چاہتا ہے؟"

"مادام، انہیں آپ کے شوہر کی اچانک موت پر سخت رنج ہے... اور انہیں  
سب سے کہ جنرل زریوی گن نے خودکشی نہیں کی بلکہ انہیں قتل کیا گیا ہے..."

"کیا کہتے ہو؟" بڑھیل نے قہوے کی پیالی زور سے میز پر ٹنچ دی۔ "زریوی گن  
کو کیا گیا ہے؟ کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"میں کچھ نہیں کہتا مادام۔ میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں۔ یہ رائے تو کامریڈ برزنیف

باہر قیامت کی ٹھنڈی تھی لیکن اس کے فلیٹ میں داخل ہونے احساس ہو کر  
سردی بالکل نہیں۔ شاید یہ فلیٹ مرکزی طور پر گرم تھا اور سوویت یونین میں اکثر  
کے مکان صرف خاص خاص افراد ہی کو عطیہ کیے جاتے ہیں۔ بلاشبہ جنرل زریوی گن کو  
افراد میں سے ایک تھا۔ اس کی اہمیت اور حیثیت سے انکار کون کر سکتا تھا!  
میرا بیٹھو فانا ایک دہلی تپتی عورت تھی۔ اُس کا چہرہ صاف ثنقات تھا۔ گردن پر  
پرسوں چند ہلکی جھڑپیاں نظر آتی تھیں یا نیلی آنکھوں کے گرد گہرے سرمئی حلقے۔ یہ  
اس بات کی علامت تھی کہ وہ کثرت سے مے خواری کا عادی ہے۔

چار کمرے اور دو غسل خانوں پر مشتمل یہ فلیٹ بے حد نفاست سے سجایا  
تھا۔ اس قدر قیمتی ساز و سامان دیکھ کر حیرت سے میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔  
ہر کمرے میں ایک سے ایک اعلیٰ درجے کا ایرانی قالین بچھا تھا اور کھڑکیوں پر شیشے  
پھولدار پردے لٹک رہے تھے۔ یہ پردے یقیناً چین سے آئے ہوں گے۔ شیشے کی  
بڑی بڑی کئی الماریاں میں مختلف ملکوں کی گرہری بند تھیں۔ میں نے دیکھا کہ زیادہ  
برتن فرانس کے بنے ہوئے ہیں۔ فرنیچر چیکو سلوواکیہ کا تھا۔ مجھے جس کمرے میں اس نے  
بٹھایا، اس کی دیواریں اور چھت بہترین قسم کے اور حد درجہ خوبصورت وال پیپر  
سجائی گئی تھیں۔ ان دیواروں پر دنیا کے کئی معروف مصوروں کی بنائی ہوئی تصویر  
سجی تھیں۔

اس نے سونے کے فریم کی خوبصورت نازک سی عینک ناک کی چھنگی پر لگا کر  
ایک بار پھر مجھے غور سے دیکھا اور کہنے لگی:

"میں نے تمہارا نام سنا ہے، کامریڈ شمرا یوف... لیکن میں یہ نہیں سمجھ سکی کہ تم  
میرے شوہر کی وفات کے بعد نئے سرمے سے تفتیش کا کیا مقصد ہے..."

"مادام، میں ایک ادنیٰ ملازم ہوں... آپ خود جانتی ہیں کہ اوپر سے جو حکم ملتا ہے  
جاتے، اس کی تعمیل ہم پر لازم ہے۔ اب یہ تو کامریڈ برزنیف ہی بتا سکتے ہیں کہ ان  
نے ایسا فیصلہ کیوں کیا۔ میری اتنی حیثیت نہیں کہ میں اُن کا حکم بجالانے سے انکار کر دوں۔"

میرے شوہر کے جنازے پر کیسی اداکاری کر رہے تھے یہ لوگ... جیسے انہیں  
مرنے کے سب سے زیادہ صدمہ ہوا ہے... اور وہ برزنیف... اتنا قریبی  
دار ہونے کے باوجود زیوی گن کے جنازے پر بھی نہیں آیا، حالانکہ زیوی گن  
پچاس برس برزنیف کا ساتھ دیا... تم خود سوچو کامریڈ... کیا یہ لوگ انسان  
نے کے مستحق ہیں؟“

مجھے افسوس ہے مادام... اتفاق سے میں اُس وقت برزنیسکی ہال میں موجود تھا  
زیوی گن کا تابوت رکھا گیا تھا... اور میں خود کبھی حیران ہوا کہ کامریڈ برزنیف  
ان کی اہلیہ رنج کے اس موقع پر وہاں موجود نہیں تھے... ہو سکتا ہے وہ اُس  
بیمارہوں...“

”کواس... بالکل کواس...“ وہ بھٹا گئی... برزنیف اگر بیمار تھا تو کیا میری  
ابھی نہیں بھیج سکتا تھا؟ اس کی بیوی میری سگی بہن ہے... کیا یہ اس کا فرض  
تھا کہ اس موقع پر وہ آتی اور مجھے دلا سادتی... مجھ سے تعزیت کا اظہار کرتی؟  
”لے شک انہیں آنا چاہیے تھا“ میں نے بڑھیا کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔  
”ہے کوئی خاص وجہ نہ آنے کی رہی ہو...“

”کیا وہ دونوں میاں بیوی فون پر بھی تعزیت نہیں کر سکتے تھے؟“ بڑھیا مجھ پر  
گرج رہی تھی جیسے برزنیف اور اس کی بیوی کو میں نے روکا ہو...  
”بیرخیال ہے ضرور کوئی خاص رکاوٹ ہوگی، ورنہ فون تو وہ کر ہی سکتے تھے۔“  
”دوبارہ اس کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ بڑھیا نے کہا: ”تمہارے لیے اور فونہ  
ہے؟ تم اتنے سویرے سویرے آگئے، شاید تم نے ناشتہ بھی نہیں کیا ہوگا۔  
میں تمہارے لیے ناشتہ تیار کرتی ہوں۔۔۔“

میں نے اُسے بڑی مشکل سے روکا۔ یقیناً اُس کا کمرہ شکوہ جائز تھا۔ اس کی سگی بہن  
نے اُسے جیل زیوی گن کے جنازے میں شرکت نہ کر کے اس کی سخت دل آزاری  
کی تھی یہ جان کر تعجب ہو رہا تھا کہ اتنا وقت گزر جانے کے باوجود انہوں

کی ہے اور اسی لیے انہوں نے نئے سرے سے زیوی گن کی موت کے بارے  
میں تفتیش کا کام میسر کر دیا ہے... تاکہ اصلی حقائق سامنے آئیں اور جن  
نے یہ واردات کی ہے، انہیں بے نقاب کیا جائے۔“

وہ چند ثانیہ خاموشی سے قہوے کی پیالی پر نظر جماتے رہی، پیالی میں  
ہلکی ہلکی بھاپ اُٹھ رہی تھی۔

”یہ سب کیا دھڑکا مرید برزنیف کا ہے... ایک دم وہ چیخ اُٹھی... اگر میرا  
شوہر قتل ہوا ہے تو اس میں خود برزنیف کا ہاتھ ہے...“

”میں پتھر ہو گیا۔ وہ مسلسل بولتی رہی...“ تم اس شخص کو نہیں جانتے ٹمراؤ  
جس کا نام برزنیف ہے... اُسے کوئی بھی نہیں جانتا... سولے میرے اور میری

کے... شیشیں آدمی نہیں، درندہ ہے... زہر پلاناگ ہے... اُسی نے میرے شوہر  
کو ڈسا ہے... اور اب وہ لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے تفتیش  
ڈھونگ رچانا چاہتا ہے...“ اُس کی آواز فرط جذبات سے بھرا گئی، معاف  
میں کچھ جذباتی ہو رہی ہوں... میکے شوہر کا معاملہ ہے نا؟

”کیا آپ کامریڈ برزنیف کو اس سانحے کا ذمے دار قرار دیتی ہیں؟“  
اُس نے نفی میں آہستہ سے گردن ہلائی: ”نہیں... میں یہ نہیں کہتی... تم نا

سمجھ نہیں پاؤ گے... برزنیف نے ایسے حالات پیدا کر دیے تھے کہ زیوی گن  
درست نہیں کر سکتا تھا، لہذا وہ ختم ہو گیا... بے شک اُسے براہ راست برزنیف

قتل نہیں کیا، اُسے قتل کرنے یا خودکشی کے فعل تک پہنچا دینے والے لوگ دوسرے  
ہیں... میں ان سب بد معاشوں کو اچھی طرح جانتی ہوں... ان کی زد میں جو بھی آیا

جان سے ہاتھ دھو بیٹھا... اس لیے میں زیوی گن کو سمجھاتی تھی کہ...  
وہ یک لخت چپ ہو گئی۔ میں خاموشی سے اُس کی صورت تکٹا رہا... کہنے لے

اور سنگ دل میں یہ سب کے سب... پورے شیطان... وہ غراٹا، ”وہ آندر پورڈ  
... اور وہ... وہ... سسلوٹ... مجھے ان کی صورتوں سے نفرت ہے... یہ لوگ“

جنوری کی شام کو اکیفوف نے باکو سے مجھے فون کیا... وہی دن صبح  
میں کے ساتھ یہ سانس پش آیا... اُس نے مجھے بتایا کہ وہ طیارے کے ذریعے  
جلد ماسکو پہنچ رہا ہے اور زیوی گن کی آخری رسوم میں ضرور شریک ہوگا...  
پھر وہ آذربائیجان سے آیا؟ میں نے پوچھا:

اُس نے نفی میں گردن ہلائی۔ وہ نہیں آیا... تاہم اُسی روز ایک گھنٹے بعد  
کا دوبارہ فون آیا... اُس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ وہ زیوی گن کے جنازے  
شرکت نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ پولٹ بیورو نے اُسے آذربائیجان سے ماسکو آنے کی  
اجازت نہیں دی۔ اُسے کہا گیا کہ ۲۱ جنوری کو حکومت انگولا کا ایک خصوصی ڈپلیمیشن  
بائیجان کے سرکاری دورے پر آ رہا ہے اور اس کا وہاں موجود رہنا زیوی گن  
جنازے میں شرکت سے زیادہ اہم ہے...۔

”کیا آپ نے غور کیا کہ یہ شخص گائیڈر اکیفوف آتے آتے کیوں رہ گیا؟“  
”میرا اندازہ یہ ہے کہ جب پہلی بار اس نے باکو سے مجھے فون کیا، اس وقت نیچ  
کی ہماری گفتگو سن رہا تھا۔“

میں پھر چونک پڑا۔ ”کیا آپ کے گھر کا فون ٹیپ کیا جاتا ہے؟“  
”بھئی ہنسی اُس کے حلق سے برآمد ہوئی: یہاں کس کا فون ٹیپ نہیں کیا جاتا؟“  
”پھر بھی... آپ کو کچھ اندازہ تو ہوگا کہ آپ کی اور اکیفوف کی باتیں سننے والا  
کونسا ہے۔“

”ہاں... مجھے اندازہ ہے۔ یہ حرکت آندر و پوٹ یا سسلوٹ کے سوا اور کون  
کونسا ہے؟“

”دو ٹی آپ کیسے کر سکتی ہیں؟ درمیان میں تو کوئی بھی عام فرد کسی بھی وقت  
کونسا ہو سکتا ہے...۔“

”میں سمجھ رہا ہوں... لیکن آذربائیجان کی کمیونسٹ پارٹی کے فرسٹ سیکرٹری کو  
کونسا کوئی عام آدمی روک نہیں سکتا... بات یہ ہے کہ فون پر جو باتیں میرے

نے دیر اپڈیٹڈ فانا کو فون کیا تھا نہ اس کے گھر آئے تھے... بڑھیا کا کہنا تھا کہ  
نے زیوی گن کی موت کے سرکاری اعلان پر دستخط تک کرنے کی زحمت گوارا نہیں  
زیوی گن کے تمام قریبی دوستوں... اور ملتے جلتے والوں کا رویہ بھی ایسا ہی  
وہ لوگ جو ہر وقت اُسے گھیرے رہتے تھے، اس کی موت کے بعد یوں غائب  
جیسے زیوی گن کا کبھی کوئی وجود ہی نہ تھا۔“

”کیا کوئی شخص ایسا بھی تھا جس نے آپ سے ہمدردی کا اظہار کیا ہو؟“  
”نے پوچھا۔

”ہاں... صرف ایک شریف آدمی ہے جسے زیوی گن کے مرنے کا  
اور اُس نے مجھے باکو سے فون کیا...۔ واقعی فون پر ہچکیاں لے لے کر دیا  
اس اطلاع پر میرے کان کھڑے ہوئے میں نے کہا: اس کا مطلب یہ  
کہ وہ آپ کے شوہر کا کوئی عزیز اور پرانا دوست ہوگا۔“

”یشک... اُس کا نام گائیڈر اکیفوف ہے... آذربائیجان کی سنٹرل  
کافر سٹ سیکرٹری... شاید انھیں معلوم ہو کہ بیس برس قبل میرا شوہر آذربائیجان  
میں کے جی بی کا سربراہ تھا۔ اُس زمانے میں اکیفوف سے زیوی گن کی پہلی ملاقات  
کے جی بی ہیڈ کوارٹر میں ہوئی... اکیفوف خود بھی وہاں کام کرتا تھا۔ دونوں نے ایک  
کو پسند کیا اور پھر رفتہ رفتہ وہ گہرے دوست بن گئے۔ زیوی گن نے اُسے اپنے  
کے لیے بہت کام کیا اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج اکیفوف آذربائیجان کمیونسٹ پارٹی  
فرسٹ سیکرٹری ہے۔ کچھ عجیب نہ ہوگا کہ کچھ عرصے بعد وہ پولٹ بیورو کا رکن بھی  
جائے۔ اکیفوف کی اعلیٰ طرفی ہے کہ بڑے مرتبے پر پہنچ جانے کے باوجود پرانا  
دوستوں اور زیوی گن جیسے محنتوں کو ایک تانے کے لیے بھی نہیں بھولا۔“

”بڑھیا بولتے بولتے چیپ ہو گئی۔ شاید وہ اُن بیٹے ہوئے خوشگوار دنوں کی  
میں گم تھی جو اس نے اپنے شوہر کی معیت میں آذربائیجان کے اندر گزارے تھے  
رومال سے اپنی دیرانہ نیلی آنکھیں پونچھ کر اس نے بھڑائی ہوئی آواز میں کہنا

ہیف میں قصبے جھگڑے ہیں یہیں محض اپنی ڈیوٹی ادا کر رہا ہوں اور آپ پوچھتا ہے کہ جو حالات آپ نے بیان کیے، اُن کی روشنی میں کیا خود آپ کی جان کو خطرہ لاحق نہیں ہے؟ جو لوگ اتنے طاقتور ہوں کہ زیوی گن جیسے با اثر شخص کو ہتھیار چھو کر دیں اور آپ کے دوستوں کو تعزیت کیلئے باکو سے ماسکونہ آنے دیں یہ بھی لمحے آپ کو راستے سے ہٹا سکتے ہیں۔۔۔ آپ نے اپنی حفاظت کے لیے کیا غامات کیے ہیں؟

بڑھیا نے نفرت و حقارت سے ہنرٹ سکڑے اور تلخ آواز میں کہنے لگی: جانتی ہوں کہ وہ مجھے نہیں چھوڑیں گے۔۔۔ ممکن ہے برزنیف کا تختہ الٹنے کے لیے لوگ میری طرف توجہ کریں لیکن جب تک برزنیف پاؤں میں ہے، وہ میرا نہیں بگاڑ سکتے۔۔۔ وہ جانتے ہیں کہ برزنیف کی بیوی میری بہن ہے۔“

”جی ہاں۔۔۔ آپ درست کہتی ہیں۔۔۔ کامریڈ برزنیف کی موجودگی میں یہ لوگ براہقہ ڈالنے کی جرأت نہیں کریں گے، لیکن یہ آپ نے کیسے سمجھا کہ آندروپوت سسلوف آپس میں مل کر برزنیف کے خلاف کوئی سازش کر رہے ہیں؟“

”اگر تمہیں پبلک پراسیکیوٹر آفس میں رہتے ہوئے یہ بات بھی معلوم نہیں آتی ہو۔۔۔ بڑھیا نے چمک کر کہا: ”برزنیف کو میرے شوہر کا شکریہ گزار ہونا پڑے گا۔ وہ آندروپوت اور سسلوف جیسے لوگوں کی سازش ناکام نہ بناتا۔“

”ہنگ برزنیف کا تیا پانچہ ہو چکا ہوتا۔ زیوی گن کو ان لوگوں نے اپنی جان بچا کر رکھی۔ ایک طرف یہ لوگ برزنیف کے خلاف اندر خلع سازشوں

کا بیلا ہے تھے، اور دوسری طرف میرے شوہر کے خلاف کسی نہ کسی سازش برزنیف کو بدظن کرنے کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ انہوں نے برزنیف تک یہ بات

کہ زیوی گن بھی آندروپوت اور سسلوف سے ملا ہوا ہے اور برزنیف ان کا دل کا پتا ہے کہ فوراً یقین کر لیا۔ اس نے ایک بار بھی یہ سوچنے کی تکلیف

نہ کی کہ جو شخص تیس برس سے ایک وفادار کتے کی طرح دم ہلاتے ہلاتے اس

اور آئیوف کے مابین ہوئیں، وہ ٹیپ کر کے آندروپوت یا سسلوف کے پاس سے کسی ایک کے پاس پہنچاتی گئیں اور انہوں نے، وقت ضائع کئے بغیر، آئیوف کو یہ حکم جاری کر دیا کہ وہ آذربائیجان ہی میں رہے۔ ماسکونہ آئے۔۔۔“

”ایک لحظے کے لیے میں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ جو کچھ کہہ رہی ہیں، وہی حقیقت ہے، لیکن یہ بات مہربی سمجھ میں نہیں آ رہی کہ آئیوف کو باکو سے ماسکونہ آنے کا حکم دینے میں آندروپوت یا سسلوف کے سامنے کوئی مصلحت تھی جبکہ آندروپوت زیوی گن کے جنازے میں شریک تھا۔“

”یہ بہت چالاک لوگ ہیں کامریڈ سٹراپوت۔۔۔ تم ان کی حرکتوں سے آگاہ

ہو۔۔۔ وہ جانتے تھے کہ آئیوف اور زیوی گن کے درمیان کس قدر گہرے تھے۔۔۔ یہ نکلنے کے مراسم قائم ہیں، انہیں یہ بھی احساس تھا کہ اگر آئیوف ماسکونہ

تو اس سازش کی بو بھی سونگھ سکتا ہے جو یہ لوگ میرے شوہر کے خلاف تھے، اس لیے انہوں نے آئیوف کو آنے سے روک دیا۔۔۔ بیشک آندروپوت

جنازے میں شریک تھا، مگر رسمی طور پر۔۔۔ جب کہ سسلوف بیمار ہو کر میں داخل ہو گیا۔۔۔ اب تم کہتے ہو کہ زیوی گن نے خود کشی نہیں کی۔۔۔“

”یہ بات ہمیں نے ہرگز نہیں کہی مادام۔۔۔ میں نے یہ کہا تھا کہ برزنیف کے تعینیل میں میں زیوی گن کی موت کے اسباب جاننے کی کوشش کر رہا ہوں۔

اسم نے یہ طے نہیں کیا ہے کہ زیوی گن نے خود کشی کی یا انہیں قتل کیا گیا۔۔۔ تاہم، کوشہ نہیں کہ یہ خود کشی نہیں قتل ہے۔۔۔“

”وہ بھی بد معاش ہے۔۔۔ بالکل آندروپوت اور سسلوف جیسا۔۔۔ انہوں نے برزنیف میں کوئی فرق نہیں ہے۔۔۔ بڑھیا نے دانت پیس کر کہا: ”انہی لوگوں

آپس کے جھگڑوں اور ایک دوسرے کو پتہ دکھانے کی کوششوں کے نتیجے میں میرے شوہر کی جان گئی ہے۔۔۔“

میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے کہا: ”مادام ممکن ہے آپ درست کہتی

تاہم یہ جاننا میرے فرائض منصبی میں داخل نہیں کہ آندروپوت، سسلوف

جہاں سے باہر جانے کی اجازت بھی نہیں دیتا۔ سرکاری تقریبات میں وہ کیلا کرتا ہے۔ اُس نے بارہا زیوی گن کو بھی منع کیا تھا کہ وہ اپنے گھر دوستوں کو نہ لے کر آئے اور مجھے سرکاری تقریبات میں ساتھ لے جانے سے گریز کرے۔ زیوی گن کا غلام تھا۔ اُس نے مجھے ساتھ لے جانا چھوڑ دیا۔ کیا تم یقین کر دو گے کہ شراپوت کر مجھے اپنے شوہر کے ساتھ بیٹھ کر دس برس گزارنے میں درنہ اس سے پہلے وہ ہمیشہ مجھے اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔۔۔

"واقعی یہ باتیں بہت تکلیف دہ ہیں۔۔۔ مجھے سخت افسوس ہوا۔۔۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے پاس اپنے انجمنی شوہر کے ذاتی کاغذات یا ڈائریاں وغیرہ تو نظر ہوں گی۔ اگر آپ تھوڑی دیر کیلئے ان کاغذات کے معائنہ کی اجازت دیں میں شکر گزار ہوں گا۔"

بڑھلے زور زور سے انکا میں گردن ہلاتی: "زیوی گن کے ذاتی کاغذات ہنگ میرے پاس تھے۔ مگر وہ لوگ ایک ایک پرزہ اٹھا کر لے گئے۔ میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا: "وہ لوگ کون تھے مادام تزیوی گن، ذاتی کاغذات اٹھا لے گئے؟"

اس نے گہرا سانس لیا: "کامریڈ شراپوت! بعض اوقات میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ ہم کس دور میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کیا یہ دور ہے جب نساء اور جنگوں میں رہتا تھا؟ جو طاقتور ہوتا، وہ کمزور کو مار ڈالتا کرتا۔ سوویت یونین کی پراپرٹیز میں سے ایک ہے اور جس نظام کے تحت ہمارے کموڈرل افراد کے دن گزار رہے ہیں۔ ہم اس کی خوبیاں گنتے گنتے تھکے نہیں۔ لیکن یہ بھی نظام کی خوبی میں شامل ہے کہ ایک بے کس اور بے بس عورت کا شوہر فوت ہونے پر فوراً اس کے مکان پر دھاوا بول دیا جائے اور گھر کی ہر شے تلیٹ ہونے لگے۔ جبکہ اس کا شوہر کوئی معمولی آدمی نہ تھا۔ ایک بہت بڑے ادارے کے سربراہ کی حیثیت سے ملک کی خدمات عرصہ دراز سے سرانجام دے رہا

کے پیچھے پھرتا رہا ہو، وہ بھلا اس کے خلاف کس سازش میں شریک ہو سکتا ہے؟

"گائیڈر آلیون نے تیسری بار آپ سے رابطہ قائم کیا یا نہیں؟"

"نہیں... اُسے یقیناً دہشت زدہ کر دیا گیا ہوگا۔" بڑھیا نے کہا۔ "جان ہرٹمنز، پیاری ہوتی ہے۔"

"فرض کیجئے میں آلیون سے ملوں، تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ جنرل زیوی گن کی طرف سے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرے گا؟"

"ہو سکتا ہے اُسے بہت کچھ معلوم ہو۔۔۔ وہ زیوی گن کے بہت قریب رہا اور دونوں میں ہمیشہ رابطہ قائم رہا۔۔۔"

"اچھا، یہ بتائیے کبھی آپ کے شوہر نے ذکر کیا کہ اندروپوت اور سلاون برزنیف کے خلاف کیا کیا سازشیں کر رہے ہیں۔"

"اس نے بارہا اپنی تشویش کا اظہار کیا تھا۔"

"کی زیوی گن کے پاس کوئی ایسا ثبوت موجود تھا کہ برزنیف کے خلاف فلاں فلاں شخص سازش میں ملوث ہے؟"

"ثبوت بھی ضرور ہوگا... زیوی گن بہر حال کے جی بی کا ڈپٹی چیئرمین تھا۔ اس کے اپنے ذرائع تھے جن سے وہ بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا۔"

"برزنیف نے زیوی گن کو سازشیوں کے ہاتھوں سے محفوظ کرنے کی کوئی تدبیر؟"

"وہ کیا تدبیر کرتا، وہ خود بھی زیوی گن سے بدگمان تھا... اگر تم نے برزنیف

کچھ مطالعہ کیا ہے تو تم پر یہ حقیقت روشن ہو چکی ہوگی کہ وہ نہایت بزدل آدمی ہے۔ اندروپوت اور سلاون کی طرح ڈرپوک... مگر اندر سے لوٹری کی طرف چالاک اور مکار... کامریڈ خروچیت جس زمانے میں وزیر اعظم رہا، وہ اپنے کو غیر ملکی دورے پر ہمیشہ اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔ جب بھی وہ امریکہ یا یورپ گیا اس نے اپنی بیوی کو ساتھ رکھا لیکن یہ برزنیف... اس نے میری بہن ریکا کی دوزخ کا نمونہ بنا کر رکھ دی ہے۔ غیر ملکی دورے پر ساتھ لے جاتا تو درکنار

”مادام، یہ تعجب بات ہے۔۔۔ آخر انہیں یہ کیسٹ لے جانے کی کیا ضرورت تھی؟“

”یہ بات تو تم انہی حرامزادوں سے پوچھنا۔۔۔“ بڑھیا نے کہا، ”اُن میں سے ایک نے ہنس کر اتنا کہا کہ میں بھی میوزک سے بہت دلچسپی ہے اور یہ کیسٹ ہم سب کو ملے گی۔۔۔ لیکن میں نے اُن کی بکواس پر نہ تو اس وقت یقین کیا، نہ اب یقین کر دیں گے۔“

”مادام وہ لوگ کون تھے؟ کیا آپ انہیں جانتی پہچانتی ہیں؟ آپ کو انہوں نے اپنے شناختی کارڈ دکھائے تھے؟“

”مجھے اُن کے شناختی کاغذات دیکھنے کی ضرورت نہ تھی۔۔۔ اس لیے کہ:

ہاں۔ بالکل تھا۔۔۔ بڑھیا نے جواب دیا۔ "ایسا نشان جو چاقو کا ہو سکتا ہے۔  
اب کسی جرح کی ضرورت نہ تھی۔ ثابت ہو گیا کہ نکولائی افاںسیوف کے پرے

میں بالکل فوت ہی تھا لیکن حیرت اس بات پر تھی کہ اُسے اپنا غلط نام ظاہر کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی یہ ایک اہم اور انتہائی پراسرار انکشاف تھا کہ زیوی کی موت کے فوراً بعد بالکل فوت، پانچ دیگر افراد کی معیت میں، زیوی گن کے گھر پہنچتا ہے اور تلاشی کی محم میں شریک ہو کر زیوی گن اور اس کی بیوی کی ملکہ میوزک کیسٹ قبضے میں لے لیتا ہے۔۔۔ جہاں تک میں بالکل فوت سے واقف تھا مجھے یاد نہیں کہ اُسے میوزک یا گانے بجانے سے کبھی دلچسپی رہی ہو، پھر اس نے زیوی گن اور اس کی بیوی کے کیسٹ کیوں چھینے ہو سکتا ہے بعض کیسٹوں میں میوزک کے بجائے بیغیات ریکارڈ کیے گئے ہوں، اور آندروپوٹ کو انہی کیسٹوں کی ضرورت ہو۔۔۔ یہ حال، یہ ثابت ہو گیا کہ مادام تادیبا دنیا، بالکل فوت، کرناؤز اور کرناؤٹ ایک ہی گروہ کے افراد ہیں اور ان کا ایک دوسرے سے گہرا رابطہ ہے یہ بھی ممکن ہے کہ جنرل زیوی گن نے ان سب کے بارے میں اپنی ذاتی دائروں یا کاغذات کے اندر خفیہ نوعیت کے اندراج کر رکھے ہوں اور یہ پتھر میں کسی بھی لمحے ان سب کے خلاف برزنیف استعمال کر سکتا ہو۔۔۔ یہ بہر حال طے ہے کہ جی بی اور اس ادارے سے باہر تمام ایسے ادارے جو کسی نہ کسی طرح کے جی بی کے دائرہ کار میں شامل ہیں، برزنیف کے خلاف گہری سازشوں میں ملوث ہیں اور جنرل زیوی گن ان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھا، لہذا انہوں نے نہ صرف زیوی گن کو راستے سے ہٹا دیا بلکہ اس کے ذاتی کاغذات اور کیسٹوں پر بھی قبضہ جما لیا۔ کاغذات سے زیادہ ان کیسٹوں کی اہمیت مجھ پر واضح ہو رہی تھی۔ قطعی ممکن تھا کہ زیوی گن، اپنے ذرائع کام میں لاتے ہوئے، سلسلوٹ اور آندروپوٹ کی وہ باتیں بھی ریکارڈ کرتا رہا ہو جو وہ برزنیف کی حکومت کا تختہ الٹنے کے سلسلے میں کرتے ہوں گے۔ مجھے یہ بھی علم تھا کہ برزنیف کو ان سازشوں سے زیوی گن ہی نے گاہ کیا تھا، میں یہ بھی جان چکا تھا کہ برزنیف نے اپنے حریفوں پر نگاہ رکھنے کے لیے زیوی گن کو خصوصی ہدایات اور اختیارات بھی دیے تھے، اور یہی چیز زیوی گن کی بھیانک موت کا سبب بن گئی۔

سلسلوٹ کی نگرانی کے لیے زیوی گن نے اپنے آدمیوں کی ایک فوج ان کے گوردی بھادی تھی اگر میں کسی طرح زیوی گن کے ان خفیہ ایجنٹوں سے رابطہ قائم کر سکتا، جو زیوی گن اور سلسلوٹ کی نگرانی پر مقرر کیے گئے تھے تو بہت سے راز کھل سکتے تھے۔ لیکن میرے پاس ان ایجنٹوں سے رابطے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ ذریعہ تو اس وقت ہوتا جب مجھے ان کے کوڈ ناموں کا علم ہوتا کہ یہ کوڈ زیوی گن کے ذاتی کاغذوں اور زیوی گن میں کہیں درج تھے۔ جنہیں حریف پہلی فرصت میں موقع پاتے ہی مارے اور اب ان کاغذوں کا واپس ملنا محال ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا۔

”کیا سوچ رہے ہو، کامریڈ شٹراپوٹ۔۔۔“ ویرا پیٹر فنانا نے پوچھا۔ ”میرا خیال ہے کہ ہوا، اُسے نظر انداز کر دینا ہی بہتر ہے۔۔۔ برزنیف سے کہہ دو کہ اب وہ اپنی خیر رائے آندروپوٹ کے چہرے پر پھیلی ہوئی خیانتیں اور سلسلوٹ کے داغ نہیں نکالنے والی شیطانی اسکیمیں ہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔ انہوں نے زیوی گن کو ہرے ناگ بن کر دس لیا ہے اور اب برزنیف ان سے بچ نہیں سکے گا۔“

”مادام! معاف فرمائیے، مجھے برزنیف سے کوئی دلچسپی ہے نہ اس کے حریفوں میں صرف آپ کے شوہر کی دردناک موت کے اصل اسباب جاننے کی کوشش رہا ہوں، اور آخر جنرل زیوی گن نے خود کشتی کا اڑنا نہیں کیا، انہیں قتل کیا گیا ہے تو یہ آپ کا فرض ہے کہ میری مدد کریں تاکہ میں مجرموں کو قانون کے حوالے کر سکوں۔۔۔“

”خاس سے بھی غرض نہیں کہ مجرم کتنے بااثر اور طاقتور ہیں، میں جاننا چاہتا ہوں اس میں میری جان کو بھی خطرہ لاحق ہے لیکن ان باتوں کے باوجود میں اپنا سرکاری فرض پورا کروں گا۔“

”بڑھیا نے تعریفی نظروں سے مجھے دیکھا اور کہنے لگی: ”میں تجھے پسند کرنے لگی ہوں۔۔۔“ کاش ہمارے ہاں سب تم جیسے ہوتے۔۔۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہے اور نہ بھی ایسا ہوگا۔۔۔ تم بے تکلفی سے جو پوچھتا جاؤ پوچھ سکتے ہو۔۔۔ کیا خبر تمہاری پہلی اور آخری ملاقات ہو۔۔۔“

ویرا پیٹر فانا ایک منٹ تک چھت پر لڑکا ہیں جھانے کچھ سوچتی رہی اس کی نسل  
آنکھوں میں بیک وقت اضطراب اور خوف کے سائے گھبر رہے تھے اور خشک  
ہونٹوں کی خفیف سی جنبش یہ ظاہر کر رہی تھی کہ وہ کچھ کہنے کے لیے بے قرار ہے۔ مگر  
نامعلوم وجوہ کے باعث کہہ نہیں سکتی۔ آخر اس نے دھیمی آواز میں یوں کہنا شروع کیا  
جیسے مجھ سے نہیں، اپنے آپ سے مخاطب ہو: "شرا یون ایہ ایک لمبی داستان ہے۔۔۔  
سوچتی ہوں کیا کہوں اور کیا نہ کہوں۔۔۔ تمہیں بس اتنا ہی علم ہے کہ زیوی گن میل شوم تھا۔  
اور میں دنیا کی نظروں میں اُس کی بیوی، اور شاید تم یہ بھی سمجھتے ہو گے کہ دنیا کے کام ادا  
سے فرصت پاکر میل شوم روزانہ گھراتا ہوگا اور گھر کے معاملات و مسائل اور اپنی اولاد  
کے بارے میں باتیں کرتا ہوگا۔ لیکن ایسا سرگزشت نہیں تھا۔ بعض اوقات ہفتوں کیا مہینوں  
اس کی صورت دیکھنے میں نہ آتی اور جب کبھی وہ بھولے پھٹکے گھر میں آتا، مجھ سے بات  
تک نہ کرتا تھا۔ اپنے کمرے میں بیٹھا شراب پیتا یا سو جانا، کھانا وہ عموماً گھر سے باہر ہی  
کھانے کا عادی تھا۔ برسوں ہو گئے، اس نے کبھی مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ وہ راقم کیسی ہو،  
تمہارا گزارا کیونکر ہوتا ہے۔ دراصل اُس نے اپنے خاص مشاغل کے لیے کشا لوار شرط پیا  
ایک الگ اپارٹمنٹ لے رکھا تھا۔ اُس کی زیبائش اور آرائش پر اس نے بے انداز دولت  
صرف کی تھی۔ میں ایک دو بار اس اپارٹمنٹ میں اپنے شوہر کو دیکھنے گئی تھی اور پہلی بار مجھے  
احساس ہوا کہ زیوی گن جن افراد میں پھنس گیا ہے وہ اچھے لوگ نہیں ہیں۔۔۔ کے جی نا  
ڈیٹی جیمز مین کی حیثیت سے اُسے جو تنخواہ اور الاؤنس ملتے تھے وہ اس اپارٹمنٹ

حالات و واقعات رونما ہوتے گئے جن کے باعث زیوی گئی ساری عمارت بھول گیا۔ اُسے فی الواقع کچھلے تین چار برسوں میں سر کھانے کی بھی فرصت نہ تھی۔ ملک کے جی بی کے کارکنوں کی نگرانی کے ساتھ اندرون ملک، برزنیف کے خلاف نئی سازشوں پر بھی زیوی گئی ہی کو نگاہ رکھتی پڑتی تھی۔ اس لیے کہ جی بی میں زیوی کو چھوڑ کر ایک فرد بھی برزنیف کا حامی نہ تھا۔ گویا میرے شوہر کو بیک وقت کئی محاذوں پر لڑنا پڑ رہا تھا اور ظاہر ہے وہ روز بروز چڑچڑا اور زندگی سے بیزار ہو گیا۔ اس کے فولادی اعصاب رفتہ رفتہ موم بن گئے۔ پہلے کبھی کبھار وہ گھر آ جاتا لیکن اب وہ ادھر کارخ گھرنا ہی بھول گیا تھا۔ میں اُس کی جسمانی حالت نہایت دگرگوں تھی۔ وہ مجھ سے بات نہ کرتا۔۔۔ آخری دنوں میں اُس کی جسمانی حالت نہایت دگرگوں تھی۔ سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا۔۔۔ وہ ۱۹۳۹ء سے جی بی کے لیے کام کر رہا تھا اور اس نے اپنی زندگی کے آخری ۳۵ برس اس ادارے میں بسر کر دیے تھے ماس کے بے شمار کارنامے ایسے ہیں جو کہ جی بی کی خفیہ فائلوں میں دفن ہیں۔ حد یہ ہے کہ اس نے اپنی جان بھی کے جی بی پر نثار کر دی۔“

ویرا پیٹروفانا کی آواز ایک بار پھر بھرا گئی اور پھر اس کی مرجھائی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔

حالات و واقعات رونما ہوتے گئے جن کے باعث زیوی گئی ساری عمارت بھول گیا۔ اُسے فی الواقع کچھلے تین چار برسوں میں سر کھانے کی بھی فرصت نہ تھی۔ ملک کے جی بی کے کارکنوں کی نگرانی کے ساتھ اندرون ملک، برزنیف کے خلاف نئی سازشوں پر بھی زیوی گئی ہی کو نگاہ رکھتی پڑتی تھی۔ اس لیے کہ جی بی میں زیوی کو چھوڑ کر ایک فرد بھی برزنیف کا حامی نہ تھا۔ گویا میرے شوہر کو بیک وقت کئی محاذوں پر لڑنا پڑ رہا تھا اور ظاہر ہے وہ روز بروز چڑچڑا اور زندگی سے بیزار ہو گیا۔ اس کے فولادی اعصاب رفتہ رفتہ موم بن گئے۔ پہلے کبھی کبھار وہ گھر آ جاتا لیکن اب وہ ادھر کارخ گھرنا ہی بھول گیا تھا۔ میں اُس کی جسمانی حالت نہایت دگرگوں تھی۔ وہ مجھ سے بات نہ کرتا۔۔۔ آخری دنوں میں اُس کی جسمانی حالت نہایت دگرگوں تھی۔ سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا۔۔۔ وہ ۱۹۳۹ء سے جی بی کے لیے کام کر رہا تھا اور اس نے اپنی زندگی کے آخری ۳۵ برس اس ادارے میں بسر کر دیے تھے ماس کے بے شمار کارنامے ایسے ہیں جو کہ جی بی کی خفیہ فائلوں میں دفن ہیں۔ حد یہ ہے کہ اس نے اپنی جان بھی کے جی بی پر نثار کر دی۔“

ویرا پیٹروفانا کی آواز ایک بار پھر بھرا گئی اور پھر اس کی مرجھائی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔

”نہیں... وہ رات کو آیا اور آتے ہی سو گیا۔ صبح میں نے اُس کے لیے ناشتہ بنادیا وہ اس وقت بھی چُپ رہا۔۔۔ اُس نے کوئی بات نہیں کی۔“

”جب وہ یہاں سے نکلا تو آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ کہاں گیا ہوگا؟“

”کچھ اندازہ نہیں۔ ممکن ہے وہ کشالو اسٹریٹ والے پارٹمنٹ میں گیا ہو یا میں اور۔۔۔“

”اُس کے جانے کے بعد آپ کی مصروفیات کیا رہیں؟“

”میں حسب معمول سینما چلی گئی۔ اُس نے سگریٹ سٹگاتے ہوئے جواب دیا۔ اس کا جواب پر مجھے حیرت ہوئی۔۔۔۔۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟“

”زیوی بول پڑی۔“ میں تمہیں پہلے بتا چکی ہوں کہ کچھلے کئی برسوں سے میں اس فلیٹ

”کیا نتیجہ نکلا اس طویل خدمت اور جان کی قربانی پیش کرنے کا؟“ اس نے ایک لحنت بھری ہوئی شیرینی کی طرح یہ سوال مجھ سے کیا۔ یہی کہ اُسے خود کشی پر مجبور دیا گیا۔۔۔ اُس پر طرح طرح کے بے بنیاد اور گھناؤنے الزامات لگائے گئے۔ اس کے خلاف جھوٹی سچی خبریں وضع کی گئیں۔ برزنیف کے کان بھرے گئے۔“

”گویا زیوی گئی سے آپ کی ملاقات انیس جنوری کو ہوئی تھارہ جنوری کو؟“

میں نے کہا۔ ”آخری مرتبہ آپ نے کب اُسے دیکھا؟“

”یہ میں نے کب کہا کہ اٹھارہ یا انیس جنوری کو میری اس کی ملاقات نہیں ہوئی؟“

”بڑھیا نے جواب دیا۔“ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اُسے اٹھارہ اور انیس دونوں دنوں

میں اکیلی رہ رہی ہوں۔ بچے میرے ساتھ نہیں رہتے اور زیوی گن جیسے دو مہینے میں ایک آدھ بار مہمانوں کی طرح آتا اور چلا جاتا تھا۔ تب ایک بڑھی ہوئی عورت کی کئی ہفتے صبح کے وقت روزانہ فلم دیکھنا اپنا معمول بنالیا۔ — بچے میں ہمیشہ گھر سے باہر سینما ہی میں لیتی ہوں۔ میرے گھر کے قریب ہی ایک سینما ہاؤس ہے۔ جہاں ٹھیک دس بجے صبح روزانہ نئی فلم دکھائی جاتی ہے۔ کبھی کبھی میں زیادہ دور بھی چلی جاتی ہوں یعنی زریو سینما کی طرف۔“

”۱۹ جنوری کی صبح آپ نے کونسی فلم دیکھی، اس کا نام کیا ہے؟“

”ہاں۔ وہ اچھی مزاحیہ فلم تھی۔ ایک کمینک کی میوی کے بارے میں۔“

”اور اسی روز چند گھنٹوں بعد آپ کو اطلاع ملی کہ زیوی گن نے اپنے سر میں گولی مار کر خود کو ہلاک کر لیا۔“

”ہاں۔ پہلے تو مجھے اس اطلاع پر یقین نہیں آیا۔۔۔ زیوی گن ایسا آدمی ہرگز

نہیں تھا جو برون خودکشی کرتا، پھر میں نے سوچا کہ زندگی کے آخری دنوں میں اس کی ذہنی

کیفیت شاید نارمل نہیں رہی تھی۔ اس لیے ممکن ہے وہ یہ حرکت کر گزرا ہو۔۔۔“

گویا آپ کی رائے میں زیوی گن ایسی حالت میں تھا کہ وہ خود کو شوٹ کر سکتا

”یوں کہو کہ حالات و واقعات نے اُسے ایسی حالت تک پہنچا دیا تھا جہاں اُس

کے سامنے خودکشی کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔۔۔ سوویت یونین میں اکثر بڑے بڑے

لوگ جو نازک مناصب پر فائز ہوں، اکثر خودکشی کیا کرتے ہیں۔۔۔ اس ضمن میں

بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔۔۔“

”آپ کی معلومات حیرت انگیز ہیں مادم۔“ میں نے کہا۔ ”کیا آپ ایک دو مثال

دے سکیں گی؟“

”میں تمہیں تازہ مثال دیتی ہوں۔۔۔ برزنیف نے جنرل دتیا پوٹین کو حکم دیا

تھا کہ افغانستان سے حفیظ اللہ امین کو ہر صورت میں زندہ پکڑ کر ماسکولاء۔۔۔ سوویت

کی گزشتہ تاریخ میں غالباً یہ پہلا موقع تھا کہ اس نوعیت کے کٹھن کام کے جوابی

بجائے ایم ڈی کے سپرد کیے گئے۔ جنرل پوٹین۔ ایم ڈی ڈی کا چیرمین تھا اس

اور سیدار مغز شخص کہ اس کے بارے میں عام طور پر مشہور تھا کہ یونین ہوتا پارٹ

جنرل پوٹین کی لغت میں بھی ناممکن کا لفظ ہے ہی نہیں۔ برزنیف کے اس حکم

کا نیکو خاصا تعجب بھی ہوا کہ کے جی بی کے تمام تجربات کو نظر انداز کرتے ہوئے

اللہ امین کو زندہ حیثیت میں کابل سے کرملین تک پہنچانے کا فرضیہ ایم ڈی کو

دیا۔ اس نے خود برزنیف کو بتایا کہ پوٹین اپنی رسولے زمانہ عیاری اور مکاری

پر یہ کام سرانجام نہیں دے سکے گا، اس لیے یہ کام کے جی بی کے کسی ایجنٹ

بلے مگر برزنیف نے یہ مشورہ قبول نہیں کیا۔۔۔“

آپ بار بار کہہ رہی ہیں کہ برزنیف نے امین کو کابل سے زندہ ماسکولاء لانے

کیا تھا؟ میں نے ویلا پیٹروفنا کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ اس لفظ زندہ سے آپ

دیکھ رہے ہیں کیا حفیظ اللہ امین کو ماسکولاء محال ہو رہا تھا یا وہ برزنیف سے ملنے

چاہتا تھا؟“

بڑھاپے اختیار نہیں پڑی: ”اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں کچھ بھی معلوم نہیں کامیاب

ہے۔ بہر حال میں تمہیں بتاتی ہوں۔ افغانستان میں جب وہاں کے لوگوں نے

ت یونین کے خلاف نفرت آمیز مظاہروں کا آغاز کیا اور حفیظ اللہ امین کے لیے

ناہروں پر قابو پانا ممکن نہ رہا تب جنرل زیوی گن نے برزنیف کو مشورہ دیا کہ اگر اس

برامین کی مدد نہ کی گئی تو حالات قابو سے باہر ہو جائیں گے۔ سوویت یونین پر لازم

رہاں حکومت کی مدد کرے اور اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو امین

مکولایا جائے اور اس سے اس مضمون کی درخواست پر دستخط کرائے جائیں کہ

مکان میں گریڈ ختم کرنے کے لیے سوویت یونین اپنے دست افغانستان کی مدد

کر سکتا ہے کہ مسلح سوویت فوجی دستے وہاں داخل کر دیئے جائیں۔ یوں افغانستان

فوجی مداخلت کا حوالہ حاصل ہو جائے گا اور یہ کارروائی دیکھا کہ منہ بند کرنے کے لیے

نہیں۔ درنہ اقوام متحدہ کا ادارہ اس مسئلے پر لے دے کر سکتا ہے۔۔۔۔۔

زیوی گن کا کہنا تھا کہ جب تک سوویت یونین اپنے فوجی دستے افغانستان نہ بھیجے گا

اس وقت تک اُمین خطروں میں گھرا رہے گا اور اسے بہر حال بچانا اہمیت کا حامل ہے۔ چنانچہ پولٹ بیورو کا ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا اور جب برزنیف نے بیورو میں زیوی گن کے مشورے کا ذکر کیا تب سلسلوت اچانک اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے پرزور الفاظ میں اعلان کیا کہ سوویت کسی مین کا محتاج نہیں اور ہم جب چاہیں کسی درخواست کے بغیر افغانستان پر قبضہ کر سکتے ہیں، اور یہ قبضہ تاخیر کے بغیر کرنا چاہیے۔ افغانستان میں جو لوگ کمیونسٹوں کی مزاحمت میں پیش پیش ہیں انہیں فوری طور پر ختم کر دینا چاہیے اور یہ کام افغان کمیونسٹ پارٹی ٹریڈی آسانی سے کر سکتی ہے۔۔۔۔۔

”اگر پارٹی کو مسلح افراد کی ضرورت پڑے گی تو یہ افراد کسی بھی لمحے افغانستان کے لیے جاسکتے ہیں۔ پولٹ بیورو میں سلسلوت کے علاوہ آندر پوٹ دوسرا شخص تھا جو نے اس تجویز کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان پر قبضے کا اس سے بہتر موقع یونین کو نہیں مل سکے گا اور زیوی گن کی تجویز پر عمل کرنا محض وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ اس موقع پر خاصی گرمی مچ گئی۔ آخر برزنیف نے فیصلہ کیا کہ جنرل زیوی گن کو پولٹ بیورو کے اس خصوصی اجلاس میں بلا کر اس کے دلائل بھی مان لیں، سنوائے جائیں۔۔۔۔۔

”زیوی گن نے اجلاس میں کہا کہ افغانستان پر اگر قبضہ کرنا مقصود تھا تو اب اس کا مناسب وقت گزر چکا ہے۔ یہ کام تو بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا۔ اس وقت پورا دوسری ہے اور سوویت یونین کی افغانستان میں کسی معقول جواز کے بغیر مداخلت نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ یہ نتائج مستقبل قریب میں سوویت یونین کے لیے مفید ثابت نہیں ہوں گے، اور اگر ایک بار ہم افغانستان میں پھنس گئے تو اس گہری دلدل سے نکلنا آسان نہ ہو گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ افغانستان دوسرا ویت نام بن جائے۔ ان تمام مشکوک سے محفوظ رہنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ افغان حکمران کو ہلکا پھسلا کر یا زبردستی جو طرح حالات اجازت دیں، اگر ملین لایا جائے اور وہ ہم سے مدد کی تحریری درخواست

سلسلوت نے نہایت خفارت آمیز لہجے میں زیوی گن سے کہا، معلوم ہوتا ہے کہ بیرونی میں بزدل لوگ ضرورت سے زیادہ جمع ہو گئے ہیں اور یہ ادارہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہو گا کہ افغانستان کا معاملہ ایم وی ڈی کے ہاتھ لایا جائے۔ ایم وی ڈی میں جنرل پوٹین جیسے بہادر اور ہوشمند لوگ موجود ہیں زیادہ اچھی کارکردگی دکھانے کے اہل ہیں۔۔۔۔۔

پولٹ بیورو کے ارکان کی اکثریت نے اس تجویز پر صاف کیا اور امین کو کابل پہنچانے کا فریضہ جنرل پوٹین کو سونپ دیا گیا۔ اس کا منصوبہ یہ تھا کہ رات کی میں افغانستان کے حکمران کی سرکاری رہائش پر اچانک حملہ کیا جائے، تمام بہتر داروں کو موت کے گھاٹ اتار کر امین کو زندہ پکڑ لیا جائے۔ اُسے اسے ماسکولانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ امین سے وہیں کابل میں تحسیری دست وصول کر لی جائے جس میں سوویت یونین سے مسلح فوجی دستے افغانستان کی اپیل کی گئی ہو۔۔۔۔۔

جنرل پوٹین نے بڑی سرعت سے اس حکم کی جزئیات اور تفصیلات طے کیں۔ شب افغانستان میں صدارتی محل پر حملہ کر دیا، اس کا خیال تھا کہ افغان گارڈز ہر گز ہوجائیں گے اور سوویت فوجیوں کو امین تک پہنچنے میں کوئی دقت نہ آئے گی۔ یہ خیال خام نکلا۔ امین کے مسلح باڈی گارڈوں نے سخت مقابلہ اور مزاحمت کی۔ ایک ایک کر کے وہ سب مارے گئے۔ صدارتی محل میں خونریز جنگ جاری رہی۔ جنرل پوٹین کو اندازہ نہ تھا کہ یہ حکم کس قدر منگلی پڑے گی۔ اُس سے ایک یہ ہوئی کہ اس نے حملہ آور فوجی دستوں کو امین کی شناخت نہیں کرائی تھی اس لیے انکار کہ ایک سوویت فوجی نے امین پر مشین گن کا فائر کھول دیا۔ امین کے ہاتھ ہو گئے اور سارا آپریشن اکارت گیا۔ جنرل پوٹین کے حواس گم ہو گئے یہ بات سونم دکان میں بھی نہ تھی کہ امین یوں مارا جائے گا۔ اُسے تو بہر صورت زندہ رکھنا تھا۔ انکھوں میں زیادہ دیر دھول نہیں بھونکی جاسکتی تھی۔ ایک غیر ملکی سربراہ کی

ہم برزنیف اسے قتل کی واردات قرار دینے کا خواہش مند ہے تاکہ زیوی گن کی لاش  
 کے ذریعے آندر و پوف یا سسلوف کو نشانہ بنا سکے میرے نزدیک یہ سب ایک  
 ناقصی کے چٹے پٹے ہیں۔ بلکہ ان کے گرد وہیں گورباشوف کرلینکو اور گمرسین جیسے  
 بڑے تو ایسے نہریلے ناگ ہیں جن کے کاٹے کا کوئی منتر ہی نہیں۔ یہ تمام افراد زیوی گن  
 کے دشمن تھے۔ میں آندر و پوف اور سسلوف سے شدید نفرت کرتی ہوں اور برزنیف  
 سے بھی مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ محض اپنے اقتدار کو طول دینے اور اپنے حریفوں  
 کا نام نہ کرنے کے لیے یہ ڈراما رچا رہا ہے اور میں یہ ہرگز نہیں چاہتی کہ برزنیف زیادہ  
 پر اقتدار پمتا بعض رہے۔ اس کا تختہ بہر حال الٹ دینا چاہیئے۔۔۔“

”میں اٹھ کھڑا ہوا، بڑھیا نے دفعۃً اپنا اصل روپ مجھے دکھایا تھا۔  
 ”میں آپ کا شکریہ گزار رہوں مادام۔۔۔ اور جو بھی مجھے موقع ملا، میں کامریڈ برزنیف  
 تک آپ کا یہ پیغام پہنچا دوں گا لیکن جلتے جلتے آخری سوال اور کرنا چاہتا ہوں اسبید  
 ہے آپ اس کا جواب بھی دیں گی۔ یہ بتائیے، آپ میڈیکل اسٹی ٹیوٹ مبروں میں کس  
 کے شریف لے گئی تھیں؟“

”کوشش کے باوجود میں اپنے لمحے کا طنز چھپا نہیں سکا۔ اس سوال پر بڑھیا چونک پڑی  
 اور ایک ثانیے کے لیے اس کی نیلی آنکھوں میں روشنی کچھ اور کم ہو گئی۔ وہ بھی اٹھ کھڑی  
 بنی: ”ہاں۔۔۔ میں گئی تھی تم کون ہوتے ہو مجھے بوجھنے والے؟“

”آپ جانتی ہیں مجھے حکومت نے زیوی گن کی موت کے بارے میں تحقیقات کے  
 وسیع اختیارات دیے ہیں۔۔۔ میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔  
 ”ہاں ہوں تو اسی وقت آپ کو گرفتار بھی کر سکتا ہوں اور کوئی آپ کی ضمانت دینے  
 کے لیے مجھے نہ ہوگا۔“

”میں وہاں اپنے شوہر کی لاش دیکھنے گئی تھی۔۔۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔  
 ”اور آپ وہاں سے اُن کی جیکٹ بھی لے آئیں۔ وہ جیکٹ کہاں ہے؟“  
 ”وہ تو میں نے جلادی تھی۔“ اس نے اطمینان سے کہا۔ ”اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو بڑے

رہائش گاہ پر یوں حملہ کرنا ہی قابل مذمت تھا کہ اس سربراہ کا ہلاک ہو جائے۔  
 برپا کر کے کاسب بن جاتا۔ پوٹین کو خوب احساس تھا کہ اس ناکامی پر سسلوف  
 کا کیا حشر کرے گا۔ اُسے اگر زندہ چھوڑ دیا جاتا تب بھی یہ بات یقینی تھی کہ زیوی  
 بقیہ دن کسی جیل میں کٹ جاتے یا اس سے موت کے آخری لمحے تک ایوان  
 کانوں میں جانوروں کی طرح مشقت لی جاتی اور یہ دونوں باتیں جنرل پوٹین  
 منظور نہ تھیں، لہذا پوٹین کے بجائے اس کی لاش ہی سسلوف کے سامنے  
 لائی گئی اور اس کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی۔ وہ صرف پولٹ میور کے بارے  
 ذلیل و خوار ہوا تھا بلکہ برزنیف کی طنز یہ مسکراہٹ نے سسلوف کی ذہنی اور جہا  
 دنیا بھی نہ وبالا کر دی ماب اس کے سامنے انتقام کے شعلے بجھانے کا واحد طریقہ  
 کہ جنرل زیوی گن کا خاتمہ کرے۔ سو اس نے اس کی پلاننگ شروع کر دی۔“

میں مبہوت ہو کر اس باطنی بڑھیا کی ہوش ربا اور روح فرسا باتیں سن رہا تھا۔  
 ”یہ بتائیے مادام، کہ بانوف اور کمرسانوف کو آخر آپ کے میوزک کیسٹوں  
 اتنی دلچسپی کیوں تھی؟ کیا انہیں شبہ تھا کہ ان کیسٹوں میں بعض ایسے ہیں جن کے  
 خفیہ پیغامات ریکارڈ کیے گئے ہیں؟“  
 ”میں کیا کہہ سکتی ہوں۔۔۔ یہ بات تو وہی لوگ بتا سکتے ہیں جو میرے گھر کے  
 کا بڑا ذخیرہ اٹھا کر لے گئے ہیں۔“

”میرا خیال ہے آپ کو کچھ علم ضرور ہے۔ یہ اور بات کہ بتانا نہیں چاہتیں  
 میں نے آہستہ سے کہا۔

”اگر تمہارا یہ خیال ہے تو صحیح ہوگا۔“ اس نے جھلا کر جواب دیا۔ پھر چننے  
 رہنے کے بعد کہنے لگی: ”سنو کا مرید! تم ابھی بچے ہو تمہارے یہ حربے مجھ پر کارگر  
 ہو سکتے۔ اب تم جاؤ اور جا کر اپنے آقا برزنیف سے کہہ دو کہ مجھے اپنے شوہر کی لاش  
 یا قتل کی جھان بین سے کوئی واسطہ ہے نہ دلچسپی۔ زیوی گن کی موت کے بعد بھی  
 اس سے سیاسی فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے خودکشی

شوق سے گھر کی تلاش کی لے سکتے ہو۔“

”مجھے آپ کی بات پر یقین ہے مادام۔ یہ بتائیے کہ آپ کے شوہر کی وہ جیکٹ  
صحیح سلامت تھی یا کسی تیز دھار آلے سے چاک کی گئی تھی؟“

”جیکٹ بالکل درست تھی کہیں سے پھٹی ہوئی تھی نہ اس پر کوئی نشانہ  
نظاہر ہے بڑھیا قطعی غلط بیانی سے کام لے رہی تھی میں نے کہا: لیکن مجھے انسٹی ٹیوٹ  
کے ایک ذمے دار شخص نے بتایا کہ زیوی گن کی جیکٹ بری طرح پھٹی ہوئی تھی اور

اس پر خون جا ہوا تھا۔ ایسا اندازہ کیا گیا ہے کہ مرنے سے پہلے زیوی کی کسی آدمی سے  
دھینگا مشتی ہوئی زیوی گن جان پھانے کی کوشش کرتا رہا۔ اسی دوران زیوی گن نے  
اپنے ریلو اور سے حملہ آوروں پر فائر بھی کیا۔ اس کے بعد اچانک اس نے دی  
ریلو اور اپنی کپٹی پر رکھا اور موت کی آغوش میں چلا گیا۔ کیا یہ کہانی آپ کی عقل  
میں آتی ہے مادام؟“

وہ خاموشی سے مجھے گھورتی رہی۔ اُس کے ہونٹ بھنجے ہوئے تھے اس نے  
زبان سے ایک لفظ بھی نہ کہا میں نے دیکھا کہ لوہا گرم ہے، اس لیے آخری وار کیا: مادام  
اگر تفتیش کے بعد یہ ثابت ہو گیا کہ آپ کے شوہر کو بے دردی سے قتل کیا گیا ہے  
تب بھی آپ قانون سے تعاون کرنے سے انکار کریں گی؟“

وہ اب بھی چپ رہی۔ ہم دونوں چند لمحوں کے بعد ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے  
... پھر میں فلیکس کے باہر نکل آیا۔

فضا میں ناقابل برداشت ٹھنڈ تھی اور برف باری کا سلسلہ ایک منٹ کے لیے  
بھی بند نہیں ہوا تھا۔ وہ دنگا اگر اندر سے گرم نہ ہوتی تو یقیناً میرے اور شاشارون  
کی ہڈیاں تنک سردی سے ہل جاتیں جب میں کار میں بیٹھ گیا اور روشنف  
انجن اسٹارٹ کیا تو اس وقت بھی میری نگاہوں کے سامنے دیرا پیٹرو فاماکی صورت  
گھوم رہی تھی۔ کس قدر چالاک اور ہوشیار بڑھیا سے پالا پڑا تھا اور کس بے غوثی  
سے وہ برزیت اور آندر و پوٹ کو گالیاں دے رہی تھی۔

”کہاں چلنا ہے کامریڈ؟“ میرے کانوں میں روشنف کی آواز آئی۔

”قبرستان کی طرف چلو۔۔۔“ میں نے جواب دیا۔

جناب، کیا آپ کچھ جلدی نہیں جا رہے، قبرستان کی طرف؟ روشنف نے  
بڑی بات مذاق سمجھ کر جواب دیا۔ مگر اس وقت میں اس مذاق کو بھی سنجیدگی سمجھا۔  
میں نے گھڑی میں وقت دیکھا، دس بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔

”نہیں... ہم بالکل صحیح وقت پر قبرستان جا رہے ہیں۔ میں نے گریڈس  
سے کہا تھا کہ ہم ٹھیک ساڑھے دس بجے وہاں پہنچ جائیں گے۔“

”بہت خوب... اس کا مطلب ہے آپ قطعی سیرس ہیں کامریڈ... روشنف  
نے منہ کر کہا: اب یہ بھی بتا دیجیے کون سا قبرستان آپ کی منزل ہے؟ ویسے یہ آپ ہی  
کا حوصلہ ہے کہ اس وقت قبرستان جا رہے ہیں۔“

”میں ایک لاش دیکھنے قبرستان جا رہا ہوں اور وہ لاش غیر معمولی شخصیت کی ہے  
لیے اہم قومی شخصیتوں کے قبرستان کی طرف چل پڑو۔۔۔“

روشنف نے گہرا سانس لیا اور کار اس موڑ کی پر تیزی سے دوڑنے لگی۔ جدھر  
دالگوونسکی کا مشہور قبرستان آباد تھا... دس بج کر پچیس منٹ ہوئے تھے کہ دو رنگا  
قبرستان کے بڑے دروازے پر پہنچ گئی۔ پھر اچانک تاریکی میں چار پانچ انسانی سائے  
سے رنگ کر قریب آگئے۔ ان کے آگے بورس گریڈس چل رہا تھا۔ انہوں نے بھاری  
اور کوٹ پہن رکھے۔

”کیا سب سامان تیار ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں قبر کھودنے والے موجود ہیں اور میں اپنی مدد کے لیے بھی ایک شخص کو لے  
آؤں۔“ گریڈس نے جواب دیا۔

”اگر کسی نے کوئی ہنگامہ وغیرہ کیا تو اس کا کیا علاج ہے؟“

”گھر نہ کرو... ہم سب مسلح ہیں... لیکن قبرستان کے اندر جانے کے لیے بہر حال  
گولڈن رائیکٹ سے اجازت لینا ہوگی۔“

”للاقات کا وقت ہے؟“  
 ”جی نہیں... بغیر اطلاع آنے کی معافی چاہتا ہوں...“ میں نے کہا ”مجھے ایک اہم سرکاری معاملے پر آپ سے کچھ کہنا ہے۔“  
 اُس نے اوپر سے نیچے تک میرا جائزہ لیا۔ پھر ایک طرف ہٹ کر لولا: ”اؤ، اندر آ جاؤ، باہر بڑی ٹھنڈ ہے۔“

”شکریہ۔“ میں نے کہا اور کمرے کے اندر چلا گیا۔  
 ”اب بولو، کیا کہنا ہے تمہیں؟“ اُس نے مجھے بیٹھنے کے لیے بھی نہ کہا اور خود اپنی کرسی پر برہان ہو کر رعونت سے مخاطب ہوا: ”پہلے اپنے شناختی کاغذات دکھاؤ!“  
 میں نے شناختی کاغذات پیش کر دیئے اور آنے کا مقصد بتایا۔ وہ ایک دم اچھل کر کھڑ ہو گیا۔

”اس وقت قبر کھود کر لاش کا معائنہ کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی... اس نے مشتعل ہو کر کہا اور اس کا ہاتھ میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی طرف اٹھا۔ مگر میں نے فوراً جیب سے ریولور نکال لیا۔ اگر تم نے مزید کوئی حرکت کی تو میں تمہیں شورٹ کر دوں گا، کامریڈ ڈوبلا ٹوف... تمہیں ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ قبرستان چل کر حبس مل زلیوی گن کی قبر کی نشاندہی کرنا ہوگی۔“

قبرستان میں گھپ اندھیرا تھا، برف باری جاری تھی... ٹارچوں کی روشنی میں زلیوی گن کی قبر کھودی گئی اور لکڑی کا تابوت باہر نکالا گیا۔ تابوت کا ڈھکنا کھولا گیا تو میرے دل کی دھڑکنیں یک لخت تیز ہو گئیں۔ گریڈس نے سب سے پہلے جھک کر تابوت میں دیکھا اور تجرّ آمیز ہلکی سی چیخ اُس کے حلق سے نکل گئی۔ اس کے اشارے پر ہمارے ساتھیوں نے تابوت کے اندر ایک وقت چار ٹارچوں کی روشنیاں بھینکیں۔ میں دو قدم آگے بڑھا، برف اور مٹی کے ڈھیر پر مشکل کھڑے ہو کر میں نے بھی تابوت میں جھانکا۔

اس کے اندر کسی جنرل زلیوی گن کی لاش نہ تھی... تابوت خالی پڑا تھا۔

قبرستان کے ڈائریکٹر کا مکان قریب ہی تھا اور اس کے ایک بیرونی کمرے کے کچھ سے روشنی کی کرنیں جھانک رہی تھیں۔ چاروں طرف گہرا سناٹا تھا اور بظاہر کسی نہ انظر کا امکان نہ تھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ ڈائریکٹر نے اگر شرافت کا ثبوت دیا اور ہمارے کام میں مزاحمت نہ کی تو اُسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ ورنہ دوسری صورت میں میں اپنے وسیع اختیارات استعمال کرنے میں بالکل آزاد تھا۔

”تم لوگ یہیں ٹھہرو...“ میں نے گریڈس سے کہا۔ ”میں اکیلے جاتا ہوں اور ڈائریکٹر کو ساتھ لے کر آؤں گا تاکہ وہ قبر کی نشان دہی کر سکے... اگر مجھے باہر آنے میں دیر لگے تو تم بعد میں آ سکتے ہو...“

یہ ہدایت دے کر میں اُس مکان کی طرف چلنے لگا۔ قبرستان کے مین گیٹ سے نصف فرلانگ دور ہو گا۔ نزدیک گیا تو کسی کتے نے غعرہ لگایا۔ میں رُک گیا۔ کتا مسلسل بھونکتا رہا... پھر کسی آدمی کی کرخت آواز سنا دی... وہ کتے کو ڈانٹ رہا تھا۔ کتا کے دروازے پر بڑی سختی لگی تھی، شیشے کی اُس تختی کے عقب میں نکھاسا بلب ڈنڈا تھا اور جلی سرخ حروف میں لکھا تھا: ”ڈوبلا ٹوف... ڈائریکٹر قبرستان...“ میرا خیال تھا دروازہ اندر سے لاک ہو گا۔ مگر آہستہ سے دھکا دیا تو وہ کھل گیا۔ میں نے خود کو ایک تنگ سی راہداری میں پایا جس پر دیزمیٹ بچھا ہوا تھا۔ راہداری کی چھت میں بھی بلب روشن تھا۔ دائیں جانب پہلے ہی کمرے کے دروازے کی دروازہ میں روشنی کی کرنیں باہر آرہی تھیں۔ میں نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی اور اندر سے کسی کے غر آنے کی آواز آئی: ”کون ہے؟“ میں نے کوئی جواب نہ دیا اور دوبارہ دستک دی۔ ایک لمحے کے بعد دروازہ کھلا اور طویل قامت کا نہایت لیم شیجم آدمی شبِ خوابی کا لباس پہنے نظر آیا۔

”کون ہو تم اور یوں آدھی رات کو یہاں آنے سے کیا غرض ہے؟“ وہ پھر غراہا۔ ”معاف فرمائیے... کیا آپ ہی کامریڈ ڈوبلا ٹوف ہیں؟“  
 ”ہاں، وہ تو میں ہوں۔ لیکن تم کون بلا ہو؟ اس نے ناراض ہو کر کہا۔“

اور اس کے ساتھ ہی بورس نے گنتی شروع کر دی ... ایک ... دو ... تین ... چار ...  
یہاں آپ لوگ بالکل ہی پاگل ہو چکے ہیں؟ ڈوپلا ٹوٹ اچانک چلا یا ... یوں  
اڑھی رات کے وقت ...

”پانچ ... چھ ... سات ...“ بورس گریڈس نے چند سیکنڈ کے وقفے سے گنتی جاری  
رکھی اور پھر بورس کے ساتھ آنے والوں نے اپنے اپنے ریوالور کا رخ ڈوپلا ٹوٹ کی طرف  
پھیر دیا۔

”آٹھ ... نو ...“ بورس نے بلند آواز سے کہا۔

”کھڑو ... کھڑو ... میں بتاتا ہوں ...“ ڈوپلا ٹوٹ نے ہانپتے ہوئے کہا۔  
ٹاپروں کی تیز روشنیاں اُس کے پھوٹے ہوئے چہرے پر مرکوز تھیں اور میں نے دیکھا  
اس بے پناہ ٹھنڈ میں بھی ڈوپلا ٹوٹ کی پیشانی اور منہ پسینے سے تر ہو چکے تھے۔

”بو ... لاش کہاں ہے؟“ بورس نے ڈپٹ کر کہا۔ ”تمہارے پاس صرف ایک  
منٹ رہ گیا ہے ... صرف ایک منٹ۔“

”بتاتا ہوں ... بتاتا ہوں ...“ ڈوپلا ٹوٹ باقاعدہ ہانپ رہا تھا۔ ...  
”بتاتا ہوں ... یہ ریوالور پر سے ہٹا لو۔“

بورس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا ... انہوں نے ڈوپلا ٹوٹ پر اپنی گرفت  
دھکی کر دی اور ریوالور بھی ہٹا لیے۔

”زیوی گن کی لاش سرد خانے میں لے جانی گئی ہے۔“ ڈوپلا ٹوٹ انکشاف کیا۔  
”سرد خانے میں؟“ میں نے کہا۔ ”کون سے سرد خانے میں؟“

”یہیں ... قبرستان کے سرد خانے میں۔“ اس نے جواب دیا۔

”بہت خوب ... مہربانی کر کے ہمیں سرد خانے تک لے چلو۔“ بورس نے کہا۔

”ٹھیک ہے ... میرے ساتھ آؤ۔“ ڈوپلا ٹوٹ کی آواز میں اب ٹھہراؤ  
نکلتا تھا۔ یہ کہہ کر اس نے آدمیوں کا گھیر لیا اور اپنے مکان کی طرف چل پڑا  
مگر بورس نے اُسے روکا۔ ”کھڑو ... رک جاؤ۔ ورنہ میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔“

نا بولت خالی ہونے کا مطلب یہی تھا کہ اس میں سے زیوی گن کی لاش نکالی  
جا چکی ہے یہ بھی ممکن تھا کہ ڈوپلا ٹوٹ کی غلط نشاندہی پر ہم نے جسے جنرل زیوی گن کی  
قبر سمجھا، وہ کسی اور کی قبر ہو، تاہم یہ سوال اپنی جگہ برقرار تھا کہ اگر یہ قبر زیوی گن کی ہے  
کسی اور بد بخت فرد سے کی ہے تب وہ تابوت سے نکل کر کہاں گیا؟ آن واحد میں اس  
قسم کے کئی شبہات میرے ذہن پر طرد ہوتے اور اڑ گئے۔ بورس گریڈس کے آدمیوں نے  
ڈوپلا ٹوٹ کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ اس تمام کارروائی کے دوران وہ چپ چاپ کھڑا  
رہا جیسے اس کا کوئی تعلق ہم سے نہ ہو اور محض متاشائی کے طور پر وہاں آن پہنچا ہو۔  
”لاش کہاں ہے؟ کامریڈ ڈوپلا ٹوٹ؟“ میں نے مدغم آواز میں اُس سے پوچھا۔  
اس نے بے نیازی سے شانے اچکا دیے اور جواب میں کچھ نہ کہا۔ میں نے اپنا سوال  
دہرایا اور اس بار لہجہ فطری طور پر غصہ کا تھا۔

”بہتر ہے اپنی زبان فوراً کھول دو۔۔۔ ورنہ مجھے یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ میں  
تمہیں مار کر اس تابوت میں بند کر دوں۔“

ڈوپلا ٹوٹ خاموش ہی رہا۔ قبرستان میں گہرا سناٹا طاری تھا ... ہر طرف برت  
ہی برف تھی یا ہونناک اندھیرا ... سردی اتنی زیادہ کہ گرم کپڑے اور بھاری اور کوٹ  
پہننے کے باوجود دانت سے دانت بج رہے تھے۔ میں نے بورس گریڈس کی طرف سوالیہ  
نکلا ہوں سے دیکھا، بورس کے ہونٹوں پر نہایت سفاکانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی اُس  
نے آہستہ سے کہا:

”میرا خیال ہے زیوی گن کی قبر یہی ہے اور ہمارے آنے سے کچھ دیر پہلے اس کی  
لاش تابوت سے نکالی گئی ہے۔“

”ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں کامریڈ! ... ہمیں واپس بھی جانا ہے۔“ میں نے کہا۔  
”ٹھیک ہے ... میں دس تک گنتا ہوں ... اس دوران کامریڈ ڈاسٹر کیڈ ڈوپلا ٹوٹ  
زبان کھول دیں تو ان کی زندگی بڑھ جائے گی ورنہ ... دوسری صورت میں انہیں  
آپ کے فیصلے کے مطابق اس خالی تابوت کا پریٹ بھرنا پڑے گا۔“

"کیا تم واقعی بچ کھ رہے ہو؟"

"ہاں... سچ ہے... زوی گن کی لاش میرے مکان کے پچھواڑے، سردخانے میں موجود ہے۔"

"اور تم ہمیں وہاں لے جانا چاہتے ہو؟ بورس نے پوچھا۔ ڈوپلا ٹوف نے اثبات میں گردن ہلائی۔

اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کروں۔ بورس نے اچھل کر ڈوپلا ٹوف کے بڑے پرزور دار گھونسا بڑھ دیا۔ ڈوپلا ٹوف اس حملے کے لیے تیار نہ تھا۔ وہ لڑکھڑکھنے لگا مگر فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا... اس کے منہ سے خون کی تپلی سی دھار ابل رہی تھی۔ شاید بورس کے گھونسنے نے اس کا کوئی دانت اپنی جگہ سے ہلا دیا تھا۔ بورس کے حلق سے مغلظات کا طوفان نمودار ہوا۔

"گتے کی اولاد مجھ سے مذاق کرتا ہے... معلوم ہوتا ہے میری موت آہی گئی ہے۔" اس نے تباہ توڑ تین چار گھونسنے ڈوپلا ٹوف پر برسا دیے۔ ڈوپلا ٹوف بڑی طرح چیخ رہا تھا:

"مجھے مت مارو... مجھے مت مارو... میں سچ کہہ رہا ہوں... زوی گن کی لاش سردخانے میں... ڈیپ فریزر فبر تین کے اندر پڑی ہے... اگر یقین نہیں آتا تو ایک آدمی وہاں جاتے اور اپنا اطمینان کر لے..."

"سردخانہ منقفل ہوتا ہے... اس کی کنجیاں کہاں ہیں؟ بورس نے پوچھا:

"سردخانے کی کنجیاں میرے آفس کے میز کی دائیں جانب والی دراز میں پڑی ہے۔"

"بہت خوب... بورس کا لہجہ طنزیہ ہو گیا۔ "کامریڈ، اگر تم مرنا ہی چاہتے ہو تو تم کیکر سکتے ہیں۔"

اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "اس بد معاش کے کپڑے اتار دو!"

انہوں نے آنا "ٹاٹا" ڈوپلا ٹوف کا جسم کپڑوں سے بے نیاز کر دیا

"میرا خیال ہے ہم اس بے وقوف پر اپنے کارٹوس ضائع نہ کریں۔" بورس نے

کہا: "اسے ایسی حالت میں زوی گن کے خالی تابوت میں بند کر کے دفن دیتے ہیں۔ سینٹ کے اندر یہ خود برف کے تودے میں تبدیل ہو جائے گا۔"

اس سے بہتر طریقہ کوئی اور ممکن نہیں... میں نے تاکید کی... "ویسے بھی اس نے سناٹے میں فائر کرنا مناسب نہ ہوگا اور دو دوڑ دوڑ تک جائے گی... زوی گن ثابتاً خاصاً آرام نہ نظر آتا ہے... کامریڈ ڈوپلا ٹوف کو اس میں کوئی تکلیف محسوس ہوگی۔"

میں یقین تھا کہ اس ظالم ٹھنڈ میں کسی شخص کو زیادہ دیر برہنہ رکھا اُسے رت کی بندر سلا دینے کے مترادف ہوگا، مگر ڈوپلا ٹوف جانے کس مٹی کا بنا ہوا تھا اس پر کوئی خاص اثر پڑتا معلوم نہیں ہوتا تھا، سوائے اس کے کہ وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔ "تمہارے مکان میں یا مکان سے باہر کتنے گتے گھومتے ہیں؟ بورس نے اس سے دریافت کیا:

"صرف ایک، اور وہ بھی خطرناک نہیں... چھوٹا سا پالتو کتا ہے... تم اسے دیکھ چکے ہو۔"

بورس نے ایک لحظہ اس خطرناک صورت پر غور کیا: "ہم یہ بھی گزر رہے ہیں۔ ہم میں سے ایک آدمی سردخانے میں جا کر دیکھے گا کہ زوی گن کی لاش وہاں موجود ہے یا نہیں۔ اگر لاش مل گئی تب تمہاری جان بچ جائے گی اور کوئی دھوکا ہوا تو یقین رکھو کہ تم لگے دن کا سورج نہیں دیکھ پاؤ گے۔ اب یہ بتاؤ تمہارے مکان میں اس وقت کتنے افراد موجود ہیں؟"

"میری بیوی... اور... اور... میرے بیٹے۔" بیٹے کتنے بڑے ہیں؟

"ابھی چھوٹے ہی ہیں، چھٹیوں میں ہم سے ملنے آتے ہیں۔"

بورس مسکرایا: "شاید کوئی نئی بات اس کے ذہن میں آئی تھی۔ کامریڈ ڈوپلا ٹوف شاید مجھے نہیں جانتے... مگر میں نہیں ابھی طرح جانتا ہوں... تم وہی نہیں جس کا آپ کمزور زمانے میں اسٹالین کے باڈی گارڈز میں شامل تھا اور جس نے بعد ازاں کامریڈ

خروشیف اور مارشل بلگان کو اسٹالن کی ذاتی مصروفیات و مشاغل کے بارے میں رپورٹیں پہنچا نہیں؟

ڈوپلا ٹوف کا خون اکود زخمی منہ حیرت اور خوف کے ملے جلے جذبات کا عکاس بن کر رہ گیا۔

”اور اس کے بعد تمہیں خروشیف سے غداری کے صلے میں اس قبرستان کا ٹاڈ کر دیا گیا؟“

ڈوپلا ٹوف، رنگ دھڑنگ کھڑا، خاموشی سے بورس کی صورت تک رہا تھا۔  
”اور مزید یہ کہ پچھلے برس ہی تمہاری میوی فوت ہوئی وہ بانجھ تھی... اس کے بعد تم نے دوسری شادی نہیں کی۔ اور میں پوچھتا ہوں تمہارے یہ نام نہاد دو بیٹے کہاں سے پیدا ہو گئے؟“

ڈوپلا ٹوف کے پاس ان سوالوں کا جواب ہوتا تو وہ ضرور بولتا۔ لیکن وہ بے حال بت کی طرف چٹپ چاپ تھا۔ بورس نے گہرا سانس لیا اور مجھ سے کہنے لگا: ”میرا خیال ہے میں پہلے اس شخص کا ٹٹا ختم کر دینا چاہیے... وہ تو اتفاق سے مجھے یہ سب باتیں یاد آ گئیں ورنہ اس کتے نے میں دھوکا دینے میں کوئی گسراٹھانہ رکھی تھی۔ عین ممکن ہے کہ مردخانے کے محافظ، اس کے کسی خفیہ اشارے پر ہمیں گولیوں سے بھون ڈالتے... بہر حال... اب مجھے دس تک دوبارہ گنتی گننے کی ضرورت نہیں۔“

”ساختیو! اس بد معاش کو نابوت کی طرف ہانک دو۔“ اُس نے حکم دیا میں اپنی جگہ دم بخود تھا۔ اگرچہ اس ہم کی کمان میرے ہاتھ میں تھی لیکن بورس گریڈس نے کہہ دیا: ”کامریڈ ڈوپلا ٹوف! اگر اس وقت ہم نے اس شخص کو زندہ چھوڑ دیا، سخت گھٹاٹے میں رہیں گے۔“

دفعۃً کچھ فاصلے پر روشنی سی نمودار ہوئی۔ شاید کسی نے طارق استعمال کی تھی۔ پھر ایک مردانہ آواز گونجی:

”کامریڈ ڈوپلا ٹوف...! آپ کدھر ہیں؟“

”کون ہے یہ؟“ بورس نے پوچھا۔

یہ قبرستان کے چوکیداروں میں سے ایک ہے۔ ”ڈوپلا ٹوف نے جواب دیا۔

”اسے کہہ دو کہ تم یہاں ہو اور بخیر و عافیت ہو۔“ بورس نے کہا۔

یہ بات کہیں کیسے کہہ دوں جبکہ میری جان سخت خطرے میں ہے...“

”کامریڈ ڈوپلا ٹوف!... کیا آپ قبرستان میں ہیں؟“ آواز دوبارہ گونجی اور طاسج رشتی لمحہ بہ لمحہ قریب آنے لگی۔

بورس نے چلا کر کہا: ”وہیں رُک جاؤ۔“ کامریڈ ڈوپلا ٹوف ایک ضروری کام ہے میں... آگے مت آنا۔“

میں اس کی ہوشیاری پر حیران رہ گیا۔ دراصل وہ چوکیدار کو روکنے کے بجائے رُک رہا تھا کہ وہ تیزی سے نزدیک آجائے، اور ایسا ہی ہوا... چند منٹ بعد

طویل قامت آدمی طارق تھکے، درختوں کے مابین بنی ہوئی چھوٹی سی پگڈنڈی پر نظر آیا۔ ہم نے اپنی اپنی ٹارچیں بجھا دیں۔ یکایک ڈوپلا ٹوف نے موقع پا کر

پھلانگ لگا لی اور اندھا دھند بھاگ کھڑا ہوا۔ اُسی وقت بورس کے ساتھی

نہیں آئے اور ان کے ریواوروں نے شعلے اُگلنے شروع کر دیئے۔ ڈوپلا ٹوف کا ناقصی پورا ہو چکا تھا۔ وہ زیادہ دُور نہ جاسکا اور ایک درخت سے ٹکرا کر گر پڑا۔

دُرا ب آنا قریب آچکا تھا کہ اُسے بھی واپس بھاگنے کی مہلت نہ ملی۔ ہمارا خیال تھا اسے ہوا گا مگر اس کے پاس طارق کے سوا کچھ نہیں تھا۔

”کون لوگ ہیں آپ، اور یہاں کیا کر رہے ہیں؟“ اس نے باری باری ہم سب کو دیکھا۔

”یہ تمہیں تھوڑی دیر میں معلوم ہو جائے گا۔“ میں نے اُسے دھمکاتے ہوئے کہا۔

”یہی گئی لاش کس نے قبر سے نکالی اور اب وہ کہاں ہے؟ ہم کے جی بی کے ہیں... کامریڈ ڈوپلا ٹوف نے ہمارے ساتھ چالاکی کرنے کی کوشش کی اس کا ہمارے سامنے ہے... تم دیکھ سکتے ہو کہ اُسے ہم نے ہلاک کر دیا ہے... اگر

تم اپنا یہ حشر نہیں چاہتے تو جو کچھ ہم پوچھیں اس کا صحیح صحیح جواب دے دو۔  
چوکیدار حواس باختہ ہو چکا تھا۔ ٹارچوں کی روشنی میں اس کی نظریں مادرِ زار  
برہنہ ڈوپلاٹوں کی خون میں نہائی لاش پر پڑی تھیں۔ دہشت سے اس کی آنکھیں  
اُبل پڑ رہی تھیں۔ بورس نے اُسے زیادہ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیا۔  
”زیوی گن کی لاش کہاں ہے؟“ اس نے حکمتانہ انداز میں چوکیدار سے پوچھا۔  
”زیوی گن کی لاش...“ اس نے اہستہ سے کہا۔ ”جنرل زیوی گن... وہی تھوں  
نے اپنے سر میں گولی مار کر خود کشی کی تھی؟“

”ہاں ہاں... وہی... اُسے اسی قبرستان میں دفنایا گیا۔ اب ہم نے اس کی قبر  
کھودی ہے... لاش کا معائنہ کرنے کے لیے... مگر تابوت خالی پڑا ہے...  
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زیوی گن کی لاش تابوت سے نکال کر کہیں چھپا دی گئی ہے  
ڈوپلاٹوں کا بیان تھا کہ لاش قبرستان کے سرد خانے میں پڑی ہے... کیا یہ  
درست ہے؟“

چوکیدار نے نفی میں گردن ہلاتی... وہ اس قدر خوفزدہ تھا کہ اس منہ سے  
کوئی لفظ تک نہیں نکل رہا تھا۔  
”دیکھو، سب کچھ ٹھیک ٹھیک بتا دو...“ میں نے کہا۔ ”ڈرو نہیں...  
ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔“  
سرد خانے میں اس وقت کوئی لاش نہیں جناب...“ چوکیدار نے کہا۔ گاڑ  
ڈوپلاٹوں نے غلط بات بتائی۔“

اب حیران ہونے کی باری ہماری تھی۔ بورس نے میری اور میں نے اس کی  
طرت تعجب سے دیکھا۔  
”لیکن زیوی گن کی قبر سے یہ تابوت خالی کیوں برآمد ہوا؟“ بورس نے تیز  
آواز میں پوچھا۔  
”یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ لوگ...؟“ چوکیدار کی آواز لہر رہی تھی۔ کون

تم اپنا یہ حشر نہیں چاہتے تو جو کچھ ہم پوچھیں اس کا صحیح صحیح جواب دے دو۔  
چوکیدار حواس باختہ ہو چکا تھا۔ ٹارچوں کی روشنی میں اس کی نظریں مادرِ زار  
برہنہ ڈوپلاٹوں کی خون میں نہائی لاش پر پڑی تھیں۔ دہشت سے اس کی آنکھیں  
اُبل پڑ رہی تھیں۔ بورس نے اُسے زیادہ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیا۔  
”زیوی گن کی لاش کہاں ہے؟“ اس نے حکمتانہ انداز میں چوکیدار سے پوچھا۔  
”زیوی گن کی لاش...“ اس نے اہستہ سے کہا۔ ”جنرل زیوی گن... وہی تھوں  
نے اپنے سر میں گولی مار کر خود کشی کی تھی؟“

”ہاں ہاں... وہی... اُسے اسی قبرستان میں دفنایا گیا۔ اب ہم نے اس کی قبر  
کھودی ہے... لاش کا معائنہ کرنے کے لیے... مگر تابوت خالی پڑا ہے...  
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زیوی گن کی لاش تابوت سے نکال کر کہیں چھپا دی گئی ہے  
ڈوپلاٹوں کا بیان تھا کہ لاش قبرستان کے سرد خانے میں پڑی ہے... کیا یہ  
درست ہے؟“

چوکیدار نے نفی میں گردن ہلاتی... وہ اس قدر خوفزدہ تھا کہ اس منہ سے  
کوئی لفظ تک نہیں نکل رہا تھا۔  
”دیکھو، سب کچھ ٹھیک ٹھیک بتا دو...“ میں نے کہا۔ ”ڈرو نہیں...  
ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔“  
سرد خانے میں اس وقت کوئی لاش نہیں جناب...“ چوکیدار نے کہا۔ گاڑ  
ڈوپلاٹوں نے غلط بات بتائی۔“

اب حیران ہونے کی باری ہماری تھی۔ بورس نے میری اور میں نے اس کی  
طرت تعجب سے دیکھا۔  
”لیکن زیوی گن کی قبر سے یہ تابوت خالی کیوں برآمد ہوا؟“ بورس نے تیز  
آواز میں پوچھا۔  
”یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ لوگ...؟“ چوکیدار کی آواز لہر رہی تھی۔ کون

ایک چوکیدار نے اسے پکارا تو خاموش ہو گیا۔ ڈوپلا ٹوٹ کے دفتر میں پہنچنے کی تابوت میں سے زیوی گن کی لاش نکالی اور اُسے میز پر احتیاط سے لٹا دیا۔ بدن برف کی طرح سچ تھا جیسے قبر میں سے نہیں، نازہ تازہ ریفیریکسٹر میں سے باجور بس نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کی کہ وہ چوکیدار پر نگاہ رکھیں اور مکان پر جا کر اس امر کا جائزہ بھی لیتے رہیں کہ وہاں کوئی مشکوک آدمی تو موجود نہیں۔ جب وہ لوگ کمرے سے باہر چلے گئے تب بورس نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ مائے اپنے بھاری کوٹ کی مختلف جیبوں میں ہاتھ ڈال ڈال کر چمک دار اور نیردھار چھوٹی برٹری، پتیلی المی چھڑیاں برآمد کیں۔ میں نے حیرت سے کہا : کیا تم اس بد بخت آدمی کا نیا پوسٹ مارٹم کرنے کی تیاری کر رہے ہو؟ نہیں... اب اس بے چارے میں رکھا ہی کیا ہے جس کا پوسٹ مارٹم کیا جائے؟ نے جواب دیا اور یہ کہہ کر اُس نے زیوی گن کا سر ایک طرف موڑ دیا۔ کپٹی کا وہ جھنڈ ٹارڈ کے سامنے آگیا جہاں سے پستول کی گولی اُس کے دماغ میں داخل ہوئی۔ مرنے دیکھا کھوپڑی کافی ٹکٹی تھی، اور اُسے بعد ازاں موٹے دھاگے کے ذریعے مرنے پر جوڑ لگا کر سی دیا گیا تھا۔ بورس نے ماهر فن سرجن کی طرح پلک جھپکنے میں تاخیر نہ کی اور کھوپڑی کا اوپری خول اتار کر الگ رکھ دیا۔ یہ منظر ایسا کہ یہہ ناک تھا کہ میں دیکھ نہیں سکتا تھا، چنانچہ میں نے منہ پھیر لیتا ہی مناسب سمجھا۔ میں نے گردن موڑی، بورس ہنس دیا۔

میں تمہیں یہی چیز تو دکھانا چاہتا ہوں، اور تم اسے دیکھنا نہیں چاہتے۔ وہ بولا۔

پرسے ہو تو میں اسے بند کر دوں؟

نہ کہہ کر کے میں نے زیوی گن کی کھوپڑی پر نگاہ ڈالی۔ اس کا بیجا میرے سامنے ہاتھ بھورا اور کہیں کہیں گلابی رنگ کا بیجا۔ میرا کچھ اچھل کر حلق میں آگیا اور منہ شکل سے ابکائی روکنے میں کامیاب ہوا۔ ریوالور کی گولی زیوی گن کی کھوپڑی کے منہ میں گھس گئی تھی۔ کیونکہ ایک مقام پر بیجے کے ریشے اور ننھی ننھی سرخ رگیں

پوچھا گیا کیا اُسے علم ہے کہ زیوی گن کی قبر کس جگہ ہے۔ اس نے اس مرتبہ ثابت کر دیا ہلائی : ”آئیے جناب، میرے ساتھ... نہیں بتاتا ہوں۔“

اور پھر وہ قبرستان کے شمالی جانب چل دیا۔۔۔ شدید ٹھنڈ اور بے پناہ تاریکی ہم آجھ آدمی، سابلوں کی مانند خاموشی سے اُس کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔۔۔ ڈوپلا ٹوٹ کی برہنہ لاش ہم نے وہیں پڑی رہنے دی۔۔۔ اُسے ٹھکانے لگا ہمارا کام نہیں تھا۔

ایک بار پھر ہمیں اُنہی جاں گذار اور صبر آزمایا مراحل سے گزرنا پڑا جن سے خود دیر پہلے گزر رہے تھے، یعنی ایک اور قبر کھودی جا رہی تھی۔ آسمان سے برف دوہاڑ لگی تھی۔ لیکن بورس کے ساتھ آنے والے چاروں جوان بھی فولاد کے بنے ہوئے ہوتے تھے۔ انہوں نے پندرہ منٹ کے اندر اندر قبر کھود ڈالی۔ کٹری کا بنا ہوا ہتھیار اور نیا تابوت کھینچ کر باہر نکال لیا۔ اس پر ٹھونکی گئی آہنی میخیں، پلاس کی مدد سے آگئیں۔ بورس نے بڑھ کر ڈھکنا اٹھایا اور بیک وقت کئی ٹارچوں کی تیز روش تابوت پر پڑیں۔

”ہاں... وہ اس کے اندر موجود ہے۔۔۔“ بورس کی آواز میرے کان میں آئی اُس نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ وہ تابوت احتیاط سے نکال کر باہر رکھ دیں جب قبر سے باہر رکھ دیا گیا تب میں نے بھی ایک نظر جنرل زیوی گن پر ڈالی۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اسے دفن ہوتے اڑتا لبس کھٹے کمرے کے تھے۔ مگر اس کا چہرہ طرح طرح تھا۔ آنکھیں بند تھیں جیسے گہری نیند میں ہو، البتہ اس کی گردن ایک ڈھلکی ہوئی مسکتی اور اس کے نیچے قوم کا بنا ہوا اچھوٹا سا تکیہ لگا تھا۔

چوکیدار کی اہمائی میں ہم وہ تابوت اٹھا کر کامریڈ ڈوپلا ٹوٹ کے دفتر میں سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس احمق نے اتنی غلط بیانی سے کیوں کام لیا۔ مکان میں شخص نہ تھا، البتہ ڈوپلا ٹوٹ کا پالتو کتا جسے شاید چوکیدار نے زنجیر سے باندھ کر تابی سے آزاد ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے ہمیں دیکھتے ہی بھونک

زیادہ شک ہے۔ اچھا، یہ بتاؤ مسوروکن نے زیوی گن کے خون کے گروپ سے ان  
جنوں کا بھی مقابلہ کیا جو اس کا تو س پر پائے گئے تھے؟  
میں نے انکار میں گردن ہلائی: "اس بارے میں یقین سے کچھ کہنا مشکل ہے  
... میرا اندازہ ہے ایسا نہیں کیا گیا۔"

بے وقوف ... پابگ ... "بورس نے مسوروکن اور دیگر ڈاکٹروں کو گایاں  
پنا شروع کر دیں: "ان احمقوں کو اتنا بھی احساس نہیں کہ کم از کم خون کا جائزہ ہی  
لے لیں۔ اس طرح سارا معاملہ صاف ہو سکتا تھا ... خیر چھوڑو اسے ... یہ بتاؤ کہ اب  
زیوی گن کا کیا کریں۔ اس لاش میں سے کچھ اور دیکھنا بھالتا پسند کرو تو میں تیار ہوں۔"  
میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور کار تو س، واپس جیب میں ڈال لیا۔ اُس  
لے میرا ذہن تیزی سے اُن سارے واقعات کی کڑیاں ملانے میں مصروف تھا جو  
گزشتہ چند روز میں سامنے آئے تھے۔ بورس کے اس جملے نے مجھے سخت منحصرے میں  
ڈال دیا تھا کہ مسوروکن نے کار تو س پر خون کے دھبوں اور زیوی گن کے بلڈ گروپ  
کا نامکروسکوپک جائزہ کیوں نہیں لیا۔ کیا وہ ایسا کرنا بھول گیا تھا یا اس نے دانستہ  
اس کی ضرورت نہیں سمجھی تھی؟

بورس نے زیوی گن کی لاش پر چڑھائے گئے کپڑے اتار کر ایک طرف رکھ  
دیے اور ایک بار پھر مجھے سینے کے اندر سانس اُگتا ہوا لگا۔ زیوی گن کی تھوڑی کے  
پچھلے ناف تک گہری کیر نظر آرہی تھی۔ یہ کیر اس نشتر کی تھی جس سے زیوی گن  
کا ہیٹ، پوسٹ مارٹم کے لیے چاک ہوا تھا۔ اُسے بعد میں صرف تین ٹانگے لگا کر معمولی  
زحمت سے جوڑ دیا گیا تھا۔

"کیا تمہیں زیوی گن کے بدن پر پوسٹ مارٹم کے علاوہ کوئی اور زخم بھی دکھائی  
دیتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

اچھی دیکھ لیتے ہیں ... یہ کہہ کر اس نے لاش کا اوپر سے نیچے تک بغور جائزہ  
لے کر کہنے لگا: "سامنے والے حصے میں بظاہر کوئی زخم نظر نہیں آتا ... اب اسے اُٹا کر

برقی طرح زخمی تھیں۔ بورس نے یہی ہولناک تماشہ دکھانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے  
انکلیاں زیوی گن کی کھوپڑی میں گھسیڑ دیں اور پورے کا پورا مغز نکال کر زیر پر  
ایک کاغذی زینت بنا دیا۔

"یار بس کرو ..." میں نے سخت بیزاری سے کہا۔ "تو ڈاکٹر ہو ... تمہارا دن  
مشغلہ ہی ہے ... تم ان چیزوں کو دیکھنے کے عادی ... لنگر میسے لیے یہ بات  
برداشت ہے۔"

"ہاں ہاں ... وہ تو میں خوب جانتا ہوں ... لیکن میں نے سوچا تم بھی کیا یاد کرو  
کا مربڈ شمر ایف ... میں دراصل دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی انگ کر دیا  
تم دیکھ رہے ہو اس مغز پر گولی نے کیا اثر چھوڑا ہے ... اب مہربانی کر کے  
گولی دو تاکہ میں آخری امتحان بھی کر لوں۔"

میں نے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر کار تو س نکالا اور بورس  
دے دیا۔ اس نے یہ کار تو س زیوی گن کی کینڈی کے خول کے اندر رکھا۔  
وہ نہایت آسانی سے کینڈی کے خول  
.....

گیا۔ اس کے لیے بورس کو زیادہ کاوش نہیں کرنی پڑی۔ یوں محسوس ہوا  
کار تو س اسی کے لیے بنایا گیا تھا۔

"کا مربڈ، دیکھ لو ... اور خود فیصلہ کرو کہ مسوروکن کی رپورٹ صحیح ہے یا  
کچھ تمہارے سامنے ہے، وہ درست ہے۔" بورس نے کار تو س کی طرف اشارہ  
ہوئے کہا: "مسوروکن نے اپنی رپورٹ میں درج کیا ہے کہ زیوی گن کے دائرہ  
اس پر نہیں پائے گئے، جب کہ تمہارا ادعویٰ ہے کہ یہ وہی کار تو س ہے  
کے رپورٹ میں موجود تھا اور اسی کے باعث وہ ہلاک ہوا ... اب اس مسئلہ  
دو ہی صورتیں ممکن ہیں ... پہلی یہ کہ مسوروکن کی رپورٹ غلط ہے ...  
کار تو س نہیں جو زیوی گن کے رپورٹ سے نکلا ... بہر حال، میں مسوروکن  
نہیں کر دوں گا ... اُس کی رپورٹ اپنی جگہ صحیح ہو سکتی ہے ... مجھے اس کا

کہو اب کیا تکلیف ہے؟ کس لیے آئے ہو؟  
موت یہ پوچھنے آیا ہوں کہ جس کا توں کا تم نے معائنہ کیا تھا اور جس پر خون کے  
بغ سے دھبے پائے گئے تھے، کیا تم نے ان خون جھبوں کا مقابلہ زلیوی گن کے  
سے کیا تھا؟

”نہیں... میں نے ایسا نہیں کیا... اس کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی... سنو،  
مافی خون کے چار گروپ ہوتے ہیں فرض کر دیہ کوئی زلیوی گن کی کھوپڑی کے بجائے  
اے جسم سے برآمد ہوتی اور میں اس پر لگے خون کا مقابلہ تمہارے خون سے کرتا  
ہی یہ اس بات کا ثبوت نہ ہوتا کہ تمہیں اس گولی کے ذریعے قتل کیا گیا ہے۔  
انسانوں کے خون گروپ آپس میں مل جاتے ہیں کیا یہ ممکن نہیں کہ جو گروپ  
ہی گن کا ہو، وہی میرا یا تمہارا بھی ہو؟ قطعی ممکن ہے... لیکن جہاں تک انسانی  
خون کے ریشوں اور خلیوں کا تعلق ہے، ان میں خون کی نسبت فرق ہمیشہ الگ  
ہے۔ یعنی انسان کے دماغی خلیے یا ریشے کبھی دوسرے انسان کے دماغی خلیوں  
ریشوں سے نہیں ملتے، چنانچہ میری تمام توجہ اس امتحان پر مرکوز رہی کہ اس کا توں  
زلیوی گن کے دماغی ریشوں کا سراغ لگاؤں... اور میں پورے یقین سے کہہ سکتا  
ہوں کہ جس کا توں کا میں نے معائنہ کیا، وہ زلیوی گن کی کھوپڑی سے برآمد نہیں ہوا۔“  
”اس کے باوجود میں تم سے اس کا توں کا دوبارہ معائنہ کرنے کی درخواست  
کر گا۔“ ”میرا بوجھ خفاک حد تک سنجیدہ ہو گیا۔ مہربانی کر کے مجھے کل تک  
انکار اس پر خون کے دھبے موجود ہیں یا نہیں، اگر موجود ہیں تو اس خون کا گروپ  
ہے... میں یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ زلیوی گن کے خون کا گروپ کون سا تھا۔  
میں دوپہر تک تمہاری طرف سے نئی رپورٹ مجھے نہ ملی تو نتائج کی ذمہ داری  
پہنچ گئی۔“

”شاید میری آواز کچھ زیادہ ہی بلند ہو گئی تھی کہ سور و کن کی بیوی ایک دم  
نہ کھول کر اندر آ گئی۔ ایک لحظے کے لئے شک گزرا کہ غالباً کمرے کے باہر

بھی دیکھنا چاہیے... ”جونی اس نے لاش کو اٹھا لیا، میں دہشت زدہ ہو کر ایک تیز  
پیچھے ہٹ گیا، زلیوی گن کی پیٹھ پر بھی زخموں کے واضح نشانات نظر آ رہے تھے لیکن  
ان زخموں کا کوئی متعلق پوسٹ مارٹم سے نہیں ہو سکتا تھا۔ ان زخموں سے زیادہ میری  
توجہ ان گہرے نیلے نشانوں پر جارحی جو زلیوی گن کی دونوں کلائیوں اور پھر کہنیوں کے  
قریب ابھرے ہوئے تھے۔ پورس نے کہا: ”ایسا معلوم ہوتا ہے خودکشی سے پہلے  
زلیوی گن کی کلائیوں کسی آدمی یا آدمیوں نے پکڑ لی تھیں۔ یہ نشان بتاتے ہیں کہ زلیوی گن  
کو پکڑنے والا یہ ایک آدمی یا کئی آدمی بہت طاقتور تھے۔ زلیوی گن نے شاید ان کی گرفت  
سے آزاد ہونے کی کوشش کی اور اسی کوشش میں اس کی جیکٹ پھٹ گئی۔“  
”لیکن سوال یہ ہے کہ ڈاکٹر تمانوف نے اپنی رپورٹ میں ان نشانوں کا ذکر  
کیوں نہیں کیا۔“

پورس گریڈس طنز بہ انداز میں مسکرایا: ”اس لیے کہ ڈاکٹر تمانوف نہایت بزدل  
شخص ہے... ہو سکتا ہے اُسے خوف ہو کہ اگر وہ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں حقائق  
ظاہر کرے گا تو اسے نقصان پہنچ جائے گا... تاہم ایک نظریہ اور بھی قائم کیا جا سکتا  
”وہ نظریہ کیا ہے؟“ میں نے مضطرب ہو کر پوچھا۔  
”وہ یہ کہ زلیوی گن کو مرے ہوئے خاصی دیر ہو چکی ہے۔ اس کی کلائیوں اور کہنیوں  
پر گرفت کے یہ نشانات پوسٹ مارٹم کے وقت موجودہ شکل میں نمایاں نہیں ہوتے ہوں  
گے... بلکہ ڈاکٹر تمانوف ان کا کوئی نوٹس نہیں لے سکا... ویسے بھی ان کا اول کام  
پوسٹ مارٹم کے جلد از جلد رپورٹ تیار کر دینا تھا۔ اس امر کا سراغ لگانا نہیں تھا کہ  
زلیوی گن نے واقعی خودکشی ہے یا اسے قتل کیا گیا ہے۔“

ایک بار پھر میں نے فورسک انسٹی ٹیوٹ کا رخ کیا۔ سور و کن مجھے دیکھ کر کچھ نا  
خوش نہیں ہوا۔ اس کی آنکھیں سرخ اور کسی قدر سوجی ہوئی تھیں جیسے رات بھر کا  
ہو ہو... میں نے اُسے پریشان کرنے پر معذرت کی کہ انوار کے دن بھی اُسے تنگ  
جا رہا ہے۔ سور و کن خاموشی سے مجھے گھورتا رہا، پھر سخت آواز میں بولا:

کہ میں نے سو روکن کی بیوی کو ایک نظر دیکھا۔ بے چاری عورت بڑی مشکل سے  
انسوار سسکیاں ضبط کیے ہوئے تھی۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں تھا۔

شمز ایون... ذرا ٹھہرو... میں نے اپنے عقب میں مسر سو روکن کی بھرائی ہوئی  
بچی پلٹ کر دیکھا تو وہ آستیں سے آنسو پونچھتی چلی آ رہی تھی؛ "معاف کرنا..."

شہر اس وقت اپنے حواس میں نہیں... انہوں نے جو کچھ کہا، اُسے بھول جانا...  
ہے کچھ مت کہنا ورنہ ہم لوگوں پر جانے کیسی کیسی آفتیں ٹوٹ پڑیں گی... شاید

ہم معلوم نہیں کہ اب ماسکو کی کوئی سڑک، کوئی گلی کے جی بی کے بے رحم آدمیوں  
نہیں ہوتی... ریڈ سکوٹر اور مقبرہ لینن کے سوا ہر جگہ اندر پلوٹ اور شو لو خوف

بازار جاسوس غراتے پھرتے ہیں۔ راتوں کو گھروں سے لوگوں کا نکلنا محال ہو  
ہے ان کے مقابلے کے لیے برزنیف نے بھی کنیٹرم ڈویژن کا ماسکو شہر میں منتقل

ہانے کے احکام جاری کئے ہیں... دیکھنا اب کیا ہوتا ہے۔ کوئی خوش قسمت  
کا جو اپنی عزت محفوظ رکھنے میں کامیاب ہو۔"

میں تھرا کر رہ گیا... اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ ماسکو میں کسی کو کسی سے  
مناکات نہیں۔ ہر شخص مزے میں ہے... نئی اداروں میں ڈاکٹر اور دوسرا

ہی کر رہا ہے۔ انہیں جو سہولتیں میسر ہیں، عام آدمی سوویت یونین میں ان کا  
بہانہ نہیں کر سکتا۔ مگر اب معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ ایک سہانے پسے کی مانند ہے

حقیقت کا روپ نہیں دھار سکتا۔ میں نے گہرا سانس لے کر کہا۔  
میں جانتا ہوں، لیکن تمہیں معلوم ہے کہ میں بھی مجبور اور بے بس شخص ہوں۔

میں سے کہنا اگر مجھ سے کوئی زیادتی ہوتی ہو تو وہ بھول جائے... اس سے  
تو اس پر خون کے دھبوں کا اچھی طرح معائنہ کرے اور دیکھے کہ یہ خون

ہاں کا ہے یا کسی اور کا...  
"مگر مت کرو! شمر ایون! میں سو روکن کو سمجھا دو گی... اس کے علاوہ  
ہاں جو بیا لوجسٹ کام کر رہے ہیں وہ بھی اس معاملے میں اپنی رائے

راہداری میں دروازے سے کان لگائے کھڑی تھی۔ میری بگڑی صورت اور مشکل  
لہجہ اس کے لیے تعجب کا باعث تھا۔ کیا بات ہے؟ شمر ایون! تم بہت پریشان  
دکھائی دے رہے ہو... خیر تو ہے؟

"فی الحال خیر ہی سمجھو... میں نے کہا۔ لیکن یہ سن لو کہ اگر کل دوپہر تک  
تمہارے شوہر نے اس کارٹوس کے بارے میں صحیح صحیح رپورٹ پیش نہ کی تو

میں کہہ سکتا کہ اس شخص کا میں کیا حشر کروں۔"  
سو روکن پہلے تو منہ کھولے اور آنکھیں پھاڑے میری طرف دیکھا رہا...

اُسے مجھ سے غالباً اس تلخ لب و لہجے کی توقع نہ تھی۔ چہرہ اٹھا اور مجھ سے لپٹ  
گیا؛ "کامریڈ! تم خواہ مخواہ ناراض ہو گئے... سنو، میں نے زیوی گن کے معاملے میں جو

کچھ کیا، وہ پوری دیانتداری اور جذبہ فرض شناسی کے تحت کیا۔ ممکن ہے رپورٹ  
مرتب کرنے یا زیوی گن کی چیزوں کا معائنہ کرنے اور ان سے نتائج اخذ کرنے میں

مجھ سے کوتاہی ہوئی ہو۔ مگر یہ الزام کہ میں نے جان بوجھ کر خفائی پوشیدہ رکھے ہرگز  
نا انصافی ہے... میرا آج تک کا ریکارڈ تم دیکھ سکتے ہو... اس میں کسی جگہ کہیں

کوئی داغ نہیں دکھائی نہیں دے گا... تمہیں کیا خبر کہ اس ادارے کے درویشوں  
میں دن رات قیدیوں کی طرح رہ کر ہم لوگ کیا محسوس کرتے ہیں۔ تم میری حالت دیکھ

رہے ہو... کیا تمہیں کچھ اندازہ نہیں ہوتا کہ ہم پر کیا گزر رہی ہے؟ پچھلی شب  
آنکھوں ہی آنکھوں میں گرٹ گئی... ایک لمحہ آرام کا نہیں مل سکا... یہ دیکھو

میری میز پر فائیکس کا انبار لگا ہے۔ ملک میں ڈکیتیوں، چوریوں، قتل اور عورتوں  
بالجائے اغوا اور آبروریزی کے واقعات روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں۔ یہاں انسٹیٹوٹ

میں ہم گنتی کے لوگ ہیں۔ کیا کیا کریں؟ پہلے ہی کیا کم آفتیں تھیں کہ تم اس بد معاش  
زیوی گن کا قرضے لے کر نمودار ہو گئے... مجھے ہمیشہ یہ شخص زہر لگا ہے... اس کے

اتنے شرمناک ہیں کہ سوچتے ہوئے بھی حیا آتی ہے۔  
سو روکن کی تقریر ابھی جاری تھی کہ میں کمرے سے باہر نکل آیا۔ دروازے پر ایک

سے آگاہ کر دیں گے وہی رہے بہر حال رپورٹ تیار ملے گی۔

”بہت بہت شکریہ... اچھا، اب میں چلتا ہوں۔“

مسٹر سوروکن نے راپارڈری میں ادھر ادھر دیکھا، اُس وقت وہاں کوئی نہ تھا اُس نے جلدی سے اپنے کپڑوں میں چھپا ہوا ایک کاغذ نکالا اور میری طرف بڑا اسے سنبھال کر رکھ لوشماریون... شاید تمہارے کام آسکے۔“

میں نے کاغذ اُس سے لے کر دیکھے بغیر حجب میں ڈال لیا: ”اس میں کیا لکھا ہے؟“

”جنرل زیوی گن کی پوسٹ ماسٹر رپورٹ اور اس کی ذاتی اشیائے لمبا رٹری میں“

کے بعد ہمارے ماہرین نے آپس میں جن خیالات کا اظہار کیا تھا، میں نے اپنے حافظے کی مدد سے اس کی ایک رپورٹ مرتب کی ہے۔ بس اسی کا خلاصہ اس کاغذ پر ہے۔

میرا خیال ہے اس میں چند باتیں ضرور ایسی ہیں جو اس کیس کی چھان بین میں تمہاری مدد کر سکتی ہیں۔ پڑھنے کے بعد یہ کاغذ ضائع کر دو تو مجھے بڑا احسان ہوگا اور اس سے پہلے کہ میں اس سے کچھ کہوں یا پوچھوں، وہ مٹری اور تیز تر چلا سووکن کے کمرے میں داخل ہو گئی۔

دن کے بارہ بج کر دس منٹ ہوئے تھے جب میں میٹرو اسٹیشن سے ہوتا ہوا پرایسکیوٹر آفس میں پہنچا۔ میں نے دیکھا اسٹیشن کے ارد گرد اور ادھر سے گزرنے والے تمام سڑکوں پر پلیٹوں کے گارڈ، محافظ کتوں کو لئے موجود ہیں۔ اس سے اندازہ کہ سووکن کی بیوی درست کہتی تھی... پرایسکیوٹر آفس میں حسب معمول سکون باکلانوف کے آفس کا دروازہ بند تھا۔ استقبالیہ کے انچارج زیلینسکی نے مجھے دیکھا کہ مسکرایا اور میرے کمرے کی بجی نکال کر سامنے رکھ دی۔ زیلینسکی کی مسکراہٹ بے معنی نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ وہ بہت کچھ جانتا ہے۔ بہت کچھ دن رات دیکھتا لیکن اُسے صرف مسکرانے کی اجازت ہے۔ بولنے کی نہیں، مگر یہ زیلینسکی کا فن۔

کہ وہ مسکرانے کے بے شمار طریقے جانتا ہے۔ ادھر کے راز ادھر پہنچا دیتا ہے۔

”کیا بات ہے زیلینسکی، آج کچھ ضرورت سے زیادہ ہی دانت نکال رہے ہو؟“

وہ حسب عادت مسکرایا اور اس کی نگاہیں میرے چہرے کا جائزہ لینے لگیں۔ میرے خیالات پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اتفاق سے اس وقت استقبالیہ کے آفس اور اس کے سوا کوئی میسٹر فز و نہ تھا، چاروں طرف دیکھ کر تسلی کرنے کے بعد زیلینسکی زبان کھولتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ میں سمجھ گیا، کوئی زبردست راز کے پیٹ میں قفس کر رہا ہے۔

”بولو یار... کیا قصہ ہے... بتاتے کیوں نہیں؟ میں نے اُسے اکسایا۔“

”کامریڈ باکلانوف کئی بار آپ کے بارے میں پوچھ چکے ہیں۔“ اس نے رک رک کر کہا۔ میں چونکا ہوا گیا۔

”کامریڈ باکلانوف... کیا کوئی کام ہے انہیں مجھ سے؟“

”بیات تو انہوں نے مجھے نہیں بتائی...“ زیلینسکی نے کہا ”ابھی ابھی وہ اپنے کمرے پر توجہ دیتے تھے... شاید تھوڑی دیر بعد پھر آئیں۔“

”ٹھیک ہے... میں اوپر، اپنے آفس میں بیٹھا ہوں باکلانوف آئیں تو انہیں بتاؤ۔“

اپنے آفس کی طرف اوپر جاتے ہوئے، میرے اندر دھک پکڑ شروع ہو گئی۔ باکلانوف مجھ سے ملنے کے لیے کیوں بے قرار ہے؟ یقیناً کوئی اہم معاملہ گا... باکلانوف کا خیال آنے ہی میرے ذہن میں فوراً مادام نادیا میلینیا پاولنیا عورت گھومتی لگی۔ ہو سکتا ہے اس خطرناک عورت نے نیا چکر چلایا ہو۔ یہ نیا چکر تھا کہ باکلانوف اسی عورت کے لیے کام کر رہا ہے... نادیا اور باکلانوف میں جس نوعیت کے مراسم استوار تھے، اُن سے یہ جاننے میں دقت نہیں ہوتی تھی۔

نیا پلان یہ لوگ میرے خلاف ترتیب دے رہے ہوں گے۔

اپنے آفس جا کر میں نے جیب سے وہ کاغذ نکالا جو سووکن کی بیوی نے چپکے سے ہسٹل کے حوالے کیا تھا۔ اس پر چند سطریں لکھی تھیں: ”کامریڈ شمرا لوف...“

باکلانوف نے میں جنرل زیوی گن کی ایک ذاتی ڈائری اور پریفرنس، کھیل

کولا کوف کے نام کے آگے ایک اور شخص کا نام لکھا گیا ہے... گیوی منگا ڈینڈ  
اس نام کے آگے زیوی گن نے متعدد بار سوالیہ نشان بنایا ہے۔

ہاں پہنچ کر سور و گن کی سیوی کی تحریر ختم ہو جاتی ہے میں نے کئی بار اس  
لے لے کے کاغذ پر درج یہ سطر پڑھیں اور فیصلہ کیا کہ یہ پرزہ کاغذ اس تمام  
لے کی تفتیش میں سب سے اہم اور کار آمد ثابت ہو سکتا ہے۔۔۔ میز پر رکھا

فون پیسور اٹھایا اور ماسکوسی آئی ڈی کا نمبر ڈال کیا جواب میں آپریٹر خاتون کی دلکش آواز  
میں نے پوچھا میجر آپ کو بیان کہاں ہیں خاتون نے بتایا کہ میجر آپ کو بیان سے رابطہ نہیں ہو  
تا ان کی جگہ میجر کو گور لوف موجود ہیں۔ میجر کو گور لوف اپنا تعارف کرتے ہوئے کہا کہ وہ ڈیوٹی افسر

ہے اور میجر آپ کو بیان، ایم وی آئی سنٹرل فائل سیکشن میں کسی کام سے گئے ہیں۔  
ان نے اپنے بارے میں بتایا تو اس نے فوراً میجر رابطہ میجر آپ کو بیان کی سیکرٹری میکلا

بار سے کرا دیا۔ میکلا کی آواز کان میں آئی تو اس کا حسین و جمیل سراپا لگا ہوں میں  
کہ گیا۔ وہ مجھے اچھی طرح جانتی تھی اور ایک زمانے میں وہ کرنل وٹیکوف کی سیکرٹری  
نے فرائض انجام دیا کرتی تھی۔ کامریڈ شمرا بوف! کیا آپ ہیں؟ میجر آپ کو بیان اس

نت بعض فائلوں کی ورق گردانی میں مصروف ہیں... جی ہاں، اُسی زیوی گن  
کی کے سلسلے میں... اگر اس وقت آپ فرصت میں ہیں تو فوراً یہاں چلے آئیے۔

”بہت جی چاہتا ہے تمہیں دیکھنے کو۔“ میں نے ہنس کر کہا۔ ”مگر اس وقت مرنے کی بھی  
مت نہیں... یہ زیوی گن کم بخت خود تو مر گیا اور میں مصیبت میں ڈال گیا۔ ذرا  
ڈال کر کے آپ کو بیان سے کہیں میری بات سن لیں... بس ایک منٹ سے زیادہ

نہا گا۔“  
چند لمحوں بعد میجر آپ کو بیان کی بھاری آواز کان میں گونجی :  
”شمرا بوف... خیر تو ہے؟“  
”ہاں... خیر بہت ہی سمجھو... کیا بہت زیادہ مصروف ہو؟“  
”نہیں... کچھ زیادہ نہیں... زیوی گن کہیں میں پُرانی معلومات کی ضرورت پیش

سے متعلق چند کاغذات لیبارٹری جائزے کے لیے دیے تھے۔ ان کاغذات  
ڈائری میں جو اہم اندراجات مجھے نظر آئے، وہ آپ کی معلومات کے لیے پیش کر رہا  
ہوں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ گزشتہ چند مہینوں میں زیوی گن جن لوگوں کو اپنے پرنسپل  
میں بلا کر جو اکھلتا رہا ہے ان میں بعض نام یہ ہیں :

- ۱۔ کامریڈ ایکسی شیا یوف... چیئر مین سنٹرل ٹریڈ یونین کونسل۔
- ۲۔ شیدا کوف۔ ٹنڈر آف فشریز۔
- ۳۔ ٹیڈیٹ سکرس کا ایک شخص جس کا نام کو لیوا ٹوف ہے (یہ نام متعدد مرتبہ  
زیوی گن کے کاغذات میں آیا ہے)

”ان تین خصوصی ناموں کے علاوہ اور بہت سے لوگوں کے نام، جوئے کے  
کاغذوں میں جا بجا زیوی گن نے اپنے قلم سے لکھے ہیں۔ ان میں وہ نام جن کا پتلا  
کی گئی ہے، یہ ہیں :

بورس — سینڈرو — سوتیا۔  
”زیوی گن کی نوٹ بک میں بعض صفحوں پر کئی شخصیتوں کے بارے میں ایک  
ایک اور دو دو جملے بھی درج ہیں۔

”مثلاً : ایم ایم سس洛夫... ہرامزاد ہے... شراب کے نشے میں دھت ہو کر  
ایک کو گالیاں دینا اس کی عادت ہے... میں کسی روز اسے مار بیٹھوں گا۔“

”میرا خیال ہے ایم ایم سس洛夫، کامریڈ سس洛夫 کا بیٹا میٹا ہے۔  
”ایک اور شخص کولا کوف کا نام بھی اس نوٹ بک میں درج ہے۔ اس  
بارے میں زیوی گن نے لکھا ہے :

”یہ بھی اول درجے کا بد معاش اور دھوکے باز ہے... جوئے میں اس  
مہارت البتہ مجھے تسلیم ہے۔  
”اس شخص کولا کوف کے گھر کا نمبر بھی زیوی گن نے درج کیا مگر بعد ازاں اس  
بری طرح قلم زد کیا کہ کوشش کے باوجود معلوم نہیں ہو سکا یہ نمبر کیا ہے

آئی تھی... بس وہی تلاش کر رہا ہوں۔"

بہت خوب... اچھا ایک رحمت دیتا ہوں... مجھے تین آدمیوں کے بارے میں کچھ باتیں معلوم کرنی ہیں... ان کا تعلق بھی زیروی کن سے رہا ہے؟  
 "ہاں ہاں... اُن کے نام مجھے بتاؤ... میں ان کی فائلیں بھی دیکھ لیتا ہوں... بشرطیکہ فائلوں میں موجود ہوئے۔"

"سنو... اُن میں سے ایک کا نام ہے کولیوا ٹوف... دوسرے انیشیو لار  
 تیسرا گیوی منگا ڈیز ہے۔"

میجر آپ کو بیان چند ثانیے خاموش رہنے کے بعد اچانک بول پڑا: "کا مڈ ٹیرا  
 میرا خیال ہے پہلے دو آدمیوں کی بعض باتیں میں تمہیں ان کی فائلیں دیکھنے تھیں  
 سکتا ہوں، البتہ تیسرے کے بارے میں کچھ دیر لگے گی۔"

"فی الحال ان دو ہی کے بارے میں بتاؤ" میں نے کہا "تمہارے حافظے کی دُر  
 پیشگی دے دیتا ہوں۔"

شکریہ! وہ ہنسنا کولیوا ٹوف سیٹ کرکس کا ڈائریکٹر ہے۔ نہایت عیاش طبع آدمی  
 جوئے اور شراب ٹینوں کی بے انتہا لذت رکھنے والا... اس کے ظاہر اور خفیہ جرائم کی  
 فہرست خاصی طویل ہے... بار سوغ بھی بہت ہے۔ شاید اسی لیے اب تک قانون کا  
 گرفت سے آزاد پھر رہا ہے... دوسرا شخص انیشیو لار بھی اسی کینڈے کا ہے۔  
 عادتوں کے اعتبار سے اس میں اور کولیوا ٹوف میں کوئی خاص فرق نہیں... دونوں  
 آپس میں گہرے دوست اور راز دار بھی ہیں۔"

"پہلے یہ بتاؤ کہ یہ شخص انیشیو لار کتنا کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔  
 "ایسے لوگ کچھ نہیں کیا کرتے اور بہت کچھ کرتے ہیں۔" میجر آپ کو بیان نے  
 جواب دیا۔ "آج کل جارجیا میں وزیر مالیات ہے۔ وزیر مالیات گریبا پو  
 گھی میں اور سرکڑا ہی میں۔"

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ انیشیو لار اس قدر بڑے منصب پر فائز ہے۔"

میجر براہ کرم اس وزیر مالیات کے بارے میں مجھے مزید بتاؤ۔"

وہ تو اس کی فائلیں دیکھ کر ہی بتایا جاسکتا ہے... اسی لیے تو کہتا ہوں کہ یہاں  
 بہ خود ہی دیکھ لو۔"

اب تو آتا ہی پڑے گا۔ میں نے کہا۔ بہر حال، اس تیسرے آدمی گیوی منگا ڈیز  
 بارے میں کیا کہتے ہو؟

"میں نے پہلے کبھی یہ نام نہیں سنا۔" آپ کو بیان نے کہا۔ "تاہم یہ اندازہ کرنے میں  
 مل نہیں کہ یہ بھی پہلے جیسے دو آدمیوں کے ہم پلہ ہی ہوگا... آخر زیروی کن کے  
 پیار اور ہم نوا کوئی معمولی افراد تو نہیں ہوں گے؟"

"درا دیکھ کر بتاؤ کہ گیوی منگا ڈیز کے بارے میں کہاں سے تفصیلات مل  
 تی ہیں۔"

"کمپیوٹر سے مدد لیتا ہوں... آپ کو بیان نے کہا۔ "کمپیوٹر کے سینے میں ایسے  
 ہزاروں افراد سے متعلق ہر طرح کی معلومات درج ہیں... اب لگے ہاتھوں یہ  
 بتاؤ کہ ان تین آدمیوں کے علاوہ تم کسی اور شخص کے بارے میں کچھ پوچھنا تو  
 چاہتے۔"

"نہیں... فی الحال انہی لوگوں کے بارے میں مکمل تفصیلات فراہم کرو۔"

میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

سوروکن کی بیوی نے زیروی کن کی ذاتی نوٹ بک میں سے چند مختصر اور مشکوک  
 نوٹ دیے تھے۔ مثلاً "سوتیا، بورس اور سینڈرو وغیرہ۔ لیکن میں نے اُن کے متعلق  
 گہرے خیالات سے مصلحتاً کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ یوں بھی اس قسم کی باتیں ٹیلیفون  
 کی جاتی ہیں اور نہ پوچھی جاتی ہیں۔ سوویت یونین میں سرکاری اہل کاروں خصوصاً  
 انیس کے جی بی اور ملیٹیا وغیرہ کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کا فون چوبیس  
 ٹائپ کرتے رہتے ہیں، لہذا ٹیلیفون کا نظام صرف عام لوگوں کو فائدہ پہنچانے  
 کے لیے ہے۔ اس کے علاوہ بہ امر بھی میرے ذہن میں تھا کہ زیروی کن کی یہ ذاتی نوٹ بک

بالکل نوف کی نظر سے بھی گزر چکی ہے اور عین ممکن ہے کہ اس نے ان تمام افراد کے بارے میں پہلے ہی سے کاغذ پر درج کر لیے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کئی افراد اب تک گرفتار ہو کر کسی حوالات یا جیل خانے میں آرام کر رہے ہوں۔ مجھے نہ شہ نہ تھا کہ کامریڈ شیبیا کوف آف فشریز کا مرید کو لیو الوٹف اور جارجیا کے منسٹر آن فنانس کامریڈ انیاشویلی کو بالکل نوف نے کبھی آزاد نہیں چھوڑا ہوگا۔

ایک ایک یاد آ کر خود ہمارے ہاں بھی اس قسم کے افراد کا ریکارڈ موجود ہے۔ خاص طور پر ان کا جو کسی نہ کسی شکل میں پراسیکیوٹر آفس کے دائرہ کار میں شامل رہے ہوں، چنانچہ میں نے اس ریکارڈ کی چھان بین کا ارادہ کر لیا۔ ۱۹۷۶ء اور ۱۹۷۸ء کا درمیانی عرصہ بہت سے سیاسی اور غیر سیاسی حوادث پر مشتمل تھا، اس لیے میں نے ریکارڈ دیکھنے کی ابتدا اس زمانے سے کی۔ ۷۶ء اور ۷۷ء کی تمام فائلیں دیکھنے کے کچھ نہیں ملا، ان میں کولا کوف کی موت کا کہیں ذکر نہ تھا اور نہ سے سلوف بازوی کی کے بارے میں ایسی معلومات درج تھیں جن سے مجھے کچھ مدد مل سکتی۔ مایوس ہو کر میں نے یہ فائلیں ایک طرف رکھ دیں اور ۱۹۷۸ء کی فائل اٹھائی۔ مشروع سے آخر تک اس کی ورق گردانی بھی کی مگر بے سود معلوم ہوا کہ نین سال کی اس مدت میں پراسیکیوٹر آفس کے لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ بے خیالی میں ایک بار پھر میں نے ۱۹۷۶ء کے واقعات کی فائل اٹھائی۔ اسے یوں ہی درمیان سے کھولا، ہر صفحے کے اوپر سرخ رنگ میں کیس نمبر تاریخ سمیت درج کیا گیا تھا۔ میرے سامنے جو صفحہ آیا، نگاہیں اسی پر جم کر رہ گئیں۔ حیرت ہوئی کہ پہلے یہ صفحہ میری نظروں سے اوجھل ہوا رہا مئی ۱۹۷۶ء میں ماسکو کے ہوٹل موزیاس میں آگ لگنے کا واقعہ رونما ہوا تھا اور اس کی تفتیش ہمارے محکمے کے اسپیشل انوسٹی گیٹر تارس وینڈیلوفوسکی کے سپرد کی گئی تھی۔ یہ آگ اتنی خوفناک تھی کہ اس نے عالمی شان ہوٹل کا مغربی حصہ تقریباً راکھ کر دیا تھا۔ اس تفتیش کا کیس نمبر ایس ایل ۴۵-۷۶ تھا مجھے یاد آیا کہ تارس نے اس سانحے کی تحقیق کے سلسلے میں عجیب و غریب رپورٹ لکھی تھی، اس رپورٹ میں بعض ایسے

لڑاکا ذکر کیا تھا جو ہمیشہ در قاتل تھے۔ فائل میں اس رپورٹ کی پوری نقل موجود نہ تھی میں نے دوسری الماری کھولی اور کیس نمبر ۴۵ ایس ایل کی مکمل رپورٹ تلاش کر لے گا۔ مگر یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ کیس نمبر ۴۴ اور ۴۶ دونوں کی فائلیں موجود ہیں۔ کیس نمبر ۴۵ کی فائل غائب کر دی گئی ہے۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا تھا کہ کسی نے عقلمندی سے کام لیتے ہوئے، یہ اہم فائل پہلے ہی یہاں سے نکال لی تھی۔

میرا دھیان فوراً بالکل نوف کی طرف گیا۔ یہ حرکت اسی کی ہو سکتی ہے... مجھے غصہ نہت آیا، لیکن ایسے غصے کا اس وقت کوئی فائدہ نہ تھا۔ میں نے سوچا تارس وینڈیلوفوسکی تو ابھی زندہ سلامت ہے اور اتفاق سے مجھے اس کے گھر کا پتہ بھی یاد ہے اس لیے یقیناً ایسے تمام کیسوں کی رپورٹیں موجود ہوں گی جن کی وہ محکمہ تحقیقات کر چکا ہے۔ میں اٹھ کھڑا ہوا اور دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ دروازہ آہستہ سے کھلا۔ ایک شخص اندر آیا۔ "کیا آپ ہی کامریڈ شمرایوٹ ہیں؟" اس نے پوچھا میں نے بات میں گردن ہلائی اور دستور کے مطابق اس کے مطالبے سے پہلے ہی اپنا سرکاری نامی کارڈ اس کے سامنے کر دیا۔ اس نے کارڈ غور سے دیکھا، مسکرایا اور اپنے کوٹ مائندرونی جیب سے ایک لفافہ نکال کر میری طرف بڑھادیا۔ میجر آکپویان نے آپ کے لیے دیا ہے جناب!۔ آپ انہیں فون پر اطلاع دے دیں کہ لفافہ آپ تک پہنچا گیا۔"

"شکر ہے!۔ تم جاسکتے ہو... میں میجر کو اطلاع دے دوں گا۔"

اس کے جانے کے بعد میں نے لفافے پر نگاہ ڈالی، اور سرخ حروف میں انتہائی بڑے الفاظ درج تھے اور نیچے، بائیں جانب سیاہ حروف میں لکھا تھا: کامریڈ آئی آئی کی طرف سے۔ میجر آکپویان، تھرڈ سیکشن، ماسکو کمینٹل انوسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ جناب سے۔ میں نے لفافہ چاک کیا۔ اندر سے ٹاپ شدہ لمبا کاغذ برآمد ہوا۔

کاغذ مضمون یہ تھا:

براہیں ایس آر کی سرزمین پر اب تک رجسٹر کے گئے ان تمام مجرموں، قاتلوں

بہر فن بھی ہے۔ تماش کے پتے اس کی انگلیوں کے اشارے پر بنتے اور بگڑتے ہیں۔ خاص طور پر پرفیورنس کھیل میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ عموماً بڑے بڑے یوں کے ساتھ کھیلتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں جنوب مغربی محاذ پر جرمنوں نے خلاف اس نے لڑائی میں حصہ بھی لیا اور وہیں اس کی پہلی بار ملاقات زیوی گن سے ہوئی جو اس وقت سیٹھ سیکورٹی کے شعبے میں کیپٹن کے عہدے پر فائز تھا۔ باش کے بارے میں یہ بتا دینا مناسب ہو گا کہ وہ دنیا کی کئی زبانیں روانی سے بول سکتا ہے، مثلاً جرمن، فرنچ اور انگریز۔ محاذ جنگ پر ایک مرتبہ اس نے جرمن افسروں سے گفتگو کے دوران ترجمانی کے فرائض بھی سر انجام دیے تھے۔ بے کی محفلوں میں اکثر ایمانی اور دھاندلی کرتے ہوئے پکڑا جا چکا ہے، مگر اب تک کسی واردات میں سزا نہیں پاسکا۔

۱۔ مارگریٹا ایگنر ڈروفا ناگو پیٹار۔ ۱۹۴۸ء میں پیدا ہوئی مجرمانہ پیشہ عورتوں میں ان کا نام سرفہرست ہے۔ اس کے عرف بہت سے ہیں مثلاً: ریٹا، نچ، کرنزی۔ وائی میں عصمت فروشی کا دھندا اختیار کیا۔ مجرموں سے ملنا جلنا بہت تھا۔ سمگلنگ کے کاروبار میں بھی بہت ملوث رہی۔ دوسرے مرتبہ سزا یافتہ ہے... کسی ذہنی مرض میں مبتلا اور قصصہ سارا ٹوٹ کے پاگل خانے میں بھی رہ چکی ہے۔ اس سال ۲ جنوری کو سزا جلت کر رہا ہوئی۔ ان دنوں اس کی مستقل رہائش کا کسی کو علم نہیں۔ ۱۹۶۳ء۔

۲۔ نائیکہ جنرل زیوی گن، آذربائیجان کے جی بی کا چیئرمین تھا مارگریٹا ان دنوں کوئمبرین ہسپتال کے ایک ریسٹوران میں ویٹرس بن کر کام کرتی رہی۔ لیکن حقیقت میں وہ کے جی بی ناچر تھی اور زیوی گن سے اس کے ناجائز مراسم استوار ہو چکے تھے۔ ۱۹۶۴ء میں مارگریٹا نے ایک بچے کو جنم دیا۔ اس کا نام زیوی گن کے نام پر رکھ دیا، تاہم مارگریٹا اس کے سرٹیفکیٹ پر اس کے باپ کا نام درج نہیں کیا گیا۔

۳۔ ایکیسی ایگور ووج وینکوف عرف گورچاگن۔ ۱۹۳۳ء میں پیدا ہوا۔ جرائم کی دوسرا ترین شخص ہے۔ پیشہ در قاتل۔ ڈکیتیوں میں بھی حصہ لیتا رہا۔

اور بد معاشوں کے ریکارڈ کے ذریعے یہ رپورٹ مرتب کی گئی ہے جن کے بارے میں ایم وی ڈی کمپیوٹنگ سنٹر نے تفصیلی معلومات جمع کی ہیں۔ کمپیوٹر سلیکشن کے بعد کم از کم چھ ایسے افراد کے نام سامنے آتے ہیں جو انیس جنوری ۱۹۸۲ء کے دن ماسکو میں 'بنفس نفیس' موجود تھے اور جن پر یہ شبہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ کے جی بی کے پڑے چیرمین جنرل زیوی گن کی خودکشی یا قتل کی واردات میں کسی نہ کسی نوعیت سے ذمے دار رہے جاسکتے ہیں۔ کمپیوٹر سلیکشن نے ابتدا میں ایسے ۴۶ افراد کی فہرست تیار کی تھی جو اسی مذکورہ بالا تاریخ کو ماسکو میں دیکھے گئے اور جن میں سرفرداس پوزنیشن میں تھا کہ جنرل زیوی گن کو موت کے گھاٹ اتار سکے، تاہم ان کا کمپیوٹر کی مدد سے جائزہ لینے کے بعد مزید سلیکشن کی گئی اور اس طرح چھ افراد منتخب کیے گئے ہیں۔ ان کے بارے میں مختصر معلومات پیش کی جاتی ہیں تفصیلات کے لیے ایم وی ڈی کے کمپیوٹنگ سنٹر سے رجوع کرنا چاہیے۔ پھر واضح کر دیا جائے کہ یہ وہ چھ افراد ہیں جو ۹ جنوری ۱۹۸۲ء کے دن ماسکو میں موجود تھے اور ۱۶ اے کالو اسٹریٹ کے پاس بھی ان کی موجودگی ثابت ہوتی ہے۔

۱۔ سپانودج کوسی چنگو۔ ۱۹۴۲ء میں پیدا ہوا۔ ماہر فن نقب زن ہے چار مرتبہ کاسزا یافتہ۔ اس سال جنوری کے مہینے میں کیمپ نمبر ۱۲ سے لمبی ہزار بھگتنے کے بعد رہا ہوا۔ رہا ہونے کے بعد سے اب تک اپنے اس مکان پر نہیں دیکھا گیا جس کا پتہ سرکاری کاغذات میں درج ہے۔ پتہ یہ ہے: ۱۸۔ چیبلیون سٹریٹ پولٹاوا۔ متفصل دروازے بڑی چابک دستی سے یوں کھوتا ہے کہ ذرا سا بھی نشان نہیں چھوڑتا۔ مختلف اقسام کا اسلحہ استعمال کرنے کا فن بھی جانتا ہے۔ نہایت خطرناک، چالاک اور مجرمانہ ذہن کا مالک ہے۔

۲۔ اسٹیکو ووج باش۔ ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوا۔ اس کے کئی عرف ہیں، مثلاً ڈانہ بلیک، اور حکم کا یکہ وغیرہ۔ اس کا مستقل پتہ معلوم نہیں ہو سکا۔ اس وقت کہاں ہے اس بارے میں بھی یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ جوئے کا شوقین ہی نہیں، حدود

شق پختہ کرتا رہتا تھا۔ جس روز اُسے اپنے بیٹے کے مرنے کی خبر ملی، اس سے روز بعد ہی وہ گھر سے غائب ہو گیا۔ بعد ازاں اُسے ماسکومیں کسٹالواسٹریٹ پاس بھی گھومتے دیکھا گیا۔

یہ ایک نامعلوم نقب زن ہے، گزشتہ دو برسوں میں اس نامعلوم مجرم نے لوگوں کے تقریباً ایک سو بیس گھروں میں نقب زنی اور چوری کی وارداتیں کی ہیں۔ برآمدوں اعلیٰ فوجی اور رسول ملازموں کے مکانوں میں وارداتیں کرنے کا عادی ہے کیونکہ انہی گھروں سے اس کے ہاتھ قیمتی اشیاء لگتی ہیں۔ ٹی وی اور فلم آرکسٹ اس سے محفوظ نہیں۔

ان افراد کی سابقہ مجرمانہ ہسٹری سے یہ اندازہ کرنا دشوار نہیں کہ زیوی گن کے پکچھے انہی میں سے کسی ایک یا کئی لوگوں کا ہاتھ ہو سکتا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بااثر افراد جو زیوی گن کو اپنے راستے سے ہٹانا چاہتے ہوں، ان مجرموں اور ان کی خدمات، اس مقصد کے لیے حاصل کر سکتے ہیں بہر کیف، ان مذکورہ مجرموں کے بارے میں پورے ملک کے اندر متعلقہ اداروں کو آگاہ اور خبردار باجگاہے اور توقع ہے کہ جلد یا بدیر ان کی گرفتاریاں عمل میں آجائیں گی بشرطیکہ اس سرحدیں عبور نہ کر گئے ہوں جس کا امکان ہر وقت موجود ہے۔ تمام بند گاہوں پر آئی اڈوں اور ریلوے اسٹیشنوں پر سفید کپڑوں میں آدمی تعینات کیے جا چکے ہیں۔ مشکوک آدمی کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھیں گے۔ ان کے علاوہ مجرموں کے کارروائی کی نگرانی بھی خفیہ طور پر کی جا رہی ہے اور جہاں جہاں ان کی ممکنہ گاہیں علم میں آتی ہیں، ان پر بھی سرکاری اہل کاروں کی نظر ہے۔

دفترہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی، میں نے ریسورسٹیا:

”کیا آپ کا مرٹین شراپوف ہیں؟“

میں نے اثبات میں جواب دیا۔

”نہاں! میں کیپٹن لاسکن ہوں، ایم وی ڈی کمپیوٹنگ سنٹر سے میرا تعلق ہے۔

کم از کم تین مرتبہ کا سزا یافتہ ہے۔ آخری بار ۱۹۷۹ء میں ایک قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ عدالت نے اُسے موت کی سزا دی، مگر بد دست اثر و رسوخ باعث موت کی سزا پندرہ سال قید میں بدل دی گئی۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۸۱ء کی شب جیل کے ہسپتال سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا، اسے تلاش کرنے اور پکڑنے کی تمام کوششیں ناکام رہیں، اسی سال ۷ جنوری کو اس شخص نے بائیکا کے ایک سینئر ایف بی اینٹ اے ایم اگناٹوف کو نہایت بے رحمی سے موت کے گھاٹ اتارا۔ ایف بی اینٹ اگناٹوف اُس وقت سرکاری ڈیوٹی پر تھا۔ مجرم نے اگناٹوف کی وردی بھی اتاری اور اس کے سرکاری ریپولور پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس ہیمانہ واردات کے باوجود مجرم گرفتار نہیں کیا جاسکا۔ ۲۱ جنوری کو اس نے ماسکومیں مشہور و معروف ”کان“ ”اگت جیولرز“ پر ڈاکہ ڈالا اور بیش قیمت ہیرے اور سونے کے زیورات لٹے لے گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس نے یہ ڈاکہ مقتول ایف بی اینٹ اے ایم اگناٹوف کی سرکاری وردی پہن کر ڈالا۔ ماسکوسی آئی ڈی فرسٹ سیکشن کے اہل کاروں نے ورکون کو پکڑنے کی زبردست جدوجہد کی، لیکن اس واردات کے بعد وہ ایسا غائب ہوا جیسے زمین نکل گئی ہو۔ ایف بی اینٹ جنرل اے دو لکوف جو کہ مینل انوسٹی گیشن کے مین ڈائریکٹوریٹ کے سربراہ ہیں، اس وحشی قاتل اور ڈاکو کی تلاش میں سرگرم عمل ہیں اور وزارت داخلہ کے افراد بھی اہل کام میں سی آئی ڈی کی مدد کر رہے ہیں۔

۵۔ اسکو وچ فی بی سووش - ۱۹۷۷ء میں پیدا ہوا - سوویت آرمی کا سابق کرنل ہے۔ اس کے بیٹے مینائل کو صیہونی پر دیکھنے کے جرم میں عرقہ کی سزا دی گئی تھی۔ وہ ۷ جنوری کو قید کی حالت میں مر گیا۔ مینائل کو سزا دلوانے میں جیل کے ڈپٹی چیئرمین جنرل زیوی گن کا بڑا ہاتھ تھا، چنانچہ باور کیا جاتا ہے کہ سابق کرنل فی بی سووش نے اپنے بیٹے کی موت کا بدلہ لینے کا فیصلہ کیا۔ فی بی سووش کے بڑے اور خود اس کی بیوی کا بیان ہے کہ اکثر و بیشتر جنرل زیوی کو قتل کرنے کی باتیں کرتا تھا۔ اس کے پاس جرمین ساخت کا ایک پسٹول بھی تھا۔ وہ عموماً اس سے نشانے

اسٹریٹ میں موجود ہے اور اس نے خاصا خوف و ہراس پھیلا دیا ہے۔ وہ جس انداز  
 بڑوں سے پوچھ گچھ کر رہا ہے، اُس سے ہر فرد کو یہ یقین ہونے لگا ہے کہ بس وہی  
 جان کا قاتل ہے... اس نے اس سٹریٹ میں رہنے والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ  
 باندھ کر کھڑے ہو جائیں اور ایک ایک کر کے اس کی خدمت میں حاضر ہوتے  
 ہوں... میرے فلیٹ سے باہر کوئی نصف میل لمبی قطار لگ چکی ہے اور اس  
 اب سے میری باری تین گھنٹے سے پہلے نہیں آ سکتی۔

”ادام، مجھے افسوس ہے آپ کو اتنی رحمت برداشت کرنا پڑی۔“ میں نے کہا۔  
 پتھری دیر صبر کر لیجئے، میں خود وہاں پہنچ رہا ہوں... وہ شخص واقعی ہمارے  
 پکیشنل انوسٹی گیٹر ہے اور جو کچھ کر رہا ہے، وہ اس کے محکمہ فرائض میں شامل ہے۔  
 میں نے فون تو بند کر دیا لیکن اس شخص شبہی جینی پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ اُس سے  
 نام بخت نے کہا تھا کہ وہ کشا لواسٹریٹ جا کر لوگوں کو ڈرانادھمکانا شروع کر دے؟  
 دس منٹ بعد میں نے خود کو کشا لواسٹریٹ کے باہر پایا۔ ایک نمکڑے پر تین چار مسلح  
 دستہ کھڑے تھے اور باہر سے کسی ایسے فرد کو اندر آنے کی اجازت نہ تھی جو یہاں  
 اندر نہ ہو۔ اسی طرح دوسرے نمکڑے پر بھی پہرے دار تعینات کئے گئے تھے۔ یہاں  
 بچپن کو بانی کوٹ بھی نظر آیا جو ان مسلح کارڈوں کا افسر تھا۔ بکپس کو بہت سے افراد  
 ہر کھڑے تھے اور وہ میز پر بڑا سا نقشہ پھیلائے بیٹھا تھا۔ میں نے دیکھا یہ  
 کشا لواسٹریٹ میں بسے ہوئے اپارٹمنٹس کا ہے۔ وہ باری باری ہر ایک سے پوچھتا۔  
 اس اپارٹمنٹ میں رہتے ہو؟ تبیس نمبر میں؟ کیا انوسٹی گیٹر نے تمہارا بیان لیا ہے؟  
 اب تب مہربانی کر کے قطار میں کھڑے ہو جاؤ... جی نہیں... جب تک انوسٹی گیٹر  
 بالٹھان نہیں کر لیتا، یہاں سے کسی کو جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی... جمبوی  
 بے جواب... معاملہ ہی ایسا ہے۔“

لوگ اس طریق کار پر الجھنا رہے تھے اور پبلک پراسیکیوٹر آفس کے سپیشل  
 انوسٹی گیٹر کو گالیاں پڑ رہی تھیں۔ میں نے محسوس کیا اگر انہیں پنہل گیا کہ میرا تعلق

میںچراکچوریان کی ہدایت کے مطابق آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ پہلے نمبر کے ایک شخص کو  
 سہی چنکو کا سرخ مل گیا ہے، وہ پولٹا واہی میں ہے۔ اُس کے بارے میں اس قسم کی شہادتیں  
 ملی ہیں کہ وہ ہم اجنڈی سے وہیں ہے، کہیں نہیں گیا... دوسری اطلاع یہ ہے کہ  
 گیوی مگاڈیزیکارے میں ابھی تک کچھ پتہ نہیں چل سکا کہ وہ کون ہے۔ تیسری خبر یہ ہے  
 کمپیوٹر کے نظام میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی ہے... اور یہ صحیح کام نہیں کر رہا... تعجب  
 ہے کہ اس سے پہلے یہ نظام کبھی خراب نہیں ہوا تھا۔ بہر کیف، امکنیک صاحبان ملانے  
 گئے ہیں اور وہ اسے ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہے ہیں... اور ان کا کہنا ہے کہ وہ  
 اڑھائی گھنٹے کے اندر اندر اسے چالو کر دیں گے۔“

میں نے کمپنن لاسکن کا شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد میرے  
 آفس کے ڈیوٹی آفیسر نے فون کیا :-  
 ”کامریٹ... ایک خاتون فوری طور پر آپ سے بات کرنے کی خواہش مند  
 ہیں۔ انہوں نے اپنا نام پروفیسر اوسی پووا بتایا ہے اور وہ ماسکویونیورسٹی میں کام  
 کرتی ہیں۔“

ایک ثانیے کے بعد پروفیسر اوسی پووا کی گھرائی ہوئی آواز میرے کان میں  
 آئی۔ ”سینے جناب! آپ لوگ کیا کر رہے ہیں... آپ کے محکمے کا ایک پانگل شخص ہمارے  
 علاقے میں صبح سے دھاوا بولے ہوئے ہے۔ کسی کو کہیں آنے جانے نہیں دیتا...  
 اُس نے لوگوں کو گھروں میں قید کر رکھا ہے... آخر یہ تماشا کب تک جاری رہے گا؟  
 کیا ہم لوگوں کی کوئی وقعت آپ کی نظر میں نہیں؟  
 مختصر خاتون... میں سمجھا نہیں آپ کس محکمے اور کس شخص کا ذکر کر رہی ہیں۔ ذرا  
 وضاحت کیجئے۔“

”اس کا مطلب ہے آپ لوگ خود بے خبر ہیں۔“ اداام اوسی پووا نے طنز یہ لہجے  
 میں کہا۔ ”وہ شخص اپنا ناشینی پینی بتاتا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ وہ چیف پراسیکیوٹر کے  
 آفس میں سپیشل انوسٹی گیٹر کی حیثیت سے کام کرتا ہے... یہ شخص اس وقت بڑا

مجھے کامریڈ برزنیف نے اس کیس کی تفتیش پر اپنے ذاتی حکم کے ذریعے مامور کیا ہے، اور اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم یہاں کس کی اجازت سے بیٹھے ہو۔“  
 کیپٹن کو پانی ٹوٹ کا سرخ چہرہ یک دم ہلدی کی طرح زرد پڑ گیا۔  
 ”مجھے کامریڈ شینین چینی نے یہاں متعین کیا ہے۔“  
 ”اور کامریڈ شینین چینی اس وقت کہاں ہیں؟“  
 ”وہ اپارٹمنٹ نمبر ۲۴ میں چوتھے فلور میں ہیں، جناب!“

”بہت خوب؛ میں اُن سے ابھی ملتا ہوں۔ پہلے ان صاحب سے بات کر لوں۔“  
 کیپٹن نے ایڑیاں بجا کر مجھے سیلوٹ کیا اور بیٹھنے کے لیے کرسی خالی کر دی ہیں نے عمر سیدہ شخص کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا:  
 ”آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ تفصیل سے بتائیے۔“

آپ وہ کارنر والا اپارٹمنٹ دیکھ رہے ہیں؟ اس نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اس کے بالکل سامنے ساتویں فلور کی تیسری کھڑکی آپ کو نظر آئے گی۔۔۔ اس میں ایک بڑھیا اکثر بیٹھا کرتی ہے میں اُسے چوبیس گھنٹوں میں سے اٹھارہ گھنٹے اسی کھڑکی میں بیٹھے دیکھتا ہوں۔ وہ کشا لواسٹریٹ میں آئے جانے والے اور ہر مشکوک آدمی پر نگاہ رکھتی ہے۔

”اور آپ خود کہاں رہتے ہیں؟ کامریڈ! میں نے اس کا بغور جائزہ لیتے ہو پوچھا۔  
 ”میرا پارٹمنٹ اس کھڑکی کے سامنے ہے۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔ ہم اس خاتون سے ضرور پوچھیں گے۔ اس اطلاع کے لیے آپ کا بہت بہت شکریہ۔۔۔ اب آپ جا سکتے ہیں؟“

اس کے جانے کے بعد میں نے ہجوم پر سرسری نگاہ ڈالی۔ سب لوگ خاموش تھے انداز کے آترے ہوئے چہروں سے یہ معلوم کرنا دشوار نہ تھا کہ وہ اپنے اپنے طور پر کن خیال میں گم ہیں۔ یکا یک ایک موٹی نازی، مگر خوبصورت عورت، ہجوم کے اندر سے راستہ بناتی ہوئی میرے قریب آگئی۔ میں نے اسے فوراً پہچان لیا۔

بھی اسی محکمے سے ہے تو ایسا نہ ہو کہ یہ سب کے سب مجھی پر پل پڑیں۔ یکا یک اس نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور زحمت لہجے میں بولا: ”کامریڈ! تم کون ہو؟“  
 کس اپارٹمنٹ میں تمہاری رہائش ہے؟ مہربانی کہہ کے اپنے کاغذات دکھاؤ۔  
 میں نے اُسے جواب دینے کے بجائے براہ راست عوام مخاطب ہونا زیادہ مناسب سمجھا: چنانچہ میں نے بلند آواز میں کہا:

”خواتین و حضرات! آپ کو جو تکلیف ہوئی، اس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔ آپ سے توقع کی جاتی ہے کہ پارٹی ڈسپلن برقرار رکھیں گے۔۔۔ کشا لواسٹریٹ میں ایک بھیا نک ساخرونا ہو چکا ہے اور ابتدائی تحقیق کے مطابق اس میں بعض غیر ملکی جاسوس ایجنسیاں اور تخریب کار شامل ہیں۔ کشا لواسٹریٹ میں رہنے والے ہر فرد سے چند سوالات دریافت کیے جائیں گے ممکن ہے کوئی ایسی قیمتی گواہی مل جائے کہ سے اس سانحے کے اصل ذمہ داروں کا سراغ لگانے میں مدد ملے۔ آپ سب واقف ہی ہوں گے کہ جی بی کے ڈپٹی چیئرمین جنرل زویو گن ۱۹ جنوری کو اپنے اپارٹمنٹ میں مژدہ پائے گئے تھے۔“

روسی عوام کی نفسیات یہ ہے کہ جو نبی ان کے سامنے غیر ملکی ایجنٹوں اور جاسوس کا ذکر کیا جاتا ہے یہ موم کی ناک بن جاتے ہیں۔ غیر ملکی جاسوسوں کا ذکر آتے ہی بھینھناتے ہوئے لوگ خاموش ہو گئے۔ اُن کے چہرے آترے لگے اور پھر سرگوشیوں میں باتیں ہونے لگیں۔ کسی نے مجھ سے یہ پوچھنے کی زحمت بھی نہ کی کہ میں کون ہوں؟  
 البتہ قطار میں سے ایک عمر سیدہ شخص نکل کر میری طرف آیا اور کہنے لگا:

”کامریڈ! میں آپ سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔“  
 ”ہاں ہاں، کہو کیا بات ہے؟“ میں نے اُسے نزدیک بلالیا۔ مگر اس سے پہلے وہ کچھ کہتا، کیپٹن کو پانی ٹوٹ تھلا کر اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا اور مجھ سے بولا: ”کامریڈ! آپ کون ہیں؟ اور لوگوں سے یہ بات کہنے کا حق آپ کو کس نے دیا ہے؟“  
 میں نے قہر اور نفور سے اُسے گھورا اور ڈپٹ کر کہا: ”میرا نام شراوف ہے!“

”کامریڈ، ذرا ایک جانب آئیے... آپ سے علیحدگی میں کچھ کہنا ہے۔“  
 میں اٹھ کر ایک جانب چلا گیا: ”کیا بات ہے؟ تم پریشان نظر آتے ہو!“  
 ”ابھی ابھی اطلاع ملی ہے جناب!“ اس نے ٹک ٹک کر کہنا شروع کیا۔ ”کامریڈ  
 شینی چینی جس کمرے میں موجود تھے، وہاں کچھ گڑبڑ ہوئی ہے... ایک گارڈ نے مجھے  
 خبر دی ہے کہ جب وہ کمرے کے اندر داخل ہوا تو ایک بھیانک منظر اس کے سامنے تھا۔“  
 میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تاہم میں نے خود پر قابو پا کر پوچھا: ”بھیانک منظر؟  
 میں سمجھا نہیں، کھل کر بتاؤ۔“

”وہ... جناب... بات یہ ہے کہ اس میں ہمارا نو کوئی تصور نہیں... کامریڈ شینی چینی  
 نے خود کہا تھا کہ انھیں اس کمرے میں چھوڑ دیا جائے... پھر سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا  
 ہوگا... انہیں کسی نے بے دردی سے قتل کر دیا ہے... جناب... کامریڈ کی لاش  
 خون میں نہائی پڑی ہے۔“

ایک ثانیے کے لیے مجھے یوں لگا جیسے میرے کانوں میں گھلا ہوا سیسہ  
 اتر رہا ہو... میں مبہوت ہو کر اس کی صورت تک رہا تھا۔  
 ”میرا خیال ہے کہ ہمیں اس علاقے کی پوری ناکہ بندی کر دینی چاہیے۔“ کیپٹن کہہ  
 رہا تھا۔ ”قاتل ابھی یہیں ہوگا... ذرا کوشش کر لی جائے تو اس کا بچ نکلنا ممکن ہوگا۔“  
 میں غیر شعوری طور پر ہنس دیا۔ ”اتنے لوگوں میں ایک قاتل کو تلاش کرنا قطعاً  
 غیر ممکن ہے کیپٹن۔“ میں نے کہا۔ ”اور پھر ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ قاتل مرد ہے یا عورت۔“  
 اڈواں چل کر دیکھتے ہیں کامریڈ شینی چینی کس حال میں ہے۔

شینی چینی اچھے حال میں نہیں تھا۔ کسی نے اُس کی گردن پر تیز دھار آلے کے  
 ساتھ پوری قوت سے وار کیا تھا۔ اُس کی گردن تقریباً تن سے جدا ہو چکی تھی اور بقیہ  
 جسم نثرخ خون کے تالاب میں ڈوبا پڑا تھا۔ خون۔ جو کچھ دیہلے یقیناً سرخ اور  
 گرم ہوگا۔ اب جم کر سیاہ پڑتا جا رہا تھا۔

کیونکہ وہ سویت روس کی نامور فلمی اسٹیج اداکارہ روزنا ایرامورانا تھی۔  
 ”میں کبھی آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں...“ اُس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ”۸ جنوری  
 کے دن میکس پارکسٹ میں ڈاکہ ڈالا گیا تھا۔ اس وقت میں اپنے گھر میں نہ تھی کوئی بھی  
 نہ تھا... میں ہمیشہ پارکسٹ کا دروازہ مقفل کر کے جاتی ہوں۔ واپس آئی تو دروازہ کھلا  
 پڑا تھا اور اندر ہر کمرے کا سامان بُری طرح اٹک پلٹ دیا گیا تھا۔ میرے تین چار  
 فرکوٹ، سوٹ کی انگوٹھیاں اور میروں کا ایک نکلے غائب تھے۔ میں نے ملیٹیا والوں  
 کو فون پر اس واردات کے بارے میں بتایا مگر انہوں نے آج تک کوئی کارروائی نہیں  
 کی۔ اس سے پہلے اس علاقے میں کم از کم نقب زنی اور چوری کی کئی کئی واردا تیں ہو چکی  
 ہیں اور سب دن کے اُجالے میں کی گئیں۔ آپ کو یہ سن حیرت ہوگی کامریڈ کہ  
 ملیٹیا والوں کے کان پر جون تک نہیں رنگی اور انہوں نے ایک کیس بھی رجسٹر نہیں  
 کیا... کیا ان لوگوں نے چوروں اور ڈاکوؤں کو کھٹکی چھٹی دے رکھی ہے؟ یا یہ لوگ  
 خود ان چوروں سے ملے ہوئے ہیں؟ میں پوچھتی ہوں یہاں کوئی قانون ہے یا نہیں؟  
 ”مادام، مجھے ذاتی طور پر افسوس ہے کہ ایسی وارداتیں بہت بڑھ گئی ہیں۔ یقیناً  
 کیچے یہ سب کارروائیاں غیر ملکی ایجنٹ اور جاسوس کر رہے ہیں تاکہ لوگوں میں خوف  
 ہراس پھیل سکے جہاں تک ملیٹیا کا تعلق ہے۔ انہوں نے تمام کیس رجسٹر کئے ہوں گے۔  
 ان وارداتوں کا اصل سبب یہی ہے کہ لوگ اپنے گھروں کی حفاظت سے غافل ہوتے  
 ہیں۔ عین ممکن ہے باہر جاتے وقت آپ اپنا دروازہ مقفل کرنا بھول گئی ہوں اور...“  
 میرا جملہ ابھی نامکمل تھا کہ ایک مسلح گارڈ تیز تیز چلتا ہوا کیپٹن کو پائی لوت کے  
 نزدیک آیا اس کے کان میں کچھ کہا کیپٹن کا چہرہ ایک بار پھر متغیر ہوا۔ اُس نے  
 ہونٹ بچھنے لیے اور آہستہ سے کہا: ”تمہیں غلط فہمی تو نہیں ہوئی؟“  
 ”جی نہیں... غلط فہمی کی کوئی گنجائش نہیں... آپ خود چل کر دیکھ سکتے ہیں۔“  
 کیپٹن نے میری طرف دیکھا، جبکہ میری نظریں اُسی پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر وہ  
 میرے قریب آیا اور مدھم آواز میں بولا:

ہی تھی، وہ معلوم ہو چکی ہے۔۔۔“  
لوگ آہستہ آہستہ چہ میگوئیاں کرتے منتشر ہونے لگے۔ شینی چینی کے ہولناک  
نے میلز بن بڑی طرح ماؤف کر ڈالا تھا ہو سکتا ہے قاتل اس کے بجائے مجھے  
مرا ناچاہتے ہوں اور انہوں نے شینی چینی کو ستر ایوف سمجھ کر موت کے گھاٹ  
ار دیا ہو۔ پیشہ ور قاتل اس قسم کی غلطیاں اکثر کرتے ہیں۔۔۔ ورنہ شینی  
قتل کرنے کی ان کے پاس کوئی خاص وجہ نہ تھی۔ اُسے میرے ساتھ کام میں شریک  
رہنے دیر ہی کتنی ہوتی تھی؟ اور پھر اس سے پیشتر بارہا قاتلانہ حملے جھپڑ کئے گئے  
تھے اور میں ہی ان قاتلوں کا اصل ہدف تھا، مگر میں ابھی تک سانس لے رہا تھا اور  
بڑے بجائے کتنے ہی افراد کی جانیں ضائع ہو چکی تھیں۔۔۔ لیکن۔۔۔ میں کب تک  
غور نہ کر سکتا ہوں؟ ممکن ہے کہ آئندہ جو شخص قتل ہو، وہ میں خود ہوں۔

میں نے پاس اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا کہ جو کام مجھے سونپا گیا ہے، اُس سے  
روکاں لگ کر یوں یا جلد از جلد مجرموں کو پکڑ کر قانون کے حوالے کر دوں۔۔۔ خود انا  
نے کا کوئی سوال ہی نہ تھا کہ جب تک برزنیف زندہ تھا، زیوی گن کے قتل یا خود  
پہچان میں مجھی کو کوئی تھی۔ روایت یہ تھی کہ جب کوئی کام کسی شخص کے سپرد کر دیا جائے  
و اسے اختتام تک واپس نہیں لیا جاتا، خواہ کام کرنے والے کی جان جاتی رہے۔ مجھے  
ضرورت اپنا فرض ادا کرنا تھا کہ میری اپنی زندگی خود میری نہ تھی بلکہ ریاست اس کی  
مل تھی۔۔۔ اس ضمن میں کسی سے کچھ کہنا سنا عبت تھا۔

میں نے فرسٹ فلور کے ایک اپارٹمنٹ میں جا کر ریکنگوف کو فون کیا۔ وہ اس وقت  
بے گھر پر آرام کر رہا تھا جب فون پر آیا اور اس کی آواز میرے کان میں آئی تو میں نے  
نہیں کیا کہ وہ سخت بیمار ہے۔ ویسے بھی میں نے اُسے زیوی گن کیس کی نئی تفتیش کے  
نہایت واقعات سے آگاہ کرنا چھوڑ دیا تھا اور وہ خود بھی میرے معاملات میں ٹانگ  
لگنے سے پرہیز کرتا تھا۔ شاید ریکنگوف کے ذہن پر یہ دہم شدت سے سوار ہو گیا تھا  
اور میں اس کیس کی پہچان مین کرنے اور برزنیف کو خوش کرنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ

کشا لو سٹریٹ کے اپارٹمنٹ نمبر چوبیس کے چوتھے فلور پر پشیل انوسٹری  
کبٹر کا مرید شینی چینی کی لاش خون میں لت پت پڑی تھی۔ کٹی ہوئی گردن سے  
فوارے کی طرح اُبلنے والا کاٹھا کاٹھا سرخ خون شینی چینی کے چہرے پر چمک  
سیاہ پڑ چکا تھا۔۔۔ ایک لحظے کے لیے مجھے یوں لگا جیسے میرے سامنے شینی چینی کی  
نہیں کرنل ویٹلوٹ کی لاش پڑی ہو۔۔۔ اُسے بھی اسی بھیانک اور سفاکانہ انداز  
میں قتل کیا گیا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ ویٹلوٹ کی گردن، تن سے الگ نہیں ہو  
سکی تھی جبکہ شینی چینی کی گردن ایک باریک سے تسمے کے باعث جسم سے ابھی  
تک جڑی ہوئی تھی۔ تاہم اس میں شبہ نہیں تھا کہ جس شخص نے بھی شینی چینی پر تیز  
دھار آلے سے وار کیا۔ وہ بہت مضبوط بازور کھتا ہوگا۔ یہ کام کسی نحیف و زار  
آدمی یا عورت کا ہرگز نہیں تھا۔ میری معائنے سے یہ حقیقت بھی سامنے آگئی کہ  
قاتل نے عقب سے وار کیا اور اس کا ہاتھ اس قدر چھتا تھا کہ اُسے دوسرا وار  
کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی ہوگی۔ میں نے گہرا سانس لیا اور مڑ کر دیکھا میرے  
عین پیچھے کیسٹن کو پانی ٹوٹ اور اس کے عقب میں ایک مسلح گارڈ، پتھر کے پٹان  
جسموں کے ماتر بے حس و حرکت کھڑے تھے۔ میرے کانوں میں نیچے سڑک پر  
لوگوں کے بولنے کی مدھم آوازیں آرہی تھیں۔ ابھی کسی کو کچھ خبر نہ تھی کہ کیا واقعہ  
پیش آیا ہے اور انہیں کچھ بتانے کا فائدہ بھی نہ تھا۔

میں نے کیسٹن اور اُس گارڈ کو وہیں بٹھرنے کا حکم دیا اور خود فرسٹ فلور  
پر واپس آگیا۔ لوگوں نے مجھے دیکھا تو خاموش ہو گئے۔ میں نے کوشش کی کہ اپنے  
چہرے سے کسی قسم کے تاثر کا اظہار نہ ہونے دوں۔ لیکن میں اس کوشش میں کامیاب  
نہیں ہوا۔ کیونکہ جب میں نے بولنا شروع کیا تو میری آواز بڑی طرح کانپ رہی تھی۔  
”خواتین و حضرات! آپ کو یہاں آکر زحمت ہوئی، اس کے لیے میں اپنے لمحے  
کی طرف سے معذرت خواہ ہوں۔ دراصل حالات ہی ایسے تھے کہ آپ لوگوں سے  
بوجھ بوجھ بے حد ضروری تھی۔۔۔ بہر حال۔۔۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔۔۔ جو بات میں معلوم

ابھی تھوڑی پہلے شینی چینی، کشا لوسٹرٹ کے اپارٹمنٹ نمبر چوبیس میں اتھائی سنگلی قتل کر دیا گیا ہے... اپارٹمنٹ چوبیس چوتھے فلور پر ہے... قاتل یا قاتلوں نے بڑھا آئے سے اُس کی گردن اُس کے تن سے تقریباً الگ کر دی ہے... بالکل اسی جیسے انہوں نے کرنل وٹلیون کو ہلاک کیا تھا... میرا خیال ہے مرتے وقت شینی چینی کو کوئی خاص تکلیف نہیں ہوئی ہوگی..."

ریکنکوف کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ شاید اس خبر سے اُس کے دل کی بڑکن رُک گئی تھی۔

"ہیلو... کامریڈ ریکنکوف... آپ کے ہوش و حواس سلامت ہیں۔ میں نے کہا: کیا یہ خوشی کی بات نہیں کہ ہمارے محکمے میں سپیشل اوسٹی گٹر جگہ خالی کر رہے ہیں۔ اور نئے باصلاحیت افراد کے لیے نوکریاں نکل رہی ہیں؟"

"ہاں۔ کامریڈ شمرا یوف... تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ تو میں نے سوچا ہی نہ تھا۔" ریکنکوف نے آہستہ سے کہا: "کیا تم نے شینی چینی کو کشا لوسٹرٹ بھیجا تھا؟"

"جی نہیں۔ وہ مجھے بتائے بغیر وہاں گیا اور بطور خود اس علاقے میں رہنے والوں سے زروی گئی کی موت کے بارے میں پوچھ پچھ کرنے لگا۔ شاید وہ برزنیف پر یہ ثابت کرنے کی فکر میں تھا کہ تفتیش کا کام اتنا مشکل نہیں جتنا شمرا یوف نے بتا دیا ہے۔"

"اتھق... نالائق... ریکنکوف نے جھلا کر کہا۔

"کیا یہ خطابات آپ مجھے عطا کر رہے ہیں؟ جناب! میں نے پوچھا۔"

"تمہیں نہیں، اس نے وقوف کو دے رہا ہوں جو خواہ مخواہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بٹا۔ بہر حال... یہ بتاؤ کہ میرے لیے کیا حکم ہے۔ کیا شینی چینی کی لاش ابھی تک نہیں پڑی ہے؟"

"میرا خیال ہے ابھی تک وہیں ہونی چاہیئے۔ فی الحال میں نے ایک شخص کیپٹن کو پانی کو کی ڈیوٹی رکا دی ہے کہ وہ شینی چینی کی نگرانی کرتا رہے۔ مزید کارروائی آپ خود کریں کیونکہ مجھے دنیا میں اور بہت سے ضروری کام ہیں، اور میں چاہتا ہوں قتل

مجھے چیف پبلک پراسیکیوٹر کے منصب پر فائز کر دے گا اور یوں ریکنکوف کو تانہ باز سے الگ ہونا پڑے گا یا اس کی خدمات کسی اور محکمے کے سپرد کر دی جائیں گی۔ اگر میرے خدشے درست ہیں تب یہ ایک یقینی بات تھی کہ وہ مجھے کامیاب دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا اور اندر خانے اس کی کوشش ہی رہی ہوگی کہ میں ناکام ہو جاؤں اور ابھی تک میں ناکام تھا۔

"کامریڈ شمرا یوف... یہ تم ہو؟ اس نے یوں کہا جیسے اُسے میری آواز پہچانتے ہیں وقت ہو رہی ہو۔"

"جی ہاں... یہ میں ہوں... شمرا یوف... آپ حیران ہیں کہ میں ابھی تک زندہ و سلامت ہوں..."

"کیا بکواس کرتے ہو؟ وہ ایک دم بھڑک گیا۔ اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے؟ میں جانتا ہوں تم زندہ سلامت ہو اور بہت دیر زندہ سلامت رہو گے، البتہ میری غیر نظر نہیں آتی..."

"کیوں؟ کیا ہوا؟ میری معلومات یہ ہیں کہ آپ اپنے گھر میں ہر طرح خوش و خرم اور بخیر و آفتاب ہیں۔"

"تم باز نہیں آؤ گے، شمرا یوف... اس کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔ کہو، کوئی نئی خبر؟"

"جی ہاں۔ نئی خبر سننے کے لیے ہی تو میں نے فون کیا ہے... آپ کو یاد ہوگا کہ ہمارے محکمے میں میری طرح ایک شخص جس کا نام شینی چینی تھا، سپیشل اوسٹی گٹر کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔"

"کام کرتا تھا کیا معنی؟ وہ اب بھی کام کرتا ہے۔"

"جی نہیں۔ کام کرتا تھا، اور اب نہیں کرتا۔ میں نے جواب دیا۔

"کیوں؟ کیا ہوا اُسے؟ تم نے تو خود برزنیف سے کہہ کر شینی چینی کی خدمات حاصل کی تھیں۔"

"بے شک آپ صحیح کہتے ہیں کامریڈ ریکنکوف... میں نے گہرا سانس لیتے ہوئے

ہونے سے پہلے پہلے یہ کام مکمل کر جاؤں۔  
 "میں تمہاری کامیابی کا خواہشمند ہوں، کامریڈ شمرایوف... میں ابھی سرکاری طور پر ملیٹیا اور ماسکوائٹسکی جنس کو شیشی چینی کے بارے میں آگاہ کر رہا ہوں... یہ بتاؤ اپارٹمنٹ نمبر جو میں میں کون رہتا ہے۔  
 "مجھے اس کے سوا کچھ خبر نہیں کہ شیشی چینی وہاں قتل ہوا ہے۔ یہ جاننا دوسروں کا کام ہے کہ اس اپارٹمنٹ میں کون ہے۔ میرا تعلق صرف زبوی گن کیس سے ہے، اور فی الحال مجھے توقع نہیں کہ شیشی چینی کا قاتل کپڑا جلے گا۔ خود سوچئے، کیا ملیٹیا اور انٹیلی جنس ڈالوں نے نینا، ویٹکوف اور جزل زاروف وغیرہ کے قاتلوں کو پکڑ لیا ہے؟  
 "ٹھیک ہے، ٹھیک ہے... تم اتنا تو کر سکتے ہو کہ جب تک ملیٹیا کے لوگ وہاں نہ پہنچیں، اس جگہ کسی کو نہ جانے دو جہاں شیشی چینی کی لاش پڑی ہے... بعض اوقات غیر ضروری افراد کی مداخلت سے اہم شہادتیں اور سراغ ضائع ہو جاتے ہیں۔  
 "جی ہاں۔ اتفاق سے یہ کارآمد باتیں مجھے معلوم ہیں اور میں نے ان شہادتوں کی حفاظت کے لیے کیپٹن کوپانی کو ف کو وہیں ٹھہرنے کی ہدایت کر دی ہے، اور اس کے ساتھ ایک مسلح گارڈ بھی وہاں تعینات ہے۔  
 "بہت خوب... خاصے مستعد ہو تم، کامریڈ شمرایوف۔ ریکو کو ف نے کہا اس کے لمبے میں چھپا ہوا طنز انا گرا تھا کہ میں تملدا گیا۔  
 "یہ شخص کیپٹن کوپانی کو ف کون ہے؟ تم اسے جانتے ہو؟  
 اس سوال پر ایک ثانیہ کے لیے میرے بدن میں گردش کرتا ہوا خون قہم گیا۔ کیپٹن کوپانی کو ف کون ہے؟ میں اسے سرسری سا پہچانتا تھا... شاید پہلے بھی ایک یاد دہار اسے کہیں دیکھا تھا۔ لیکن مجھے صحیح طور پر علم نہ تھا کہ اس کا تعلق کس عسکری ہے میں سمجھتا تھا کہ ماسکوائٹسکی جنس کا آدمی ہے اور تھرڈ سیکشن میں کام کرتا ہے... اور یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ کوئی اور آدمی ہو۔ ایسا آدمی جس کا تعلق ملیٹیا سے ہو نہ انٹیلی جنس سے، اور وہ کے جی بی کے لیے کام کر رہا ہو۔ سوال یہ ہے کہ کس گارڈ کو فٹ

ہوئے... مہیلو... کامریڈ شمرایوف... تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا...  
 تاکہ رہا تھا۔ "میں جانتا چاہتا ہوں کہ جس شخص کیپٹن کوپانی کو ف کا ذکر تم نے کیا ہے، وہ کون ہے اور کس شعبے سے تعلق رکھتا ہے؟  
 کچھ نہیں اس سے واقف نہیں، صرف دور سے ایک مرتبہ اسے دیکھنے کا ملا ہے... مجھے یہ بھی علم نہیں کہ کیپٹن کوپانی کو ف کو کس نے کسٹا لوسٹرٹ کیا... ہو سکتا ہے شیشی چینی نے اس کی خدمات کسی طرح حاصل کی ہوں... میں وہاں پہنچا تو کیپٹن کوپانی کو ف اور تین چار مسلح گارڈ پہلے سے موجود تھے۔ لوگوں نے دونوں طرف سے کسٹا لوسٹرٹ کی ناکہ بندی کر رکھی تھی کیپٹن نے بتایا کہ کامریڈ شیشی چینی اپارٹمنٹ جو بیس میں باری باری ہر فرد کو طلب کر لیں گے رہے ہیں اور انہوں نے حکم جاری کیا ہے کہ جب تک ہر فرد

ہر اس صورت حال پر غور کر ہی رہا تھا کہ لفظ کا دروازہ خود بخود بند ہو گیا اور  
رنے لگی چند لمحوں بعد جب لفظ واپس آئی تو اس میں سے جو شخص سب سے  
بڑا، وہ ماسکوسی آئی ڈی تھرڈ سیکشن کا انسپیکٹر آکپوین تھا اور اس کے  
میں ایک دوسرا آدمی تھا جس کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ میجر پور گوگوف ہے  
یہی اسی سیکشن سے تعلق رکھتا ہے۔

بڑا آکپوین اور میجر پور گوگوف شینی چینی کے قتل کی تحقیقات کرنے نہیں آئے  
صرف یہ بتانے آئے تھے کہ ملیٹیا کے لوگ اس قتل کی اپنے طور پر تحقیق و  
بریں گے اور ہمارا کام اتنا ہے کہ جب ملیٹیا والے آجائیں تو انہیں وہ معلومات  
میں جو اس کیس کی چھان بین کے لیے اہم اور ضروری ہوں۔

ملیٹیا والوں کے آنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ ماسکوز جن ملیٹیا میجر کوارٹر کا  
لیفٹیننٹ جنرل اے ووگوف بنفس نفیس دس منٹ کے اندر اندر وہاں  
اس کے ساتھ کرنل دی گلیر ولف بھی تھا میں ان دونوں کو خوب پہچانتا تھا۔  
مجھے نہیں جانتے تھے جنرل اے ووگوف کو میں نے اس اندوہ ناک سانحے  
میں سے آگاہ کیا اور آخر میں رسا کہہ دیا کہ کسی بھی مرحلے پر اگر وہ مناسب  
دھم سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ جنرل اے ووگوف وہاں تنہا نہیں آیا تھا، اس  
فریٹیا کا پورا ڈویژن بھی تھا جس نے کشا کو سٹرپٹ کی ایک بار پھر ناکہ بندی  
بالہم اپارٹمنٹ میں رہنے والوں کو نوٹس دے دیا کہ وہ جنرل کی اجازت کے  
بدون نہیں رکھیں گے اور اگر کسی فرد نے اس حکم کی خلاف ورزی کی تو نتائج کا  
دار وہ خود ہوگا۔

جب میں اپنے آفس میں واپس آیا تو میجر آکپوین اور میجر پور گوگوف میرے  
خبر کرسیوں پر بیٹھے ہی میجر آکپوین نے اپنی جیب سے ایک ستر نمبر لفافہ نکالا اور  
اسے منظر رکھ دیا۔

غبارہ بچ کر ستر نمبر منٹ پر میں نے پوٹا ریمیم کا لوٹی سے میجر سی بی سلوانوف کا

سے ضروری پوچھ گچھ نہیں کر لی جاتی کسی کو کشا کو سٹرپٹ سے باہر جانے کی اجازت  
نہیں۔ ابھی میں پھرے ہوئے لوگوں کو سمجھا بچھا کر ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا  
تھا کہ ایک گاڑی نے ان کیسٹین کو پائی ٹوف کے کان میں کھسکھسکے اور پھر کیسٹین نے  
مجھے بتایا کہ کامریڈ شینی چینی نے قتل کر دیا ہے۔۔۔  
"اور تم اسی کیسٹین کو لاش کی نیگانی سونپ کر مجھے فون کر رہے ہو؟" ریکلنڈ  
نے پوچھا۔

"ظاہر ہے مجھے آپ ہی کو اطلاع دینی چاہیے تھی؟  
"مجھے اطلاع مل گئی۔ اب تم وقت ضائع نہ کرو۔۔۔ فوراً اپارٹمنٹ نمبر چوبیس  
خبر لو۔۔۔ مجھے یہ سارا معاملہ مشکوک نظر آتا ہے۔۔۔"

اور معاملہ واقعی مشکوک تھا۔ فون بند کر کے میں لفظ میں سوار ہوا اور پورے  
فلور پر پہنچ کر جب اپارٹمنٹ نمبر چوبیس میں داخل ہوا تو وہاں ہر شے پہلے کی طرح  
موجود تھی، شینی چینی کی کٹی ہوئی گردن سے ابل ابل کر گرنے والا خون ابھی طرح  
جم چکا تھا۔ لیکن شینی چینی کی لاش وہاں نہیں تھی۔ کیسٹین کو پائی ٹوف اور مسلح گاڑی  
نظر نہیں آ رہے تھے۔

کمرے کے اندر سے لاش گھسیٹ کر بیرونی برآمدے تک لائی گئی تھی کہ دروازے  
کے آس پاس اور پھر برآمدے میں خون کے بڑے بڑے دھبے چمک رہے تھے  
میں نے لفظ تک ساری جگہ کا جائزہ لیا۔ لفظ کے اندر فرش پر بھی خون نظر  
نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ شینی چینی کی لاش کمرے سے نکال کر لفظ تک لائی  
گئی۔۔۔ مگر یہ ناممکن تھا، ابھی بہت سے افراد فرسٹ فلور پر چل پھر رہے تھے  
باہر سٹرپٹ میں بھی لوگ موجود تھے۔۔۔ ان سب کی نظروں سے چھپا کر ایک لاش  
لاش کو کہیں نہیں لے جایا سکتا تھا۔ لیکن اس حقیقت کو جھٹلانا بھی آسان نہ  
کہ لاش پراسرار طور پر غائب ہو چکی تھی، اور لاش غائب کرنے کا کام کیسٹین کو  
اور اس کے ساتھی مسلح کارڈز کے سوا اور کون کر سکتا تھا؟ ابھی میں

یہ اہم پیغام وصول کیا ہے۔  
 "میں نے لفافے کی مہر توڑیں اور اندر سے جلی حروف میں ٹاپ کیا۔  
 پیغام برآمد ہوا۔

"ارجنٹ اینڈ ٹاپ سیکرٹ، آپ نے ایک جرائم پیشہ شخص اور جیل سے فرار ہونے والے قیدی مستی ایکسی ایگور ووج درنکوف عرف کورچاگن کے بارے میں ضروری معلومات طلب کی تھیں۔ آپ کے حکم کی تعمیل میں یہ معلومات حاضر کی جا رہی ہیں۔ یہ شخص پیشہ ور قاتل اور ڈکیت ہے۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۸۱ء اور یکم جنوری ۱۹۸۲ء کے مطابق کورچاگن کی تصویریں بڑے بڑے جنرل سٹورز، ریسٹورانوں اور خاص درمیانی رات جیل ہسپتال سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہوا۔ ۲۲ جنوری کو بارہا خاص دکانوں پر بھی لگائی گئی ہیں اور عوام سے کہا گیا ہے کہ جو بھی وہ اس شخص کو اخبار میں کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین جنرل زیوی گن کی موت کی خبر چھپی تھی، یہ خبر کوہا نہیں یا اس کے بارے میں کہیں سے کچھ سنیں کسی تاخیر کے بغیر قریبی میلٹیلا اسٹیشن کے ایک دوست اور پڑوسی نے اخبار میں پڑھی۔ اس کا نام سٹروپوف عرف بالڈی ہے۔ اطلاع دیں۔۔۔"

بالڈی نے زیوی گن کی موت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ خودکشی نہیں، تس کی لڑائی ہوگی۔ کیونکہ بالڈی نے بارہا کورچاگن کو یہ کہنے سنا تھا کہ جب بھی اُسے موقع ملے گا وہ قتل کرنے کی کوشش کرے گا۔ ۲۲ جنوری کو دو سٹروپوف کو فکس کرنے والی وہ زیوی گن کو قتل کر دے گا۔ کورچاگن یہ بھی کہا کرتا تھا کہ ۱۹۴۳ء میں دو سٹروپوف میں لگائی گئی ہیں، اُس جیلے کا ایک آدمی ۲ جنوری سے ۲۲ جنوری کے درمیان جنگ عظیم کے دوران کسی بات پر متعلق ہو کر زیوی گن نے اس کے باپ کو گولی مار دی تھی۔ اس کی دکان پر کئی بار مختلف چیزیں خریدنے آچکا ہے۔ وہ زیادہ تر کریملاک کر دیا تھا۔ اُس زمانے میں کورچاگن دس سال کا بچہ تھا۔ چنانچہ اسے اپنا باپ، برائڈی، روٹی اور مکھن وغیرہ خریدتا ہے۔ اس کی جیب کمرنسی نوٹوں سے بھری کی ملاکت کے بعد کسی یتیم خانے میں داخل کر دیا گیا جہاں اس نے بڑی تکلیف دہی میں گزار دی اور ہر بار وہ بڑے بڑے نوٹوں کا بیڈل جب سے نکالتا ہے، وہ شخص اٹھائیں اور بچپن ہی سے اُس کے ذہن میں یہ عزم پرورش پاتا رہا کہ اسے بہت سے علاقے کا رہنے والا معلوم نہیں ہوتا۔ کسی دوسری جگہ سے یہاں آیا ہے اُس کے اپنے باپ کے قاتل زیوی گن سے انتقام لینا ہے۔ جب وہ یتیم خانے سے جلاں سفید رنگ کی نئی دو لگا کار ہے۔ وہ جب بھی مارکیٹ میں آتا ہے، اُسی ہو کر نکلتا تو اس کا میل جول جرائم پیشہ افراد سے بڑھ گیا۔ اس نے ڈکیتی اور قتل کی مشاغل میں آتا ہے۔ ایک دو بار اس سے پوچھا گیا کہ وہ کون ہے تو اس نے بتایا کہ وہ وارداتیں کیں۔ تین بار کا سزا یافتہ بھی ہے۔ اُس کے بارے میں واضح شہادتیں سٹروپوف کی مشہور چھپی عورت ماریو سائیا شیونکو کا دوست ہے اور اس کے ہیں کہ وہ جنرل زیوی گن کو قتل کرنے کے منصوبے بنایا کرتا تھا اور کھلم کھلا اس کی کاروباری تعلقات میں۔

کہ جب تک وہ اپنے باپ کے قاتل کو قتل نہیں کر دیتا، اُسے کسی کل چین نہیں پڑے گا۔ "ماریو سائیا شیونکو بدنام زمانہ عورت ہے۔۔۔ بظاہر وہ لوگوں سے فیس لے گا جیل ہسپتال سے فرار ہونے کے بعد ایک قتل اور ڈکیتی کی واردات بھی کی ہے۔ زنت کا حال بتایا کرتی ہے لیکن درپردہ وہ بردہ فروشی، اسمگلنگ، چوری اور

نہی سفید وولگا کار جہاں دیکھیں فوراً اس کے بارے میں مرکزی میڈیا اسٹیشن  
 نوٹاگاہ کر دیں۔ شیونکو اور اس کے شوہر کو کھڑکی نقل و حرکت پر بھی نگاہ رکھی جا رہی ہے  
 بعض نجی بائیں معلوم ہوئی ہیں۔ اس عورت سے میل ملاپ کھنے والوں کی ایک  
 رفرسٹ بنائی گئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ماسکو میں شاید ہی کوئی ادیب، شاعر  
 عورت، اداکار یا سائنسدان ایسا ہوگا جس کے تعلقات اس عورت سے نہ ہوں۔

سچے دار گفتگو کرنے میں کمال حاصل ہے۔ اعلیٰ درجے کی ماہر نفسیات بھی ہے۔  
 شور یہ کیا گیا ہے کہ بعض پراسرار طاقتیں اس میں موجود ہیں جن کے باعث یہ غیبی  
 طاقت ہے، اور اس کی اکثر پیش گوئیاں حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوئی ہیں۔

جی کہا جاتا ہے کہ بعض ناقابل علاج مریضوں کا روحانی اور جسمانی علاج معالجہ بھی اس  
 کیا اور وہ سب کے سب صحت یاب ہو گئے۔ مردوں سے زیادہ اونچے حلقوں کی  
 رتیں ماریو سائیا شیونکو کے دامِ سخن میں گرفتار ہیں۔ وزارت امور خارجہ کے جی بی  
 ریم وی ڈی جیسے اہم اداروں سے متعلق افراد اس عورت کے پشت پناہ ہیں  
 راج نک انہی کی بدولت یہ قانون کی گرفت میں آنے سے محفوظ رہی ہے۔

گزشتہ روز اس کے مکان پر، دوپہر کے بعد، ہتھرہ سرکردہ اور اہم شخصیتوں  
 آمد ہوئی۔ ان میں نمایاں حیثیت ماسکو کونسل کے ڈپٹی اور سٹی پراسیکیوٹر کامریڈ  
 لون کی بیوی کو حاصل تھی معلوم میں اس خاتون نے ماریو سائیا شیونکو سے چند

قہیرے بھی خریدے۔ اس کے علاوہ فرکوٹ اور ایسی ہی دوسری بہت سی  
 نا قیمت چیزیں یہ عورت فروخت کرتی ہے۔ یہ شبہ عام ہے کہ ماریو سائیا کے  
 پوری کا مال خفیہ راستوں سے آتا ہے اور انہی سے نکل جاتا ہے۔ غیر ملکی سامان  
 ، جاپانی کھڑکیاں، کپڑا، کمرے اور سونے کے زیورات اور الیکٹرانک چیزیں کثرت  
 سے ملتی ہیں۔ جبرائیم کی زیر زمین دنیا سے اس عورت کے تعلقات مدتوں سے

اہل نشہ آورد وائیں بھی اس کے اڈے تک پہنچتی ہیں اور گراں قیمت پر  
 ان مندوں کے ہاتھ فروخت کی جاتی ہیں۔ جب سے یہ پتہ چلا کہ کورچاگن اس

نشہ آور چیزیں سپلائی کرنے کا دھندہ اس ہوشیاری اور چالاکی کرتی ہے کہ اسے  
 آج تک پکڑا نہیں جا سکا۔ اس عورت کے پکڑے نہ جانے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی  
 ہے کہ اس کے مراسم بہت اونچے حلقوں میں قائم ہیں۔ ان سرکردہ اور بڑے بڑے  
 افراد کے ناموں کی فہرست خاصی طویل ہے جو وقت ضرورت فراہم کی جا سکتی ہے۔  
 ایک زمانے میں یہ عورت فوجی جنرلوں اور پولیٹ بیورو کے ارکان کے پاس، ان کی  
 فرائض کے مطابق، فاحشہ عورتیں بھجوا کر تھی۔ کئی قمار خانے بھی اس کی نگرانی  
 میں چلتے ہیں۔ بہت مالدار عورت ہے اور اکثر جرائم پیشہ افراد کو اس کے ہاں ملا  
 سے پناہ مل جاتی ہے۔

دکان پر کام کرنے والی عورت کے بیان پر مقامی انٹیلی جنس سیکشن فوراً حرکت  
 میں آگیا۔ چیف آفیسر کامریڈ فورنسکی نے کورچاگن کی گرفتاری کے لیے اس دکان  
 کے آس پاس اپنے آدمی مقرر کر دیے، لیکن کورچاگن چوکتا ہو گیا اور ۲۲ جنوری  
 کے بعد سے کسی کو وہاں دکھائی نہیں دیا۔ جیسی عورت شیونکو کے مکان کی نگہانی اور  
 اس سے ملنے بھلنے والوں پر نگاہ بھی کڑی کر دی گئی۔ دکان پر کام کرنے والی عورت  
 نے کورچاگن کے پاس جس سفید وولگا کار کا ذکر کیا تھا، اس بارے میں چھان بین  
 کی گئی۔ اس کار کا رجسٹریشن نمبر اہم کے آئی-۱۲-۵۲ ہے اور یہ شیونکو کی ملکیت  
 ہے۔ یہ کار اکثر اس عورت کے مکان کے قریب کھڑی رہتی، مگر اب وہاں موجود  
 نہیں۔ اس کے غائب ہونے یا چوری کیے جانے کی کوئی رپورٹ شیونکو یا اس کے  
 شوہر نے درج نہیں کرائی۔ عجیب بعض افراد کے ذریعے شیونکو سے پوچھا گیا کہ  
 اس کی کار کہاں ہے تو اس نے جواب میں کہا کہ وہ ایک دوست عارضی طور پر  
 لے گیا ہے۔ کئی اور لوگوں نے بھی اس امر کی تصدیق کر دی ہے کہ سفید وولگا کار  
 کو استعمال کرنے والا شخص وہی ہے جو کئی وارداتوں کے سلسلے میں انٹیلی جنس اور  
 میڈیا والوں کو مطلوب ہے۔

ان حالات میں ٹریفک سکواڈ کو مطلع کرنا لازمی ہو گیا کہ وہ مذکورہ بالا

اس کار کا تعاقب شروع کر دیا گیا ہے اور مجرم کو روکنے کی تدبیروں پر غور کیا جا رہا ہے۔۔۔ اس آپریشن کی نگرانی کے فرائض دو ستر اکوٹ آپریشنل ہیڈ کوارٹر کے ایم ڈی ڈی چیف کمرل جی ادلینگ سرانجام دے رہے ہیں، ان کے ساتھ ڈسٹرکٹ سی آئی ڈی کے چیف کمرل وی یا کی مایان اور چیف سی آئی ڈی سیکشن ون کمرل آرنلڈ کی اس آپریشن میں شریک ہیں۔

یہ طویل اور انتہائی کارآمد رپورٹ پڑھ کر مجھے کچھ اطمینان سا ہوا کہ کامیابی کی منزل قریب سے قریب تر آ رہی ہے، اور اگر کوہ چاگن پکڑ لیا جاتا ہے تو جبریل زیوی گن کی پراسرار خودکشی یا قتل کے معاملات سے پردہ اٹھانا بہت آسان ہو جائے گا یہ مرحلہ طے کرنے کے بعد گویا میرا کام صرف مختصر سی رپورٹ لکھ کر برزنیف کے حوالے کر دینا ہو گا۔ اس کے بعد لمبی چھٹی۔ اس احساس کے ساتھ ہی میں خود بخود مسکرنے لگا۔ آپ بہتس رہے ہیں کامریڈ شمر ایوٹ۔۔۔ میجر آکپویان نے آہستہ سے کہا تو کہیں چونک پڑا۔

”معافی چاہتا ہوں دوستو۔۔۔ میرا خیال ہے آپ لوگ میری جگہ ہوتے تو زور زور سے قہقہے لگاتے، زیوی گن کا قاتل بس ہمارے قبضے میں آیا ہی چاہتا ہے جیسا کہ اس رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے، وہ بدیخت کوہ چاگن ہی زیوی گن کا قاتل تھا، اس نے پرانا بدلہ چکا ہی لیا۔۔۔ یہ شخص میجر جی بی سیلیوانوف خاصا سمجھ دار اور قابل آدمی ہے اس نے بڑی محنت سے یہ رپورٹ مرتب کی ہے، ایسے معنی لوگوں کو ماسکو میں ہونا چاہیے تھا، انہیں آخر ماسکو سے اتنی دُور کیوں بھیجا جاتا ہے؟ میں بہر حال میجر سیلیوانوف کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اس آدمی کی کاوشوں سے ہم اصل مجرم کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو سکے ہیں۔“ میجر آکپویان اور اس کے ساتھی پورگوٹوف نے اثبات میں گردنیں ہلانیں۔

دفعۃً میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون میں سے سُرخ ٹیلی فون کی گھنٹی چلا اٹھی، میں نے ریسورکان سے لگایا، ایک نقری آواز آئی:

”کامریڈ شمر ایوٹ، کیا آپ میرا پیغام وصول کرنے کے لیے تیار ہیں؟“

عورت کے مکان میں پناہ لیے ہوئے ہے۔ سی آئی ڈی نے ماریو سیایا کا ٹیلی فون ٹیپ کیے جانے کا اہتمام کر دیا ہے اور دن رات اس کے گھر کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ آج ساڑھے گیارہ بجے کے قریب ایک مشکوک ٹیلی فون کال ٹیپ کی گئی، ٹیپنگ کرنے والے نے ماریو سیایا کو اپنا نام الیکسی بتایا جو یقیناً کوہ چاگن ہی تھا، اس نے پوچھا کیا سب چیزیں تیار ہیں؟ ماریو سیایا نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ وہ ٹھیک ہے، اُس نے جن چیزوں کا آرڈر دیا ہے، سب فراہم کر دی گئی ہیں اور وہ جب چاہے خود ان کر یا اپنے کسی آدمی کو ماریو سیایا کے مکان پر بھیج کر حاصل کر سکتا ہے یہ سن کر الیکسی نے کہا کہ وہ چند گھنٹے بعد دوبارہ ٹیلی فون کر کے بتائے گا کہ ان اشیاء کے حصول کے لیے وہ کیا طریقہ اختیار کرنا چاہتا ہے، اُس نے عورت کو ہوشیار رہنے کا مشورہ دیا کہ بعض لوگ اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ سی آئی ڈی نے اسے اس کال فون ٹیپ کر رہے ہوں، لہذا اگر وہ چند گھنٹے بعد فون نہ کرے تو اور کسی ذریعے سے رابطہ استوار کرنے کی کوشش کرے گا تو ماریو سیایا کو نگراندہ نہیں ہونا چاہیے اس پر عورت نے قہقہہ لگا کر کہا کہ الیکسی بہت بزدل ہے، اور اُسے بے خوف و ماریو سیایا کے مکان پر آنا چاہیے۔ اُس کے تعلقات ہائی لیول پر ہیں اور کوئی اس کا بال بیکا بھی نہیں کر سکتا حتیٰ کہ وہ چاہے تو برزنیف اور آندرپوف جیسے لوگوں سے بھی اپنا کام نکلوا سکتی ہے۔

الیکسی کی ٹیلی فون کال کے بارے میں پتہ چلا گیا کہ اس نے یہ کال کہاں کی تھی معلوم ہوا کہ سوکول میٹر و اسٹیشن کا ایک ٹیلی فون بونڈ استعمال کیا گیا ہے۔ اس بونڈ کی نگرانی بھی کی جا رہی ہے، شاید مجرم دوبارہ فون کرنے آئے، تاہم اس کا وقوع زیادہ نہیں۔

”تنازعہ ترین اطلاع یہ ہے کہ سفید وولگا کار نمبر ایم کے آئی ۱۲-۵۲ کا سربراہ مل گیا ہے۔ ابھی ابھی ایک ایجنٹ نے بتایا ہے کہ اس نمبر کی کار دو ستر اکوٹ کے علاقے میں کیوف ہائی وے کی طرف بے پناہ رفتار سے دوڑتی ہوئی دیکھی گئی۔“

میجر آکپویان اور میجر پورگووٹ کو میں نے اس پیغام سے آگاہ کیا۔ ان کے کان کھڑے ہوئے۔ آکپویان نے کہا وہ پہلے بھی اس شخص بورس موروزوف کے بارے میں بہت کچھ سُن چکا ہوں لیکن بڑی کوشش کے باوجود اس کا پتہ نہیں چل سکا۔ اگر یہ وہی شخص ہے تب اس گروہ کی گرفتاری سے بہت کچھ معلوم ہونے کی توقع باندھی جاسکتی ہے۔

میکراچیوا کو میرے آفس تک پہنچنے میں پندرہ منٹ لگے۔ ایک ایک لمحہ ہمارے لیے قیمتی تھا۔ طے پایا کہ ہم خود گور کی سٹریٹ میں واقع اس کیفے تک خاموشی سے جائیں اور مجرموں کو گرفتار کر لیں۔ اس ضمن میں اگر ٹیلیڈا والوں کی مدد لی گئی تو معاملہ بڑھ بھی سکتا ہے اور عین ممکن ہے، مجرم فرار ہونے میں کامیاب ہو جائیں۔ تجربے یہ بھی بتایا تھا کہ بورس موروزوف ماسکو ہی میں اپنی ماں کے ساتھ قیام پذیر ہے اور اس عورت کا نام اگنیا سر جیوانا ہے۔ امک موہوم سی امید کے سہارے میں نے ماسکو ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھا لی اور اگنیا سر جیوانا کا نمبر تلاش کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر میرے تعجب کی انتہا نہ رہی کہ اس عورت کے نام پر ایک ٹیلیفون نصب تھا۔ ”موسکتا ہے یہ کوئی اور عورت ہو اور اس کا تعلق بورس موروزوف سے نہ ہو۔“ آکپویان نے کہا۔

”قطعاً ممکن ہے، تاہم تحقیق کر لینے میں ہرج ہی کیا ہے؟ اُسے فون کر کے پوچھ لیتے ہیں۔“

میکراچیوا نے نفی میں گردن ہلائی: ”یہ طریقہ درست نہ ہوگا۔ اگر وہ عورت جرائم پیشہ گروہ سے تعلق رکھتی ہے تو بدک جائے گی اور شاید اپنے بیٹے کو فوراً خبردار کر دے۔ اس لیے یہ زیادہ مناسب ہے کہ میں ایک فحشہ لڑکی کا کمردار ادا کرتے ہوئے اُسے گھر پر فون کروں اور بتاؤں کہ میں بورس کی دوست ہوں اور فوری طور پر ایک اہم خبر اس کے کانوں تک پہنچانا چاہتی ہوں۔ اس طرح وہ خود بتا دے گی کہ بورس کہاں ہے اور بورس سے اس کا کوئی واسطہ ہے یا نہیں۔“

”ہاں۔ بالکل تیار ہوں۔۔۔ براہ کرم اپنی شناخت کراؤ۔“

وہ زور سے تنہی۔ ”آپ مجھے جانتے ہیں کامریڈ۔ میں پہلے آپ کے آنہائی دور کرئل ویٹکوف کی سیکرٹری تھی اور اب میجر آکپویان کے احکام کی تعمیل کرتی ہوں۔ کیا میجر آپ کے قریب ہی موجود ہیں؟“

”میں پہچان گیا تم کون ہو۔۔۔ مس میکراچیوا۔۔۔ بولو، کیا پیغام ہے؟ میجر آکپویان میرے سامنے بیٹھے ہیں۔“

”دیکھئے، آپ خاموشی سے میری بات سنیے۔۔۔“ میکراچیوا نے کہا، اس وقت میں ایک ایسی کار میں سے فون کر رہی ہوں جو سڑک کے کنارے کھڑی ہے۔۔۔ اور ممکن ہے ایسے لوگ بھی میری بات سن رہے ہوں جنہیں اس سارے معاملے سے زبردست دلچسپی لاحق ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ قلم اور کاغذ سے بھال لیجئے اور جو کچھ میں کوڈورڈ میں کہوں، اُسے درج کرتے جائیے۔ کیا آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ کامریڈ شتراپوف؟“

”میں نے کہا بات سمجھ رہا ہوں اور پوری طرح تیار ہوں۔“

میکراچیوا نے جو کچھ خفیہ الفاظ میں لکھوایا، اس کا مطلب سمجھ کر میرے بدن میں جھنجھری سی آگئی۔ ماسکویں چوری نقب زنی کی وارداتیں کرنے والوں کا کچھ سراغ ملا تھا اور ان میں وہ وارداتیں بھی شامل تھیں جو کتنا لو سٹریٹ میں کی گئی تھیں۔ ایک تجربے نے اطلاع دی تھی کہ گور کی سٹریٹ کے ایک بڑے کیفے میں چورس اور نقب زنی کا ایک گروہ جاز موسیقاروں کی حیثیت سے کام کر رہا ہے اور اس وقت بھی اُس کے چند ارکان کیفے میں موجود ہیں۔ اگر انہیں گرفتار کر لیا جائے تو بہت سے ارمیاں ہو سکتے ہیں۔ ان مجرموں میں ایک شخص بورس موروزوف شامل ہے۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ وہی گروہ کا سرغنہ بھی ہے۔

میں نے میکراچیوا سے کہا کہ وہ فوراً اس کار سے باہر نکلے اور چیف پبلک پراسیکیوٹر بلڈنک میں آجائے۔ بہتر ہے باقی باتیں آگے سامنے بیٹھ کر ہو جائیں۔

نہا بجائی... یہ دونوں ان دنوں بورس کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔  
 نام لے کر جو جہینوں سے کوئی چیز میرے گھر میں آنے دی ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا  
 کیا ہو رہا ہے۔ تم کہاں سے بول رہے ہو... یہاں کیوں نہیں آجائیں..."

آنٹی... میں ضرور آؤں گی... ” میکرا چیوانے منہس کر کہا۔ ” تم سے ملے بہت دن ہوئے... میں دراصل یہاں تھی ہی نہیں۔ ابھی چند روز پہلے کیمپ سے آئی ہوں۔ تم تو بقی ہر دم لوگوں کا حال کچھ ایسا ہی ہے... ایک پاؤں گھرمیں، دوسرا کیمپ میں۔“

"ہاں... ہاں... یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ بڑھیا نے کہا: "بورس تو خیر نہیں کب نئے یا نہ آئے تمہیں کوئی ضروری بات کہتی ہے تو مجھ سے کہہ دو... میں اُسے بتا دوں گی۔"

نزدیکی ہے... آپ سمجھتی ہیں نا... ذرا اسی بے احتیاطی سارا کھیل بگاڑ دیتی ہے...  
ایس کا ایک پرانا دوست اُس سے ملنے کے لیے بے چین ہے۔ پس اتنا بتا دیجئے  
کہ وہ اس وقت کہاں ملے گا۔“

”وہ اس وقت وہیں ہوگا۔۔۔ کیفے بلز آرڈر میں۔۔۔ لنیا ایلا نور اور اس کا بھائی بھائی اس کے ساتھ ہوں گے۔“

”نہرہ بہت شکرہ آئی۔۔۔“ میکراچیو نے کہا، ”مگر مجھے معلوم نہیں یہ کیفے بلز آرڈر

ہے کہاں؟  
 "گور کی سٹریٹ میں... مشہور جگہ ہے... اور ہاں... تم مجھ سے ضرور ملنا۔"  
 "ضرور... ضرور... میکرا چیوانے یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔  
 جب تم کیل کانٹے سے لیس ہو کر کیفے بلنارڈ کی طرف جا رہے تھے، اُس وقت

مجھے یاد آیا کہ مسٹر سوروکن نے جنرل زیوی گن کے ذاتی کاغذات اور ڈائری کی یاد اسٹون  
کے بارے میں مجھے ایک کاغذ دیا تھا۔ جو نام زیوی گن نے اپنی ڈائری میں جا بجا  
درج کیے تھے، اُن میں ایک نام بورس کا بھی تھا اور ہو سکتا ہے یہ شخص بورس موروزوف

یہ جنوری کی انتہائی سرد مگر دل آویز شام تھی۔ گور کی سڑیٹ میں حسب معمول بڑی رونق تھی۔ دکانیں کھلی تھیں۔ رستوران اور شراب خانوں میں لوگوں کا رش تھا۔ سینماؤں اور تھیٹروں میں تماشائیوں کی لمبی لمبی قطاریں لگی تھیں۔ کیفے بلزارڈ کے دروازے پر ہمیں دربان نے روک لیا۔

”کیا آپ نے اپنی میز پہلے سے مخصوص کر رکھی ہے؟“

ہمارا جواب نفی میں تھا۔ دربان نے معذرت کرتے ہوئے کہا: ”آپ لوگ اندر نہیں جاسکیں گے یہاں کوئی میز خالی نہیں۔ آپ کو پہلے سے جگہ ریزرو کرانی چاہیے تھی۔“

میکر اچوآن نے اس سے کہا: ”ہمیں یہ قاعدہ معلوم نہ تھا۔ اچھا یہ تو بتا دو کیا مشہور جاز موسیقار کو سٹایا اور بورس موروزوف آج کیفے میں اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔“

”جی ہاں۔ وہ دونوں موجود ہیں اور غرقِ آب ان کا پروگرام شروع ہو چکا ہے۔“

”کیا لینا ایلونورا بھی ان کے ساتھ ہے؟“

دربان نے اثبات میں گردن ہلاتی اور مسکرا کر کہا: ”مادام لینا ایلونورا کے بغیر یہ گروپ مکمل نہیں ہوتا۔“

اس فضول گفتگو سے تنگ آکر میں نے دربان کو اپنا شناختی کارڈ دکھایا اور اپنے ساتھیوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا:

”دیکھو، ہم یہاں کوئی ہنگامہ کرنا نہیں چاہتے۔ ایک سرکاری اہم معاملے میں ان موسیقاروں سے پوچھ گچھ کرنے آئے ہیں۔ اگر تم اس کام میں مداخلت کرو گے تو نتائج کی ذمہ داری ہمیں بردھوگی۔ اب ہمیں اندر جانے دو کسی آدمی سے کہو کہ وہ بورس لینا ایلونورا اور کو سٹایا وغیرہ کی شناخت کر لے۔“

دربان نے ایک نوجوان کو بلا دیا اور اس کے کان میں کچھ کہا۔ نوجوان نے ایک نظر ہمارا جائزہ لیا اور اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے چل دیا۔ کیفے بلزارڈ کے بارے

میں نے پہلے بھی بہت کچھ سنا تھا۔ مگر یہاں آنے کا یہ پہلا اتفاق تھا۔ کیفے کے کئی حصے۔ پچھلی منزل کے وسیع و عریض ہال میں سینکڑوں نوجوان لڑکیاں اور لڑکے الگ الگ میزوں پر بیٹھے اپنے اپنے پسندیدہ مشروبات سے جی ہل رہے تھے۔ یہ سوویت روس کی نئی نسل کے نمائندے تھے۔ فضا میں تمباکو اور چرس کی اہلی جلی بدبو چھپی ہوئی تھی۔ بے ہنگم قہقہوں اور شرمناک حرکتوں کا ایک زبان بدتمیزی برپا تھا۔ اکثر نوجوان نشے میں آئے سے باہر ہورہے تھے اور اپنے تن بدن کی کچھ خبر نہ تھی۔

ہمارا رہبر دوسری منزل پر لے گیا۔ یہاں پہلے سے بھی زیادہ شرمناک مناظر دکھائی دیے۔ ہر فرد اپنی دلچسپیوں میں یوں مگن اور مست تھا کہ اسے کسی اور جانب توجہ دینے کا شہ ہی نہ تھا۔ چنانچہ کسی نے ہم پر نگاہ نہ ڈالی، کسی کی آنکھوں میں ہمارے لیے کوئی دال نہ تھا اور نہ کوئی حیرت کا اظہار کر رہا تھا۔ مجھے اپنے حواس کی سلامتی پر تنگ زدنے لگا۔ نوجوان نسل اس حد تک جا چکی ہے۔ اس کا مجھے یقین ہی نہیں آ رہا۔ مگر اب سب کچھ میری نظروں کے سامنے تھا۔

یہ سب کے سب سولہ اور اٹھارہ برس کی درمیانی عمر کے لڑکے اور لڑکیاں تھیں۔ بے کی فضا چرس کے گاڑھے سیاہ دھوئیں سے سخت بو بھل ہو رہی تھی اور وہ یوں بس میں منسی مذاق کر رہے تھے جیسے دنیا کا کوئی غم اور کوئی مشکل ان کے قریب بھی پھٹکا ہو۔ مین روم کے ایک جانب لمبی سی میز پر طرح طرح کی شرابیں، ایک، دو، سو، گوشت کے بھنے ہوئے ٹکڑے اور نہ جلنے کی اتم غلیم چیزیں دھری تھیں۔ بکری کے آخر میں لکڑی کے ایک وسیع و عریض چپو تھے۔ پرچند موسیقار بے ہنگم طرز پر ہارمونیکا کی ناکوار سر بکھیرنے میں مصروف تھے۔ وہ جس زور شور سے ڈھول بٹے اور مختلف ساز بجا رہے تھے، اُس انداز سے یہ جاننا دشوار نہ تھا کہ وہ سب بے سب موسیقار بھی نشے میں بڑی طرح دھت ہیں۔ میکے لیے یہ بات جیلن کن ٹا لہ انہوں نے امریکی کاڈ بوائز کا سال باس پن رکھا تھا۔ چند لمحوں کے لیے مجھے

ہم نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر میکراچیوا کی طرف دیکھا۔ ”تم اکیلی نہیں  
لے آؤ گی؟“

”جی ہاں۔ آپ دیکھتے جانیے۔ یہ کام کچھ بھی مشکل نہیں... یقین نہ آئے تو ہلکا  
نمونہ دیکھ لیجئے۔“

اور اس سے پہلے کہ ہم میں سے کوئی اُسے روکتا اور سیدھی اُس جگہ گئی جہاں  
بیس موروزوف بیٹھا تھا۔ بورس نے اُسے نگاہ بھر کر دیکھا۔ میکراچیوا نے جھک کر  
کے کان میں جانے کیا کہا کہ وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ دونوں رقص کرنے میں  
مغور ہو گئے۔

ہم تینوں، رستوران کے استقبالیہ پر آن کر کھڑے ہو گئے۔ چند لمحوں بعد میں  
دیکھا کہ میکراچیوا، بورس کو سہارا دے کر ہماری طرف لا رہی ہے۔ بورس کے  
پیر میں ہی طرح لڑکھڑاہے تھے۔ قریب آن کر اس نے بورس کو میری طرف دھکا دیتے  
دے کہا:

”کامریڈ شراوف... سنبھالیے اسے، میں لینا ایلونورا کو لے آؤں۔“  
اُدھ گھٹنے سے بھی کم وقت میں اس ذہین لڑکی نے کوسٹیا اور ایلونورا کو بھی ہمارے  
ڈالے کر دیا اور لطف یہ کہ خود ان تینوں کو اپنی گرفتاری کا اس وقت پتہ چلا  
ب وہ ماسکوسی آئی ڈی کے تھرو سیکشن میں آہنی سلاخوں کے پیچھے بند کیے  
اچکے تھے۔

ان تینوں سے سب کچھ اُگھولنے کے لیے میں، تھرو ڈگری کا طریقہ استعمال نہیں  
لنا پڑا۔ لینا ایلونورا سے پوچھ گچھ کے دوران جو باتیں معلوم ہوئیں، وہ مکالموں  
ناموریت میں یہاں درج کی جاتی ہیں۔

ایلونورا: جیسا کہ میں پہلے آپ لوگوں کو بتا چکی ہوں، دوسترا کوٹ میں رہنے  
والی چھٹی عورت ماریو سایا شیونکو ہمارے گروہ کی لیڈر ہے۔۔۔ ماسکو میں چوری  
نارنجب زنی کی جتنی وارداتیں ہوئیں، وہ سب ہم نے اسی عورت کے کہنے پر

یوں لگا جیسے میں نرکاگو کے رستوران میں اُگیا ہوں۔

”وہ دائیں طرف جس نوجوان کو آپ ٹرمبون بجاتے دیکھ رہے ہیں، وہی  
کوسٹیا ہے... ہمارے رہبر نے اُنکی سے اشارہ کرتے ہوئے بتایا...“ اور اس  
کے بائیں جانب سیٹج پر جو لڑکی سبز بلاؤز پہنے رقص کر رہی ہے، وہ ایلونورا ہے۔  
”بہت خوب... میں نے کہا۔ مگر وہ شخص کہہ رہے ہیں کہ میں تلاش ہے۔“  
بورس موروزوف؟

”وہ بھی موجود ہے جناب۔ سیٹج سے نیچے نگاہ ڈالیے، سب سے الگ تھلک  
میز پر، شراب کی بوتلیں سجائے جو شخص آپ کو دکھائی دے رہا ہے، وہی بورس ہے۔“  
”شکریہ... اب تم جا سکتے ہو... اور دیکھو، کسی کو ہمارے بارے میں بتانے  
کی ضرورت نہیں۔“

نوجوان نے گردن جھکا کر اقرار کیا کہ وہ اپنی زبان بند رکھے گا اور پھر وہ واپس  
چلا گیا۔ میں نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ کوئی فرد بھی ہماری طرف متوجہ نہ تھا۔ میج  
آگپوبیان نے ریوالور پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے مجھ سے کہا: ”کیا خیال ہے  
کامریڈ... ان تینوں کو ساتھ لے چلیں؟“

”ہو سکتا ہے وہ مزاحمت کریں۔“ پوگوروف نے کہا۔ ”یہ بھی ممکن ہے ان کے پار  
ہتھیار ہوں، ہمیں بہر حال ہر قسم کے ہنگامے اور مار پیٹ سے بچنا چاہیے۔ ایک  
صورت یہ ہے کہ ہم صبر سے موسیقی کا پروگرام ختم ہونے تک انتظار کریں جب  
یہ لوگ فارغ ہو جائیں تب کسی بہانے ان کو باہر لے چلیں اور ہتھیار ڈال دال  
ہاں۔ یہ بخیر نہ بھی اچھی ہے... لیکن کیا خیر ان کا پروگرام کب ختم ہو یا کب ختم  
نہ ہو۔۔۔ ہم کب تک انتظار کرتے رہیں گے؟“

”آپ لوگ بالکل فکر نہ کریں۔“ میکراچیوا نے ہنس کر کہا۔ ”ان تینوں کی شناخت  
ہو چکی ہے... آپ حضرات رستوران کے استقبالیہ کا ڈنسر ہیں جاکر میلر انتظار  
کریں۔ میں چند منٹ کے اندر اندر ان تینوں کو ساتھ لے کر آتی ہوں۔“

کی ہیں۔ وہی ہمیں بتاتی تھی کس علاقے میں کون کون لوگ رہتے اور کس کس کے اپارٹمنٹ سے کیسی کیسی قیمتی چیزیں ہاتھ لگ سکتی ہیں۔ ماریو سیانے ہمیں بتایا کہ نمبر سولہ کشا لوسٹرٹ میں بہت مالدار لوگ آباد ہیں۔ ان میں بعض یہودی گھروں بھی شامل ہیں جن کے قبضے میں بے انداز دولت ہے۔ آج سے ایک سال پہلے ہی ہم اپنے طور پر اس سٹرٹ میں رہنے والے تمام افراد کی فہرست بنا چکے تھے۔ ان دنوں بورس موروزوف اس سٹیشن سروس ڈیپارٹمنٹ میں کام کرتا تھا جو سمولنس سکوائر میں واقع ہے اور اسی ڈیپارٹمنٹ سے نامور افراد کو کھانے پینے کی اشیاء سپلائی کی جاتی تھیں۔ ان میں سرکاری افسر مختلف محکموں کے ڈائریکٹر، فلم اور سٹیج کے اداکار، یونیورسٹیوں کے پروفیسر اور سائنسدان وغیرہ شامل تھے۔ یہ لوگ خود ڈیپارٹمنٹ پر چیزیں لینے نہیں آتے تھے بلکہ فون پر آرڈر دینے کے عادی تھے، چنانچہ ان لوگوں کو یہ چیزیں سپلائی کرنے کے لیے بورس کو ان کے گھروں پر جانا پڑتا اور یوں اُسے معلوم ہوا کہ ان کے گھر بیش قیمت اشیاء سے بھرے پڑے ہیں۔ انہیں دنیا جہاں کی نعمتیں اور سہولتیں سرکاری طور پر فراہم کی جاتی تھیں جبکہ ایک عام کارکن ذرا ذرا سی چیز کے لیے تڑپتا رہتا اور اُسے مقررہ کوئٹوں کے ذریعے محدود مقدار میں لکھن اور سبزیاں وغیرہ دی جاتی تھیں۔

میجر اکمبویان : ہم جاننا چاہتے ہیں کہ تم لوگوں نے نمبر سولہ کشا لوسٹرٹ کے اس اپارٹمنٹ میں بھی چوری کی تھی یا نہیں، جو کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین آکھانڈا جنرل زیوی گن کے قبضے میں تھا ؟

ایلو نور : ہاں وہی تو بتا رہی ہوں... آپ صبر سے سنتے جائیے... ہاں تو یہ کہہ رہی تھی کہ بورس کو فون پر جب ان دو لٹمنڈ لوگوں کی طرف سے مختلف چیزیں ان کے گھروں پر سپلائی کرنے کا آرڈر ملتا تو اُسے ان کے اندرونی حالات کا علم ہوتا۔ یہ لوگ بورس کو بتا دیتے کہ وہ کس وقت گھروں پر ملیں گے اور کس وقت نہیں ہوں گے، لہذا ایسے اوقات میں جب گھر خالی پڑے ہوں، ہمارے لیے وہاں

نفس کر اطمینان سے اپنا کام سرانجام دینا کچھ دشوار نہ تھا۔ میجر لوگوروف : تم نے پھر وہی ٹرڈ شروع کر دی؟ ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ لوگ گھروں میں بھرتے تھے یا نہیں۔ فی الحال یہ بتاؤ تم نے نمبر سولہ اے میں کیا دیکھا کہ تم سچ بچ بتا دو گی تو ہو سکتا ہے تمہاری سزا میں ہم لوگ کچھ کمی کر سکیں۔ ورنہ کھو، تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو فائرننگ سکواڈ کے آگے کھڑا ہونے سے باز رک نہیں سکے گا۔

ایلو نور : بتاتی ہوں بتاتی ہوں، آرہی ہوں اُسی طرف لیکن جب تک آپ لوگ بے حالات سے واقف نہ ہوں گے اس وقت تک اندازہ نہیں کر پائیں گے کشا لوسٹرٹ میں کیا کچھ ہو رہا تھا اور نمبر سولہ اے اپارٹمنٹ کے اندر دن رات بے مشاغل جاری تھے۔ چونکہ ایسے گھروں سے ہمیں چوریوں میں بہت سہولت اور پکڑے جانے کا ذرا بھی امکان نہ تھا۔ اس لیے بورس نے سیشنل سروس ڈیپارٹمنٹ کی ملازمت چھوڑ دی۔ اس ملازمت سے ایک ہفتے میں اُسے جو ملتی وہ بہت معمولی تھی جبکہ گھر میں چوری سے ہم ہزاروں روبل مالیت چیزیں حاصل کر لیتے، یہ چوری کا مال ہم اس جیسی عورت ماریو سیانے کے ہاتھ بیچ دیتے اس موقع پر میرے صبر کا پیمانہ سیریز ہو گیا۔ یہ عورت محض وقت ضائع کر رہی تھی انہی بنا رہی تھی میں نے کہا :

”دیکھ فضول بکواس مت کرو... یہ بتاؤ مگر تم یا تمہارے ساتھیوں میں سے نا جنرل زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں کیا تھا؟ ہمیں صرف وہی واقعہ سناؤ اور وقت گزرنے کی کوشش نہ کرو، ورنہ ہم تمہیں اُلٹا لٹکا دیں گے۔“ اس وہی سنارہی ہوں۔“ ایلو نور : میرے بتور دیکھ کر سہم گئی۔ ایک دن جیسی عورت ماریو سیانے ہمیں ایک یہودی شخص کا پتہ دیا۔ یہ یہودی یونیورسٹی میں پڑھتا تھا اور کشا لوسٹرٹ میں قیام پذیر ہے... یہ اب سے ناہین بھر پلے کا ذکر ہے... بورس نے مجھے حکم دیا کہ میں اس پروفیسر کے اپارٹمنٹ

پروفیسر کے اپارٹمنٹ میں جاتے یا واپس آتے دیکھا؟

”اس وقت بہت سے لوگ کشالو سٹریٹ میں موجود تھے۔ ممکن ہے کسی نے ان لوگوں کو دیکھا ہو۔۔۔ بہر حال میں اپنی بات کر رہی ہوں۔ یقین کیجئے، میں سخت خوفزدہ تھی اور بعد ازاں میں نے بورس سے کہا کہ ہمیں اس پروفیسر کے مکان میں داخل ہونے اور چوری کرنے کا ارادہ ترک کر دینا چاہیے کہ اس کے تعلقات بہت اونچے افراد سے ہیں اور ایسا نہ ہو کہ ہم کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں، مگر اُس نے میرا مشورہ سننے میں ٹال دیا اور بتایا کہ جیسی عورت نے پیغام بھیجا ہے پروفیسر کے اپارٹمنٹ میں ٹال ہے۔ اور اگر ہم یہ مال اُٹارنے میں کامیاب ہو گئے تو برسوں بیٹھ کر کھائیں گے۔ میں نے اس اپارٹمنٹ کی نگہانی کا کام جاری رکھا تاہم میرے لیے دسمبر کی زبردست ٹھنڈ میں کھلی سڑک پر گھنٹوں کھڑے رہنا بہت دشوار ثابت ہو رہا تھا۔ لہذا میں نے ایک اور تدبیر پر عمل کیا۔ نمبر سولہ لے کشالو سٹریٹ بلڈنگ کے عین سامنے والے اپارٹمنٹ میں ایک شخص تنہا رہتا تھا۔ میں نے سوچا اگر اس سے راہ و رسم پتہ لے لی جائے تو اس کے اپارٹمنٹ میں بیٹھ کر پروفیسر کے اپارٹمنٹ کی نگہانی آسانی کی جاسکتی ہے۔ یہ ادھیڑ عمر کا، زندگی کی وقفوں سے بظاہر ہزارہ شخص تھا جو رزرا نہ مقررہ وقت پر اپنے گھر سے برآمد ہوتا اور جانے کہاں جایا کرتا تھا۔ شام کو سو سوچ ڈبے سے چند منٹ پہلے وہ واپس آتا۔ پاس پڑوس والوں میں سے کسی کے ساتھ اُس کی ملاقات نہ تھی۔ مجھے خیال ہوا کہ وہ بہت روکھا ہوگا اور ہو سکتا ہے مجھے گھاس نہ ڈالے، تاہم کوشش کر لینے میں ہرج کیا ہے۔۔۔۔

”ایک دن میں نے بہت عمدہ لباس پہنا، میک اپ پر خاص توجہ دی اور ہاتھ میں نوٹ بک سنبھال کر اس شخص کے اپارٹمنٹ کی گھنٹی بجادی۔ اس روز انوار تھا اور یہ شخص مثبت خواتین کے کپڑے پہنے شاید آرام کر رہا تھا مجھے دیکھ کر وہ مسکرایا اور میں بھی مسکرائی۔ اس نے پوچھا میں کون ہوں اور کیا چاہتی ہوں میں نے اُسے بتایا کہ میرا تعلق سوشل سکیورٹی ڈیپارٹمنٹ سے ہے اور میں نمبر سولہ لے

کی نگہانی کروں اور جائزہ لوں کہ یہ شخص کب اپنے گھر سے جاتا ہے اور کس وقت آتا ہے۔ چنانچہ میں نے یہودی پروفیسر کے گھر سے کچھ فاصلے پر کھڑکراس کے آگے ہٹنے کا وقت نوٹ کرنا شروع کر دیا۔ پروفیسر کی بیوی بھی اس کے ساتھ ہی جاتی تھی شاید وہ بھی یونیورسٹی میں پڑھاتی ہوگی۔ پہلے دن کا واقعہ ہے۔۔۔ میں پروفیسر کے اپارٹمنٹ کی نگہانی کر رہی تھی اور وہ دونوں میاں بیوی ابھی گھر میں تھے کہ ایک سرکاری پروفیسر گھر کے عین سامنے آن کر کی اور اس میں سے تین آدمی فوجی وردیاں پہنے باہر نکلے۔ ان میں سے ایک کے جی بی کا جنرل تھا اور باقی دونوں کرنل یا میجر ہوں گے۔۔۔ وہ تینوں پروفیسر کے اپارٹمنٹ میں چلے گئے۔ ان کی آمد کے ٹھیک آدھ گھنٹے بعد ایک اور شیکا کا گاڑی دباں آئی اور اس میں سے جو آدمی باہر نکل کر پروفیسر کے اپارٹمنٹ کی طرف بڑھا، اس کی صورت دیکھ کر میں بدحواس ہو گئی۔۔۔

”کون تھا وہ؟ میں نے پوچھا۔ کیا تم اُسے پہچانتی تھیں؟

”اُسے کون نہیں پہچانتا؟ ایلوٹور نے منہس کر کہا۔ وہ سویت یونین کے صدر کامریڈ پڈگورنی تھے؟

ہمارے منہجیت سے کھلے کھلے رہ گئے۔

”کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ کامریڈ پڈگورنی ہی تھے؟

”جی ہاں۔ میں انہیں اچھی طرح پہچانتی ہوں۔ ایک دو بار انہیں پہلے بھی بہت

قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔۔۔

”خیر آگے چلو۔۔۔ پھر کیا ہوا؟“ میجر اکیپوین نے کہا اور اب ہمارا اشتیاق پہ

سے زیادہ بڑھ گیا تھا۔

”کامریڈ پڈگورنی اور کے جی بی کے وہ تینوں بڑے افسر خاصی دیر تک

پروفیسر کے اپارٹمنٹ میں رہے اور پھر باری باری جس ترتیب سے آئے

ترتیب سے واپس چلے گئے۔“

”کیا تمہارے علاوہ کشالو سٹریٹ کے کسی اور مرد، عورت نے بھی ان

”کشتا لو سطر بیٹ میں اور کون کون افراد ایسے رہتے ہیں جو عام طور پر جلنے نہ پہچانے؟“ بہت لوگ ہیں... مثلاً سابق صدر کامریڈ پٹہ گورنی کی بیٹی بھی اسی سطر بیٹ کے ایک دو منزلہ اپارٹمنٹ میں رہتی ہے اور اس کے قریب ہی آجکھانی وزیراعظم کامریڈ سیگن کی بیٹی کا اپارٹمنٹ ہے جو پچی منزل میں ہے اور اس کے اندر آسائش اور آرام کی ہر شے موجود ہے۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ کو سیگن کی بیٹی کے اپارٹمنٹ میں بار چار بیڈروم ہیں اور نہانے کے لیے ایک خوبصورت سوئمنگ پول بھی بنا ہوا ہے۔ آپ لوگ اس وقت جس آفس میں بیٹھے ہیں، ایک ہاتھ روم تو اس سے دگنا بڑا ہے۔ میں یہ بھی علم ہے کہ کو سیگن کی بیٹی کے پاس قیمتی جوہرات اور سونے کے زیوروں کا بڑا ذخیرہ ہے جو وہ سفید رنگ کے ایک سیف میں بند رکھتی ہے۔ کوشش کے باوجود ہم سے یہ سیف نہیں کھل سکا بہر حال، گزشتہ دو برس کے عرصے میں ہم نے ماسکو کے تقریباً ۳۱ گھرانوں میں نقب زنی کی ہے اور ہر جگہ سے بے انداز مال دستیاب ہوا۔۔۔“

میرا خیال ہے، خاتون! تم جھوٹ بولنے کے فن میں بڑی مہارت رکھتی ہو۔  
 آپ کو بیان چلا یا۔ اگر تمہاری بات سچ مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان  
 ۳۱۶ گھرانوں میں سے چند کے سوا کسی نے بھی چوری کی رپورٹ ملیٹیا یا سائیڈ  
 میں درج نہیں کرائی۔

”جی ہاں۔ بالکل ایسا ہی ہوا۔ ایلونور نے جواب دیا۔ ظاہر ہے بیشتر  
 گھرانوں میں جو قیمتی سامان چرایا گیا، وہ انہوں نے ناجائز اور غیر قانونی طریقے سے  
 حاصل کر رکھا تھا۔ اسی کشا لوسٹرٹ کے ایک اپارٹمنٹ سے نقب زنی کے  
 دوران ہم دو لاکھ روپے کے کرنسی نوٹ چرائے۔ بتائیے کیا اس گھرانے نے چوری  
 کی رپورٹ درج کرائی؟ رپورٹ درج کر کے وہ لوگ خود مصیبت میں پھنس  
 جاتے۔ ایک بار ہم نے فرمایا سکی ضلع میں تعینات ملیٹیا چیف کے گھر میں نقب  
 لگائی اور وہاں سے بیش قیمت چیزوں کے علاوہ لاکھوں امریکی ڈالر اور برطانوی  
 پونڈ بھی ملے۔ کیا ملیٹیا کے چیف نے اعلیٰ احکام کو اس چوری سے آگاہ کیا؟ کبھی نہیں  
 ملیٹیا میں جہی چند گھرانوں نے چوری کی رپورٹیں درج کرائیں، یہ وہی بد نصیب  
 لوگ ہیں جو اپنی ملکیت کا جائز ثبوت فراہم کر سکتے تھے، ان میں زیادہ تر اداکار  
 پروفیسر اور فوجی جنرل وغیرہ شامل ہیں۔“

میجر آپ کو بیان شانے اچکا کر رہ گیا۔ ایلونور نے جو کچھ کہا، وہ حرف بحرف صحیح  
 ”نمبر سولہ میں رہنے والوں کے بارے میں جو کچھ تمہیں معلوم ہے، تفصیل سے  
 بیان کرو۔“ میں نے کہا۔

”جی ہاں۔ بتاتی ہوں۔ مجھے بعد میں پتا چلا کہ اس اپارٹمنٹ پر کے جی  
 کے ایک جنرل کا قبضہ تھا۔ کیا نام تھا اس کا؟ زیوی گس۔ ہاں۔ یہ شیفر  
 ابھی چند روز پہلے ہی مرا ہے۔۔۔ میں نے اس کی تصویر اخبار میں بھی دیکھی تھی۔  
 کیا آپ جانتے ہیں کہ میں اس شخص کے بارے میں وہ سب کچھ بتا دوں جو  
 اپنی آنکھوں سے دیکھتی رہی ہوں؟“

”ہاں۔ سب کچھ بتا دو۔۔۔ اسی کے بارے میں ہم جانتا چاہتے ہیں۔“  
 ”پہلے پہل میری توجہ اس کی طرف نہیں ہوئی۔“ ایلونور نے سوچ سوچ کر  
 کہا۔ ”دراصل میں خود اس سے خوف زدہ تھی۔ مجھے میرے دوست انجینئر نے  
 بتایا کہ وہ کے جی بی کا بہت بڑا افسر ہے۔۔۔ اور آپ لوگ جانتے ہیں ہم اس  
 ختم کے لوگوں سے ڈرانچ بچا کہ ہی رہتے ہیں، تاہم جب میں انجینئر کے  
 ہم پر جانے کے بعد دور بین بیکر کھڑکی میں بیٹھتی اور ارد گرد کے اپارٹمنٹس کے  
 درجہ بندی تو بارہا میری دور بین کی زد میں جنرل زیوی گس کا اپارٹمنٹ بھی آیا۔  
 میں نے اخبار میں پڑھا کہ یہ شخص ۶۵ برس کا تھا۔ ہو سکتا ہے یہ اطلاع درست ہو  
 لیکن مجھے بھی اُسے دیکھا ہمیشہ اپنے اپارٹمنٹ میں حسین اور نوجوان عورتوں میں  
 بھرا ہوا دیکھا۔ وہ بلا نوش تھا اور رات کو دیر تک اُس کے اپارٹمنٹ میں جوئے  
 کی محفلیں برپا رہتیں۔ صبح کے تین بجے تک میں نے اُسے مختلف افراد کے ساتھ  
 ہوا کھیلے دیکھا ہے۔ اس دوران وہ مسلسل شراب پیا کرتا تھا۔ میں یہ سوچ سوچ کر  
 زبان ہوا کرتی کیا یہ شخص دنیا میں اکیلا ہے؟ اس کے میوی بچے نہیں؟ پھر معلوم  
 ہوا کہ اس کی میوی بھی ہے اور بچے بھی، اور یہ اپارٹمنٹ اس نے محض اپنی عیاشیوں  
 کے لیے حاصل کر رکھا ہے۔ وہ گاہے بگاہے اس اپارٹمنٹ میں اپنے مشاغل کے  
 بعد سوا کرتا تھا اور ایک بات میں نے خاص طور پر یہ دیکھی کہ وہ اپارٹمنٹ کے  
 ہر کمرے کی روشنی کبھی گل نہیں کرتا تھا شاید اُسے اندھیرے سے ڈر لگتا تھا یا کوئی  
 اور نفسیاتی وجہ ہوگی۔ وہ جوں ہی باہر سے اپنے اپارٹمنٹ میں آتا، فوراً سب کمرے  
 کی قیاں روشن کر دیتا اور جب تک وہ کھڑکیوں کے پردے نہ کھینچ دیتا میں اپنی  
 درمیان سے اس کی حرکتوں کا بہت دلچسپی سے جائزہ لیا کرتی تھی۔  
 ”جونہی صبح کے تین یا چار بجتے، اس کی جوا پارٹی پر فراغت ہو جاتی اور جب  
 اس کے ساتھی جواری، شرابی اور عیاش طبع عورتیں رخصت ہو جاتیں تب وہ بھی  
 اپارٹمنٹ سے باہر نکلتا اور کہیں چلا جاتا۔ غالباً وہ اپنے گھر جاتا ہوگا۔ صبح ساٹھے

رجے کا دور کوٹ اُس کے جسم پر خوب سجتا تھا۔ اُس کی گردن میں پڑا ہوا سنہری نیکیس تیز روشنی میں خوب چمکتا اور میری نظر ہمیشہ اُس نیکیس میں جڑی ہوئی اُس نئی سی صلیب پر پڑتی جو میرے کی طرح جلمگاتی تھی۔ میرا خیال ہے یہ صلیب میرے لہتی ہوئی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اس کے دونوں ہاتھوں کی دسوں انگلیوں میں ہیرے کی بیش قیمت انگوٹھیاں ہوتی تھیں۔ مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوتا تھا کہ وہ گردن میں صلیب کیوں ڈالے رہتا ہے؟ کیا وہ کمریٹن ہے؟ اور کے جی بی کے جنرل سے آخر اُس کا کیا واسطہ؟ پہلے میں نے سوچا شاید وہ کوئی پادری ہے، مگر پادری تو ایسے نہیں ہوتے۔۔۔ اور کوٹ کے نیچے جیکٹ اور جینز والے، اپنی چال ڈھال اور لباس سے وہ روسی کے بجائے کوئی امریکی اداکار دکھائی دیتا تھا اور پھر میں نے دیکھا اس نے دو لگا کار میں آنا چھوڑ دیا ہے۔ اب اس کے پاس ایک شاندار جرمن رسیڈنٹ کار تھی۔

”جرمن رسیڈنٹ کار اور وہ بھی سنہرے رنگ کی؟“ میں نے پوچھا۔

عورت نے اثبات میں گردن ہلائی، ”جی ہاں۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ مجھے فوب یاد ہے ۴ جنوری کے دن ہم نے کشا لوسٹرٹ کے ایک اپارٹمنٹ میں نقب لگانے کا منصوبہ بنایا تھا اور اس تیارخ سے ایک دن پہلے یعنی ۳ جنوری کو میں نے اس امریکی اداکار کو جنرل زیروی گن کے اپارٹمنٹ میں آتے دیکھا۔ وہ اُس دن دو لگا کار میں جرمن رسیڈنٹ میں سوار ہو کر آیا تھا اور میں اس شخص کا شان و شکوہ دیکھ کر دم بخود رہ گئی تھی۔ بے اختیار میں سوچا کہ اس بیٹھچر سے انجینئر کی داشتہ بننے کے بجائے اگر میں اس شخص سے تعلقات پیدا کروں تو زندگی کس قدر خوشگوار ہو سکتی ہے؟ مگر پھر اس احساس سے میں نے یہ خیال دل سے نکال دیا کہ اُسے ایک سے ایک بڑھ کر تین جمیل عورتوں کی رفاقت حاصل ہے، وہ میری طرف کیوں آنے لگیں یہ مجھے دیکھ چکی تھی کہ جب بھی وہ جنرل کے اپارٹمنٹ میں آتا اس کے ساتھ گاڑی میں دو نئی عورتیں ہوتیں اور پھر رات گئے تک یہ لوگ خوب دھماچوڑی مچاتے۔۔۔

سات بجے کے قریب اپارٹمنٹ میں صفائی کرنے والی عورت آتی۔ وہ جلد جلد ناز کی خالی بوتلیں اور سبکدوش کے پیکیٹ جمع کر کے ایک طرف رکھتی، جھاڑن سے میزیں اور کرسیاں پونچھتی، ہر فرنگ میں کھانے پینے کی چیزیں رکھتی اور چلی جاتی۔ اُس کے چلے جانے کے بعد سارا دن کوئی اور فرد اس اپارٹمنٹ میں نظر نہ آتا۔ نقب زنی کے لیے یہ بہترین وقت تھا لیکن ہم نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ہم اس اپارٹمنٹ کا رخ بھی نہ کریں گے۔

میجر اکیپوین نے بات کاٹنے ہوئے پوچھا: اب مہربانی کر کے یہ بناؤ کہ جنرل زیروی گن کے اپارٹمنٹ میں جو لوگ آتے تھے، وہ کیسے تھے؟ یعنی کس طبقے سے ان کا تعلق تھا؟

”نہیں اس بارے میں زیادہ نہیں جانتی مجھے ان کے ناموں کا بھی علم نہیں، البتہ شکلیں پہچان سکتی ہوں اور آپ چاہیں تو ان کے چلے سُن سکتے ہیں یہ دراصل سب کے سب مرد اور عورتیں ایسے ہی تھے جیسے ہوٹل نیشنل اور میٹروپول میں آپ کو نظر آتے ہیں۔ زیروی گن کے ہاں باقاعدہ آنے والوں میں ایک موٹا آدمی نمایاں تھا۔ اُس کی صورت سے میں نے اندازہ کیا کہ وہ جارجیا کا رہنے والا ہے۔ اس کی مونچھیں خالص گھنی تھیں۔ ایسی مونچھیں جارجیا کے لوگ ہی رکھتا کرتے ہیں۔ وہ کسی قدر گہنی بھی تھا عمر پچاس پچپن کے لگ بھگ ہوگی۔ وہ آتے ہی شراب پر نندیدوں کی طرح گرتا، اور رات گئے تک پیٹے ہی جاتا۔ اس کے ایک ہاتھ میں جام ہوتا اور دوسرے میں سگار۔ زیروی گن سے اُس کی بڑی بے لطفی تھی۔ دونوں کسی بات پر قہقہے لگاتے اور ایک دوسرے کی ہتھیلی پر زور زور سے ہاتھ مارتے۔

اس شخص کے بعد ایک بھاری بدن والا شخص وہاں آتا۔ کبھی خوب صورت ہوا تاہم اب بھی وہ خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔ اس کے بال سیاہ تھے۔ شاید وہ انہیں رنگتا تھا۔ اُس کا قد بھی لمبا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق وہ کوئی چسپی تھا کیونکہ چسپی مرد ہی ایسے لحیم ضخیم اور لمبے قد کے ہوتے ہیں۔ وہ اپنی شاندار دو لگا کار میں آتا۔ اعلیٰ

”اور پھر میں نے انتہائی حیرت سے دیکھا کہ اُس امریکی اداکار کے تعلقاً اس بلڈنگ کے ایک اور پارٹمنٹ میں رہنے والی معروف روسی اداکارہ ایروولڈ انیز کو سے بھی قائم ہیں۔ ایروولڈ اپنے پارٹمنٹ میں تنہا رہتی تھی۔ اگرچہ اس کا حسن و جمال ڈھل چکا تھا تاہم پرانی شہرت کے سہارے مسلسل فلموں میں آ رہی تھی اور بے حد کامیاب تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ اس کے پاس بھی بے انتہا دولت ہے۔ مگر اس کے ہاں نقب لگانے میں ایک رکاوٹ حائل تھی اور وہ اس اداکارہ کا پالتو کتا تھا۔ سیاہ رنگ کا نہایت خوفناک کتا جس کا قد گدھے سے ذرا چھوٹا تھا۔ جب وہ جبراً کھول کر دانت دکھاتا تو میرے بدن میں تھر تھری سی چھوٹ جاتی۔ پارٹمنٹ سے باہر جاتے وقت وہ اس خونخوار کتے کو وہیں بند کر جاتی تھی۔ زلیوی گن کے ہاں جب صبح تین چار بجے جوئے اور شراب کی محفل اختتام کو پہنچتی تب یہ امریکی اداکار کہیں اور جانے کے بجائے اسی بلڈنگ کے گیارہویں فلور پر اداکارہ ایروولڈ کے پارٹمنٹ کا رخ کرتا اور وہاں دوپہر ایک بجے تک سویرا اور پھر ایک دن رات کو جب جنرل کے پارٹمنٹ میں خوب روتی تھی، حمان جوئے اور شراب میں غرق تھے اور یہ امریکی اداکار بھی قہقہے لگا رہا تھا کہ اچانک وہاں ایک عورت آگئی۔ اُس نے اتنے ہی شراب کی بوتلیں اٹھا اٹھا کر اس اداکار کی طرف پھینکی شروع کر دیں اور اس قدر غل غبار کیا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ اُس روز رات کی ڈیوٹی پڑتا تھا اور میں اس کے پارٹمنٹ میں اکیلے تھی۔ میں نے فوراً دو دروازے آنکھوں سے لگائی اور یہ تماشا دیکھا۔ اندازہ ہوا کہ ہنگامہ کرنے والی عورت اس اداکار کی بیوی ہے۔ جنرل اُس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر اچانک اُس عورت نے ایک بوتل اٹھائی اور جنرل پر کھینچ ماری۔ اگر وہ فوراً پرے نہ ہوتا تو لازماً اس کا سر پھٹ جاتا۔ مجھے اس عورت کی دلیری پر بڑا تعجب ہوا کہ اُس نے کے جی بی کے جنرل تک کی پروا نہیں کی اس عورت کا چہرہ میری دور بین کی دائرہ میں نہیں آ رہا تھا اور میں اس کی صورت دیکھنے کے لیے بے چین تھی اور پھر جب

میں نے اس کا چہرہ اچھی طرح دیکھا تب میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کیا آپ لوگ اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ عورت کون تھی؟“  
 ”ہم تینوں محققوں کی طرح ایک بار پھر اس ذہین اور چالاک عورت کا منہ کھلنے لگے۔“  
 ”اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس عورت کو اچھی طرح جانتی پہچانتی ہو؟“  
 ”ہاں۔۔۔ میں بھی اُسے جانتی ہوں اور شاید آپ لوگ اُسے مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔“ ایلو نور نے کہا، پھر وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی اور ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے آہستہ سے بولی۔  
 ”وہ سوویت یونین کے پریذیڈنٹ لیونڈ برزنیف کی بیٹی گالیاز برزنیف تھی۔“  
 ”میں اپنے بارے میں تو اس موقع پر کچھ نہیں کہہ سکتا کہ ایلو نور کے اس انکشاف پر میرے اعصاب نے کیا اثر قبول کیا، البتہ میجر اکیویان اور اس کے نائب میجر لوگوروف کی حالت قابل دید ضرور تھی۔ شاید انہیں اس انکشاف پر یقین ہی نہیں آ رہا تھا، اکیویان نے، حسبِ عادت، میز پر گھونسہ مارتے ہوئے کہا: ”بالکل بکو اس... قطعی غلط... وہ کوئی اور فاحشہ عورت ہوگی... گالیاز برزنیف کی صورت سے ملتی جلتی کوئی اور عورت... تمہیں دھوکہ ہوا ہے... گالیاز برزنیف کو میں خوب جانتا ہوں۔ ایسی سوسائٹی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔“  
 ایلو نور اجواب میں صرف مسکراتی رہی۔ پھر اس نے ہماری اجازت سے سگریٹ سلگایا اور لمبے لمبے کش لگانے لگی۔  
 ”پھر سوچ لو کیا تم گالیاز برزنیف کو اچھی طرح پہچانتی ہو؟ میں نے دوبارہ پوچھا۔“  
 ”شاید تمہیں احساس نہیں کہ برزنیف کی بیٹی کا ایسے نازک معاملات میں ذکر آنا کس قدر مصائب کا باعث بن سکتا ہے۔“  
 ایلو نور نے گہرا سانس لے کر سگریٹ کی راکھ ایش ٹرے میں جھاڑی اور تسکھی نظروں سے میجر اکیویان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی: ”گویا آپ کا خیال ہے

ہمیشہ نیلے رنگ کی چھوٹی سی لاڈلا کار میں آیا کرتی۔ کبھی کبھار اس کے ہاتھ میں بریف کیس بھی ہوتا جس سے دیکھنے والے پر یہ تاثر قائم ہوتا کہ وہ کہیں ملازمت کرتی ہے اور اب کام ختم کر کے واپس آئی ہے مجھے یاد پڑتا ہے کہ وہ سب سے پہلے وہاں آنے والوں میں سے تھی۔ آتے ہی کچن میں گھس جاتی اور ایک بڑی سی کیتھی میں قہو یا چائے بنا کر لاتی۔ یہ مشروب وہ خود پیتی اور اپنے ساتھ آنے والی عورتوں کو بھی پلاتی۔ میں نے اُسے شراب سے شغل کرتے نہیں دیکھا جب کہ دوسری عورتیں شراب خوب پیتی تھیں۔ بعض اوقات یہ بھی ہوتا کہ وہ اداکار اور یہ عورت ساتھ ساتھ جنرل کے اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے۔ ان دونوں کے پاس اپارٹمنٹ کے بڑے دروازے کی کنجیاں موجود تھیں۔ یہ کنجیاں انہیں جنرل نے خود فراہم کی ہونگی۔ یہ دونوں، مزید ہمانوں یا جنرل کے آنے سے قبل تاش کی ایک دو بازیاں لگا لیا کرتے تھے۔ یہاں ایک بات بتانا میں بھول گئی کہ سرخ بالوں والی یہ عورت جنرل کے اپارٹمنٹ میں آتی تو اکیلی، مگر جب سارے ہمان آجاتے، تب وہ اپارٹمنٹ سے باہر نکل کر اپنی کار میں سوار ہوتی اور جانے کہاں جاتی۔ اور ٹھیک آدھ یا یون گھنٹے بعد جب واپس آتی تو اس کی کار میں تین یا چار عورتیں بھی نکلتیں جو آپس میں ہنسنی بولتی، جنرل کے اپارٹمنٹ کا رخ کرتیں، ادویوں ایک نئی ہنگامہ خیز رات کا آغاز ہو جاتا کبھی کبھی جب وہ لوگ کھڑکیوں کے پردے کھینچنا بھول جاتے، تب میں اپنی دور بین کے ذریعے سب کچھ گھنٹوں دیکھا کرتی۔ بعض اوقات ان کی حرکتیں اس قدر عجیب ہوتیں کہ خود مجھے شرم آنے لگتی تھی۔

میجر آکپو بیان: تم نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ ۱۴ جنوری بروز جمعرات ہمارا گروہ نے یہودی پروفیسر زری پُر سکائی کے اپارٹمنٹ میں نقب لگائی تھی لیکن پروفیسر نے چوری کی رپورٹ ملیطیا کے دفتر میں ۸ جنوری کو درج کرائی۔ اگر ہم ہمارا بیان درست مان لیں تو سوال یہ ہے کہ پروفیسر اور اس کی بیوی نے رپورٹ کی اتنی تاخیر کس لیے کی۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ یہ چوری سترے تاریخ کو ہوئی!

کہ کامریڈ برزنیف کی بیٹی جوئے اور شراب کی محفلوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی اور نہ اس کے مراسم ناپسندیدہ لوگوں سے ہیں۔۔۔ یہ تو ہم جیسی عورتیں ہیں جو اس قسم کے دھندلوں میں ابھی رہتی ہیں۔۔۔ اپنے جتنے کے افراد کی بیویاں یا بیٹیاں ایسی حرکتیں نہیں کیا کرتیں۔ کامریڈ، اگر آپ کا یہ خیال ہے تو معاف کیجئے وہ انتہائی اہم ہے۔۔۔ ان کے بارے میں کچھ جاننے کا شوق ہے تو مجھ سے پوچھئے۔۔۔ میں سب کو جانتی ہوں اور ہر حرکت سے اچھی طرح واقف ہوں، اگر آپ یقین کرتے ہوئے ڈرتے ہیں تو مت کیجئے، لیکن میں یہ کہہ بغیر نہیں رہ سکتی کہ وہ عورت جسے میں نے بروز بدھ بتاریخ ۱۳ جنوری ۱۹۸۲ء نصف شب کے بعد نمبر سولہ اے کے کٹاوسٹر میں جنرل زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں ہنگامہ کرتے اور شراب کی بوتلیں توڑتے دیکھا، وہ گالیاں برزنیف کے سوا اور کوئی نہ تھی۔

”ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہتی ہو۔“ میں نے کہا۔ ”وہ شاید گالیاں برزنیف ہی ہونگی۔۔۔ اچھا ایک بات بتاؤ۔۔۔ وہ شخص جسے تم بار بار امریکی اداکار کہہ رہی ہو، کیا زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں گانے بجانے کا شغل بھی کرتا تھا؟“

ایلو نورا کی آنکھوں میں اس بات سے ایک دم چمک آگئی جیسے اُسے کوئی مہجوری ہوئی شے چانک یاد آئی ہو۔

”ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ میں یہ بتانا تو بھول ہی گئی کہ جب وہ اپنی شاندار کاسے نکلتا تو گٹا ضرور اُس کے ہاتھ میں ہوتی۔۔۔ تاہم میں نے اُسے گاتے ہوئے نہیں دیکھا اس سے پہلے تم تو ایک ایسی عورت کا ذکر بھی کر چکی ہو جو زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں فاحشہ عورتوں کو لایا کرتی تھی۔۔۔ کیا ہمیں اُس عورت کے حلیے سے آگاہ کر سکتی ہو؟“

ایلو نورا نے آخری کش لے کر سگریٹ کا ٹکڑا ایش ٹرے میں بچھایا اور سنجیدگی سے کہا: ”وہ عورت اس وقت بھی میری نگاہوں کے سامنے ہے۔۔۔ لمبی، ڈبلی، پتی، سرخ بال۔۔۔ ڈاٹی کیے ہوئے۔ عمر پینتیس اور چالیس کے درمیان۔“

نی احتیاط برتی کہ سگرٹوں کی راکھ میز پر پڑی ہوئی خوبصورت الیش ٹرے میں  
میں جھاڑی، بلکہ ماچس کے کس میں جھاڑتے رہے۔  
یہ بتاؤ کیا تم نے زیوی گن والے اپارٹمنٹ کے ہال دے میں کوئی غالیچہ بھی  
بی بچھا ہوا دیکھا؟ میں نے پوچھا۔

ایلو نورانے اثبات میں گردن ہلائی: ”آپ ایک غالیچے کی بات کرتے ہیں،  
ہاں تو اپارٹمنٹ کے ہر کمرے میں اتنے قیمتی قالین پچھے تھے جو کم از کم میں نے کہیں  
نہیں دیکھے۔۔۔ اُن پر پاؤں رکھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا جیسے ہم محل کے فرش پر  
ل رہے ہیں۔ ٹخنوں ٹخنوں جوتے ان قالینوں میں دھنس جاتے تھے۔“  
”ہال دے میں بچھا ہوا غالیچہ تم نے دیکھا؟ کیا بتا سکتی ہو وہ کیسا تھا؟“

ایلو نورانے چند ثانیہ گردن اٹھا کر چھت کی دیکھتی رہی جیسے غالیچے کی شبابہت  
ہن میں تازہ کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے  
ہوئے، آہستہ آہستہ کہنے لگی: ”ہاں۔۔۔ اب مجھے یاد آتا ہے۔۔۔ ہال دے میں  
بڑا ہوا ایرانی غالیچہ بہت اچھا تھا۔۔۔ بیچ میں اُس کا رنگ گہرا زرد تھا اور حاشیے  
پر سبز بچی تھی۔۔۔ اگر آپ لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ جنرل کے اپارٹمنٹ سے وہ ایرانی  
غالیچہ ہم لوگوں نے اٹھایا تو یہ الزام قطعی غلط ہے۔۔۔ ہم نے اُسے چھپڑا بھی  
نہیں، اٹھانا نودور کی بات ہے۔“

میجر اکیپویان: اچھا اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ بہت با اصول اور ایماندار  
لوگ ہو تم۔۔۔ یہ بتاؤ اور کس کس اپارٹمنٹ میں گئے۔

ایلو نورانے گیارہویں منزل کے اپارٹمنٹ میں ایک اداکارہ رہتی ہے۔۔۔ اس کا نام  
آپ نے شاید سنا ہوگا۔۔۔ انزولڈانیزہ غالباً پہلے بھی اس کا ذکر کر چکی ہوں۔ یہ  
عورت اپنے اپارٹمنٹ میں اکیلی ن سیتی تھی۔ نہیں۔۔۔ اکیلی نہیں، سیاہ رنگ کا انتہائی  
غنائک شکل والا ایک خوشخوار کتا بھی وہاں رہتا تھا۔ جب بھی وہ اپارٹمنٹ سے  
باہر جاتی مکتے کو حفاظت کے لیے چھوڑ جاتی۔۔۔ میرا احساس تھا کہ اس کے اپارٹمنٹ

ایلو نورانے مسکرائی: ”مجھے خوب یاد ہے کہ ہم ۴ جنوری کی شب ہی کو اُن کے  
فلٹ میں داخل ہوئے تھے۔ قصہ یہ تھا کہ جب ہم اس فلٹ میں گئے تو وہاں بزنس  
کی بیوی کے کئی بیش قیمت فرکوٹ نظر آئے۔ بورس نے حسبِ عادت اُن کو ٹوں  
پر لپٹائی نگاہ ڈالی اور تمام کوٹ سمیٹ کر کٹھڑی میں باندھے۔ میں نے اُسے منع کیا  
کہ ایک آدھ کوٹ اٹھا لو، سب نہ لو کہ وہ عورت ہنگامہ کر ڈلے گی۔ لیکن بورس  
نے میری بات نہ سنی، حالانکہ اُن کو ٹوں کے علاوہ بھی وہاں بہت سی قیمتی چیزیں موجود  
تھیں جو ذرا سی تلاش سے ہمارے ہاتھ لگ جاتیں، مگر بورس کا خیال تھا کہ یہ فرکوٹ  
بہت اچھی قیمت پر نکل جائیں گے۔۔۔ نتیجہ وہی نکلا جس کا مجھے ڈر تھا۔ عورت نے نفل  
مچا دیا اور اپنے شوہر کے روکنے کے باوجود ملیٹیا میں چوری کی رپورٹ درج کرا دی  
اور یہ جھوٹ لکھوایا کہ چوری ۷ جنوری کو ہوئی ہے۔۔۔ اب بھی میری رائے یہ ہے  
کہ ہم وہاں سے صرف ایک کوٹ چلاتے تو وہ بھی ملیٹیا کو اطلاع نہ کرتی۔“

میجر لوگوروف: یہودی پروفیسر کے اپارٹمنٹ میں نقب زنی کے علاوہ  
تم لوگوں نے اس بلڈنگ کے کس کس اپارٹمنٹس میں چوری کی؟  
ایلو نورانے جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، ہم اس بلڈنگ کے صرف چار اپارٹمنٹس  
میں داخل ہوئے تھے۔ ان میں جنرل زیوی گن اور کیوسگیس کی بیٹی کا اپارٹمنٹ بھی  
شامل ہیں۔ لیکن ان دونوں جگہوں پر محض میرا تحسس لے گیا تھا۔ وہاں سے  
کچھ اٹھانے یا چرکنے کا ارادہ ہرگز نہ تھا۔ یہ بات میں آپ لوگوں کو بیچ سچ بتا رہی  
ہوں۔ آئینہائی کیوسگیس ہمارے ملک کے قابل احترام وزیر اعظم رہے تھے اور میں اُن  
کی بیٹی کے گھر میں چوری کرنا پسند نہیں کرتی تھی۔ وہ اپارٹمنٹ اندر سے بہت وسیع  
اور خوبصورت تھا اور میں اُسے محض قریب سے دیکھتا جا رہی تھی۔

میجر اکیپویان: جنرل کے اپارٹمنٹ میں تم نے کیا دیکھا اور وہاں کیا کرتے رہے؟  
ایلو نورانے کہنا کیا تھا: ہم تو وہاں سچا ہوا اعلیٰ درجے کا فرنیچر دیکھ کر ہی حیران  
گئے۔۔۔ ڈائمنگ ٹیبل کی کرسیوں پر بلڈنگ کے ہم نے ایک ایک سگرٹ پیا اور

میں بھی بہت سی قیمتی چیزیں ہوں گی۔ لیکن کتنے کے خوف سے وہاں داخل ہونے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ جنوری کو میں نے اداکارہ ایروڈ انیٹر کو اپنے اپارٹمنٹ سے باہر آتے دیکھا اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس کا پالتو خنوار کتنا بھی اُس کے ہمراہ تھا، نیچے، سڑک پر ایک بڑی سی دین کھڑی تھی جس پر سفید جلی حروف میں لکھا تھا: "فلم سٹوڈیوز۔۔۔" اداکارہ نے اپنے دونوں سوٹ کیس اس دین میں رکھے اور کتے کو بھی سوار کرایا۔۔۔ ہم نے ایک دو روز اس کی واپسی کا انتظار کیا اور جب واپس نہ آئی تب سمجھ لیا گیا کہ وہ لکی شوٹنگ پر جا چکی ہے اور ہو سکتا ہے ہفتہ دن دن تک واپس نہ آئے، اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے اپارٹمنٹ میں داخل ہو جانا چاہیے۔۔۔ وہ ۱۳ اور ۱۴ جنوری کی درمیانی شب تھی جب ہم اس اداکارہ کے اپارٹمنٹ میں گئے۔ یہ دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی کہ وہاں معمولی اشیاء کے سوا کوئی کام کی چیز نہیں تھی۔۔۔ بورس نے اداکارہ کو سٹریٹری گالیاں دیں اور مجھے بھی بُرا بھلا کہا کہ خواہ مخواہ وقت برباد کیا۔۔۔ اپارٹمنٹ کی تلاشی لیتے ہوئے، ہم لوگ باتھ روم میں بھی گئے اور وہاں شلیف پر رکھی ہوئی سونے کی ایک انگوٹھی نظر آئی۔

"سونے کی انگوٹھی، اور وہ بھی باتھ روم کے شلیف پر؟" میں نے کہا۔  
"جی ہاں۔۔۔ وہ بڑی سی انگوٹھی تھی۔۔۔۔۔ اداکارہ اپنے زیور اور جواہر وغیرہ سب ساتھ لے گئی تھی۔"

میرے گھر میں ہے۔ میں نے اُسے بورس کی نگاہ بچا کر اٹھایا تھا اور اس کے بارے میں اُسے کچھ بتایا بھی نہیں۔۔۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے چوری کی کوئی چیز اُس سے چھپا کر اپنے پاس ہی رکھی ورنہ ہمارے مابین بیٹے تھا کہ جو کچھ نہیں سے سرقہ کیا جائے گا، وہ سب کا مشترک ہو گا۔"

میرے گھر میں ہے۔ میں نے اُسے بورس کی نگاہ بچا کر اٹھایا تھا اور اس کے بارے میں اُسے کچھ بتایا بھی نہیں۔۔۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے چوری کی کوئی چیز اُس سے چھپا کر اپنے پاس ہی رکھی ورنہ ہمارے مابین بیٹے تھا کہ جو کچھ نہیں سے سرقہ کیا جائے گا، وہ سب کا مشترک ہو گا۔"

"اچھا خیر چھوڑو اس معاملے کو یہ بتاؤ کہ ۴ جنوری کی شب تم لوگ اس ٹنگ کے اور کس اپارٹمنٹ میں گئے؟"

"نویں فلور پر اپارٹمنٹ نمبر چالیس پر بھی ہماری کئی دنوں سے نگاہ تھی۔۔۔ اس ماسٹری آف فارن ٹریڈ سے تعلق رکھنے والا ایک اعلیٰ عہدیدار رہتا تھا۔۔۔ ہمیں معلوم ہوا تھا کہ اس نے بے اندازہ غیر ملکی دولت جمع کر رکھی ہے عجب ناق تھا کہ اس شب وہ اپنے اپارٹمنٹ میں موجود نہ تھا۔ آپ یہ سن کر حیران رہ گئے کہ وہ بھی جنرل زیوی گن کی طرح اس جگہ تنہا ہی رہتا اور اکثر و بیشتر اس اپارٹمنٹ میں بڑے بڑے لوگ خرمستیوں کے لیے جمع ہوتے تھے۔ عورتیں

"بہت خوب۔۔۔ اور صرف ایک انگوٹھی تمہارے لیے چھوڑ گئی؟"

"وہ انگوٹھی اداکارہ کی نہیں تھی۔" ایلونورا نے کہا۔ "یہ اس امریکی مرد کی ملکیت تھی۔ جنرل زیوی گن کے فلیٹ میں آتا جاتا تھا۔۔۔ میں نے بار بار اپنی طاقتور دوربین کے ذریعے یہ اور ایسی کئی انگوٹھیاں اس کی انگلیوں میں دیکھی تھیں یہ بات میں پہلے بھی بتا چکی ہوں کہ رات تین چار بجے کے لگ بھگ جنرل زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں دھماچو کڑی ختم ہوتی اور جنرل وہاں سے چلا جاتا۔ تب یہ امریکی، اداکارہ ایروڈ

اس ارادے کے ساتھ کیمپ جیل سے فرار ہوا تھا کہ وہ اپنے باپ کے قاتل کو جب تک ٹھکانے لگا نہیں دے گا، چین سے نہیں بیٹھے گا۔ کیمپ جیل کے کئی آدمیوں نے خود اپنے کانوں سے کورچاگن کو اس قسم کا ذکر کرتے سنا تھا ایم ڈی بیٹی جنس کے کرنل اولنیک اس مفروضہ مجرم کے تعاقب میں روانہ ہو چکے ہیں۔

”اس وقت کرنل اولنیک کہاں ہیں؟“ میں نے پوچھا۔

”دوسٹر اکوف کے علاقے میں۔۔۔ کورچاگن کو اس طرف جاتے دیکھا گیا ہے۔ اور تھوڑی دیر بعد میں خود بھی اپنی ٹیم کے ساتھ کرنل اولنیک کی مدد کے لیے وہیں جا رہا ہوں۔۔۔ اس دوران آپ بلینسکی سٹریٹ میں واقع ماسکو بلیٹیا میڈ کوآرٹرس سے رابطہ قائم کر لیجئے۔ جنرل وولکوف بھی وہاں موجود ہیں اور خود اس آپریشن کی نگرانی کے فرائض سرانجام دیں گے۔“

”شکریہ، کرنل گلگیز ونوف۔۔۔ میں نے پیغام وصول کر لیا ہے، اور اگر آپ پندرہ منٹ میرا انتظار کر لیں تو اچھا رہے گا۔“

ایلو فوراً کی باتیں بلاشبہ اہم بھی تھیں اور بے حد دلچسپ بھی لیکن کورچاگن کو پکڑنا سب سے زیادہ ضروری تھا۔ اس کی گرفتاری سے جنرل زیوی گن کے قتل یا خودکشی کا مقابلہ کرنے میں بڑی مدد ملتی، اور اگر کورچاگن ہی جنرل کا اصل قاتل تھا تب تو یہ معاملہ ختم ہی ہو جاتا۔ لہذا میں نے میجر اکوبیان اور میجر لوگوروف سے کہا کہ فی الحال مادام ایلو فوراً کو نہایت آرام اور حفاظت سے قریبی میڈیا اسٹیشن میں رکھا جائے۔ پھر کسی دوسرے وقت اس خاتون سے گپ شپ کریں گے۔

میں نے ریسٹ وائچ پزنگاہ ڈالی۔ ایک بج کر پانچ منٹ ہوئے تھے۔ ایک ایک لمحہ بے حسی تھی۔ مجھے احساس ہوا کہ اگر کرنل اولنیک نے کورچاگن کو پکڑ لیا اور ایک بار وہ لوگ ایم وی ڈی انٹیلی جنس سیکشن میں لے گئے تو پھر کورچاگن میرے کسی کام کا نہ رہے گا۔ وہ اس سے بہر حال اقبال حرم، کرالین گے اور وہ کہہ دے گا کہ جنرل زیوی گن کو اس نے موت کے گھاٹ اتارا ہے۔

جن افراد کے ساتھ وہاں آئیں، وہ بھی غیر معمولی افراد تھے۔ بعض اوقات سرکاری گاڑیوں میں بھی چلے آتے اور رات رات بھر ان کی گاڑیاں، اپنے، ڈرائیوروں سمیت فٹ پاتھ پتھاروں میں کھڑی رہتیں۔ کشاٹوسٹریٹ میں رہنے والے سینکڑوں لوگ دن رات اس قسم کے تماشے دیکھتے مگر ان میں ان غیر اخلاقی مشاغل کے خلاف زبان کھولنے کی جرأت نہ تھی۔ سرکاری افسروں اور اعلیٰ عہدیداروں کی اتنی دہشت لوگوں پر بیٹھی ہوئی ہے کہ بیان سے باہر۔ اس شب جب ہم اس عہدے دار کے اپارٹمنٹ میں داخل ہوئے تو حیرت سے ہماری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہاں توقع سے کہیں زیادہ مال و متاع نظر آیا اور ایک سے ایک قیمتی چیز کھلی پڑی تھی۔ میجر اکوبیان: یہ بتاؤ تم نے وہاں سے کیا کیا چیزیں اٹھا لیں؟

ایلو فوراً: سچ سچ بتاؤں؟ نہیں ہزار امریکن اور بیس ہزار کیینیڈین ڈالر۔۔۔ اس کے علاوہ سونے کے ہمنے سے زیور اور میرے وغیرہ جن کی مالیت کا ہمیں کوئی اندازہ نہ تھا۔ بس لاکھوں میں سمجھتے۔۔۔ جتنا کچھ ہم نے اپنے کوٹوں کی جیبوں اور تھیلوں میں بھر لیا تھا، وہی خاصا دزدنی تھا۔ طے پایا کہ دوبارہ پھر بھی ادھر آئیں گے اور پہلے پھیرے میں جو چیزیں نہیں لے جاسکے وہ دوسرے پھیرے میں سمیٹ لی جائیں گی۔ ہمیں یہ بھی یقین تھا کہ اس چوری کی رپورٹ کہیں درج نہیں کرائی جائے گی۔

”سرخ ٹیلی فون کی گھنٹی دفعۃً جلا اٹھی۔ میں نے ریسپور کان سے لگا لیا۔ ہیلو۔۔۔ کیا آپ کامریڈ شمرایوف ہیں؟ ایک مردانہ مگر نامانوس آواز میرے کان میں آئی میں نے بتایا کہ وہ صحیح آدمی سے مخاطب ہے۔

”کامریڈ! میرا نام کرنل وی گلگیز ونوف ہے اور میں ماسکو ریجن میڈیا میڈ کوآرڈ میں ڈیوٹی آفیسر ہوں۔ براہ کرم ایک اہم رپورٹ وصول کر لیجئے۔ ابھی ابھی اطلاع آئی ہے کہ ایک شخص۔۔۔ ورونکوف عرف کورچاگن جو کیمپ جیل سے مفروضہ ہے اس کے باپ کو ۱۹۴۳ء میں جنرل زیوی گن نے گولی مار کر ختم کر دیا اور شخص کو چھ

میں نے دیکھا کہ جنرل وولکوف کی دبی ہوئی دائیں آنکھ بھی اس ایک جملے سے پوری طرح کھل گئی اور وہ آرام کر سی پر سیدھا ہو گیا۔ اُس کے ہونٹوں پر نمایاں ہونے والی طنزیہ مسکراہٹ جیسے اپنی موت آپ مر گئی۔ آپریٹنگ کنٹرولرز کا ڈاکٹر ٹیلی ویژن سکرینز اور اس نوع کے دوسرے آلات کے درمیان گھبراہٹا جنرل وولکوف ایک ڈائریکٹر سے زیادہ کچھ اور نظر نہیں آتا تھا۔ دیوار پر ماسکوریٹ کا ایک الیکٹرونک نقشہ بنا ہوا تھا جس پر بے شمار رنگ برنگے، نتھتے مٹے بلب بار بار جل بجھ رہے تھے۔ ریڈیو انٹرکام بہت مصروفیت ظاہر کر رہا تھا۔ قسمت کا حال بتانے والی چھپی عورت ماریوسا یاشوونکو کے بارے میں ہر اک اور ہر لمحہ وہ لوگ ریوٹیں ارسال کر رہے تھے جنہیں اس عورت کی نگرانی کے فرائض سونپے گئے تھے۔ بتایا جا رہا تھا کہ کون کون افراد اس عورت سے ملنے آچکے ہیں۔ اتنے میں ریڈیو انٹرکام پر ایک ایسی آواز آئی جسے میں بخوبی جانتا پہچانتا تھا۔ یہ آواز ضلعی سی آئی ڈی چیف کرنل یاکی مایان کی تھی۔ وہ اپنے مخصوص کاکیشن لہجے میں زور زور سے بول رہا تھا :

جناب ! کرنل یاکی مایان حاضر ہے ۔۔۔ ابھی چند منٹ پہلے ماریوسا یاکی کے مکان میں ایک مریض کو لایا گیا ہے۔ اس کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ وہ فالج زدہ ہے۔۔۔ ماریوسا یاکی مریض کا علاج کرے گی۔۔۔ کیا ہم اس کی بھی نگرانی کریں ؟

جنرل وولکوف نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر مانکر و فون میں کہا : ”ہاں ہاں ۔۔۔ اُس کی ضرورت نگرانی کرو۔۔۔ خود دیکھو کہ واقعی وہ مریض ہے یا نہیں ۔۔۔ اور ہاں ۔۔۔ اُس عورت سے پوچھو کہ وہ پاگل پن کا علاج بھی کر سکتی ہے۔“

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کرنل یاکی مایان کی آواز دوبارہ ریڈیو انٹرکام کے سپیکر پر گونجی : ”جنرل وولکوف ! کیا میں آپ سے مخاطب ہوں ؟

”ہاں ۔۔۔ میں وولکوف بول رہا ہوں ۔۔۔ کہو کیا کتنا چاہتے ہو ؟“

”کچھ نہیں جنرل ۔۔۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ پاگل کون ہے جس کا علاج آپ اس عورت سے کرانا چاہتے ہیں۔ کہیں آپ خود تو کوئی تکلیف محسوس نہیں

جب میں ٹھیک دس منٹ بعد ماسکو بیلیٹیا میڈیکو لارٹر کے کنٹرول روم میں داخل ہوا تو یوں لگا جیسے ٹی وی اسٹیشن کے کسی بڑے سٹوڈیو میں اگیماں اور کسی بھی لمحے ڈرلے کی عکس بندی شروع ہو سکتی ہے۔ مین کنٹرول ڈیسک پر ڈیوٹی آفیسر کرنل ولاڈی میرگلیرز نوٹ نہایت تمکنت سے بیٹھا تھا۔ اس نے ننھوڑی دیر پہلے مجھے فون کیا تھا۔ اس کے قریب ہی ایک شاندار آرام کر سی میں سی آئی ڈی کا انسٹیل چیف لیفٹیننٹ جنرل انتولے وولکوف یوں دھنسا ہوا تھا جیسے پینک پر آیا ہو۔ کرنل گلیرز نوٹ عمر رسیدہ تھا جبکہ جنرل وولکوف کا سن زیادہ نہیں تھا۔ مشکل سے پینتالیس برس کا ہوگا۔۔۔ جی ہاں ۔۔۔ پینتالیس برس کی عمر میں ماسکو سی آئی ڈی کا چیف بن جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ میرے قدموں کی آہٹ پا کر وولکوف نے اپنی دائیں آنکھ بدستور بند رکھی اور بائیں آنکھ نصف کھول کر میرا جائزہ لیا۔ اس نے کوشش کی کہ اس کے ہونٹوں پر جو خفیت سی طنزیہ مسکراہٹ ابھر رہی ہے، وہ زیادہ نمایاں نہ ہونے پائے لیکن وہ اس کوشش میں ناکام رہا۔ یہ مسکراہٹ اتنی واضح تھی کہ غالباً میرے علاوہ کنٹرول روم میں موجود کئی دوسرے لوگوں نے بھی اُسے دیکھ لیا ہوگا۔ میں نے یوں ظاہر کیا جیسے جنرل وولکوف کا وہاں سرے سے کوئی وجود ہی نہیں۔ اس طنزیہ اور زہرین بھیجی ہوئی مسکراہٹ کا اصل جواب یہ تھا کہ وولکوف کو قطعی نظر انداز کر دیا جائے۔ وولکوف کا خیال تھا کہ میں جوئی اُسے دیکھوں گا، اڑیاں بجا کر زوردار سلیوٹ کروں گا اور ادب سے پوچھوں گا۔ جناب ! میرے لیے کیا حکم ہے۔ لیکن وولکوف کے بجائے میں سیدھا کرنل گلیرز نوٹ کی طرف گیا اور اتنی اونچی آواز میں جسے کنٹرول روم میں حاضر سارا علمہ سُن سکے، یہ کہا :

”کرنل ۔۔۔ میں آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ اس کارروائی کی نگرانی کے لیے آپ نے مجھے یہاں آنے کا مشورہ دیا۔۔۔ یہ ہم آپ لوگوں کے تعاون ہی سے پایہ تکمیل تک پہنچ سکتی ہے۔“

دوستہ کو فٹ تک پہنچنے میں بارہ سے پندرہ منٹ لگیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کورچاگن کی گرفتاری میں زیادہ دیر نہیں... اس کے ساتھ ساتھ میں نے یہ بھی دیکھا کہ جنرل وولکوف کسی گہری سوچ میں گم ہے۔ شاید اس کے تخریبی ذہن میں کوئی اور منصوبہ سہاڑا ہوا تھا۔ کسی مفہور مجرم یا تامل کو پکڑنے کے لیے جس جوش و خروش کی ضرورت ہوتی ہے وہ جذبہ جنرل وولکوف میں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ دیواری نقشے پر دھیان دیے بغیر ہانگرو فون کے قریب اپنا منہ لے گیا اور اسی دم آواز میں جو میرے کانوں تک نہ پہنچ سکتی تھی، کرنل یاکی مایان کو ہدایات دینے لگا۔ یاکی مایان اس وقت دوستہ کو فٹ میں تھا اور غالباً اس تمام آپریشن کا ذیلی انچارج اُسی کو بنایا گیا تھا۔ جنرل وولکوف کی ہدایات کے جواب میں یاکی مایان نے حسبِ عادت بلند آواز سے جو کچھ کہا اس نے مجھے بے حد مضطرب کر دیا۔

”بہت بہتر جنرل... جیسا آپ نے کہا، وہی ہوگا۔ مگر یہ بھی تو بتائیے کہ شکار کو اپنے تھیلے میں بند رکھوں یا کسی کے حوالے کر دوں۔“

”شکار سے اُس کی مراد کورچاگن کے سوا اور کیا تھی؟ یہ بات آسانی سے میری کھوپڑی میں آگئی۔“

”فی الحال تم اسے اپنے تھیلے ہی میں رکھو اور خود مزے اڑاؤ...“ وولکوف نے کہا۔ اپنا شکار کوئی احمق ہی کسی کے حوالے کرتا ہے؟

یعنی یاکی مایان کو یہ حکم دیا جا رہا تھا کہ اگر وہ کورچاگن کو پکڑے تو اُسے کسی کے حوالے نہ کرے۔ میں اپنی جگہ دم بخود یہ صورتِ حال دیکھ رہا تھا۔ حالانکہ جنرل وولکوف کو خوب علم تھا کہ کورچاگن اس کا شکار نہیں، میری ضرورت ہے، مگر اُسے میری کوئی پروا نہ تھی۔ وہ اپنا کھیل الگ کھیل رہا تھا اور کن لوگوں کے اشارے پر کھیل رہا تھا، یہ حقیقت بھی مجھ سے چھپی ہوئی نہ تھی۔ کورچاگن کا میرے ہتھے چڑھ جانا کے جی بی کے موجودہ کرتادھرتا افراد کو پسند نہ تھا اور یہ عین ممکن تھا کہ وہ میرا ہاتھ اس کی گردن تک پہنچنے سے پہلے ہی کسی طرف ہی پھسل کر کے کورچاگن کو دوسری دنیا کا ٹکٹ کٹا دیتے۔

کمر رہے؟

کنٹرول روم قہقہوں سے گونجنے لگا۔ آپریٹر اور سیکینشنز بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکے۔ جنرل وولکوف کا چہرہ ایک ثانیے کے لیے مڑخ ہوا، پھر اس نے بھی قہقہہ لگایا اور ہانگرو فون میں کہا: ”ہاں، کرنل یاکی مایان... اکیلا میں ہی نہیں، ادھر سب لوگ پاگل ہو چکے ہیں۔ ذرا اس عورت ماریوسایا سے پوچھو کہ ایک پاگل کا علاج کرنے کی فیس وہ کیا لیتی ہے۔“

”جناب، یہ تو خود پاگل پر منحصر ہے۔“ کرنل یاکی مایان نے جواب دیا جیسا پاگل ویسی فیس... کیا آپ کی طبیعت کچھ ناساز ہے؟

کنٹرول روم دیواری قہقہہ بنتا جا رہا تھا۔ کرنل یاکی مایان نے ایک حملہ اور کیا

”بڑے افسروں سے فیس میں پچاس فی صد کی رعایت کرائی جاسکتی ہے... اس لیے کہ یہی لوگ آگے چل کر ماریوسایا جیسی عورتوں کی سرپرستی کرتے ہیں۔“

دفعاً انٹرکام ریڈ پر کرنل یاکی مایان کی آواز دب گئی اور اس کی جگہ دوسری آواز ابھری: ”کالیوف ہائی وے کی چیک پوسٹ سے تازہ رپورٹ حاضر ہے...“

اٹھارویں کلومیٹر پر ابھی چند سیکنڈ پہلے سفید رنگ کی دو لگا کار گزری ہے۔ اس کار کا رجسٹریشن نمبر نوٹ کیا گیا... ایم کے آئی ۱۲-۵۲ کار میں دو افراد سوار ہیں... اور یہ تیزی سے دوستہ کو فٹ کی جانب جا رہی ہے... اور۔“

کرنل گلینز ونوف جو کنٹرول ڈیسک پر بیٹھا تقریباً اونگھ رہا تھا۔ ایک جھٹکے سے یہ ہو گیا۔ اس نے ڈیسک پر لگے ہوئے بے شمار ٹینوں میں سے ایک بٹن دبایا اور اسکو کے ایکٹرانک نقشے پر کالیوف ہائی وے مڑخ بلبوں کی شکل میں جگمگانے لگی۔

”روجر... ہم نے تمہاری رپورٹ وصول کر لی۔“ گلینز ونوف نے ہانگرو فون پر کہا: ”ادور اینڈ ایل۔“

میں نے نقشے پر نگاہ ڈالی اور ذہن میں حساب کیا۔

دو لگا کی سپیڈ سٹریا اسی کلومیٹر فی گھنٹہ ہو تو اٹھارہویں کلومیٹر پوائنٹ سے اُسے

ابھی میں اس شخص سے نکلنے کی کوئی تدبیر سوچ بھی نہ پایا تھا کہ اسٹرام ریڈیو پر ایک اور آواز میرے کانوں کے لیے بالکل نئی اور نامائوس تھی، تاہم اس کے حکمانہ لب و لہجے سے اندازہ کرنا مشکل نہ تھا کہ وہ کسی ادنیٰ شخصیت کی آواز ہے۔

"کیا فضول باتیں کرتے ہو تم لوگ... ریڈیو اسٹرام اس قسم کی گپ شپ کے لیے نہیں بنایا گیا کہ کلیر زونوف! میں تم سے مخاطب ہوں... کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟" میں نے عرض کیا نا، جناب! ہیلی کا پٹر بالکل تیار ہے... صرف آپ کے حکم کی تعمیل میں بنایا گیا۔ کلیر زونوف! میں تم سے مخاطب ہوں... کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟ میں نے دیکھا کہ کلیر زونوف سخت بدحواس ہو چکا ہے۔ وہ کنٹرول ڈیسک پر یوں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا جیسے حکم دینے والا اس کی نظروں کے سامنے موجود ہو۔ جی... آپ کی آواز بخوبی سن رہا ہوں جناب! لیجئے آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا ہے اور برف باری زیادہ تیز ہو جائے گی ایسے جی! میں حاضر جناب... میں... کلیر زونوف... آپ کی آواز بخوبی سن رہا ہوں جناب! لیجئے آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا ہے اور برف باری زیادہ تیز ہو جائے گی ایسے "کیا دو لکھوت تمہارے قریب ہی موجود ہے؟" جی ہاں... جناب... جنرل دو لکھوت موجود ہیں، اور آپ کی آواز سن رہے تاکہ وہ لوگ محتاط ہو جائیں۔

میں... بہت خوب... میں یہ جاننا چاہتا ہوں کیا ٹریفک کنٹرول ہیلی کا پٹر پرواز نظر کیمرہ کلیر زونوف کے ڈیسک پر نصب ریڈیو اسٹرام پر چلی ہوئی تھیں۔ آخر کے لیے تیار ہے؟

"بالکل تیار ہے جناب!... بہت دیر سے تیار ہے۔" کلیر زونوف کی آواز میں لگی "میں نے موسم کی رپورٹ دیکھ لی ہے، کلیر زونوف! موسم تو ہمیشہ ایسا ہی رہتا ہے لہذا میں تیار ہوں، اور یہ جواب دینے کے لیے میں نے دیکھا کہ کنٹرول کلیر زونوف اور جنرل... یہ کوئی نئی بات نہیں، ہیلی کا پٹر بار بار اس سے زیادہ اہتر اور خطرناک موسم میں دو لکھوت کی نگاہیں آپس میں ٹکرائیں۔ دو لکھوت نے نگاہوں کے ذریعے کلیر زونوف کو پر جاتا رہا ہے... میرا حکم یہ ہے کہ پائلٹ کو ابھی روانہ ہو جانا چاہیے۔"

کوئی پیغام دیا۔ شاید یہ پیغام میرے بارے میں تھا۔ وہ اُسے یہ بتانا چاہتا تھا کہ کلیر زونوف اور دو لکھوت کی نظریں پھر ملیں اور دونوں نے بے بسی سے شانے شمارتے بھی کنٹرول روم میں موجود ہے اور کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالی جائے جس کا دلے۔

سے شمارتے فائدہ اٹھانے کی پوزیشن میں ہو۔ اس کے علاوہ وہ کلیر زونوف کو حکم بھی "بہت بہتر جناب... پائلٹ کو فوری طور پر آرڈر دیا جا رہا ہے۔"

دے رہا تھا کہ اس ادنیٰ شخصیت سے اس وقت ریڈیو کے ذریعے گفتگو کی جارہی تھی۔ ایک منٹ بعد دوسرا ریڈیو سگنل موصول ہوا: "سفید دولگا کار اس وقت اس شخصیت کو بھی اپنے حقیقی الفاظ میں آگاہ کر دیا جائے کہ شمارتے کنٹرول روم کی طرف سے اسے اور چند لمحوں کے اندر اندر یہ اس سٹور پر ہے حاضر ہے اور یہ تمام باتیں سن رہا ہے... لیکن کلیر زونوف کے لیے چند لمحوں کے بعد لگے گی جہاں سے سیدھی سرک دو ستر کوفٹ جانے کے لیے کھلی ہے۔"

کے اندر اندر کسی فیصلے پہنچ کر ان تمام اشاروں کی تعمیل کرنا محال ہی نہیں تھا۔ میں نے اپنی ریسٹ وای پر ایک بار پھر نگاہ دوڑائی۔ اگر میجر آکپویان نے

میری ہدایت پر بروقت عمل شروع کر دیا ہے تو وہ اب سے دس منٹ پہلے ہی دوسترا کو فٹ پہنچ گیا ہوگا اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اب وقت آگیا ہے کہ میں بھی اس دلچسپ کھیل میں شریک ہو جاؤں۔ ایم وی ڈی انٹیلی جنس سیکشن کے یہ ذہین فظیلان افراد اگر کور جاگن کو مجھ سے دور رکھنے کی کوششوں میں مصروف ہیں تو مجھ کو ان کی پروا نہ کرنی چاہیے۔ کور جاگن پر پہلے میرا حق ہے۔ بشرطیکہ یہ ثابت ہو سکے کہ وہی جنرل زیوی گن کا مبنیہ قاتل ہے۔

میں نے اپنی جگہ سے کنٹرول ڈیسک کی طرف قدم بڑھایا۔ کرنل گلیر ونوف اور جنرل دولکوٹ کو سڑک کے اشارے سے بتایا کہ میرا کیا ارادہ ہے۔ پھر میں مانکر وفون پر جھکا اور بلند آواز میں اعلان کیا: ”مجھے علم نہیں کہ میں کس سے مخاطب ہوں تاہم اس سے زیادہ غرض بھی نہیں کہ میرا مخاطب کون ہے۔ وہ خواہ کوئی ہو۔ اس کا فرض ہے کہ میری بات بغور سنے اور جو کچھ میں کہوں، اس کی بے چون و چرا تعمیل کرے۔“

دوسرے ہی لمحے سپیکر پر وہی نامانوس آواز گونجی: ”تم کون ہو؟ براہ کرم اپنی شناخت کرو اور یہ بھی بیان کرو کہ تمہیں اس سب دلچے میں حکم جاری کرنے کا حق کس نے دیا ہے۔“

”میرا نام شمراویٹ ہے۔۔۔ اور میں چیف پراسیکیوٹر آفس میں پشیل ڈیوٹی کی حیثیت سے اپنے سرکاری فرائض انجام دیتا ہوں اور صرف اتنا بتانا مناسب سمجھتا ہوں کہ مجھے حکومت کے ایک انتہائی ذمے دار اور اہم مرتبہ پر ناظر شخص نے جنرل زیوی گن کی موت کے اسباب کی چھان بین پر مقرر کیا ہے۔ اس بات کی تصدیق آپ چاہیں تو کرنل گلیر ونوف اور جنرل دولکوٹ سے کر سکتے ہیں۔“

دوسری طرف اچانک خاموشی چھا گئی۔ چند ثانیے انتظار کے بعد میں نے پھر اپنا پیغام دہرایا جواب آیا:

”کامریڈ شمراویٹ۔۔۔ میں نے تمہاری بات سن لی ہے۔ بولو، تم کیا چاہتے ہو؟“

”میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ایم وی ڈی انٹیلی جنس میرے فرائض میں غیر ضروری مداخلت نہ کرے۔ مجھے جس مجرم کی تلاش ہے اُسے گرفتاری کے بعد میرے ذمے لے کر دیا جائے۔ کرنل اولنیک کو ہدایات جاری کی جائیں کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر تعاون کریں۔ میجر اکیویان کو میں نے اس محکمہ کا انچارج مقرر کیا ہے۔ کرنل اولنیک نے کہیں تو میجر اکیویان سے احکام وصول کر سکتے ہیں۔ یہ آخری انتباہ ہے اور یہ نسخہ کر دینا ضروری ہے کہ میرے احکام اس سلسلے میں آخری ہیں جو شخص ان کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرے گا اور ان معاملات میں روڑے اٹکائے گا، اس کا بہر حال احتساب ہوگا۔“

”کامریڈ شمراویٹ۔۔۔ کیا تم اپنے حواس میں ہو؟ جنرل دولکوٹ بھٹا کر اٹھ کر ملے ہو۔“

”بیٹھ جاؤ جنرل۔۔۔ میں نے اُسے ڈانٹ دیا۔“ میں پوری طرح اپنے حواس میں ہوں اور تمہارے ہوش و حواس بھی ٹھکانے لگا سکتا ہوں۔ تمہارے حق میں یہی بر ہے کہ فوری طور پر کرنل اولنیک سے میرا رابطہ قائم کرو۔“

جنرل دولکوٹ کا چہرہ انگارہ ہو گیا، لیکن وہ شعلہ باز نظروں سے مجھے گھورنے لگا اور کچھ نہ کر سکا۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ جو اختیارات برزنیف نے مجھے دیے ہیں ان کی قوت کس قدر ہے اور ان کے سامنے جنرل دولکوٹ کی حیثیت صفر سے بھی کئی درجے کم ہے۔

”کامریڈ شمراویٹ۔۔۔ آپ حد سے بڑے رہے ہیں۔ اس مرتبہ کرنل گلیر ونوف نے زبان کھولی۔ شاید آپ بھول رہے ہیں کہ جن اختیارات پر آپ کو اتنا ناز ہے، ان میں غرضی نوعیت کے ہیں اور جو نہی یہ کیس اپنے اختتام کو پہنچا۔ آپ کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔“

”شٹ اپ!“ میں غصے سے بے قابو ہو کر چلا آیا۔ ”میں نہیں سرکاری فرائض کے لئے جا رہا ہوں۔“

کی تعمیل بھی کرنی پڑے گی۔  
 ”بہت خُوب... کامریڈ شمرا یوف! میں تمہارے حکم کی تعمیل کے لیے  
 موجود ہوں۔“ کرنل اولنیک کا لہجہ طنزیہ ہو گیا۔ اب یہ دن بھی ہمیں دیکھنا تھا کہ  
 پبلک پراسیکیوٹر کے لوگ ہم پر حکم چلائیں... اپنے اپنے نصیب کی بات ہے  
 فرمائیے آپ کا پہلا حکم کیا ہے؟“  
 ”یہی کہ اس آپریشن کا چارج فوراً میجر آکپویان کے حوالے کر دو۔“

”کر دیا... اب دوسرا حکم کیا ہے؟“  
 ”شاباش...“ میں نے سنجیدگی سے کہا۔ ”دوسرا حکم یہ ہے کہ میجر آکپویان جو کچھ  
 کہیں، اس پر عمل کرو۔“

”یہ بھی مجھے منظور ہے۔“ کرنل نے جیسے دانت پیس کر کہا۔ ”لیکن ایک بات  
 یاد رکھنا شمرا یوف... تم جو کچھ کرنا چاہتے ہو اس میں کبھی کامیابی نہ حاصل کر سکو  
 گے۔ یہ بات میں تمہیں ابھی سے بتائے دیتا ہوں۔ ہم لوگ اگر کام بنانا چاہتے ہیں  
 تو اسے لگاؤنا بھی ہمارے قبضہ قدرت میں ہے... ہمارے تعاون کے بغیر ہماری  
 حیثیت کچھ بھی نہیں۔“ شاید تم جانتے نہیں کہ کورچاگن جیسے

خطرناک مجرموں اور قاتلوں سے ملنا ہمیں کو آتا ہے... تمہاری اطلاع کے  
 لیے عرض ہے کہ یہ شخص کورچاگن اس وقت مسلح ہے۔ ممکن ہے ایک آدھ دستی  
 بھی اس کے پاس ہو۔ اس صورت میں کیا تم میجر آکپویان کی زندگی سے نہیں کھیل رہے؟  
 ”کرنل تم مجھے ڈرانے کی کوشش رہے؟“ میں نے اپنا لہجہ پرسکون بناتے  
 ہوئے کہا۔ ”شاید تمہیں علم نہیں کہ اس کیس میں اب تک کتنی جانیں ضائع ہو چکی  
 ہیں... حد یہ کہ کرنل ویٹکوف تک مارا جا چکا ہے اور خود میں دو مرتبہ بال بال  
 بچا ہوں... یوں خیال کرو کہ اس آپریشن کا چارج میجر آکپویان کے سپرد کر کے  
 میں تمہاری جان کورچاگن سے بچا رہا ہوں۔“

”ہاں... یہ بات تو میری کھوپڑی میں آئی ہی نہیں۔ اچھا اب مہربانی کر کے

اس کے بعد میں کچھ نہیں سنوں گا... ایک منٹ کے اندر اندر کرنل اولنیک سے  
 میری بات کرادو!“  
 گلینز رنوف نے دو لکوف کی طرف دیکھا۔ اس نے آہستہ آہستہ سے اثبات میں  
 گردن ہلا دی کرنل نے منہ بنا کر کہا: ”یہ تو یوں ناقابل برداشت ہے جناب پراسیکیوٹر  
 آفس کا ایک معمولی شخص کرنل اولنیک کو ایک میجر کے احکام کی تعمیل کرنے پر  
 مجبور کر رہا ہے۔“

کرنل اولنیک کی بھڑائی ہوئی آواز انظر کام کے سیکر پر ابھری۔  
 ”کامریڈ شمرا یوف! تم آخر چاہتے کیا ہو؟“  
 ”میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ کورچاگن کی گرفتاری کا آپریشن فوراً میجر آکپویان کے  
 حوالے کر دو۔ وہ اس وقت دو ستر اکوٹ پہنچ چکا ہے... میرا یہ حکم فوری عمل  
 کے لیے ہے اور اس میں کسی چوٹ و چرا یا بحث و مباحثہ کی گنجائش نہیں۔“  
 ”میں پوچھتا ہوں تم مجھے کس حیثیت سے یہ حکم دے رہے ہو؟“  
 ”کرنل اولنیک، فضول باتوں میں وقت ضائع مت کرو۔ سوال یہ ہے  
 کہ تم خود کس حیثیت سے اس آپریشن کی نگرانی کر رہے ہو۔ کیا تم نے مجھ سے اس  
 بارے میں اجازت حاصل کی ہے؟ حالانکہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس کیس  
 کی تفتیش میرے سپرد کی گئی ہے۔“

”ٹھیک ہے... مگر یہ مجرم کورچاگن مختلف مقدمات میں ہمیں بھی مطلوب ہے۔“  
 ”ہو سکتا ہے تم درست کہتے ہو، لیکن کامریڈ بزرغیف کی تحریری ہدایات اور  
 غیر معمولی اختیارات میرے پاس ہیں اور میں زیوی گن کی موت کے اسباب کا کھون  
 لگانے کی کوشش کر رہا ہوں، اس لیے کورچاگن پر میرا حق فائق ہے اور سب سے  
 پہلے میں اس سے پوچھ گچھ کروں گا۔ اس کے بعد اگر میں نے محسوس کیا کہ تم لوگوں  
 کو واقعی اس شخص کی ضرورت ہے تو پھر میں اسے تمہارے حوالے کر سکتا ہوں  
 لیکن ابھی نہیں... اس کے لیے تمہیں نہ صرف صبر سے کام لینا ہوگا۔ بلکہ میرے احکام

اس وقت کیا پوزیشن ہے؟

”کامریڈ جنرل... میں خیال ہے ہم نے مجرم کو پکڑنے کے لیے صحیح انداز میں منصوبہ بندی نہیں کی اور خطرہ ہے کہ وہ ہمیں جل دے مگر نکل نہ جائے۔“

”ایسا کرو کہ اپنے تمام آدمیوں کو دُور دُور تک پھیلا دو، پھر آہستہ آہستہ گھیراؤ کر کے رہو... آخر وہ بچ کر جلمے گا کہاں؟“

”کامریڈ جنرل... اب ایسا موقع نہیں رہا... سفید وولگا مجھے خود نظر آرہی ہے... اس کا رخ اس چھپی عورت کے گھر پر ہے... اور میں دیکھتا ہوں کہ ایک ٹیکسی کار بھی سفید وولگا کے پیچھے پیچھے ہے۔“

دو بج کر ایک منٹ پر میجر آکپویان کی جانب سے یہ رپورٹ موصول ہوئی، قسمت کا حال بتانے والی چھپی عورت ماریوسایا کے مکان کے بیرونی صحن میں چند لمحے پہلے دو کاریں داخل ہوئیں۔ ان میں ایک سفید وولگا اور دوسری ٹیکسی کار ہے۔ ان کے رجسٹریشن نمبر علی الترتیب ایم کے آئی ۱۲-۵۲ اور ایم ٹی ۴۹-۷۳ ہیں۔ ٹیکسی کار میں سے چند آدمی اور عورتیں برآمد ہوئی ہیں۔ اور انہیں کی آڑ میں سفید وولگا میں سوار، کورچاگن بھی کار سے اتر کر ماریوسایا کے مکان میں داخل ہو گیا۔ اگر اس وقت ہم اُس شخص کو پکڑنے یا اُسے شوٹ کرنے کی کوشش کرتے تو یقینی بات تھی کہ ٹیکسی کار میں آنے والے افراد کو نقصان پہنچتا اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر مجرم بھاگ نکلتا ہے ہمیں یہ بھی احساس ہے کہ مجرم مسلح ہے اور ممکن ہے اس کے قبضے میں ہینڈ گرنیڈز وغیرہ بھی ہوں اگر وہ ان ہتھیاروں کا استعمال کرتا ہے تو ہمارے آدمیوں کی جانیں بھی خطرے میں پڑ سکتی ہیں، لہذا ایسا طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے جس سے سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے ہم نے ماریوسایا کا مکان چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا ہے، لیکن اس انداز سے کہ مکان والوں کو اس کا احساس بھی ہونے نہیں پایا۔ ہمارے آدمی اس مکان سے تقریباً ایک دو فرلانگ دُور میں اور ہم دور بینوں کے ذریعے اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔ ایک تجویز یہ بھی ہے کہ کہیں

ہائیکرفون سے اپنا متہ پرے ہٹا لو۔ میں جنرل وولکوف اور کرنل گلینز وولف سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ کرنل اولنیک نے کہا۔

جنرل وولکوف نے اپنے نائب، اولنیک سے صرف اتنا کہا: ”کرنل تمہیں کامریڈ شملوف کے احکام پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ احکام دراصل ان کے نہیں ہونگے بلکہ تم انہیں کامریڈ بزرگیت کے احکام سمجھو گے۔“

”بہت بہتر جناب... آپ نے ایک ہی جملے میں ساری الجھن دُور کر دی۔ کامریڈ شملوف:۔ ابھی ابھی میجر آکپویان یہاں پہنچے ہیں... آپ چاہیں تو ان سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔“

”آکپویان، کیا تم نے میری اور کرنل اولنیک کی باتیں سنی ہیں؟“

”جی ہاں۔ سنی ہیں اور انہوں نے مجھے اس آپریشن کا چارج دے دیا ہے۔“

”اٹن شن... اٹن شن! سپیکر پر آکپویان کی آواز یک لخت غائب ہو گئی، اور اس کی جگہ دوسری آواز آنے لگی۔“

”اٹن شن بلیز... دو ستر اوف جیکنگ پوائنٹ سے ایک ضروری پیغام ہے۔ جناب... سفید وولگا کا راب مین روڈ پر دوڑ رہی ہے... اس کی رفتار ایک سو دس کلومیٹر فی گھنٹہ ریکارڈ کی گئی ہے... میں اپنا پیغام دُہراتا ہوں جناب... سفید وولگا کار...“

اور اس سے پہلے کہ میں جواب دوں میجر آکپویان کی آواز آئی: ”راجر... راجر... تمہارا پیغام وصول کر لیا گیا، شکریہ۔“

میں نے محسوس کر لیا تھا کہ جنرل وولکوف اور کرنل گلینز وولف کی ناک کے عین سامنے شکار چھپن لیا گیا تھا تاہم وہ اپنے اندرونی جذبات چھپا کر مجھے بہ طرح اپنے تعاون کا یقین دلارہے تھے اور میں نے یہی مناسب سمجھا کہ ان لوگوں سے جتنا کام لیا جائے اتنا ہی اچھا ہے، چنانچہ میرے اشارے پر وولکوف نے ریڈیو انٹرکام کے ذریعے ایک بار پھر میجر آکپویان سے رابطہ قائم کیا اور پوچھا: ”آکپویان“

دو تین مسلح آدمیوں کو گاڑی کے بائیں طرف کے بھیس میں مار بوسایا کے مکان کے اندر داخل کر دوں تاکہ وہ کورچاگن کو بھاگنے کا موقع دیے بغیر اچانک گرفتار کر سکیں۔ لیکن ابھی میں اس پروگرام پر عمل کرنے بھی نہ پایا تھا کہ کورچاگن مکان کے اندر سے نکلا اور سفید رولنگ کار میں بیٹھ گیا۔۔۔۔ اس نے اپنے سر پر ایک بڑی سی امریکی کاؤبوائز جیسی فلیٹ پن رکھی ہے اور اس فلیٹ کا چھٹا پیشانی پر اس طرح جھکا لیا ہے کہ اس کا پورا چہرہ میری دوربین کے فوکس میں نہیں آ رہا۔ اس لیے میں جاننے سے قاصر ہوں کہ وہ شخص واقعی کورچاگن ہی ہے یا کوئی اور، تاہم اب تک نہیں جو رپورٹیں اس شخص کی نقل و حرکت کے بارے میں ملتی رہی ہیں۔ وہ اس امر کی تصدیق کے لیے بہت ہیں کہ یہ آدمی کورچاگن ہی ہے۔

"کورچاگن جب کار میں واپس آیا تو دو منٹ بعد ایک موٹا تازہ اور ادھیر عمر آدمی بھی جیسی عورت کے مکان سے نکلا اور ٹھلٹا ہوا سفید رولنگ کی طرف آیا۔ پھر اس نے بنظر احتیاط ادھر ادھر دیکھا اور جلدی سے کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ غالباً اُسے جیسی عورت نے کوئی پیغام دے کر کورچاگن کے پاس بھیجا ہوگا۔۔۔ ٹھیک تین منٹ بعد یہ موٹا شخص رولنگ سے باہر نکلا اور دوبارہ مکان کے اندر چلا گیا۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ پھر واپس آیا۔ اس مرتبہ اس کے ہاتھ میں پتھر کا ایک بڑا سا ٹھیلہ تھا اور ٹھیلہ جس انداز سے پھولا ہوا تھا، اُسے دیکھ کر یہ جانتا دشوار نہ تھا کہ اس کے اندر بہت کچھ بھرا ہوا۔ موٹے آدمی نے کار کا دروازہ کھول کر پہلے یہ ٹھیلہ پھیلی سیٹ پر پھینکا اور پھر خود بھی اگلی سیٹ پر کورچاگن کے برابر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد کار حرکت میں آئی اور مار بوسایا کے مکان سے باہر نکلی سڑک پر پہنچے ہی اس کی رفتار بے حد تیز ہو گئی۔ میں نے وائٹس پر اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ کار کو راستہ روک لیا جائے، لیکن عین اُسی لمحے برف باری میں اضافہ ہو گیا۔ اور گہری دھند چھا گئی، جبرم اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کار کو بھگالے گئے۔ ابھی ابھی پتہ چلا ہے کہ سفید رولنگ ادھا کوفٹ ہائی وے پر ایک سو دس کلومیٹر کی

سیٹ پر دوڑ رہی ہے۔۔۔ ہائی وے اگرچہ برف سے اٹ چکی ہے اور اس عالم میں کسی کار کا اتنی رفتار پر دوڑنا بظاہر ناممکن ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کار کا ڈرائیو کورچاگن۔ ماہر فن شخص ہے۔۔۔ اندازہ ہے کہ کار، وونکوٹ ایئر پورٹ کی طرف جارہی ہے۔"

ميجر اگپویان کی اس تازہ ترین رپورٹ میں بہت سے چونکا دینے والے انکشافات موجود تھے اور ان انکشافات کے ساتھ ساتھ وہ خدشے بھی اُبھر رہے تھے جو اس سے پیشتر میسر ذہن میں کھلبلا تے رہے تھے۔ یعنی وہ یقین منزنزل ہو گیا تھا کہ سفید رولنگ میں سوار کیا یہ شخص واقعی کورچاگن ہے، یا اس کی جگہ کوئی اور ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش کر رہا ہے اور اگر دوسرا خدشہ درست ہے تب اس دھوکہ دہی سے مجرم کا اصل مقصد کیا ہے، اس کے لیے اب پہلے سے زیادہ ضروری ہو گیا تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے، اُسے ہر صورت میں پکڑا جائے۔ ميجر اگپویان کو حکم دیا گیا کہ ادھا کوفٹ ہائی وے ہی پر رولنگ کو روکنے کی کوشش کی جائے۔ جواب آیا کہ ایسی کوشش کی جا چکی ہے۔ ایٹلی جنس کے مسلح افراد کو لے کر دو کاروں سفید رولنگ کے تعاقب میں ہائی وے پر بھیجی گئی تھیں۔ لیکن ان کے ڈرائیور برف کے باعث رفتار پر کنٹرول نہ کر سکے اور دونوں گاڑیاں برف میں دھنس گئیں۔ جبکہ سفید رولنگ اپنے بڑے ٹائروں اور طاقتور انجن کے باعث پوری رفتار سے دوڑتی ہوئی، نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اتوار کا دن ہونے کی وجہ سے ہائی ویز پر ٹریفک کا بہت زور تھا اور اگرچہ برف باری نے ٹریفک میں خاصی مشکلات پیدا کر دی تھیں۔ تاہم اُسے کنٹرول کیے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ انوار کے روز ماسکو کے نواحی علاقوں سے بڑی تعداد میں لوگ شہر میں سیر و تفریح کے لیے آیا کرتے ہیں اور ٹریفک پولیس کے لیے لاتعداد بسوں، منی بسوں، ٹرکوں اور کاروں کو ہائی ویز پر روکنا یا انہیں کسی دوسری سڑک پر منتقل کرنا کسی زبردست امتحان سے کم نہیں ہوتا۔ ان تمام پریشانیوں کے باوجود بالآخر یہی فیصلہ کیا گیا ادھا کوفٹ ہائی وے

پر تمام ٹریفک کنٹرول پوائنٹس کو خبردار کر کے سفید وولگا کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کر دی جائیں۔ یہ کام میں نے کرنل گلبرزنوٹ کے سپرد کیا۔ ہر ایک منزل بعد ہر ٹریفک کنٹرول پوائنٹس کو حکم جاری کرتا: ہر قسم کی ٹریفک جہاں ہے، وہیں روک دی جائے تمام کاریں اپنی سپیڈ بلیک کر دیں اور ہائی وے کے کنارے کنارے رکتی چلی جائیں۔۔۔ ہائی وے پر برف صاف کرنے والے عملے کو سختی سے حکم دیا جاتا ہے کہ دونوں کوٹ ایئر پورٹ اور سولہویں کلومیٹر کے درمیان راستے سے فوراً ہٹا دی جائے۔ ایک خطرناک اور مفروضہ مجرم سفید وولگا میں اس علاقے سے گزر رہا ہے۔۔۔ اُسے ہر قیمت پر روکا جائے۔۔۔ لیکن یہ خیال رہے کہ وولگا کے اندر جو افراد موجود ہیں انہیں کسی قسم کا گزند نہ پہنچے۔۔۔ یہیں اپنا حکم دہراتا ہوں۔۔۔ ہر طرح کی ٹریفک۔۔۔

بڑی پریشانی یہ تھی کہ سوویت یونین میں سفید رنگ کی وولگا کاروں کی اکثریت ہے۔ عام طور پر لوگ سفید کاریں پسند کرتے ہیں اس لیے ایسے ہائی ویز پر جہاں ہر آن ہزاروں سفید کاریں فرائے بھرتی ہوتی گزرتی ہوں، کسی بھی سفید وولگا پر نگاہ رکھنا ٹریفک کنٹرولز اور میٹیا کے لیے محال ہی نہیں ناممکن بھی ہوتا ہے۔ کورچاگن کی جس سفید وولگا کا بار بار رپورٹ میں حوالہ دیا جا رہا تھا لازمی نہیں تھا کہ اس کا سرکاری رجسٹریشن نمبر بھی وہی ہو جو اس پر لگایا گیا تھا۔ پچانوے فیصد حالتوں میں مجرم کبھی رجسٹریشن نمبر کی گاڑیوں میں سفر نہیں کرتے اور ہمیشہ اس مقصد کے لیے جعلی نمبر پلیٹیں کاروں پر لگا دی جاتی ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر ان افراد نے ایسے انتظامات ہائی ویز پر اپنے خصوصی اڈوں پر کر رکھے ہیں، جہاں زیادہ سے زیادہ بیس پچیس منٹ کے اندر رانڈرنہ صرف کار کا رنگ کیسٹ تبدیل کیا جاسکتا ہے بلکہ اس میں بعض بیرونی تبدیلیاں بھی اس طرح عمل میں لائی جاتی ہیں کہ خود کار کے مالک کے لیے اس کی شناخت دشوار ہو جاتی ہے۔

پرائیویٹ کاروں کے مالکان عموماً ہائی ویز پر سوا اور ایک سو دس کلومیٹر

فی گھنٹہ کی سپیڈ سے گاڑیاں دوڑانے کے عادی ہیں اور اس عالم میں اگر ٹریفک کنٹرولز پوائنٹس کی جانب سے انہیں روکا جائے تو اس کی پروا نہیں کرتے چونکہ ہائی ویز پر رکاوٹیں کھڑی کرنے میں جانی نقصان کا بھی سخت اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لیے ٹریفک کا زور بکا کرنا سہل نہیں رہتا اور اس کے لیے بہت وقت درکار ہے یہی سبب ہے کہ اکثر خطرناک مجرم خود کو ہائی ویز پر سینکڑوں اور ہزاروں میل کے فاصلے تک ہر طرح محفوظ خیال کرتے ہیں۔ بعض اوقات ملیٹیا اور ایٹلی جنس والوں کو ایسی مشتبہ کاروں کے تعاقب میں پہلی کا پٹر کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ یہ پہلی کا پٹر مشتبہ کار کی نشاندہی کر کے فضا میں اُن کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہیں اور اگر موسم خراب ہو جائے یا کہر کے باعث راستہ نظر نہ آئے تو مجرم صاف بچ نکلتے ہیں۔ مجرم کو ان انتظامات کی شاید خبر نہ تھی، تاہم اس کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی اور وہ فضا میں خطرے کی بوسونگد رہا تھا۔ اس کے پیش نظر پہلی بات یہی تھی کہ شاہراہ کسی بھی لمحے بندل سکتی ہے اور ایسا ہی ہوا۔ کومونا کا سٹیڈ کے برفانی میدان ہر لحظہ قریب آ رہے تھے کہ دفعۃً سفید وولگا کے ڈرائیور کو سڑک پر کوئی دوسرا گاڑی کا بیریزہ نظر آیا۔ بیریزہ کے ارد گرد ملیٹیا کے نوجوان، ہاتھوں میں مشین گنیں سنبھالے ہوئے تھے۔ سفید وولگا کے ڈرائیور نے کار کی رفتار کم کرنے کے بجائے اور تیز کر دی۔ دیکھنے والوں کا خیال تھا کہ شاید وہ اپنی کار اس بیریزہ سے ٹکرنے کا ارادہ کر رہا ہے اور یہ بیریزہ خود کشی ہوگی۔ لیکن اُن کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب ایک سو بیس کلومیٹر کی سپیڈ پر دوڑتی ہوئی کار بیریزہ سے ٹھیک پندرہ بیس گز کے فاصلے پر آتے ہی ایک دم سڑک سے اُتر کر برفانی میدان میں پھسلتی چلی گئی اور اس سے پیشتر کہ ملیٹیا کے مسلح نوجوان کوئی کارروائی کر سکیں وولگا کا مشتاق اور ماہر فن ڈرائیور اُسی سپیڈ پر بھاگتی ہوئی کار کو بائیں جانب موڑ کر دوبارہ ہائی وے پر لا چکا تھا اور ایک جھپکے میں کار ان نوجوانوں کی نظروں سے اوجھل ہو کر اُفق میں گم ہو گئی۔ آسمان پر کہ دم بدم بڑھتی جا رہی تھی اور برف باری کی شدت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔ گم دو پیش تاریخ کی پھیل رہی تھی۔ ایسے موسم میں

"ایئرپورٹ سے باہر بسوں، لاریوں اور ٹرکوں وغیرہ کو سڑک پر دوبلاک بنانے کا حکم دے دو... ہو سکتا ہے کورچاگن نے دو لگا کی رفتار کم کر دی ہو تم جانتے ہو ایسے مجرم بہت چالاتے ہوتے ہیں، اُسے احساس ہو چکا ہے کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے اور وہ آسانی سے ایئرپورٹ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اس لئے دو لگا کی رفتار یا تو وہ سست کرنے پر مجبور ہے یا اس دوران ہائی وے سے اتر کر کسی جگہ پناہ لے چکا ہوگا... بہر حال، اُسے کسی قیمت پر ایئرپورٹ کے اندر نہیں پہنچنا چاہیے۔ پانچ چھ کلومیٹر تک وہ پیدل بھی دوڑ سکتا ہے۔ ایئرپورٹ ٹرمینل کے چاروں طرف میٹھا کے آدمیوں کو پھیلا دو۔"

"بہت بہتر کامریڈ جنرل... آکپویان نے کہا: "کیا کامریڈ شمرا پوف آپ کے قریب ہی ہیں؟"

"ہاں۔ آکپویان، میں بھی جنرل کی رائے پسند کرتا ہوں۔ کورچاگن کو ایئرپورٹ کے اندر مت جانے دینا... اور سنو، دوسری اہم بات یہ ہے کہ اُسے بہر حال زندہ پکڑنا ہے... مجرّد کورچاگن میرے کسی کام کا نہیں۔"

"میں اُسے زندہ پکڑنے کی کوشش کروں گا... مجھے ابھی لیفٹیننٹ سٹیپ ساکن نے بتایا ہے کہ میٹھا کے کئی سیوی ٹرک اور بل ڈوزر وغیرہ ایئرپورٹ کو جانے والی مین روڈ پر پکھلے کئی دن سے کھڑے ہیں۔ شاید وہاں سڑک کی مرمت کا کام ہو رہا ہے۔ ان سیوی ٹرکوں اور بل ڈوزروں کو حکم دیا جا چکا ہے کہ وہ کسی سفید دو لگا کو ایئرپورٹ کی جانب نہ جانے دیں۔ ان میں ایک دوٹرلیہ بھی شامل ہیں۔ ہم نے ایئرپورٹ کو جانے والی تمام ٹریفک کی چیکنگ شروع کر دی ہے۔"

"بہت خوب... میں تمہاری کامیابی کا منظر ہوں، میجر آکپویان... اور ایڈل۔" کمرولز رومز میں ٹی وی سکرینیں تمام ہائی ویز کا منظر دکھا رہی تھیں۔ ایک آپریٹر نے مجھے بتایا کہ دوہیلی کا پٹر اوجا کوٹ ہائی وے پر پرواز کر رہے ہیں۔ ان دونوں میں طاقتور ٹی وی کیمرے نصب ہیں۔ ان کے علاوہ ایک ہیلی کاپٹر ایئرپورٹ

سفید دو لگا کے اندر مزے سے بیٹھے ہوئے خطرناک اور حتمی مجرم کو پکڑنا ہے۔ دُشوار محسوس ہوتا تھا۔ میجر آکپویان، کیٹپن کو لگا کوٹ اور کیٹپن لاسکن نے بے بسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ سفید دو لگا، دو نو کوٹ ایئرپورٹ کی جانب فل پیڈ سے بھاگی جا رہی تھی۔ میجر نے اپنے ساتھیوں کو لگا کر کہا کہ وہ اپنی اپنی کاروں میں سوار ہو کر دو لگا کا تعاقب کریں۔ مجرم اگر ایک مرتبہ ایئرپورٹ کی حدود میں داخل ہو گیا تو اُسے گرفتار کرنا قطعی ناممکن ہو جائے گا۔ وہ کسی بھی ہینگیئر یا ایئرپورٹ کے کسی بھی ہاتھ روم میں گھس گیا تو اسے تلاش کرنے میں گھنٹے نہیں کئی دن لگ جائینگے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی خصوصی طیارہ ایئرپورٹ پر اس کی آمد کا منظر ہو اور مجرم اس طیارے میں سوار ہو کر میٹھا والوں کا علاقہ اڑاتا ہوا نامعلوم مقام کی طرف روانہ ہو جائے۔

دو نو کوٹ ایئرپورٹ اس مقام سے جہاں سے سفید دو لگا کے ڈرائیور نے سیر پھلانگنا تھا، زیادہ سے زیادہ آٹھ کلومیٹر دور تھا اور دو لگا کی زبردست رفتار کے آگے یہ فاصلہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ جتنی دیر میں میجر آکپویان نے مجرم کے تعاقب کا حکم اپنے ماتحتوں کو دیا، اتنی دیر میں تو مجرم ایئرپورٹ کے اندر داخل ہو چکا تھا، لیکن کمرولز اولٹیک نے اعلان کیا کہ گھبرانے کی زیادہ ضرورت نہیں۔ ایئرپورٹ کی حدود میں گھسنے سے پہلے مجرم کو ایک اور رکاوٹ عبور کرنی پڑے گی جنرل دو لگا کوٹ نے کنٹرول روم میں نمایاں، ماسکوریجن کے نقشے پر اوجا کوٹ ہائی وے کا جائزہ لیا۔ ایئرپورٹ کے نواح میں نیلے رنگ کی بنیاں بار بار جل بکھر رہی تھیں جنرل، ماسکوریجن پر چلا یا: "میجر آکپویان... کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

"جی ہاں۔ کامریڈ میجر جنرل! آپ کی آواز آ رہی ہے۔" سپیکر پر آکپویان کا جواب آیا "سنو... وہ ایئرپورٹ کی طرف بڑھ رہا ہے اور یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو نا؟"

"ہاں کامریڈ میجر جنرل! میں آپ کی بات بخوبی سمجھ رہا ہوں۔ آپ کیا مشورہ دیتے ہیں؟"

حکرت میں اس کی جان کو بھی تو خطرہ لاحق تھا... میں نے ریڈیو انٹرکام کے ذریعے آکپویان سے کہا کہ وہ دو لگا کو بچائے... اگر کار کسی بھی ٹرک یا بل ڈوزر سے ٹکرا گئی تو مجرم کے چہنچہڑے اڑ جائیں گے۔

”میں کچھ نہیں کر سکتا، کامریڈ...“ آکپویان کی بھڑائی ہوئی آواز سپیکر پر گونجی۔  
 ایک ایک تمام بل ڈوزروں اور میوی ٹرکوں کی ہیڈ لائٹس روشن ہو گئیں اور ان کی ناقابل برداشت روشنی میں دو لگا کی ونڈ سکیرین نہا گئی... دوسرے ہی لمحے ایک دھماکہ سا ہوا جو اس قدر ہولناک تھا کہ ہم نے ملیٹیا ہیڈ کوارٹر کے کنٹرول میں سپیکروں پر اس کی آواز سنی... دیکھتے دیکھتے سفید دو لگا نے قلا بازیاں سی کھائیں۔ پھر اس کے اندر سے ایک آدمی اچھل کر مٹرک پر آن گرا۔ دو لگا نے آخری لمبھٹنی کھائی اور ٹریلر سے ٹکرا گئی۔ پھر وہاں آگ کے اونچے اونچے شعلوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں نے سکیرین پر دیکھا کہ میجر آکپویان اور اس کے ساتھی مٹرک پر گرے ہوئے آدمی کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

میجر آکپویان کی کار بنیاد کار جیل کی اونچی اونچی دیواروں سے ایک فرلانگ ادھر ہی ٹک گئی، کار ڈراپ ہو کر نے والے سار جھٹ نے پلٹ کر اپنے افسر کی طرف دیکھا۔ میجر نے اس کا مطلب سمجھ کر نفی میں گردن ہلائی۔ ایک گہرا سانس کھینچ کر میجر نے بائیں ہاتھ سے کار کا اگلا دروازہ کھولا اور باہر آ گیا۔ بنیاد کار جیل کے قدیم قلعہ نما عمارت کی دیواریں آسمان سے بائیں کرتی دکھائی دیتی تھیں۔ کسی زمانے میں یہاں روس کے شہنشاہ رہتے تھے اور انہوں نے اپنی جانوں اور زرو جواہر کی حفاظت کے لیے یہ میوی ٹرک اور اونچی اونچی دیواریں تعمیر کروائی تھیں۔ بنیاد کار جیل کی اپنی ایک تاریخ تھی، ظلم و ستم اور وحشت و بربریت کی تاریخ... اس کی دیواروں اور تنگ و تنگ کوٹھڑیوں میں سینکڑوں ہزاروں بے گناہ افراد موت کے گھاٹ اتارے جا چکے تھے۔ مشہور تھا کہ بنیاد کار جیل میں داخلے کے بہت سے راستے ہیں، لیکن واپس آنے کا کوئی راستہ نہیں کسی زمانے میں اس کی دیواروں کا رنگ گہرا سرخ تھا جو امتداد زمانہ سے

کے نواح میں محو پرواز ہے اور اس کا ٹی وی بھی کام کر رہا ہے کنٹرول ڈیسک کے تمام سپیکر کھلے ہوئے تھے اور آوازوں کے ساتھ ساتھ پچاس میل کے دائرے کے اندر اندر ابھرنے اور ڈوبنے والے تمام مناظر ٹی وی سکرینوں پر ہماری نگاہ کے سامنے موجود تھے۔

مجھ سے کوئی پندرہ فٹ کے فاصلے پر لگی ہوئی چالیس مربع انچ سکیرین ایک دم روشن ہو گئی اور اس پر ایک عجیب تماشا نظر آنے لگا۔ میں نے پہچان لیا۔ یہ ایئر پورٹ کو جانے والی مٹرک تھی اور کچھ فاصلے پر ہوائی اڈے کی لال، پیلی اور تیلی روشنیاں جھللا رہی تھیں کے عقب میں ٹرمینل کی وسیع و عریض عمارت آسمان سے باتیں کر رہی تھی۔ ٹرمینل کے دائیں بائیں حد نظر تک رن وییز کے دونوں جانب لگے ہوئے سینکڑوں نیلے بلب روشن تھے۔ ایئر پورٹ پر حسب معمول بڑی گہما گہمی تھی اور شدید برفباری کے باوجود ہزاروں افراد طیاروں کے ذریعے ہر آن ایئر پورٹ پر اتر رہے تھے اور اپنی اپنی منزلوں کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔

ٹی وی کی دوسری سکیرین پر مجھے کئی میوی ٹرک، ٹریلر اور بل ڈوزر دکھائی دیئے ان کے آس پاس ملیٹیا کے نوجوان بے حس و حرکت کھڑے، سفید دو لگا کا انتظار کر رہے تھے۔ انہی میں ایک ایک مجھے میجر آکپویان کا چہرہ بھی نظر آیا۔ میجر کے ہاتھ میں ریوالت تھا۔ میں نے مائکروفون میں کہا: ”میجر! میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ کیا نئی رپورٹ ہے؟“

”میں نے آدمی تمام نواحی علاقوں میں گشت کر رہے ہیں، کامریڈ!“  
 دفعۃً وہ چلا: ”سفید دو لگا آرہی ہے... آف... یہ شخص تو پاگل معلوم ہوتا ہے۔“  
 ”میں بلیک جھپکٹے بغیر ٹی وی سکیرین کو تک رہا تھا۔ اندھیری مٹرک پر ڈور سے کسی کار کی ہیڈ لائٹس چمکتی ہوئی دکھائی دیں جو برق رفتاری سے دوڑتی ہوئی ہر آن اُن بل ڈوزروں اور میوی ٹرکوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ڈرائیور یقیناً خود کشی پر تیار ہوا تھا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ دو لگا کو کسی بل ڈوزر سے ٹکرا کر پاش پاش کر ڈالے۔ مگر اس

چہوں اور مکروہ آوازوں والے افسروں کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں، وہ بھوکے اور غمخوار بھیتروں کی طرح اُس قیدی کا جائزہ لیتے اور اس پر ظلم و ستم کے پھانہ ٹوٹنے کے لیے فوراً مستعد ہو جاتے۔

میجر اکیپو یان نے اپنا دل مضبوط کیا اور بڑے پھاٹک کی طرف چل پڑا۔ اخلاف معمول اُسے استقبالیہ میں خاصی رونق دکھائی دی۔ بہت سے افراد اُسے ہونے چہوں اور مایوس نگاہوں کے ایک ہجوم کی صورت میں استقبالیہ کے اندر موجود تھے۔ یہ سب اُن گرفتار شدگان کے رشتے دار تھے جنہیں چند روز پہلے آپریشن کا سکیڈ کے دوران ذخیرہ اندوزی، سمگلنگ، چور بازاری وغیرہ کے الزامات کے تحت پکڑ کر بنیاد کا جیل کی نذر کر دیا گیا تھا اور اب اُن کے رشتے دار ملاقات کے لیے آئے تھے۔ ہر فرد کے ہاتھ میں کوئی نہ کوئی مچھوٹا بڑا پارسل تھا۔ اس پارسل میں قیدی کے لیے ضرورت کی چیزیں پیک کی گئی تھیں۔ مگر جیل کے حکام کسی شخص کو قیدیوں سے ملاقات کی اجازت دینے پر تیار نہ تھے، البتہ انہوں نے اتنا کم ضرور کیا کہ قیدیوں سے ملاقات کے خواہشمندوں کو پارسلوں کے بوجھ سے نجات دلادی۔ حکم جاری ہوا کہ تمام پارسل ایک کونے میں ڈھیر کر دیے جائیں اور ان پر متعلقہ ملزم کا نام وغیرہ درج کر دیا جائے۔ یہ پارسل بحفاظت ہر ملزم تک پہنچا دیے جائیں گے؟ چنانچہ چند لمحوں کے اندر اندر وہاں پارسلوں کا انبار لگ گیا، قیمتی گرم کوٹوں، پتلونوں، نسکٹوں، کمبلوں، ٹوپوں کا ایک بڑا انبار ان پارسلوں کے علاوہ تھا۔ یہ بے چارے لوگ اس دم میں مبتلا تھے کہ وہ قیدیوں کے لیے جو اشیاء لائے ہیں، اُن تک پہنچ جائیں گی، حالانکہ یہ چیزیں کبھی اصل حقداروں تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ وہ استقبالیہ سے براہ راست مارکیٹ میں بھیجی جائیں اور ان کے جو دام وصول ہوتے۔ وہ بنیاد کا جیل کے ہر چھوٹے بڑے افسر کی جیب میں پوری ایمانداری سے بطور حصہ رسد پہنچا دیے جاتے تھے۔

استقبالیہ کے برابر ایک اور چھوٹا سا آفس تھا۔ اس کے دروازے پر دو مسلح

اب بھروسے، سُرمئی اور سیاہ رنگوں میں تبدیل ہوتا جا رہا تھا۔ غیر ملکی سیاح جب ادھر سے گزرتے تو ان کی آنکھیں ایک لمحے کے لیے پھیل جاتیں۔ انہیں شک گزرتا کہ وہ کرمیلن کی عمارت کے نزدیک آن پہنچے ہیں۔ مگر فوراً ہی ان کی یہ غلط فہمی دور ہو جاتی۔ رتیار کا جیل کی عمارت اور کرمیلن کی عمارتوں میں خاصی مشابہت تھی، تاہم رتیار کا جیل اپنی تمام تر وسعتوں کے مقابلے میں کرمیلن کی ہیبت اور دہشت بلکہ شان و شکوہ سے بہت پیچھے تھی۔

پیٹری گریٹ کے دور میں یہ عمارت بنی تھی اور پھر اس میں عہد بہ عہد تعمیراتی اضافے ہوتے رہے۔ کبھی کبھی اتنے قیدی یہاں آ جاتے کہ انہیں رکھنے کا مسئلہ پیدا ہو جاتا۔ چنانچہ زار کی طرف سے حکم دیا جاتا کہ جن قیدیوں کو کوٹھڑیوں میں جگہ نہیں مل سکی، انہیں قتل کر دیا جائے۔ ایک ایک دن میں بیسیوں لاشیں رتیار کا جیل کے عقبی میدان میں پھینکی جاتی تھیں۔ جہاں انہیں برف ڈھانپ لیتی اور بعد ازاں جنگل جانور اور مردار خور پرندے مہینوں، برسوں ان کے گوشت سے اپنا پیٹ بھر کتے یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوا۔

میجر اکیپو یان اگرچہ پہلے بھی کئی بار مختلف کاموں کے سلسلے میں جیل کے اندر جا چکا تھا۔ مگر اس مرتبہ نہ جانے کیوں اُس کے ذہن میں ایک انجانا سا خوف طاری ہو رہا تھا۔ اپنی کار کے قریب کھڑے کھڑے اُس نے اینٹوں سے بنی ہوئی اُن چوڑی چوڑی سیڑھیوں کا جائزہ لیا جن پر چڑھ کر جیل کے بڑے پھاٹک میں لوگ داخل ہوتے تھے اور اس پھاٹک پر لوہے کے دو دروازے بناتے تھے۔ بڑا دروازہ عموماً بند ہی رہتا۔ جب کہ چھوٹا دروازہ آمد و رفت کے لیے چوبیس گھنٹے کھلا رکھا جاتا۔ بڑے پھاٹک کے ساتھ ہی مسلح گارڈز کا کمرہ تھا۔ اس وقت بھی وہاں آٹھ باوردی گارڈز باغیوں میں خود کار ٹین گنیں تھامے پہرے رہے تھے۔ دوسری جانب جیل خانے کا استقبالیہ روم بنایا گیا تھا۔ جو نہ کوئی بد نصیب مجرم یا قیدی استقبالیہ میں لایا جاتا، وہاں موجود کمرخت

اس فقرے پر گروزیلوف سمیت چاروں نے ہنسنے لگایا: "میجر آکپویان! کیا تم نے اپنی خدمات ماسکوس کی آئی ڈی کے تھرو سیکشن سے پبلک پراسیکیوٹر آفس میں تبدیل کرالی ہیں؟"

"نہیں... میں فی الحال وہیں کام کر رہا ہوں... دراصل جنرل زیوی گن کی موت کے اسباب کی چھان بین صدر برزنیف کے خصوصی حکم کے تحت اسپیشل نوٹس گٹر کامیڈ شمر ایوٹ کر رہے ہیں اور انہیں خصوصی اختیارات صدر کی جانب سے دیے جا چکے ہیں... میجر ویلیوٹ آنجہانی، شمر ایوٹ کے ساتھ تعاون کر رہے تھے، ان کے گزر جانے کے بعد کامیڈ شمر ایوٹ کے ساتھ مجھے بھی کر دیا گیا ہے..."

ان پانچوں کی مسکراہٹیں یک لخت فنا ہو گئیں... اور انہوں نے نظروں ہی نظروں میں ایک دوسرے سے کچھ کہا۔ میجر آکپویان نے کسی قدر بلند آواز میں کہا: "مناسب یہ ہے کہ آپ لوگ فوراً بریاتسکی کو میرے سامنے پیش کر دیں۔ یہ صدر برزنیف کا حکم ہے... اور غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس حکم کی تعمیل نہ کی گئی تو اس کے اثرات کتنے ناخوشگوار ہوں گے۔"

"گویا آپ میں دھمکی دے رہے ہیں؟" کیپٹن روشنکو نے پہلی بار زبان کھولی۔ "یہی سمجھ لیجئے، آکپویان بھڑکیا۔" بعض اوقات لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے۔

"آپ ہماری توہین کر رہے ہیں، میجر... شوبا نوکوف اپنی نشست سے اٹھ کھڑ ہوا۔ "کیا آپ مجھے پاس بریاتسکی سے ملاقات کا اجازت نامہ موجود ہے؟"

"ہاں۔ موجود ہے..." آکپویان نے کہا اور حیرت سے کاغذ نکال کر میز پر پھینک دیا۔ پانچوں نے باری باری یہ کاغذ دیکھا اور ان کے پھولے ہوئے چہروں کا رنگ بدلتا گیا۔ آخر گروزیلوف نے کہا:

"معاف کرنا میجر، میں اس کاغذ کے اصلی ہونے کے بارے میں تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ تھوڑی دیر انتظار کریں۔"

کارڈرٹ نے کھڑے تھے۔ میجر آکپویان نے آفس کی طرف قدم بڑھایا اور پردہ اٹھا کر اندر چلا گیا۔ ایک لمبی میز کے دوسری طرف پانچ آدمی برابر براہِ بیٹھے تھے۔ یہ سب کے سب بٹیار کا جیل کے آفیسر تھے اور ان سب کو میجر آکپویان اچھی طرح پہچانتا تھا۔ ان میں پہلا افسر شوبا نوکوف تھا۔ دوسرا تربانی، تیسرا گروزیلوف، چوتھا چرناٹکی اور پانچواں کیپٹن روشنکو۔ ان پانچوں میں عہدے اور منصب کے اعتبار سے کوئی فرق نہ تھا۔ ابھی ایک افسر اعلیٰ ہوتا، اور کبھی دوسرا۔

انہوں نے بیک وقت گردنیں اٹھا کر میجر آکپویان کو دیکھا اور بیک وقت ان پانچوں کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ آکپویان سمجھ گیا کہ درمیان میں بیٹھا ہوا آدمی افسر اعلیٰ کے فرائض سرانجام دے رہا ہے چنانچہ اس نے مصافحے کے لیے گروزیلوف کی طرف ہاتھ بڑھادیا۔ گروزیلوف مسلسل مسکرا رہا تھا۔ میجر آکپویان نے دیکھا کہ اس کے سونے کے بنے ہوئے دو دانتوں میں تیسرا دانت بھی شامل ہو گیا ہے۔

"تشریف رکھیے میجر آکپویان..." گروزیلوف نے کہا اور آکپویان تھلا گیا، کیونکہ اس نے گروزیلوف کے لمحے میں چھپا ہوا طنز بھانپ لیا تھا۔ "فرمائیے، ہم لوگ آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟"

"میں تم لوگوں کا زیادہ وقت نہیں ملوں گا۔" آکپویان نے سنجیدگی سے کہا۔ مجھے بتاؤ وہ شخص بریاتسکی کہاں ہے؟

"آہا... بریاتسکی... غالباً تم اس گوتے کا پوچھ رہے ہو جس پر امریکی ہونے کا دھوکا ہوتا ہے۔"

آکپویان نے انہات میں گردن ہلائی: "مجھے معلوم نہیں وہ امریکی ہے یا جاپانی... میں نے آج تک اسے دیکھا نہیں..."

"بہت خوب..." گروزیلوف نے کہا۔ "پھر تم کس سلسلے میں یہ سب کچھ پوچھ رہے ہو میجر؟"

"وہ ایک خصوصی کیس میں چیف پبلک پراسیکیوٹر کی اسپیشل بلوں کو مطلوب ہے۔"

”میں انتظار کروں گا... آپ اس اجازت نامے کے بارے میں جس طرح جی چاہے، اپنی تسلی کر لیں۔“

میز کے ایک کنارے پر رکھے ہوئے تین ٹیلی فونوں میں سے گروزیلوف نے سیاہ رنگ کا فون اٹھایا اور کہا: ”مہربانی کر کے جی بی کے ہیڈ کوارٹر میں جنرل پروزوکوف سے بات کراؤ... فوراً...“

جنرل پروزوکوف کا نام سن کر آپکویان کے کان کھڑے ہوئے۔ وہ اس شخص کو اچھی طرح جانتا پہچانتا تھا۔ جی بی میں وہ ڈپٹی چیئر مین کے عہدے پر فائز اور آندروپوف کے بے حد نزدیک تھا۔ آندروپوف اور پروزوکوف کی خواہش تھی کہ برزنیف کے ہم زلف جنرل زیوی گن کو کے جی بی سے جس طرح بھی ممکن ہو نکالا جائے۔ اس لیے کہ زیوی گن ان دونوں کی راہ کا سب سے بڑا روٹہ تھا اور پھر زیوی گن راستے سے ہٹ گیا۔ اُسے ہٹانے والے ابھی تک آزاد پھر رہے تھے، اور کسی میں بھی اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اُن سے کوئی بات بھی اس کیس کے سلسلے میں براہ راست پوچھ سکے۔ آندروپوف تو خیر کے جی بی کا چیمبرین ہونے کے ساتھ ساتھ پورٹ بیورو کا مضبوط رکن بھی تھا اور شاید برزنیف کا سب سے بڑا حریف، تاہم جنرل پروزوکوف کے کالے ٹکے کا منتر بھی نہ تھا۔ اور اس ذات شریف کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ ہر گھنٹا اُن کے کام کا منصوبہ اس کے نزدیک ذہن میں پرورش پاتا، لیکن وہ خود پس پردہ رہتا۔

میجر آپکویان کی نظریں گروزیلوف کے چہرے پر جمی ہوئی تھی اور پھر اس نے محسوس کیا کہ وہ کچھ بے چین سا ہے۔ شاید جنرل پروزوکوف لائن پر آ رہا تھا۔ ہیلو... میں گروزیلوف ہوں جناب... مبتیار کا جیل سے... یہاں ایک شخص آیا ہے... وہ اپنا نام آپکویان بتاتا ہے جناب والا... میرا خیال ہے تھرڈ سیکشن میں کام کرتا ہے... میجر آپکویان... اس کا کہنا ہے کہ وہ جنرل زیوی گن کی موت کے اسباب کی چھان بین کرنے پر متعین کیا گیا ہے... جی ہاں... جی ہاں..

آپ خود اس سے بات کر لیجئے... وہ ہمیں دھمکیاں دے رہا ہے جناب۔“

گروزیلوف نے ریسپور آپکویان کی طرف بڑھا دیا۔ آپکویان کا ہلڈ پریش پلہ ہی خاصا بڑھ چکا تھا۔ اُس کے کانوں سے ایک بھاری اور غصیلی آواز نکل رہی تھی۔

”کون ہو تم؟ کیوں ان لوگوں کو پریشان کر رہے ہو؟ تمہارا ان سے کیا واسطہ ہے؟“

”میں سمجھا نہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ آپکویان نے جواب دیا۔ ابھی ابھی گروزیلوف میرے بارے میں آپ کو بتا چکا ہے، مگر آپ بھول چکے ہیں تو میں یاد دلاتے دیتا ہوں... میرا نام آپکویان ہے... ماسکوس آئی ڈی کے تھرڈ سیکشن سے متعلق ہوں... میجر کارینک رکھتا ہوں... پبلک پراسیکیوٹر آفس کے اسپیشل انوسٹی گیشنر ایڈوکیٹ کے ساتھ ان دنوں آنجانی جنرل زیوی گن کی پراسرار موت کے بارے میں تحقیق کر رہا ہوں... امید ہے اتنا تعارف

بہت ہو گا... اب براہ کرم آپ اپنے بارے میں بتائیے کون ہیں اور کیا کرتے ہیں؟“

”کیا کہتا ہوں؟“ پروزوکوف دباؤ۔ تمہیں کسی نے نہیں بتایا کہ تم کس سے بات کر رہے ہو؟“

”بتایا ہے... لیکن مجھے کیونکر یقین ہو کہ جس سے میں مخاطب ہوں، وہ وہی آدمی ہے جس کا نام مجھے بتایا گیا ہے؟“

دوسری جانب ایک لمبے خاموشی رہی، پروزوکوف نے پھٹا کر کہا: ”تم نہایت ہیودہ شخص ہو... مجھے تمہارے اس رویے کے بارے میں بات کرنا پڑے گی۔ سنو...“

... میرا نام پروزوکوف ہے... جنرل پروزوکوف... اور میں کے جی بی کا ڈپٹی چیئر مین ہوں... میری شناخت کا تم یوں یقین کر سکتے ہو کہ فون بند کرو اور بتیار کا جیل سے دفان ہو کر باہر کسی بھی جگہ سے کے جی بی کے ہیڈ کوارٹر فون کرو اور آپ ہیٹر سے کوکہم پروزوکوف سے بات کرنا چاہتے ہو کیس ابھی یہاں موجود ہوں... اگر یہ کام بھی مشکل ہے تو سیدھے ادھر آ جاؤ...“

”بہت خوب... گویا آپ کا خیال ہے کہ میں بیکار آدمی ہوں جو خواہ مخواہ

ادھر ادھر بھاگتا پھروں؟“ میجر اکیویان نے کہا: آپ جنرل پروزوکوف ہیں یا نہیں ہیں، مجھے اس سے کیا سروکار؟ مجھے آپ سے بات کرنے کی ضرورت ہے نہ فرصت...”

اور اس سے پہلے کہ پروزوکوف طیش میں آن کرلام کاٹ شروع کرے، اکیویان نے ریسپورڈر گریوٹ کے لگے دھریا۔ گریوٹ نے ریسپورڈر سے لگایا اور جلدی سے کہا: جناب، میں گریوٹ ہوں... دیکھا آپ نے شخص جس کا نام میجر اکیویان ہے، کس قدر گستاخ اور بدتمیز واقع ہوا ہے... بہر حال میں آپ کے احکام کا منتظر ہوں۔ اسے کیا جواب دوں؟“

جنرل پروزوکوف نے جو کچھ کہا وہ گریوٹ نے چپ چاپ سنا اور پھر فون بند کر دیا۔

”بورس بریانسکی کہاں ہے... اُسے فوراً پیش کر دو...“ اکیویان نے اُن لوگوں کو سوچنے کا موقع دینا مناسب نہ سمجھا۔

”اس وقت وہ ناشتہ کر رہا ہوگا... انوسی ٹیکشن بلاک میں اُسے رکھا گیا ہے... آفس نمبر چھ... لیکن وہاں جانے کی کسی کو اجازت نہیں دی جاتی کیپٹن روتنکی نے منہ بنا کر کہا۔“ بہتر ہے آپ کسی اور وقت تشریف لائیں۔“

”میں نے یہ نہیں کہا کہ میں خود وہاں جانا چاہتا ہوں۔“ اکیویان آہستہ سے بولا۔ ”میں نے اُسے یہاں لانے کے لیے کہا ہے۔“

”کامریڈ اکیویان... شاید آپ یہ بات فراموش کر رہے کہ اس وقت آپ کہاں بیٹھے ہیں، معاف کیجئے یہ آپ کا دفتر یا پبلک پراسیکیوٹر آفس نہیں جہاں ناکارہ، آوارہ اور بدتمیز قماش قسم کے لوگ آپ کی آواز سن کر دہل جاتے ہیں... یہ بتیار کا جیل ہے... ملک کی سب سے بڑی اور سب سے پرانی جیل... اور آپ جن لوگوں کو ڈرنے دھمکانے کی کوششوں میں پچھلے آدھ گھنٹے میں مصروف ہیں، وہ ایسے لوگ ہیں جن کا محض نام سن کر ہی بڑے بڑوں کا پیشاب خطا ہوتا

ہے... آپ کس کھیت کی مولیٰ ہیں سوال یہ ہے کہ اگر ہم جیل کی آہستی سلاخوں کے پیچھے بند کسی بھی قیدی کو آپ کی خدمت میں حاضر نہ کریں، تب آپ کیا کریں گے؟“ اکیویان ابھی اس بکو اس کا جواب دینے نہ پایا تھا کہ ایک شخص دفعۃً کمرے میں داخل ہوا اور وہ پانچوں ہڑ بڑا کر اپنی اپنی کرسیوں سے آنے والے کے احترام میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اکیویان نے گردن گھما کر اُسے دیکھا اور خود بھی کھڑا ہو گیا۔ اُس کے سامنے لیفٹیننٹ جنرل نیکر ایوٹ پورے شان و شکوہ سے، فوجی وردی پہنے مسکراتے ہوئے اکیویان نے اُسے سلیوٹ کیا۔ نیکر ایوٹ نے سلیوٹ کا جواب دیا اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: ارے اکیویان تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“

نیکر ایوٹ نے کہا: ”کچھ نہیں جناب... ایک کام سے ادھر آیا تھا... کیا آپ ان دنوں نہیں ہیں؟“

”ہاں... مجھے اس جیل کا چارج سنبھالے ہوئے دو ہفتے ہوئے ہیں“ جنرل نیکر ایوٹ نے کہا۔ پھر اس نے اپنے پانچوں ماتحتوں پر یکے بعد دیگرے گہری نظر ڈالی۔ وہ سب کے سب بے حد زور دکھائی دے رہے تھے جنرل نے اپنی ذہانت سے یہ صورت حال بھانپ لی اور اکیویان سے کہا: ”اڈمیرے آفس میں چلو... وہیں بات چیت کریں گے... تمہارا یہاں آنا خالی از علت نہیں ہو سکتا... ضرور کوئی خاص بات ہے، جنرل نیکر ایوٹ کا وسیع دفتر استقبالیہ سے ایک فرلانگ دور بتیار کا جیل کے ایک کشادہ حصے میں بنا ہوا تھا۔ میجر اکیویان نے وقت ضائع کے بغیر اپنی آمد کا مقصد بیان کر دیا اور ان پانچوں کے ساتھ ہونے والی گفتگو کا خلاصہ بھی بتا دیا۔ جنرل پروزوکوف کا ذکر اس نے مصلحتاً گول کر دیا۔ نیکر ایوٹ کا چہرہ لحظہ بہ لحظہ خوفناک حد تک سنجیدہ ہوتا جا رہا تھا۔ اکیویان خاموش ہوا تو جنرل نے میز پر پڑا ہوا خوبصورت گولڈن سگریٹ کیس اٹھایا، اس میں سے دو سگریٹ نکالے دونوں کو اپنے ہونٹوں میں دبا کر بیک وقت سلگایا، پھر ایک سگریٹ اکیویان کی طرف بڑھا کر آہستہ سے بولا: ”کیا تم جانتے ہو شخص بریانسکی اصل میں کون ہے؟“

اُن جان بن چکا تھا۔ "میں کچھ سمجھا نہیں۔"

"ہاں... یہ ذرا مشکل سے سمجھ میں آنے والی چیز ہے، میجر آپ کو بیان... یہ لمر کی جاسوس برنز نیف کی بیٹی کا لیا کو اپنی مصنوعی محبت کے جال میں پھانس کر برنز نیف تک پہنچ چکا ہے۔"

آکپویان نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر لوں تھام لیا جیسے اُسے اس انکشاف پر سخت صدمہ پہنچا ہو۔۔۔

"بہر حال... اب وہ بد معاش ہمارے ہتھ پر چڑھ چکا ہے... اس نے گزشتہ روز سرکس میں کام کرنے والی ایک عورت کے مکان میں گھس کر قیمتی چیزیں چرانے کی کوشش کی اور رنگے ہاتھوں پکڑا گیا۔"

"کامریڈ شمر ایوف کا خیال ہے کہ زیوی گن کی پُر اسرار موت میں بھی یہ شخص کسی نہ کسی طور ملوث ہے۔" آکپویان نے کہا: "اور اگر ہم کسی طرح یہ ثابت کر دیں کہ زیوی گن نے خودکشی نہیں کی، بلکہ اُسے بریائتسکی نے قتل کیا تھا تو اسے بڑی آسانی سے ختم کیا جاسکتا ہے۔۔۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو میجر آپ کو بیان... جنرل نے کچھ غور کرتے ہوئے کہا: "لیکن یہ کام اتنا آسان بھی نہیں جتنا تم سمجھ رہے ہو۔۔۔ گالیبا برنز نیف اس بد معاش کے عشق میں دیوانی ہو رہی ہے... تم جاننے ہو اس کا باپ اس کی کوئی فرمائش نہیں مانتا۔" یہ جاننے کے باوجود کہ بریائتسکی، جنرل زیوی گن کا قاتل ہے، برنز نیف اُسے بچانے کی کوشش کرے گا؟"

"میں نہیں جانتا کہ برنز نیف کیا کرے گا اور کیا نہیں کرے گا۔" نیگرایوف نے جواب دیا: "البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ زیوی گن کی موت کے پیچھے کوئی گہری سازش کام کر رہی تھی بہر کیف یہ امر میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ محض دو آدمیوں کو بچانے اور چھپانے کے لیے حکومت اتنے بڑے بڑے ادارے بھاگ دوڑ کر رہے ہیں۔" "دو آدمی؟" آکپویان کا منہ حیرت سے کھل گیا: "دوسرا آدمی کون ہے؟ ایک تو

میجر نے دانستہ نفی میں گردن ہلائی: "وہ جانتا چاہتا تھا کہ جنرل نیگرایوف خود بریائتسکی کے بارے میں کیا جانتا ہے..."

دو تین کش زور زور سے لے کر جنرل نے گڑھا سا دھواں نٹھوں سے خارج کرتے ہوئے کہا: "یہ شخص بورس بریائتسکی لمبے ہاتھ پاؤں رکھنے والا انتہائی پُر اسرار آدمی ہے... بظاہر وہ ایک تھیٹر میں گانے کا دھندا کرتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ ایک امریکی جاسوس ہے... کے جی بی اور اینٹلی جنس ڈیپارٹمنٹ کا سرکردہ اچھی طرح جانتا ہے۔۔۔"

آکپویان نے حیرت زدہ رہ جانے کی اداکاری پیش کی اور اپنا منہ کھول کر آنکھیں پھاڑ دیں: "اوہ... یہ بات میسر علم میں نہ تھی... حالانکہ میں بھی سی آئی ڈی کے قند سیکشن میں کام کرتا ہوں۔۔۔"

نیگرایوف ہلکے سے مسکرایا: "ہمارے پاس بریائتسکی کے بارے میں اچھے خاصے ثبوت موجود ہیں کہ وہ امریکی سی آئی اے کے لیے کام کرتا رہا ہے... اس کے باوجود ہم نے اُسے ڈھیل دے رکھی ہے؟"

"تعجب ہے؟" آکپویان نے کہا: "جلنے اب تک وہ کتنے اہم راز امریکیہ پنا چکا ہوگا... کیا میں دریافت کر سکتا ہوں جناب کہ بریائتسکی کو اس قدر ڈھیل کس لیے دی جا رہی ہے؟"

نیگرایوف نے سگریٹ کا آخری ٹکڑا ایک لمبا کش لے کر ایش ٹرے میں پھینک دیا۔

یہ سب کامریڈ برنز نیف اور اُن کے ہم زلف آبنجانی زیوی گن کی مہربانی تھی... بریائتسکی اور زیوی گن میں شراب، جوئے اور فاحشہ عورتوں کے واسطے سے گہرا یارانہ تھا اور دوسری طرف اس بد معاش نے برنز نیف کے گھر میں بھی نقب لگا رکھی تھی۔"

"برنز نیف کے گھر میں نقب؟" آکپویان سب کچھ جاننے کے باوجود قطعی

بریا تسکی ہوا، یہ دوسرا کہاں سے آگیا؟

نیگرا یوف مسکرایا۔ ”آہا... اس کا مطلب یہ ہے کہ میکے بھولے بھالے مگر آپکوریان کو اس کیس کی ایجاد کا بھی علم نہیں... وہ دوسرا آدمی چھوٹے قد کا ساندرو کا توڑی ہے اور اس وقت کوٹھڑی نمبر پانچ ستون میں بیٹھا کچھ کھا پی رہا ہوگا... اور شاید تم یہ سن کر مزید حیران پریشان ہو گے کہ جس وقت جنرل زبوی گن اپنے اپارٹمنٹ میں موت کے گھاٹ اتر رہا تھا اس وقت ساندرو کا توڑی وہاں موجود تھا۔“

آپکوریان کی عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ پہلی بار ایک اور پراسرار نام سامنے آیا تھا۔ یکا ایک اُس کے ذہن میں ایک اور نام چمکا زبوی گن کے اپارٹمنٹ میں سرنگالوں والی ایک چالیس سالہ عورت بھی باقاعدگی سے آیا کرتی تھی اس کا نام سونیا بتایا گیا ہے... کیا وہ بھی اسی جیل میں ہے؟

”سونیا؟ جنرل نے بھویریں سکڑ کر پوچھا، میں نے پہلے اس نام کی کسی عورت کا ذکر نہیں سنا... جیل میں اس وقت جتنی عورتیں موجود ہیں ان میں بہت سی سرنگالوں والی بھی ہیں، تاہم ان میں سے کوئی چالیس برس کی نہیں۔“

یہ کہہ کر وہ ہنسنا۔ ”اس لیے کہ آج تک کوئی عورت چالیس برس کی نہیں گئی۔“

جب میں تارس کا رپو وچ وینڈیلو فٹکی کے کمرے میں داخل ہوا، وہ گرم گرم فٹوے کی چسکیاں لے رہا تھا۔ معمول کے مطابق اُس کے کمرے میں مختلف نوعیت کا سامان بے ترتیبی سے بکھرا پڑا تھا۔ گندی پیالیاں اور پلیٹیں، گرد آلود فالتیں، پھلوں کے جھلکے اور باسی گوشت کے ٹکڑے سب اس طرح گھٹنڈے تھے کہ اس انبا میں سے کوئی ایک چیز تلاش کرنا بہت دشوار تھا۔ تارس کا رپو وچ پبلک پراسیکیوٹر آئسن کا سب سے پُرانا اور انتہائی گرگ باران دیدہ قسم کا ایجنٹ تھا۔ اس وقت وہ عمر کے بتر مرحلے طے کر چکا تھا اور کسی طرح ریٹائر ہونے کے لیے تیار نہ تھا۔ دراصل اُسے ریٹائر کرنے کی کوئی وجہ بھی نہ تھی۔ وہ ہر طرح حاضر دماغ، ہوشیار اور مستعد تھا اور ہمیشہ اپنے فکار کی تلاش میں سرگرداں رہتا۔ اُسے چہرے خشناخت کرنے یا دلوں میں چھپنے

راز جاننے میں اتنی مہارت حاصل ہو چکی تھی کہ محض سرسری نظر ڈال کر کسی بھی اجنبی کے بارے میں بتا دیتا کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔ اُس کے اندازے عموماً درست نکلتے تھے۔ رائج الوقت قوانین اور تعزیرات اس کی چھوٹی سی کھوپڑی میں یوں محفوظ تھیں جیسے کوئی جدید ترین کمپیوٹر اپنے اندر ہزار ہا معلومات محفوظ رکھتا ہے۔ پُرانے سے پُرانے واقعات اور حادثات اُسے تفصیلات اور جزئیات کی حد تک یاد تھے۔ نوجوان اور ناخبرہ کارسٹیشل ایجنٹوں کے لیے تارس کا وجود بڑا غنیمت تھا۔ اُس کی حیثیت محکمے میں ایک گناگ استاد کی سی تھی اور خود حیثیت پبلک پراسیکیوٹر ریکنگوف اس کا بڑا احترام کرتا تھا۔

مجھے دیکھ کر وہ مسکرایا اور کہنے لگا: ”دیکھو، اس کینٹی میں قہوہ ابھی گرم ہوگا۔ پینا چاہو تو پیالی میں انڈیل لو۔۔۔“

میں نے تھوڑا سا سیاہ قہوہ پیالی میں انڈیل لیا۔ لیکن اسے پینے کی ہمت یوں نہ تھی کہ یہ کاڑھا کالا سیال پی کر اپنے ہوش و حواس برقرار رکھنا دشوار تھا۔ تارس نے غور سے میرا گائزہ لیا جیسے وہ میرے باطنی حالات جاننے کی کوشش کر رہا ہو۔ میں بھی خواہ مخواہ مسکرایا۔

”یہ ابھی تھوڑی دیر پہلے کون عورت زور زور سے چلا رہی تھی؟ اس نے پوچھا۔“

”یہ کامریڈ بزنزٹ کی چہیتی بیٹی گایا تھی۔“

تارس کے بوڑھے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ جیسے اپنی موت مر گئی۔ وہ سخت خوف زدہ نظر آنے لگا۔

”گایا بزنزٹ؟“ وہ بڑبڑایا۔ ”کیا اس نے اب اس عمارت کا راستہ بھی دیکھ لیا ہے؟“

میں نے اثبات میں گم دن ہلا دی۔ ”کامریڈ تارس کا رپو وچ، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ گایا بزنزٹ بھری ہوئی شیریں بن کر آئی تھی اور تمہارے بارے میں بھی پوچھ رہی تھی۔“

تارس نے بدحواس ہو کر قہوہ کی پیالی میز پر رکھ دی اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ ”گایا

”ہاں مجھے یاد ہے... غالباً یہ آگ بجلی کی اندرونی تاروں میں نقص کے باعث لگی اور چونکہ فائر بریک کیڈ کے تمام اسٹیشن اس رات ماسکو سے چالیس میل دور بھجے جا چکے تھے، اس لیے آگ پر فوری قابو نہیں پایا جا سکا تھا...“

تارس نے اثبات میں کئی بار گردن ہلاتی: ”بے شک سرکاری رپورٹ میں کہا گیا تھا مگر اصل حقیقت کچھ اور تھی، اور اب مجھے احساس ہوتا ہے کہ ۱۹۷۵ء کی اس آتشزدگی اور جنرل زیوی گن کی پراسرار موت میں گہرا تعلق ہے...“

میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ”یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟“

”جب تم سارے حالات سنو گے، تب تمہیں حقیقت کا اندازہ ہو گا۔ بیوقوف لوگوں کا خیال ہے کہ روسیا ہوٹل میں اس شب وہ آگ اتفاقیہ طور پر لگی تھی۔ حالانکہ میں آج بھی پورے ثبوت فراہم کر سکتا ہوں کہ وہ آگ جان بوجھ کر لگائی گئی تھی... اس ہولناک ڈرامے کے دوڑے کردار دینا سے رخصت ہو چکے ہیں ایک جنرل پیٹن اور دوسرا جنرل زیوی گن۔ عجیب اتفاق ہے کہ ان دونوں حریفوں اور ایک دوسرے کے جانی دشمنوں کی موت نہایت اندھنہاں حالات میں واقع ہوئی۔ پیٹن کو کابل سے ماسکو واپسی پر طیارے کے اندر شورٹ کر دیا گیا۔ جبکہ زیوی گن کو اس کے اپارٹمنٹ میں قتل کیا گیا۔“

”ذرا ایک منٹ رکو...“ میں نے کہا۔ ”تمہیں یقین ہے کہ جنرل زیوی گن نے خودکشی نہیں کی؟“

”یہ بات اگر تم پہلے ہی دن پوچھ لینے تو بہت سی مشکلیں حل ہو جاتیں۔“ تارس نے کہا۔ ”زیوی گن کو قتل ہونا ہی تھا۔ وہ خود اپنی جان کا دشمن بن چکا تھا اور اس نے چاروں طرف سے بچنے کے راستے مسدود کر دیے تھے۔ خود کامریڈ برزنیف بھی اس حادثے کے لیے ذہنی طور پر تیار نہ تھے اور انہیں بالکل اندازہ نہ تھا کہ ان کے حریف یوں ایک مضبوط ستون گرہ دینے میں کامیاب ہو جائیں گے...“

”آندرپوف اسے سلوف اور پردروکوف اینڈ کمپنی نے زیوی گن کو ابتدا میں

برزنیف میسرے میں پوچھ رہی تھی؟“

”ہاں... لیکن عین اسی لمحے بالکل انوف وہاں آگیا اور گایا اس پر پل پڑی وہ ابھی تک بالکل انوف کے کمرے میں ہے۔“

تارس دوبارہ کمری پر بیٹھ گیا اور اس نے قہوے کی پیالی اٹھالی: ”میرا خیال ہے اب بالکل انوف کی خیر نہیں، وہ ضرور اُسے مارے گی۔“

”بالکل انوف نے حرکت ہی ایسی کی ہے۔“ میں نے کہا۔ ”اُس نے گایا کے ایک چاہنے والے کو گیتے کو چوری کے الزام میں پکڑ کر تیار کا جیل بھجوا دیا ہے... گایا اس پر برا فرضہ ہو رہی ہے ہو سکتا ہے، اب اس نے اُس کی بوٹیاں نوح ڈالی ہوں۔“

”کچھ بعید نہیں... کچھ بعید نہیں...“ تارس نے آہستہ سے کہا۔ ”اچھا چھوڑ دو اس قصے کو، یہ بتاؤ تمہارا معاملہ کہاں تک پہنچا؟“

”وہیں ہے جہاں پہلے تھا۔“ میں نے مزید کہا۔ ”زیوی گن کی موت کا معتمہ حل کرنے میں اب تک کئی افراد اپنی جانوں سے ہاتھ دھو چکے ہیں اور ممکن ہے آئندہ میری باری ہو... وقت خاصا گزر چکا ہے اور میں حیران ہوں کہ برزنیف کو کیا منہ دکھاؤں گا۔“

تارس کی خوش طبعی دفعہ ”کوٹ آئی“: ”منہ تب دکھاؤ گے جب زندہ بچو گے میری مائو، اس بھجنٹ سے جتنی جلد خود کو الگ کرو، اتنا ہی تم سب کے حق میں بہتر ہے۔ یہ دراصل برزنیف، آندرپوف، اس سلوف اور شولوف کے مابین شطرنج ہو رہی ہے۔ آندرپوف اور اس کے ساتھیوں کا پلہ بھاری نظر آتا ہے... برزنیف اپنا ہم زلف کھو چکا ہے... کہیں ایسا نہ ہو...“

اُس نے جملہ نامک چھوڑ دیا۔ خالی پیالی ایک طرف کھسکا کر اس نے سگار سلگایا اور منکرانہ انداز سے کہنے لگا: ”کامریڈ شمر ابوت، تمہیں ۱۹۷۵ء کی وہ خوفناک آگ یاد ہے جو روسیا ہوٹل کی دسویں منزل میں لگی تھی۔ اس حادثے میں ستائیس غیر ملکی افراد جیل کر کوئلہ ہو گئے تھے اور اکثر افراد شدید زخمی ہوئے تھے۔ اس آگ میں ہوٹل کے ویسٹ ونگ کی نویں، دسویں اور گیارہویں منزلیں تباہ ہو گئی تھیں۔“

عطا کی کہ وہ ایم وی ڈی کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے ایک نیا انٹر نل انٹیلی جنس سیکشن قائم کرے اس مقصد کے لیے ۱۹۷۵ء کے آخر میں روسیا ہوٹل کے ویسٹ ونگ کی پوری دسویں منزل کو اپنے پر حاصل کر لی گئی اور اس منزل میں نیا انٹر نل انٹیلی جنس سیکشن ایفٹینٹ جنرل پیٹن کی نگرانی میں قائم کر دیا گیا۔ پرنے سیکشن کے برعکس نئے سیکشن میں جدید ترین آلات جاسوسی جاپان امریکہ اور اسرائیل سے بھی خرید کر نصب کیے گئے اور باقاعدہ ایک عدد سپر کوارٹر کھول دیا گیا۔ اس زمانے میں یہ بات بھی سننے میں آئی تھی کہ اس ساری سکیم کے عقب میں کامریڈ مسٹوف کا دماغ کام کر رہا ہے۔ میں نے جدید ترین جاسوسی آلات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں میں اُن دنوں ازبک کے ڈرگ ٹریڈرز کے تعاقب میں تھا جو پورے ملک میں نشہ آور دوائیں پھیلانے کا دھندا کر رہے تھے اور انٹیلی جنس کے نوجوان اس گروہ کے سرغنہ کی گرفتاری کے لیے بھاگ دوڑ کر رہے تھے ایک دن یہ نوجوان مجھے ہوٹل روسیا کی دسویں منزل پر اپنے نئے انٹر نل انٹیلی جنس سیکشن میں لے گئے اور پھر ان سے باتوں باتوں میں اندازہ ہوا کہ ایم وی ڈی کے اندر ایک نئی گسٹاپو، قائم کر دی گئی ہے اس تنظیم کے نئے آفس میں جو کھیل کھیلا جا رہا تھا، وہ بے حد مزہ خیر تھا۔ یہاں کمونسٹ پارٹی کے ہر لیڈر اور ہر کارکن کی نقل و حرکت پر کڑی نگاہ رکھنے کا مکمل اہتمام کیا گیا تھا۔ یہاں ہر اُس فرد کا تفصیلی ریکارڈ تیار کیا جا چکا تھا جو کسی بھی ذریعے سے کامریڈ برزنیف کے نزدیک ہو یا ان کا حامی ہو بعض فائلوں پر نوٹس بھی لکھتے گئے تھے اور اس راز کا اظہار کیا گیا تھا کہ یہ شخص بے ضرر ہے یا بہت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

”یہ سارا نامک جنرل زیوی گن کو بدحواس کر دینے کے لیے رچایا گیا تھا۔ زیر زمین کام کرنے والے افراد سے جنرل زیوی گن اسی ہوٹل میں رابطہ قائم کرتا اور زمین کے معاملات بھی وہیں طے پاتے تھے جو نئی ہوٹل کے ویسٹ ونگ کی دسویں منزل پر نئے انٹر نل انٹیلی جنس سیکشن کا قیام عمل میں آیا، زیوی گن کے مفادات پر زبرد پڑنے

اپنے ساتھ شامل کرنے کی بڑی کوشش کی اور ایک موقع ایسا آیا بھی کہ زیوی گن برزنیف سے برگشتہ خاطر ہو چکا تھا۔ مگر پھر معاملہ سنبھل گیا۔ شاید اس لیے کہ آندرپوٹ اور اس کے ساتھیوں کی ٹولی میں شامل ہونے کے بعد زیوی گن جو کچھ کہا رہا تھا، اس میں ان سب لوگوں کو بھی حصے دار بنانا پڑتا تھا اور یہ بات کسی طور اُسے منظور نہ تھی۔ وہ نام نہاد امریکی گویا بورس بریانسکی ہر کام میں زیوی کا آلہ کار تھا۔ ”زیوی گن پر حال ڈالنے اور اُسے پھانسنے کی جب تمام تدبیریں الٹی ہو گئیں، تب آندرپوٹ اور اس کے مشیران خاص نے سوتھ بچا کر لیا۔ اُن کے سامنے کئی واضح مقاصد تھے۔ ایک یہ کہ برزنیف کی قوت کمزور کی جائے۔ اُسے یہ احساس دلایا جائے کہ وہ تنہا ہے۔ دوسرے یہ کہ زیوی گن کو ختم کر دیا جائے اور اس انداز میں یہ کام دکھایا جائے کہ برزنیف زبان نہ کھول سکے۔ دونوں ہی مقاصد میں یہ لوگ کامیاب ہوئے۔ زیوی گن کی موت سے برزنیف کو شدید ذہنی دھچکا لگا ہے اور اس وقت وہ ہسپتال میں پڑا ہوا ہے۔ زیوی گن کا قتل خود کشی میں بڑی نفاست سے بدلا گیا اور سرکاری طور پر اعلان بھی کر دیا گیا کہ طویل علالت کے بعد کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین جنرل زیوی گن دماغی توازن سے محروم ہو چکے تھے، اس لیے انہوں نے اپنے ہی ریلوے کنبی میں سوراخ کر لیا، تاہم برزنیف کو یقین نہیں آیا کہ زیوی گن خود کشی کا الزام کب کر سکتا ہے۔“

”بسیار غور و فکر کے بعد آندرپوٹ اینڈ کمپنی نے ایک نئے مہرے کو شرط بنی بساط پر بڑی ہوشیاری سے آگے بڑھا دیا اور جب یہ مہرہ سامنے آیا تو زیوی گن کی واقعی سٹیگم ہو گئی۔ یہ مہرہ جنرل پیٹن تھا۔ زیوی گن کا پڑانا دشمن دونوں ایک دوسرے کی صورت تک دیکھنے کے روادار نہ تھے۔ سرکاری اور نجی تقریبات میں جب بھی ان کا آمناسا ہوتا تو بدزگی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آتا۔ آندرپوٹ اور جنرل پروزوکوف نے اس میدان میں پیٹن کو لانے کی جو سکیم تیار کی وہ بلاشبہ لاجواب تھی کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین کی حیثیت سے آندرپوٹ نے جنرل پیٹن کو اجازت

ہلاک کر دیا گیا۔

”وٹیلوف کو کس نے مارا؟ کیا تم کچھ بتا سکتے ہو؟“ میں نے مضطرب ہو کر پوچھا۔  
تارس نے نفی میں گردن ہلائی: ”میں قاتل کی نشاندہی نہیں کر سکتا، البتہ میرا اندازہ ہے  
کہ وٹیلوف کسی اہم راز سے آگاہ ہو گیا تھا اور اس سے پیشتر کہ وہ برزنیف کو آگاہ  
کرتا۔ برزنیف کے دشمنوں نے وٹیلوف کو بے گت راستے سے ہٹا دیا۔“

میں خاموشی سے بوڑھے تارس کی صورت تنکرا رہا۔ تارس نے مجھے چپ دیکھا  
تو کہنے لگا: ”میں جانتا ہوں تمہیں کرنل وٹیلوف کی موت کا بڑا رنج ہے۔ لیکن یہ سوچو  
کہ تم بھی ہر آن ان قاتلوں کی زد میں تھے اور انہوں نے اب تک تمہاری جان بخشی  
اس لیے کی کہ تمہیں براہ راست کامریڈ برزنیف نے اس کیس کی چھان بین پر متعین  
کیلئے۔ تمہیں راہ سے ہٹا دینے کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ برزنیف کو ہٹا دینے کے  
درپے رہیں اور یوں وہ جوابی حملہ کر کے ان کے آدمیوں کو مرنے دے۔ انہوں  
نے اب تک جتنے افراد مارے ہیں۔ وہ صرف اس لیے کہ تم اس کیس کی تحقیق سے  
باز آ جاؤ اور خود ہی انکار کر دو۔“

”میرا خیال ہے مجھے اب انکار کرنا ہی پڑے گا، کیونکہ میں ابھی کچھ عرصہ  
زندہ رہنا چاہتا ہوں۔“

”فکر مت کرو۔۔۔ تم زندہ رہو گے۔“ تارس نے کہا ”جنرل زیوی گن کے گروہ  
میں برزنیف کی بیٹی کا لیا اور برزنیف کا حقیقی چھوٹا بھائی یا کوف بھی شامل تھا اور یہ  
لوگ زیوی گن کے سہارے خوب دارے نیارے کر رہے تھے۔ چند برس پہلے سنٹرل  
ایشیا سے مہاجر ایک بڑا تاجر ماسکو آیا۔۔۔۔“

”اُس کا نام تھا راکو موت۔ اس نے آتے ہی ہوٹل روسیا میں آٹھ ڈی لکس کمرے  
بل کر لئے اور ہر روز اعلیٰ افسروں کے اعزاز میں دعوتیں شروع کیں۔ ایک دعوت  
میں مجھے بھی شرکت کا موقع ملا۔ اس میں سٹیٹ پلاننگ کمیشن کے تمام بڑے افسر،  
نارت جنکلات کے کرتا دھرتا لوگ ٹرانسپورٹ منسٹری کے بڑے بڑے مگر مجھ

میں نے انٹیلی جنس نے ان سب بد قماش افراد اور ان کی سرگرمیوں کا ریکارڈ تیار کرنا  
شروع کر دیا اور اس سبب سے ان لوگوں کی آمد و رفت ہوٹل میں کم ہو گئی۔ اس نے  
سیکشن کی نگرانی کے فرائض جنرل میٹن کے سپرد کیے گئے جو بڑا چلتا پڑتا شخص تھا۔  
اُس نے زیوی گن کا ناطقہ بند کر دیا اور زیوی گن نے مجبور ہو کر کامریڈ برزنیف کو  
ان حالات سے آگاہ کیا۔

جنرل زیوی گن ان تمام محاذوں پر اکیلا لڑ رہا تھا اور نظامہ کامریڈ برزنیف سے  
اُسے کوئی مدد نہیں مل رہی تھی۔ جنرل میٹن کے علاوہ زیوی گن کا ایک دشمن اور بھی  
تھا اور نہایت طاقتور دشمن۔ یہ شخص ہوٹل روسیا کا ٹرانسپورٹ کی فوری فوٹ تھا جو کسی  
زمانے میں کے جی بی کا جنرل بھی رہ چکا تھا۔ آندرپوف سے اُس کے گھرے حراسم تھے  
اور غالباً دور پرے کی کوئی رشتہ داری بھی تھی۔ یہی سبب تھا کہ ہوٹل روسیا میں اگر  
کسی خاکروب کا تقرر بھی کرنا ہوتا تو کئی فوری فوٹ اس تقرر کی منظوری آندرپوف یا  
پروفر کو فوٹ سے حاصل کرتا۔

”ہوٹل روسیا کی رونقیں بڑھانے کا کام غیر ملکی بھی کرتے اور سوویت یونین کے  
سینکڑوں شہری بھی کمیونسٹ پارٹی کے اہم کارکن، عہدے دار، اداکار، ادیب، شاعر،  
مصور، سائنسدان اور انجینئرو وغیرہ ان میں سے اکثر کے جی بی اور سنٹرل انٹیلی جنس سیکشن  
کے لیے جاسوسی کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ہوٹل سماج دشمن عناصر  
سرگرمیوں کا بہت بڑا مرکز بنا ہوا ہے۔ ذخیرہ اندوز، مہمگرا اور اجرتی قاتل اس عالی شان  
ہوٹل میں قیام کرتے اور مستقبل کے منصوبہ پر غور و خوض کرتے ہیں۔ ابھی چند دن پہلے آپریشن  
کا سکیڈ عمل میں لایا گیا ہے۔ اس آپریشن میں گرفتار کئے جانے والوں میں مختلف ریاستوں  
کے کروڑ پتی افراد شامل ہیں۔ ان کی معاشرہ دشمن سرگرمیاں اب ناقابل برداشت حد تک  
بڑھ گئی تھیں۔ اس لیے برزنیف کے حکم پر ان کا سفایا کرنا پڑا۔ زیوی گن نے بہت  
کوشش کی کہ اس آپریشن کی نوبت نہ آئے۔ مگر کے جی بی کے مگرگوں کے سامنے اس  
کی ایک نہ چلی تاہم اس کا ایک بھیانک نتیجہ یہ نکلا کہ تھرا راجگری دوست کرنل وٹیلوف

سنٹرل کمیٹی کے فرسٹ سیکرٹری شپ سے برطرف کر دیا تھا اور اب یہ اس کوشش میں تھا کہ اُسے بحال کر دیا جائے۔ جنرل زیوی گن سے پرانی یاری کے باعث اس شخص نے طے کیا کہ گایا برزنیف کو اگر خوش کر دیا جائے اور وہ اپنے باپ سے اس کی سفارش کر دے تو کام بن سکتا ہے۔ یہ شخص جو اہرات اور سونے کی اسمگلنگ میں ملوث تھا ۲۵ مئی کی شب ہوٹل روسیا کی نویں منزل پر ایک شاندار تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں گایا برزنیف اور اس کے چچا یاکوف کو بطور مہمان خصوصی بلایا گیا۔ تقریب زور شور سے جاری تھی کہ دفعتاً آگ بھڑک اٹھی۔ ویسٹ ونگ فائر فائٹنگ سسٹم کے ذریعے آگ پر قابو پانے کی کوشش کی گئی مگر معلوم ہوا کہ فائٹنگ سسٹم کام نہیں کر رہا۔ اُسے دانستہ خراب کر دیا گیا تھا۔ ماسکو فائر ڈیپارٹمنٹ کو اطلاع دی گئی۔ وہاں سے جواب آیا کہ اس وقت ڈپو میں کوئی فائر انجن موجود نہیں خاص طور پر ایسی گاڑیاں جن میں ادنیٰ ترین پڑھنے کے لیے سیڑیاں لگی ہوتی ہیں۔ آگ ہوٹل کی نویں منزل میں بھڑک رہی تھی اور جو فائر گاڑیاں اس وقت موجود تھیں ان کی سیڑھیاں ساتویں منزل تک ہی جاسکتی تھیں جب پوچھا گیا کہ بڑی گاڑیاں کہاں ہیں تو بتایا گیا کہ موسم گرما کی سالانہ مشقوں کے لیے ماسکو سے چالیس میل دور سرکوپوف کے علاقے میں جا چکی ہیں اور انہیں ماسکو واپس بلانے میں کم از کم ایک گھنٹہ لگ جائے بہر کیف آگ بجھانے کا کام شروع ہوا۔ لیکن ساری کوششیں بے ثمر ثابت ہوئیں۔ چالیس منزل کے اندر اندر ہوٹل روسیا کی نویں، دسویں اور گیارہویں منزلیں مکمل طور پر جل چکی تھیں۔ نئے انٹرنل ایٹمی جنس سیکشن میں کچھ بھی نہ بچا مگر اسے جنرل پیٹن اور اس کے سرپرستوں کی بدقسمتی ہی کہا جاسکتا ہے کہ ان کا یہ منصوبہ ناکام رہا کیونکہ زیوی گن بھی نکال دیا گیا اور گایا برزنیف بھی اپنے چچا کو لے کر بخیر و آیت نماں سے نکل آئی۔ تقریب میں شریک جا رہیں وزارت داخلہ اور ماسکو ایٹمی جنس کے چودہ افراد اس خوفناک آگ کی نذر ہو گئے۔ ان کے علاوہ گیارہویں منزل پر قیام پذیر بہت سے غیر ملکی مسافر بھی لقمہ اجل بنے۔

سب موجود تھے اور پھر یہ سب مہمان، وہ مسلسل شراب پی رہے تھے اور کھنا ہوا گوشت اڑ رہے تھے اور ان کے قہقروں سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ ایک لخت سب یوں سمجھ گئے جیسے انہوں نے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔ خود جنرل زیوی گن بھی ہوش میں آگیا کیونکہ وہ اس تقریب کا مہمان خصوصی تھا کیا دیکھتے ہیں کامریڈ برزنیف کی چہیتی بیٹی اپنے چچا کے ساتھ زراں خراں چلی آرہی ہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ دونوں اس تقریب میں مدعو نہیں کئے گئے تھے، اس کے باوجود وہاں پہنچ گئے۔ قصہ مختصر یہ کہ ٹمبر کے ایک کمرڈی تاجر کو سنٹرل ایشیا کے تمام جنگلوں کا ٹھیکہ دے دیا گیا اور اس بد معاش نے جنگل کے جنگل ناجائز طور پر کٹوا کر ساری لکڑی عالمی منڈی میں گراں قیمت پر بیچ دی۔ اس سودے میں سوویت کے وہ تمام حکمے اور وزاتیں شریک تھیں جن کا تعلق جنگل کے معاملات و مسائل سے تھا۔ میرے پاس اس امر کے ثبوت موجود ہیں کہ راکو موٹ نے بڑے بڑے کچھوؤں کو بیش قیمت تحفے تحائف پیش کرنے کے علاوہ ہر ایک کو دس لاکھ روپے کی نقد رقم بھی ادا کی۔ گایا برزنیف اور اس کے چچا یاکوف کو بھی پورا پورا حصہ ادا کیا گیا۔ گایا چونکہ میرے جوہر جمع کرنے کی شوقین ہے، اس لیے راکو موٹ نے اُسے میرے بھی تحفے میں دیے جن کی مالیت یقیناً لاکھوں میں ہوگی۔

تو اس ایک لمحے کے لیے رکا، پھر کہنے لگا: "اور یہ سب کچھ برزنیف کی ناک کے عین نیچے ہو رہا تھا۔ اس تمام تجارت میں سارا منافع جنرل زیوی گن، گایا برزنیف، یاکوف برزنیف اور ان کے چند حواریوں میں تقسیم ہوتا تھا جبکہ کے جی بی کے چیرمین، ڈی بی جی پیرمین اور نئے انٹرنل ایٹمی جنس سیکشن کے سربراہ جنرل پیٹن محض ایک ڈسک کا منہ دیکھنے پر اکتفا کر رہے تھے۔ لہذا انہوں نے طے کر لیا کہ زیوی گن کو ہر صورت میں صاف کر دیا جائے۔ مئی ۱۹۷۵ء کی آخری تاریخوں میں جارجیا سنٹرل کمیٹی کا سابق فرسٹ سیکرٹری ہاندار اپنی حسین اور طرح دار بیوی کو لے کر ماسکو آیا اور حسب معمول ہوٹل روسیا میں ٹھہرا۔ اس شخص کو برزنیف نے مسلسل بد عنوانیوں کے باعث جارجیا

”کیا تم انہیں پہچان لو گی؟“

کاٹیا نے اثبات میں گردن ہلا دی: ”ہاں... میں انہیں ضرور پہچان گی۔“  
میں نے میکراچیو اسے پوچھا یہ گواہ کہاں سے اُن کے ہاتھ لگا۔ اُس نے بتایا کہ  
اُسٹوسٹریٹ میں رہتے دسے ایک ایک فرد سے بار بار پوچھ گچھ کے دوران نو سالہ  
کاٹیا سے بھی بات ہوئی اور اس نے انکشاف کیا کہ ۹ جنوری کی شام کو جیولری بوی گن  
کے پارٹنٹ میں سے دو آدمی ایک زخمی کو لے کر باہر نکلے تھے ہم نے کاٹیا کا بیان لے  
کر اس پر اس کے دستخط کرائے ہیں، یہ دیکھئے۔“

اُس نے ایک کاغذ پر میرے سامنے رکھ دیا جس پر یہ سطور ٹائپ کی گئی تھیں۔  
”میرا نام کاٹیا ہے اور میں کشاوسٹریٹ کے پارٹنٹ نمبر سات میں اپنے والدین  
کے ساتھ رہتی ہوں۔ ۹ جنوری کا ذکر ہے... شاید شام کے پانچ بجے ہوں گے۔  
میں میوزک اسکول میں داخلن سیکھنے جاتی ہوں۔ وہاں سے واپس اپنے گھر آ رہی  
تھی۔ نمبر ۱۱۱ کے باہر ایک میں نے دیکھا کہ دو آدمی ایک شخص کو سہارا دیے  
اور تقریباً گھسیٹتے ہوئے لارے ہیں ان دونوں کے قدر درمیانہ تھے اور وہ  
جیکٹیں پہنے ہوئے تھے جس آدمی کو وہ گھسیٹ کر لارے تھے۔ اس کے بدن پر  
بھی ایک جیکٹ تھی، اُس کا قد ان دونوں کے مقابلے میں لمبا تھا اور اس کے چہرے  
پر سخت تکلیف کے آثار تھے۔ وہ بائیں پاؤں سے لنگڑا رہا تھا اور اس کی تلپوں  
خون سے رنگین تھی... اس وقت سڑک پر کوئی نہ تھا... میں وہاں رک کر ان تینوں  
کو دیکھنے لگی۔ مگر انہوں نے مجھے نہ دیکھا۔ زخمی شخص کی عمر میرے اندازے کے  
مطابق تیس برس ہوگی میں دوسرے دو آدمیوں کے چہرے غور سے نہ دیکھ سکی۔  
کیونکہ میری ساری توجہ اُس زخمی شخص کی طرف تھی۔“  
ٹیلی فون کی گھنٹی بجھنچائی۔ تارس نے فون سنا اور میری طرف لیسویر بڑھا دیا۔  
پبلک پراسیکیوٹر آئسن کا ٹیلی فون آپریٹر لائن پر تھا: ”کامریڈ شمر ایوف: ڈراہولڈ  
بجائے آپ کے لیے ایک آرجنٹ کال ہے۔“

”اس کے بعد کیا ہوا؟ میں نے پوچھا۔“

تارس نے گردن کو ہلکا سا جھٹکا دیا اور شلے اچکاتے ہوئے بولا: ”کیا ہوتا ہے،  
کچھ بھی نہ ہوا؟ پولیٹ بیورو کا ہنگامی اجلاس طلب کیا گیا جس میں غیر ملکی مہمانوں  
کی امنک موت پر اظہار افسوس کے ساتھ ساتھ ہوٹل روسیا کے ڈائریکٹر کی فورس  
کو فرائض میں غفلت اور کوتاہی کا مجرم قرار دے کر برطرف کر دیا گیا۔“  
یہ ایک تارس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور میکراچیو اندر آئی۔ اس کے ساتھ  
نو سال کی ایک موٹی تازی لڑکی بھی تھی جس کے پھولے ہوئے سرخ چہرے  
پر خوف و ہراس کی پرچھائیاں نمایاں تھیں۔ اس کے دائیں ہاتھ میں چھوٹا سا ڈانٹ تھا۔  
”کامریڈ شمر ایوف... اس بچی سے ملے... اس کا نام کاٹیا ہے اور یہ نمبر ۱۱۱ کے  
کشاوسٹریٹ کے ایک پارٹنٹ میں رہتی ہے۔ ۹ جنوری کی شام اس بچی نے  
ایک عجیب واقعہ دیکھا بہتر ہے یہ واقعہ آپ اسی کی زبانی سن لیں۔ کاٹیا؟ وہی بات  
جو تم نے پہلے مجھے سنائی تھی، اب انہیں سنا دو۔“  
”کتنی مرتبہ تو سنا چکی ہوں! بچی نے بیزار ہو کر کہا: ”تم نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے  
میٹریاں لے کر دوں گی۔“

”ہاں ہاں... وعدہ مجھے یاد ہے یہاں سے واپس جا کر جتنی میٹریاں تم کہو گی،  
میں تمہیں بیکری سے خرید دوں گی۔ شاباش... اب وہ سالہ واقعہ جو تم نے اپنی آنکھوں سے  
دیکھا، انہیں سنا دو۔“

کاٹیا کہنے لگی: ”میں شام کے وقت میوزک اسکول کی طرف واپس آ رہی تھی۔  
میں نے دیکھا کہ دو آدمی ایک شخص کو گھسیٹتے ہوئے بلڈنگ سے باہر لارے تھے۔ وہ آدمی  
لنگڑا رہا تھا اور اس کے کپڑے خون سے تر تھے... وہ دونوں اُسے  
گھسیٹ کر ایک کازنک لے گئے، زخمی آدمی کو اس میں ڈالا اور وہاں سے روانہ  
ہو گئے۔ کار کا لے رنگ کی دو لگا تھی...“

”بہت خوب“ میں نے کہا: ”اگر وہ تینوں آدمی دوبارہ تمہارے سامنے آئیں

کی خدمت میں پیش کر سکتے ہو۔

یہ کہہ کر اس نے ایک بڑا سافٹ میز کی دراز سے نکال کر میسر آگے رکھ دیا۔  
لافے کے اندر دو کاغذوں پر عبارت ٹائپ کی گئی تھی :

”ڈیئر الیگزینڈر میکالمورج ریکٹیکون: پچھلے دنوں ملک دشمن عناصر کے خلاف آپریشن کا سکیڈ کے نام سے ایک زوردار مہم شروع کی گئی تھی، ۲۴ جنوری کو ایک شخص مسمیٰ بورس بریائسکی گرفتار ہوا۔ بالسنوئی تھیرٹر کی ایک سکرین کی اداکارہ کے گھر میں یہ شخص چوری کرتے ہوئے موقع پر کپٹا گیا۔ گزشتہ چھ سال سے وہ زیر زمین افراد کے ساتھ رابطہ قائم رکھتے ہوئے تھا اور کے جی بی کے ڈپٹی چیئرمین آئینجانی جنرل زیوی گن سے اس کے گہرے مراسم استوار تھے۔ وزارت داخلہ کے پاس اس امر کا مکمل ثبوت ہے کہ ۱۹۷۶ء سے لے کر ۱۹۸۲ء تک بورس بریائسکی کے ذریعے جنرل زیوی گن نے ملک دشمن عناصر سے کوئی چالیس لاکھ روپے قیمتی اشیاء وصول کیں۔“ گرفتاری کے بعد بورس بریائسکی نے اپنے حلیفہ بیان میں نہایت انکشافات کیے

ہیں۔ ان میں سے وہ حصہ آپ کی توجہ کے لیے پیش کیا جاتا ہے جو جنرل زیوی گن کی موت سے متعلق ہے۔ بریائسکی کا بیان ہے کہ ۱۹ جنوری کی شام ۱۰/۱۱ بجے کٹالو سٹریٹ اپارٹمنٹ نمبر نو میں اُس کا جنرل زیوی گن سے جھگڑا ہوا۔ بریائسکی نے زیوی گن پر الزام لگایا کہ آپریشن کا سکیڈ خود اس کی مرضی سے شروع کیا گیا ہے اور اس کا نتیجہ نیکلا ہے کہ جن بڑے بڑے گمراہوں کو کپٹا گیا، انہوں نے دھمکیاں دی ہیں کہ زیوی گن اور بریائسکی دونوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس الزام کے جواب میں زیوی گن نے کہا کہ آپریشن کا سکیڈ ایم وی ڈی کے انٹی فلڈ سکواڈ اور ایٹمی جنس سیکشن کی ملی جھگڑت سے شروع ہوا اور اس ضمن میں مجھ سے مشورہ ہونا میرے علم میں کوئی بات لائی گئی، اور یہ کہ میں اتنا احمق ہوں کہ جن افراد سے اتنا زبردست مالی مفاد حاصل کرتا رہا، اُنہی کے خلاف اتنے بڑے پیمانے پر قانونی کارروائی کی اجازت دوں گا۔

”بریائسکی نے زیوی گن کے یہ دلائل تسلیم نہ کئے چونکہ دونوں مشتعل ہو چکے تھے

چند سیکنڈ بعد میسر کان میں ایک مانوس آواز آئی: ”ہیلو، کامریڈ شمراویو! میں ڈاکٹر شازوف ہوں۔ اُمید ہے تم نے مجھے پہچان لیا ہوگا۔ میں تمہیں گزشتہ ایک گھنٹے سے مختلف جگہوں پر تلاش کر رہا ہوں۔“

”جی، ڈاکٹر شازوف! میں بھلا آپ کو کھول سکتا ہوں؟ فرمائیے، کس لیے یاد کیا؟“

”گھنا یہ تھا کہ کامریڈ مسلوو چارنج کرپاٹخ منٹ پر وفات پا گئے۔“  
”مجھے ان کے مرنے کا سخت افسوس ہے، اس کیس میں وہ مجھے بہت کچھ بتا سکتے تھے۔۔۔“

”ہاں۔۔۔ اسی لیے میں نے تمہیں آگاہ کرنا مناسب سمجھا۔۔۔ اب دوسرا حکم تمہارے لیے یہ ہے کہ آج شام ٹھیک چھ بجے کامریڈ برنہیف سے ملو گے۔۔۔ ٹھیک چھ بجے۔۔۔ اُس وقت تک کے لیے اپنی ساری مصروفیات منسوخ کر دو اور اپنے آفس ہی میں رہو۔۔۔ پانچ بجے ایک گاڑی تمہیں لینے آئے گی۔ کیا تم نے میرا پیغام سُن لیا۔؟“

”جی ہاں۔۔۔ میں پانچ بجے اپنے آفس میں موجود رہوں گا۔“  
اور جب میں نے ریسپورڈ کر ڈیٹل پر رکھا تو نہ جانے کیوں میری انگلیاں لرز رہی تھیں اور دل کی دھڑکنوں میں ایک دم اضافہ ہو گیا تھا۔

جب میں ریکٹیکوف کے آفس میں داخل ہوا تو وہاں ہر من کارا کوڑ بھی موجود تھا۔ ریکٹیکوف مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کارا کوڑ کی بتیسی بھی نکل آئی۔ وہ دونوں غیر معمولی طور خوش نظر آتے تھے۔ ریکٹیکوف مجھ سے مخاطب ہوا: ”کامریڈ شمراویو! ابھی وزیر امور داخلہ جنرل ابن اے شولوخوف کی طرف سے ایک ضروری اور انتہائی خفیہ خط مجھے بھیجا گیا ہے۔ میری خواہش ہے تم بھی اسے پڑھ لو۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ زیوی گن کا کیس تقریباً حل ہو چکا اور اب ہماری ساری پریشانیاں ختم ہو گئی ہیں۔ اسے بلاشبہ قتل کیا گیا ہے۔ اگر تم چاہو تو یہ خط اپنی رپورٹ کے ساتھ کامریڈ برنہیف

پناہ مل گئی۔ اس کا بیان ہے کہ وہ رات ساٹھ گیارہ بجے تک وہاں چھپا رہا اور جب اس نے محسوس کیا کہ سڑک پر ٹاٹا ہے، تب وہ غالیچہ لے کر نیچے اُترا۔ باہر اس کی کار کھڑی تھی۔ اس نے غالیچہ کار کی ڈگی میں ڈالا اور سیدھا دریائے ماسکو پر گیا۔ دریا تاح بستہ تھا، تاہم اس نے معمولی جدوجہد سے برف میں سوراخ کیا اور غالیچہ اس کے اندر پھینک دیا۔ یہ غالیچہ برآمد کیا جا چکا ہے اور اس کے معائنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس پر جو سُرُخ دھبے ہیں وہ جہز ل زیوی گن کے خون کے ہیں۔

”ڈیٹر ریکینکوف! ان تمام واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زیوی گن کا قاتل بوس بریائی ہے اور وہ اپنے جرم کا اقرار بھی کر چکا ہے۔ اس لیے کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ اسپیشل انوسٹی گٹر کامریڈ شمرا یوف اس کیس کی جوچھان بین کر رہے ہیں اسے اختتام پذیر سمجھا جائے؟ اور کسی تاخیر کے بغیر کامریڈ شمرا یوف کو حکم دیا جائے کہ وہ زیوی گن کیس سے متعلق تمام کاغذات فوری طور پر وزارت داخلہ کے سپرد کر دیں۔ کامریڈ برزنیف کی تازہ ترین ہدایات بھی یہی ہیں کہ اس کیس کی تحقیقات روک دی جائے اور جب اصل قاتل پکڑا جا چکا ہے تو اس سلسلے میں مزید بھاگ دوڑ کی ضرورت نہیں۔

ابن شولوخوف

وزیر امور داخلہ، ماسکو۔ ۴ جنوری ۱۹۸۲ء

میں آخری سطر پر پڑھ کر اپنی ہنسی روک نہ سکا۔ ریکینکوف اور ہرمین کاراگوز ایک دوسرے کی صورتیں دیکھ رہے تھے۔

”آخر اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟“ ریکینکوف نے سوال کیا۔

میں نے ایک پُرزہ کاغذ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ یہ نو سالہ بچی کا ٹیٹا کا بیان تھا۔

”کیا اس بیان سے ظاہر نہیں ہوتا کہ زیوی گن کا قاتل ایک شخص نہیں، تین افراد تھے؟ میں نے کہا۔

ریکینکوف برا سامنے بٹاتے ہوئے بولا، ”کامریڈ شمرا یوف! تم چاہو تو برزنیف

زیوی گن نے اپنا ریلو اور نکال کر بریائی سکی پر گولی چلا دی۔ نشانہ خطا گیا اور گولی کھڑکی کے فریم میں لگی۔ ممکن ہے زیوی گن کا ارادہ حریف کو ہلاک کرنے کا تھا، مگر وہ محض اُسے ڈرانا چاہتا ہو۔ لیکن بریائی سکی اس فائر سے خوف زدہ ہونے کے بجائے مزید مشتعل ہو گیا۔ اس نے زیوی گن پر چھلانگ لگا دی۔ چند لمحے دونوں میں ہاتھ پائی ہوتی رہی۔ بریائی سکی نے اس دوران زیوی گن کے ہاتھ سے ریلو اور چھیننے کی کوشش کی اور اس کشمکش میں ریلو اور دوبارہ چل گیا اور دوسری گولی زیوی گن کی کینٹھی میں لگی اور وہ ہلاک ہو گیا۔ بریائی سکی کا بیان ہے کہ یہ سب کچھ اچانک اور غلاف توقع پیش آیا۔ وہ زیوی گن کو مار ڈالنا نہیں چاہتا تھا، بلکہ صرف اپنے بچاؤ کیلئے اُس سے ریلو اور چھین رہا تھا۔

”زیوی گن مر گیا تو بریائی سکی نے خود کو محفوظ کرنے کے لیے یہ کارروائی کی کہ اس خونیں تماشے کو خود کشی کی واردات میں بدل دیا۔ اس نے زیوی گن کو ڈرائنگ روم میں گھسیٹ کر میز پر بٹھایا۔ چونکہ وہ پہلے بھی بعض مواقع پر زیوی گن کے طرز تحریر کی کامیاب نقل کر چکا تھا۔ اس لیے اُس نے اُس کے قلم سے ایک جعلی رقعہ تیار کیا جس میں خود کشی کا اقرار کیا گیا تھا۔ اتفاق سے برابر لے اپارٹمنٹ میں شادی کی تقریب جاری تھی اور موسیقی کا بے پناہ شور بلند ہو رہا تھا۔ اس لیے زیوی گن کے اپارٹمنٹ میں گولیاں چلنے کی آواز کسی کے کانوں تک نہ پہنچ سکی۔ زیوی گن سے اُس کی ہاتھ پائی

ہال دے میں ہوئی تھی اور وہاں پچھا ہوا غالیچہ مقتول کے خون سے بھر گیا تھا۔ اس لیے تریائی سکی نے غالیچہ پلٹیا اور اُسے اٹھا کر چپ چاپ اپارٹمنٹ سے باہر نکل آیا۔ اس نے دیکھا کہ غالیچہ اٹھانے وقت اس کے کپڑے بھی خون آلود ہو چکے ہیں اور اس حالت میں بلڈ ٹنگ سے باہر جانا مناسب نہیں۔ اس لیے وہ غالیچہ سمیت گیارہویں منزل پر ایک اپارٹمنٹ میں چلا گیا۔

”یہ اپارٹمنٹ ایک فلمی اداکارہ کے قبضے میں تھا جس نے بریائی سکی کے ناجائز تعلقات کچھ عرصے سے قائم ہو چکے تھے۔ اپارٹمنٹ کی ایک چابی ہر وقت بریائی سکی کے پاس رہتی تھی۔ اداکارہ اس وقت اپارٹمنٹ میں موجود نہ تھی، وہ کسی فلم کی شوٹنگ کے سلسلے میں ماسکو سے باہر گئی ہوئی تھی۔ چنانچہ بریائی سکی کو اس اپارٹمنٹ میں آسانی سے

تقریباً لپٹے ہوئے تھے۔ اُن کے پرسنل سیکرٹری نے میری آمد کا اعلان کیا۔ میں نے اندر داخل ہو کر فوجی انداز میں سلیم ٹ کیا۔ برزنیف نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا۔ اُن کا چہرہ بیماری کے باعث مرجھایا ہوا تھا اور آنکھوں میں چمک دمک مضمود تھی۔ اُن کی بھوئیں پہلے سے زیادہ گھٹی اور کسی قدر سفید ہو گئی تھیں۔ ہلکی سی مسکراہٹ اُن کے لبوں پر نمودار ہوئی۔ مجھے ہدایت یہ تھی کہ جب تک صدر خود مخاطب نہ کریں۔ خاموش رہنا ضروری ہے۔ چند سیکنڈ بعد اُن کی آواز مکرے کی خاموش فضا میں گونجی۔  
 ”میں تمہارا ذاتی تشکر گزار ہوں، کامریڈ شمرایوف! تم نے اپنے فرائض محنت اور لگن سے ادا کئے۔“

میں نے گمردن کو ہلکا سا خم دیا: ”میں آپ کا ممنون احسان ہوں کامریڈ برزنیف! کہ آپ نے مجھ پر اعتماد کیا۔ جنرل زریوی گن کیس کی فائل حاضر ہے۔ یہ کہہ کر میں نے فائل میز پر رکھ دی۔“

برزنیف نے ایک نگاہ فائل پر ڈالی اور کہا: ”میں تمہارے کام سے خوش ہوں، کامریڈ شمرایوف! اور توقع رکھتا ہوں کہ تم آئندہ بھی اسی طرح مملکت کی خدمات سرانجام دو گے۔“

میں کامریڈ کا از حد تشکر گزار ہوں... میں نے جو کچھ کیا وہ میرا فرض تھا۔  
 تین منٹ گزر گئے۔ میں مکرے سے باہر آ گیا۔ برزنیف کے چیف ایڈوائزر زولوکوف نے ایک چھوٹا سا لفافہ مجھے پکڑا دیا۔

”اسے یہاں مت کھولنا، کامریڈ شمرایوف! اپنے آفس جا کر کھولنا۔“  
 لیکن میں زیادہ صبر نہ کر سکا۔ سفید شاندار دود لگا میں کمریلین سے پبلک پراسیکیوٹر کی طرف جاتے ہوئے میں نے راستے ہی میں لفافہ کھول لیا۔ کامریڈ برزنیف نے مجھے چیف پبلک پراسیکیوٹر بنا دیا تھا۔ میں نے مایوس ہو کر لفافہ جیب میں رکھ لیا۔

سے ملاقات کے دوران یہ کاغذ اُن کی خدمت میں پیش کر سکتے ہو، کامریڈ شمرایوف کے خط کی روشنی میں اُن کے احکام کی تعمیل کرنا میرا قانونی اور سرکاری فرض ہے۔  
 مہربانی کہہ کر زریوی گن کیس کے تمام کاغذات ابھی اور اسی وقت میرے حوالے کر دو۔  
 ویسے بھی یہ کامریڈ برزنیف کا حکم ہے جس نے اُن کے پہلے احکام اور وہ اختیارات جو ہمیں عارضی طور پر سونپے گئے تھے، منسوخ کر دیے ہیں۔“

”ٹھیک ہے... آپ کے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔“ میں نے اٹھتے ہوئے کہا: ”آج شام چھ بجے کامریڈ برزنیف سے میری ملاقات طے ہے اور اس وقت چھ بجنے میں صرف دس منٹ باقی ہیں۔ میں زریوی گن کیس کے تمام کاغذات بلکہ راستہ برزنیف کے حوالے کر دوں گا۔“

اور اس سے پہلے کہ ریکنگوٹ یا ہرمن کارا کو زبان کھولتے، میں وہاں سے نکل آیا۔

کمریلین کی پرتشکوہ اور وسیع و عریض عمارت کے باہر اور اندرونی صحن میں فوجی دستے ٹینک، آرمرڈ کاریں اور انٹیلی جنس کے بے شمار آدمی موجود تھے لیکن سب کے سب خاموش۔ اتنے افراد کی موجودگی کے باوجود یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہاں کوئی ذی روح نہیں۔ کامریڈ برزنیف کے تین خصوصی مشینوں نے یکے بعد دیگرے میرا استقبال کیا، پھر ایک شخص نے معذرت خواہانہ انداز میں سرسری طور پر میرے کپڑوں کی تلاشی لی اور ٹھیک اسی لمحے جب دیوار پر لگے سنہری کلاک کی دونوں سوئیاں شام کے چھ بجے کا اعلان کر رہی تھیں۔  
 برزنیف کے آفس کا چھوٹا سا دروازہ میرے لیے کھولا گیا۔ مجھے پہلے سے بتایا گیا تھا کہ صدر سے ملاقات کا وقت صرف تین منٹ مقرر ہے اور جو بھی صدر کی پشت پر کھڑا ہوا اُن کا محافظ خاص اشارہ کرے، مجھے فوراً ملاقات ختم کر دینی چاہیئے۔“

کامریڈ برزنیف ایک لمبی چوڑی بیش قیمت میز کے عقب میں آرام کر رہے